ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی

(بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف علیٰ وجہ البصیرت اور جو میرا تابع ہوگا وہ بھی بربنائے بصیرت ہی داعی الی اللہ ہوگا)

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چنچل گوڑہ ریلوے گیٹ

مقدمہ سراج الابصار

از

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چنچل گوڑہ ریلوے گیٹ

حضرت سید مصطفیٰ صاحب تشریف اللّٰہی

مطبوعہ حمایت دکن پریس بازار عیسیٰ میاں
(حیدرآباد دکن)

عرضِ حال

بعد حمد خدا و تحیت محمد مصطفیٰ و صلوٰۃ و سلام بر مہدی ہدیٰ

عرض پرداز:

سید مصطفیٰ المعروف خوب صاحب میاں بن میاں سید یعقوب (مدفن حیدرآباد دکن) بن میاں سید نور محمد (حیدرآباد دکن) بن میاں سید اشرف (کرگاول میسور) بن میاں سید عبداللطیف (ترچناپلی) بن میاں سید راجع محمد (چن پٹن علاقہ میسور) بن میاں سید عبداللطیف (سورت علاقہ گجرات) بن میاں سید جلال شہید (برہان پور) بن بندگی میاں سید عبداللطیف اول (بیجاپور) بن بندگی میاں سید شریف اللہ (جاموجل گاؤں علاقہ برار) بن بندگی میاں سید خوندمیر (سدراسن پٹن چاپانیر علاقہ گجرات) از اولاد امام موسیٰ کاظم و خلیفہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (فراہ مبارک علاقہ افغانستان)

سراج الابصار تقریباً چار سو سال پہلے لکھی گئی ہے اس کے بعد متعدد کتابیں اثبات مہدیت میں لکھی گئیں لیکن ان میں جو اہمیت سراج الابصار کو ہے کسی کتاب کو نہیں متقدمین متوسطین اور متاخرین سب نے اس کا شرف مانا ہے اور اپنی اپنی تصانیف میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

اس کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہر دور میں علما نے شرح یا ترجمہ کر کے اس کتاب کے مطالب کو عام کرنے کی کوشش کی۔ اب تک جو شرحیں لکھی گئی ہیں وہ قلمی ہیں ان کے نسخوں کا ہر جگہ دستیاب ہونا مشکل ہے قطع نظر اس کے شروح فارسی میں ہونے کی وجہ سے افسوس ہے کہ ہر شخص ان سے استفادہ نہیں کر سکتا اور جو اردو ترجمے ہوئے ہیں یا تو ناتمام ہیں یا کمیاب۔

میں نے سراج الابصار کے پندرہ مختلف نسخوں کا باہمی مقابلہ کر کے یہ نسخہ مرتب کیا اور متن کا ترجمہ کرنے کے بعد ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا مقدمہ کے دو حصے ہیں حصہ اول میں آٹھ باب ہیں

باب اول (امام علیہ السلام کا نسب اور ابتدائی حالات) باب دوم (ہجرت اور دعوتِ مہدیت) باب سوم (اثبات مہدیت) باب چہارم (اصحاب امام علیہ السلام) باب پنجم (دائرہ مہدویہ) باب ششم (فرائض ولایت) باب ہفتم (مہدوی مذہب کی

عہ نمبر ۱ سے نمبر ۸ تک جو شجرہ مرقوم ہے کتاب اخبار الاسرار باب دوم سے لیا گیا ہے۔ میاں سید یعقوب اور میاں سید نور محمد صاحب اخبار الاسرار کے زمانہ میں بقید حیات تھے۔

تبلیغ و اشاعت) **باب ششم** (احادیث مہدیؑ اور علامہ ابن خلدون وغیرہ)

حصہ دوم میں چھ باب ہیں

باب اول (میاں عالم باللہ اور مولف رسالۃ الرد کے حالات) **باب دوم** (سراج الابصار کے شروح و تراجم) **باب سوم** (سراج الابصار سے متعلق کتابیں) **باب چہارم** (تصحیح نقل کا مطالبہ اور اس کا جواب) **باب پنجم** (رسالۃ الرد کی حقیقت) **باب ششم** (سراج الابصار کی اہمیت اور قبول عام وغیرہ)

یہ کتاب ۱۴ ر جمادی الاول ۱۳۶۵ھ کو دائرہ چنچل گوڑہ حیدرآباد دکن میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

سراج الابصار کے مختلف نسخوں کا باہمی مقابلہ متن کی تہذیب اور اس کا ترجمہ مقدمہ کے مواد کی فراہمی اور ترتیب کاپیوں اور پروف کی تصحیح غرض یہ تمام کام حقیر نے تن تنہا انجام دیے ہیں۔ ذاتی مصروفیات سے جو وقت بچ سکتا تھا اسی کام میں صرف کرنے کی کوشش کی گئی اس کے باوجود اس کی تکمیل میں تاخیر ہوتی رہی

جناب ایس محمود صاحب خوندمیری اہل نگوڑی (از اولاد میاں سید حسینؓ) نے اس کتاب کی طباعت اور اشاعت کے اخراجات اپنے ذمہ لئے آپ کے برادر محترم مولوی سید ابراہیم صاحب نے نیز حضرت فقیر اشرف میاں صاحب (اہل دائرہ نو) اور مولوی سید جلال صاحب (اہل دائرہ نو) نے اس کتاب کی طباعت اور اشاعت کے لئے بغیر کسی تحریک کے از خود آپ سے کہا اور آپ نے اس کو قبول کر لیا جس کی اطلاع مجھے بعد کو دی گئی۔ آپ نے سدراسن تشریف (علاقہ گجرات) میں مسافر خانہ تعمیر کرنے کے لئے جو سرمایہ محفوظ رکھا تھا اس کتاب کی طباعت میں صرف کیا ہے۔ اس کی فروخت سے جو رقم حاصل ہوگی وہ مسافر خانہ کی تعمیر میں ہی صرف ہوگی۔

میں نے بھی اپنی محنت کا کوئی معاوضہ نہیں چاہا کہ ان اجری الا علی اللہ۔ البتہ یہ تمنا ضرور تھی کہ طباعت کے بعد یہ کتاب اہل نظر کو اسی قیمت پر مل سکے جو اصل خرچ ہے۔

ذیل میں ان حضرات کے اسمائے گرامی درج ہیں جن سے یا جن کے ذریعہ صرف قومی کتابیں حاصل کی گئیں۔

(ا) چنچل گوڑہ حیدرآباد دکن (ل) حضرت فقیر سید اسمٰعیل عرف موسیٰ میاں صاحب (اہل ہنیرہ) (ب) حضرت فقیر سید اشرف عرف اشرف میاں صاحب (اہل دائرہ نو) (ج) عزیزی و مرشدی

ع آپ نے ۱۲۹۹ھ میں سراج الابصار کی شرح فارسی زبان میں لکھی ہے۔

حضرت فقیر سید نصیر الدین صاحب تشریف الٰہی۔

(۲) اعظم پورہ حیدر آباد دکن۔ مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم سابق محاسب دفتر رزیڈنسی حیدر آباد دکن (راقم نے جب سراج الابصار کا کام شروع کیا تو سب سے پہلے آپ ہی نے سراج الابصار کے متعدد نسخے فراہم کئے تھے اور یہ کام جب قریب اختتام پہنچا تو اس کی طباعت و اشاعت کے اخراجات اپنے بھائی جناب اے ایس محمود صاحب خوندمیری کے ذمہ کردیے)

(۳) قطبی گوڑہ حیدر آباد دکن۔ عزیزی حضرت فقیر اچھی میاں صاحب (مسجد پختہ)

(۴) سکندر آباد دکن۔ حضرت فقیر سید محمود عرف محمود میاں صاحب

(۵) پنڈیال علاقہ مدراس۔ حضرت فقیر سید محمود عرف مرشد میاں صاحب

(۶) کڑپہ علاقہ مدراس۔ حضرت فقیر صاحب میاں صاحب

(۷) پالن پور علاقہ گجرات۔ حضرت فقیر سید قطب الدین صاحب پالن پوری

جن حضرات سے صرف سراج الابصار کے نسخے حاصل کئے گئے ہیں اس کی تفصیل حصہ دوم باب ششم میں دی گئی ہے۔

محمد حیات خاں صاحب معلم ورزش جسمانی مدرسہ عالیہ نے ابو المجد مظہر الدین صاحب خطاط و مصور کو اس طویل مقدمہ کی کتابت پر آمادہ کیا۔

مقدمہ سراج الابصار کے ماخذ

ذیل میں ان کتابوں کی فہرست دیجاتی ہے جو سراج الابصار کا مقدمہ لکھتے وقت پیش نظر رہیں ترتیب وہی ہے جو مقدمہ میں ہے

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱	جونپور نامہ (سنہ تصنیف ۱۲۱۶)	قلمی	خیرالدین محمد الہ آبادی
۲	EDUCATION IN MUSLIM INDIA	مطبوعہ	یس۔ ایم جعفر
۳	تحفۃ الکرام (سال تصنیف ۱۱۸۱)	"	علی شیر قانع
۴	اخبار الاخیار	"	شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ
۵	تاریخ سندھ[1]	قلمی	سید محمد معصوم[2] بھکری المتوفی سنہ ۱۰۱۹ھ
۶	فرہنگ آصفیہ	مطبوعہ	سید احمد دہلوی
۷	خزینۃ الاصفیا (سنہ تصنیف ۱۲۸۱ھ)	"	غلام سرور
۸	Promotion of Learning in India during Muhammadan Rule	"	نرندر ناتھ لا
۹	Indian Education in Ancient and later times.	"	الیف۔ اے۔ کی (Keay)
۱۰	تاریخ فرشتہ (سنہ تصنیف ۱۰۱۵ھ)	"	محمد قاسم فرشتہ
۱۱	ریاض السلاطین (سنہ تصنیف ۱۲۰۲)	"	غلام حسین زیدپوری
۱۲	طبقات اکبری	"	نظام الدین احمد بخشی المتوفی سنہ ۱۰۰۳ھ
۱۳	اورنیٹل کالج میگزین ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۰ء	"	—
۱۴	تاریخ سلاطین گجرات و مالوہ	قلمی	حسن بن حسن گجراتی
۱۵	ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں	مطبوعہ	ابوالحسنات ندوی
۱۶	عقد الدرر فی علامات المہدی المنتظر	قلمی	یوسف ابن احمد (قرن دہم)
۱۷	اشعۃ اللمعات	مطبوعہ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی

[1] یہ کتاب تاریخ معصومی کے نام سے مطبع تیجہ بمبئی سے شایع ہوگئی ہے [2] صت ۱۱۳ پر ان کا سنہ وفات ۱۰۴۴ھ مرقوم ہے ۱۰۱۹ھ پڑھا جائے۔

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۸	قاموس	مطبوعہ	مجدالدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی المتوفی سنہ ۸۱۷ھ
۱۹	لسان العرب	"	جمال الدین بن منظور افریقی المتوفی سنہ ۷۱۱ھ
۲۰	مدارج النبوۃ	"	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۲۱	زاد المتقین	قلمی	"
۲۲	نجات الرشید	"	ملا عبدالقادر بدایونی المتوفی سنہ ۱۰۰۴ھ
۲۳	معدن الجواہر	مطبوعہ	عبدالقادر بن شیخ احمد بن شیخ بدرالدین[1] بن ملتانی بانشا
۲۴	مخزن الکرامات ترجمہ معدن الجواہر	"	کریم الدین
۲۵	منتخب التواریخ	"	ملا عبدالقادر بدایونی
۲۶	آئین اکبری	"	ابوالفضل المتوفی سنہ ۱۰۱۱ھ
۲۷	مرآۃ سکندری (سنہ تصنیف ۱۰۲۰ھ)	"	سکندر بن محمد عرف منجھو
۲۸	مرآۃ احمدی (سال تصنیف ۱۱۷۴ھ)		مرزا محمد حسن
۲۹	تحفۂ اثنا عشریہ	"	شاہ عبدالعزیز دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۳۹ھ
۳۰	ظفر الوالہ بمظفر وآلہ[2]	"	عبداللہ محمد ابن عمر مکی (سال ولادت ۹۴۶)
۳۱	کنز العمال	"	شیخ علی بن حسام الدین المتوفی ۹۷۵ھ
۳۲	الکتاب المقدس (عربی)	"	-
۳۳	الکتاب المقدس (اردو)	"	-
۳۴	HOLY BIBLE	"	-
۳۵	سنن ابوداود	"	ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی المتوفی ۲۷۵ھ
۳۶	سنن ابن ماجہ	"	ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی المتوفی سنہ ۲۷۳ھ
۳۷	ہدیہ مہدویہ	"	ابورجا محمد زماں خاں شاہجہاں پوری

[1] شیخ بدرالدین نے سنہ ۹۸۰ھ میں وفات پائی ہے اور معدن الجواہر کے مؤلف عبدالقادر کو انہیں سے خلافت حاصل تھی جیسا کہ معدن الجواہر (صفحہ ۱۲۶) میں مذکور ہے۔
[2] مقدمہ کے صفحہ ۶۰ پر اس کے متعلق طبع بیدن لکھا گیا ہے، طبع لندن پڑھا جائے۔

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۳۸	طبقات ابن سعد	مطبوعہ	محمد بن سعد کاتب الواقدی المتوفی سنہ ۲۳۰ھ
۳۹	تفسیر فخر رازی	”	امام فخر الدین رازی المتوفی سنہ ۶۰۶ھ
۴۰	تفسیر حسینی	”	ملا حسین واعظ کاشفی المتوفی سنہ ۹۱۰ھ
۴۱	تفسیر امام زاہد (سنہ تصنیف ۵۱۹ھ)	قلمی	امام زاہد ابو نصر احمد بن الحسن
۴۲	تاج العروس	مطبوعہ	سید مرتضیٰ زبیدی المتوفی سنہ ۱۲۰۵ھ
۴۳	عسل مصفیٰ	”	مرزا خدا بخش
۴۴	النہایہ فی غریب الحدیث والاثر	”	مجد الدین ابن محمد بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر الجزری المتوفی سنہ ۶۰۶ھ
۴۵	مجمع البحار	”	محمد بن طاہر پٹنی المتوفی سنہ ۹۸۶ھ
۴۶	منتہی الادب	”	عبد الرحیم صفی پوری
۴۷	اقرب الموارد	”	سعید الخوری الشرتونی
۴۸	نجوم المشکوٰۃ	قلمی	ملا صدیق بن محمد بن محمد بن ظفر مکی (قرن یازدہم)
۴۹	ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا	مطبوعہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ
۵۰	لمعات شرح مشکوٰۃ	قلمی	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۵۱	منہاج السنۃ النبویۃ	مطبوعہ	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ المتوفی سنہ ۷۲۸ھ
۵۲	الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ	”	شیخ جلال الدین سیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ
۵۳	البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں	قلمی	شیخ علی بن حسام الدین
۵۴	محیط المحیط	مطبوعہ	بطرس اللبنانی
۵۵	کشاف اصطلاحات الفنون	”	محمد علی تھانوی
۵۶	تذکرہ	”	ابو الکلام آزاد
۵۷	مشاہیر اسلام	”	خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۵۸	المواہب اللدنیہ	مطبوعہ	شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ
۵۹	الشفا	قلمی	قاضی عیاض المتوفی سنہ ۵۴۴ھ
۶۰	مثنوی مولانا روم	مطبوعہ	جلال الدین رومی المتوفی سنہ ۶۷۲ھ
۶۱	سنن نسائی	"	ابو عبدالرحمن النسائی المتوفی سنہ ۳۰۳ھ
۶۲	مرقاۃ شرح مشکوۃ	"	ملا علی قاری المتوفی سنہ ۱۰۱۶ھ
۶۳	تاریخ ہندوستان	"	شمس العلماء محمد ذکاء اللہ
۶۴	الفصل فی الملل والاہواء والنحل	"	ابو محمد علی بن احمد ابن حزم المتوفی سنہ ۴۵۶ھ
۶۵	دربار اکبری	"	میر محمد حسین آزاد
۶۶	تنقید شعر العجم	"	پروفیسر محمود شیرانی
۶۷	منتخب اللباب (سال تصنیف ۱۱۴۲ھ)	"	میر محمد ہاشم خافی خاں
۶۸	تاریخ طبری	"	محمد ابن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ
۶۹	داستان غم (سنہ تصنیف ۱۲۵۱ھ)	"	بدر الدولہ
۷۰	مآثر الامرا	"	صمصام الدولہ شاہ نواز خان المتوفی سنہ ۱۱۷۱ھ
۷۱	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت	"	سید مناظر احسن گیلانی
۷۲	تزک بابری[1] (فارسی)	"	میرزا عبدالرحیم خانخانان المتوفی سنہ ۱۰۳۶ھ
۷۳	تزک بابری (ترکی)	"	بابر بادشاہ المتوفی سنہ ۹۳۷ھ
۷۴	روضۃ الصفا	"	میر خواند المتوفی سنہ ۹۰۳ھ
۷۵	مآثر رحیمی	"	ملا عبدالباقی نہاوندی المتوفی سنہ ۱۰۴۲ھ
۷۶	On Mahdis and Mahdiism	"	ڈی۔ ایس۔ مارگولیت
۷۷	العقد الفرید	"	شہاب الدین احمد المعروف بابن عبدربہ المتوفی ۳۲۸ھ

[1] صفحہ ۱۳۴ پر بابر نامہ لکھا ہے اس کی جگہ تزک بابری پڑھا جائے۔

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۷۸	کیمیاے سعادت	مطبوعہ	امام محمد غزالی المتوفی ۵۰۵ھ
۷۹	انساب الاشراف	"	ابوجعفر احمد ابن یحییٰ بن جابر بلاذری المتوفی ۲۷۹ھ
۸۰	جامع ترمذی	"	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ
۸۱	ماثر الکرام	"	میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ
۸۲	تاریخ مخزن افغانی (سال تصنیف ۱۰۲۰ھ)	قلمی	خواجہ نعمت اللہ بن حبیب اللہ الہروی
۸۳	سہ دفتر ابوالفضل	مطبوعہ	ابوالفضل المتوفی ۱۰۱۱ھ
۸۴	دیوان فیضی	قلمی	ابوالفیض فیضی المتوفی ۱۰۰۴ھ
۸۵	شعر العجم	مطبوعہ	شبلی نعمانی
۸۶	تہذیب الاخلاق	"	سر سید احمد خان
۸۷	تفسیر کشاف	"	ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۲۸ھ
۸۸	تفسیر بیضاوی	"	قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ
۸۹	تفسیر مدارک	"	حافظ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی المتوفی ۷۱۰ھ
۹۰	تفسیر تبصیر الرحمٰن	"	علی بن احمد المہائمی المتوفی ۸۳۵ھ
۹۱	تفسیر جامع البیان	"	محمد ابن جریر طبری
۹۲	احکام القرآن	"	امام جصاص المتوفی ۳۷۰ھ
۹۳	صحیح بخاری	"	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل المتوفی ۲۵۶ھ
۹۴	تفسیر معالم التنزیل	"	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ
۹۵	نور الانوار	"	ملا جیون المتوفی ۱۱۳۰ھ
۹۶	قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	"	محمد عبد الحلیم
۹۷	النور السافر عن اخبار القرن العاشر	قلمی	عبدالقادر العیدروس المتوفی ۱۰۳۸ھ

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۹۸	الفتاوی الحدیثیہ	مطبوعہ	ابن حجر الہیتمی المتوفی سنہ ۹۷۳ھ
۹۹	پدماوت[1]	″	ملک محمد جائسی
۱۰۰	ملک محمد جائسی	″	سید کلب مصطفیٰ
۱۰۱	رسالہ اردو بابتہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء	″	—
۱۰۲	بحر زخار[2]	قلمی	وجیہ الدین اشرف
۱۰۳	بساطین السلاطین (سنہ تصنیف ۱۲۴۰ھ)	مطبوعہ	مرزا ابراہیم زبیری
۱۰۴	عالمگیر نامہ	″	محمد کاظم بن محمد امین قزوینی المتوفی سنہ ۱۱۰۰ھ
۱۰۵	نشان حیدری (سال تصنیف ۱۲۱۷ھ)	″	میر حسین علی ولد سید عبدالقادر کرمانی
۱۰۶	تاریخ گلزار آصفیہ (سال تصنیف ۱۲۶۰ھ)	″	حکیم غلام حسین خان
۱۰۷	تاریخ محبوب السلاطین	″	محمد حسین
۱۰۸	تاریخ صولت افغانی	″	حاجی زردار خاں رئیس کرولی
۱۰۹	اورینٹل کالج میگزین بابتہ فروری سنہ ۱۹۴۱ء	″	—
۱۱۰	صحاح ستہ کی حدیثوں کی پیشین گوئیاں	″	خواجہ حسن نظامی
۱۱۱	سیرۃ ابن ہشام	″	ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری المتوفی سنہ ۲۱۸ھ
۱۱۲	دیوان حسان بن ثابت	″	حضرت حسان رضی المتوفی سنہ ۵۴ھ
۱۱۳	دیوان منسوب بہ حضرت علی	″	حضرت علی رضی (سال شہادت ۴۰ھ) ۱
۱۱۴	مروج الذہب	″	ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی المتوفی سنہ ۳۴۶ھ
۱۱۵	تاریخ یعقوبی	″	احمد بن ابی یعقوب (قرن سوم)

[1] پدماوت میں تو مذکور ہے کہ یہ کتاب سنہ ۹۲۷ھ میں شروع کی گئی اس میں شیر شاہ بادشاہ دہلی کی مدح کی گئی ہے شیر شاہ سنہ ۹۴۷ھ میں تخت نشین ہوا ہے اس بنا پر یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اصل نسخہ میں نو سو سینتالیس ۹۴۷ تھا نقل کرتے وقت کاتبوں نے نو سو ستائیس کر دیا

[2] تقریباً نصف کتاب ختم ہونے کے بعد مصنف نے یہ لکھا ہے کہ "امروز کہ سنہ یک ہزار و دو صد و سہ ہجری است" ص ۱۱۶

(تذکرہ فارسی نمبر ۲۳۸ کتب خانہ آصفیہ)

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۱۶	شرح موطا	مطبوعہ	محمد بن عبدالباقی الزرقانی المتوفی سنہ ۱۱۲۲ھ
۱۱۷	مقدمہ ابن خلدون	〃	عبدالرحمن بن محمد بن خلدون[1] المتوفی سنہ ۸۰۸ھ
۱۱۸	مصفیٰ شرح موطا	〃	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۱۹	شروط الائمۃ الخمسۃ	〃	حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی المتوفی سنہ ۵۸۴ھ
۱۲۰	عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی	〃	ابوبکر محمد بن العربی المالکی المتوفی سنہ ۵۴۳ھ
۱۲۱	مقدمہ فتح الباری	〃	ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ
۱۲۲	مقدمہ ابن صلاح	〃	تقی الدین ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشافعی المتوفی ۶۴۳ھ
۱۲۳	شرح سفر السعادت	〃	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۲۴	نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	〃	ابن حجر عسقلانی
۱۲۵	المستدرک	〃	حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم المتوفی سنہ ۴۰۵ھ
۱۲۶	ابراز الوہم المکنون	〃	احمد بن محمد صدیق
۱۲۷	شرح نخبۃ الفکر	قلمی	ملا علی قاری
۱۲۸	تہذیب التہذیب	مطبوعہ	ابن حجر عسقلانی
۱۲۹	رسالۃ المہدی	قلمی	ملا علی قاری
۱۳۰	میزان الاعتدال	مطبوعہ	حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی سنہ ۷۴۸ھ
۱۳۱	تذکرہ ہفت اقلیم (سال تصنیف ۱۰۰۲ھ)	قلمی	امین احمد رازی
۱۳۲	مصطلحات بہار عجم (سال تصنیف ۱۱۵۶ھ)	مطبوعہ	ٹیک چند بہار
۱۳۳	فرہنگ نظام	〃	آقا سید محمد علی داعی الاسلام
۱۳۴	فرہنگ کاتوزیان	〃	محمد علی طہرانی
۱۳۵	معارف جلد ۵۰ نمبر ۶	〃	—

[1] صفحہ ۲۶۵ اور صفحہ ۲۸۹ پر ابن خلدون کا سنہ وفات ۸۲۸ھ مرقوم ہے اس کی تصحیح کرلی جائے۔

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۳۶	الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصیٰ	مطبوعہ	شیخ احمد بن خالد الناصری
۱۳۷	سرو آزاد	"	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۱۳۸	مذاہب الاسلام	"	نجم الغنی خاں رامپوری
۱۳۹	رسالہ نگار جلد ۴۷ شمارہ ۴	"	-
۱۴۰	اتحاف النبلاء المتقین	"	نواب صدیق حسن خان المتوفی سنہ ۱۳۰۷ھ
۱۴۱	کتاب الاسلام	"	نذیر الحق
۱۴۲	شواہد النبوۃ	"	ملا عبد الرحمن جامی المتوفی سنہ ۸۹۸ھ
۱۴۳	فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر	قلمی	ابن یوسف المقدسی الحنبلی
۱۴۴	شذرات الذہب فی اخبار من ذہب	مطبوعہ	ابو الفلاح عبد الحی بن العماد الحنبلی المتوفی سنہ ۱۰۸۹ھ
۱۴۵	منہاج شرح مسلم	"	یحییٰ ابن اشرف نووی المتوفی سنہ ۶۷۶ھ
۱۴۶	مسند احمد ابن حنبل	"	ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل المتوفی سنہ ۲۴۱ھ
۱۴۷	کتاب التیسیر شرح جامع صغیر	"	شیخ عبد الرؤف المناوی المتوفی سنہ ۱۰۳۹ھ
۱۴۸	سراج منیر شرح جامع صغیر	"	شیخ علی بن احمد العزیزی المتوفی سنہ ۱۰۴۵ھ
۱۴۹	کوکب منیر شرح جامع صغیر	قلمی	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن العلقمی المتوفی ۹۲۹
۱۵۰	شرح مقاصد	مطبوعہ	سعد الدین مسعود تفتازانی المتوفی[1] سنہ ۷۹۲ھ
۱۵۱	الفتاوی العالمگیریہ	"	شیخ نظام وغیرہ
۱۵۲	عمدۃ القاری شرح بخاری	"	بدر الدین العینی المتوفی سنہ ۸۸۵ھ
۱۵۳	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	"	عز الدین علی بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰
۱۵۴	شعب مخرقہ	قلمی	اسعد مکی المتوفی ۱۱۶۳ھ
۱۵۵	مرقاۃ الصعود	"	شیخ جلال الدین سیوطی

[1] بروایتے سنہ ۷۹۱ھ

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۵۶	تذکرة الحفاظ	مطبوعہ	محمد بن احمد الذہبی
۱۵۷	طعن الرماح	"	سید محمد بن سید دلدار علی
۱۵۸	تشیید المطاعن	"	سید قلی کنتوری المتوفی سنہ ۱۲۶۰ھ
۱۵۹	ہدایت الرشید الی افحام العنید	"	حافظ خلیل احمد
۱۶۰	کشف الظنون	"	حاجی خلیفہ المتوفی سنہ ۱۰۶۸ھ
۱۶۱	کتب خانہ اسکندریہ	"	شبلی نعمانی
۱۶۲	اشہر مشاہیر اسلام	"	رفیق بک العظم
۱۶۳	جوامع الکلم	"	سید محمد گیسودراز المتوفی سنہ ۸۲۵ھ
۱۶۴	سبحۃ المرجان	"	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۱۶۵	شمامۃ العنبر فی ماورد فی الہند من الاثر	"	"
۱۶۶	برہان المآثر (سال تصنیف ۱۰۰۴ھ)	"	سید علی طباطبا
۱۶۷	الکشف فی مجاوزۃ ہذہ الامۃ عن الالف	قلمی	شیخ جلال الدین سیوطی
۱۶۸	حظائر القدس	"	سید محمد گیسودراز
۱۶۹	الیواقیت والجواہر	مطبوعہ	عبدالوہاب شعرانی المتوفی سنہ ۹۷۳ھ
۱۷۰	تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیۃ	"	محمد فرید بک
۱۷۱	نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ	"	محمد نقی حیدر
۱۷۲	فصول مسعودیہ	"	شاہ مسعود علی قلندر المتوفی سنہ ۱۲۲۱ھ
۱۷۳	کافی	"	ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی المتوفی سنہ ۳۲۹ھ
۱۷۴	بحار الانوار	"	ملا باقر مجلسی المتوفی سنہ ۱۱۱۰ھ
۱۷۵	صحیح مسلم	"	مسلم بن الحجاج نیشاپوری المتوفی سنہ ۲۶۱ھ

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۷۶	تذکرہ قرطبی	قلمی	شمس الدین محمد بن احمد بن فرح القرطبی المتوفی سنہ ۶۷۱ھ
۱۷۷	ترجمان القرآن بابتہ ذی القعدہ و ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۳ھ	مطبوعہ	
۱۷۸	تفسیر بحر مواج	قلمی	قاضی شہاب الدین دولت آبادی المتوفی سنہ ۸۴۹ھ
۱۷۹	غرائب القرآن و رغائب الفرقان	مطبوعہ	نظام الدین حسن بن محمد بن حسین نیشاپوری (آٹھویں قرن)
۱۸۰	اخبار الحمقی و المغفلین	〃	عبدالرحمن بن الجوزی المتوفی سنہ ۵۹۷ھ
۱۸۱	طبقات کبریٰ	〃	عبدالوہاب شعرانی
۱۸۲	الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ	〃	عبدالحی فرنگی محلی
۱۸۳	مصنفین دہلی	قلمی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۸۴	فہرست کتب خانہ بانکی پور جلد چہاردہم	مطبوعہ	عبدالمقتدر
۱۸۵	المنہاج (بزبان انگریزی)	〃	ایم صوفی
۱۸۶	بستان المحدثین	〃	شاہ عبدالعزیز دہلوی
۱۸۷	بغیۃ الوعاۃ	〃	شیخ جلال الدین سیوطی
۱۸۸	استیعاب[۱]	〃	ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ

مہدوی مصنفین کی کتابیں

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۸۹	سیر مسعود	مطبوعہ	حضرت فقیر سید اشرف علی پالن پوری
۱۹۰	ملفوظ	قلمی	بندگی میاں شاہ عبدالرحمن رض (ولادت سنہ ۹۰۳ھ)
۱۹۱	مطلع الولایت[۲]	〃	بندگی میاں سید یوسف رح المتوفی سنہ ۱۰۲۶ھ

[۱] اس کا حوالہ سراج الابصار کے حاشیہ پر دیا گیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹۳) [۲] میاں سید شہاب الدین شہید سدھوٹ نے مطلع الولایت کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے اس کا تاریخی نام مثنوی "فیض قدس عام" ہے (۱۱۶۵ھ) - اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے (سوانح عمری اردو قلمی نمبر ۲۴۸)

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۹۲	شواہد الولایت	قلمی	بندگی میاں شاہ برہان الدین رح (وفات ۱۰۰۹ھ)
۱۹۳	منہاج التقویم	〃	بندگی میاں عبد الملک سجاوندی رح (المتوفی سنہ ۹۸۱ھ)
۱۹۴	مخزن الدلائل [1]	〃	قاضی القضاۃ علامہ منتجب الدین رح
۱۹۵	مولود	〃	خلیفہ میاں سید نجم الدین شہید رح
۱۹۶	اخبار الاسرار (سنہ تصنیف ۱۲۷۵ھ)	〃	میاں سید اللہ بخش رح
۱۹۷	معارضۃ الروایات	مطبوعہ	حضرت فقیر سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں
۱۹۸	عقیدہ شریفہ	قلمی	بندگی میاں سید خوندمیر رض (سال شہادت ۹۳۰ھ)
۱۹۹	شرح عقیدہ شریفہ	〃	میاں سید حسین رح عالم (المتوفی سنہ ۱۱۰۴ھ)
۲۰۰	نقلیات	〃	بندگی میاں عبد الرشید رض (سال شہادت ۹۸۰ھ)
۲۰۱	انصاف نامہ	〃	بندگی میاں [2] ولی جی رح بن میاں یوسف
۲۰۲	حجۃ المنصفین	〃	〃 〃
۲۰۳	ختم الہدیٰ سبل السوی (سال تصنیف ۱۲۸۹ھ)	مطبوعہ	حضرت فقیر سید شاہ محمد
۲۰۴	عطیہ شکریہ (مصنفہ ۱۲۹۱ھ)	〃	حضرت فقیر سید عیسیٰ
۲۰۵	تذکرۃ الصالحین	قلمی	میاں سید حسین رح عالم
۲۰۶	تحقیقات اکبری	مطبوعہ	میاں شیخ مصطفیٰ رح گجراتی (المتوفی سنہ ۹۸۳ھ)
۲۰۷	سراج منیر	〃	حضرت فقیر سید قطب الدین پالن پوری
۲۰۸	کشف الاسرار	قلمی	شیخ زین الدین ملکت بدار نظام شاہ (قرن دہم)
۲۰۹	کلام الہداد	مطبوعہ	بندگی میاں الہداد حمید رض
۲۱۰	انتخاب الموالید	قلمی	میاں سید فضل اللہ رح (المتوفی سنہ ۱۳۹۱ھ)
۲۱۱	خاتم سلیمانی	〃	میاں ملک سلیمان رح (المتوفی سنہ ۱۳۳۲ھ)

[1] صاحب سبل السوی نے اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "اول کتاب ہمارے امام کے ثبوت میں تابعین سے مروی ہے" (سبل السوی صفحہ ۵۵)

[2] آپ طبقہ تابعین سے ہیں۔

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۲۱۲	مباحثۂ عالمگیری	مطبوعہ	میاں ابوالقاسمؒ
۲۱۳	شرح عقیدہ	"	حضرت فقیر سید قطب الدین پالن پوری
۲۱۴	سفرنامہ فراہ مبارک	"	-
۲۱۵	مکتوب بنام میاںؒ سید نجم الدینؒ مقیم جے پور	قلمی	بندگی میاں شاہ برہانؒ
۲۱۶	رسالۂ فرائض	"	میاںؒ سید میرانجی بن میاں سید سلامؒ (المتوفی سنہ ۱۱۱۱ھ)
۲۱۷	چھند شریف[1]	مطبوعہ	میاں علی محمدؒ
۲۱۸	حدیقۃ الحقائق المعروف بہ دفتر اول و دوم	قلمی	بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ
۲۱۹	مکاتیب	مطبوعہ	بندگی میاںؒ شیخ مصطفیٰؒ گجراتیؒ
۲۲۰	سوانح مہدی موعود	"	حضرت فقیر سید ولی
۲۲۱	رسالہ ہژدہ آیات	قلمی	میاں عبدالغفور سجاوندیؒ
۲۲۲	شمس الہدیٰ	مطبوعہ	حضرت فقیر سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں
۲۲۳	مناظرہ سید جلال و سید محمد مخدوم زادہ	قلمی	سید جلال
۲۲۴	مثنوی اخبار شہیداں	"	عرفان
۲۲۵	سب الاسلام من الصحابۃ الکرام	"	بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ
۲۲۶	عرس نامہ	مطبوعہ	حضرت فقیر سید قطب الدین پالن پوری
۲۲۷	مثنوی اسرار عشق	قلمی	میاں عبدالمومن سجاوندیؒ
۲۲۸	فضیلۃ المہدی علی الشیخین	"	بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ
۲۲۹	تذییل یا موجز	"	" "
۲۳۰	شبہات الفتاوی	مطبوعہ	حضرت فقیر سید عیسیٰ
۲۳۱	شرح سراج الابصار	قلمی	میاں سید حسینؒ عالم

[1] یہ نظم سنہ ۹۳۰ھ اور سنہ ۹۴۴ھ کے درمیان لکھی گئی ہے

شمارہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۲۳۲	مصباح الانوار ترجمہ سراج الابصار	مطبوعہ	حضرت فقیر سید عیسیٰ
۲۳۳	حاشیہ مصباح الانوار	"	حضرت سید عبداللہؒ
۲۳۴	رسائل	قلمی	بندگی میاں سید قاسمؒ المتوفی سنہ ۱۰۴۳ھ
۲۳۵	ضیاء القلوب	"	حافظ ابو القاسمؒ
۲۳۶	حاشیہ ضیاء القلوب	"	میاں سید فضل اللہؒ
۲۳۷	کنز الدلائل	"	میاں سید شہاب الدینؒ (سال شہادت ۱۱۸۸ھ)
۲۳۸	ثبوت المہدی	"	حضرت فقیر سید ابراہیم المتوفی سنہ ۱۲۹۷ھ
۲۳۹	کتاب مستطاب	"	میاں سید شہاب الدینؒ شہید
۲۴۰	ایجاز الدلائل (سال تصنیف ۱۱۰۵ھ)	"	میاں عبد الغفور سجاوندیؒ
۲۴۱	رسالہ کشف الحجب	مطبوعہ	حضرت فقیر سید عیسیٰ
۲۴۲	رسالہ البصیرۃ نمبر ۲، ۳ بابتہ سنہ ۱۳۵۱ھ	"	-
۲۴۳	مکتوب المعروف بہ "محضرہ"	قلمی	بندگی میاں شاہ دلاورؓ (المتوفی سنہ ۹۴۴ھ)
۲۴۴	مکاتیب	"	میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ

مباحث مقدمۂ سراج الابصار

شمارہ	مضمون	صفحہ
	حصۂ اول	
	باب اول۔ امام علیہ السلام کا نسب اور ابتدائی حالات	۱
۱	امام علیہ السلام کا نسب، جونپور نامہ اور تحفۃ الکرام کا بیان	۲
۲	جونپور کی اہمیت، سیر الملوک اور زبدۃ التواریخ کا بیان	۸
۳	رائے دلپت سے لڑائی	۱۱
۴	سلطان نصیب کا جانشین اور مورخین کا اختلاف	۱۲
۵	راجہ کانس کا گوڑ پر قبضہ	۱۴
۶	سلطان حسین شرقی کا بنگالہ جانا	۱۵
	باب دوم۔ ہجرت اور دعوت مہدیت	۱۷
۷	ہجرت کی تفصیل	"
۸	دعوت	۱۹
۹	معاصرین کی شہادت	۲۳
۱۰	مورخین ہند کی شہادت	۲۴
۱۱	عربی تاریخ کی شہادت	۲۶

شمارہ	مضمون	صفحہ
۱۲	دعوت کی توضیح	۲۷
۱۳	بعض ارکان دعوت	۳۰
	باب سوم۔ اثبات مہدیت	۳۳
۱۴	صحف انبیاء کی پیشین گوئیاں اور رسول اللہ صلعم	"
۱۵	احادیث نبوی اور امام علیہ الصلوٰۃ والسلام	۴۰
۱۶	آیات الٰہی	۵۹
۱۷	اخلاق امام مہدی علیہ السلام	۶۴
۱۸	ولایت	۶۶
۱۹	فیض قبول	۶۹
۲۰	انوار رائقہ	"
۲۱	فیض صحبت	۷۰
۲۲	تاثیر بیان	۷۱
۲۳	زہد	۷۲
۲۴	سخاوت	۷۶
۲۵	شجاعت	۷۷
۲۶	صبر	۷۸
۲۷	تسلیم	۷۹

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۸	شفقت	۸۰
۲۹	حلم	۸۲
۳۰	عفو	۸۳
۳۱	توکل	۸۴
۳۲	تواضع وحسن معاشرت	۸۵
۳۳	مزاج	۸۶
۳۴	تعلیم امن	۸۷
۳۵	اتباع شریعت	〃
۳۶	کثرت عبادت	۸۸
۳۷	تاکید عمل	۹۰
۳۸	احیاے شریعت	۹۲
۳۹	دین کی ختمیت	۹۵
	باب چہارم ۔ اصحاب امام مہدی علیہ السلام	۱۰۱
۴۰	بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت اور گجرات کی تاریخیں	۱۰۴
۴۱	بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت اور کشف الاسرار	〃
۴۲	دیگر اہل اللہ و علماء ۔ تاریخ معصومی اور تحفۃ الکرام کا بیان	۱۰۸
۴۳	علماے ہرات ۔ نجات الرشید کی روایت	۱۱۴
۴۴	رویت باری کے متعلق علما کا سوال اور امامؑ کا جواب	۱۱۶
۴۵	سلاطین جنہوں نے امامؑ کی تصدیق کی	۱۲۰
۴۶	سلطان حسین شرقی بادشاہ جونپور	〃
۴۷	سلطان غیاث الدین خلجی والی مانڈو	〃
۴۸	سلطان محمود بیگڑہ بادشاہ گجرات	۱۲۴
۴۹	احمد نظام شاہ والی احمد نگر	۱۲۵
۵۰	مرزا سلطان حسین بادشاہ خراسان	۱۲۷
۵۱	مرزا سلطان حسین کی وفات	۱۲۸
۵۲	سنین کا اختلاف	۱۲۹
۵۳	رسول اللہ صلعم کے حالات سے متعلق سنین میں اختلاف	〃
۵۴	واقعہ کربلا کے سنہ میں اختلاف	۱۳۰
۵۵	مورخین ہند کی غلط بیانی	۱۳۱
۵۶	مہدویوں کی تاریخ سے متعلق فرشتہ کی غلط بیانی	〃
۵۷	مہدویوں کی تاریخ اور شاہ نواز خاں کی غلط بیانی	۱۳۶
۵۸	مہدویوں کی تاریخ اور مرأۃ سکندری کی غلط بیانی	〃

شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
۵۹	مہدویوں کی تاریخ اور ابوالحسنات ندوی کی غلط بیانی	۱۳۳	۷۱	دائرہ مہدویہ اور طبقات اکبری	۱۴۲
			۷۲	دائرہ مہدویہ اور منتخب التواریخ	۱۴۳
۶۰	مہدویوں کی تاریخ اور مناظر احسن گیلانی کی غلط بیانی	″	۷۳	دائرہ مہدویہ اور مآثر رحیمی	۱۴۶
			۷۴	عشر کی توضیح	۱۴۷
۶۱	توزک بابری اور مرزا سلطان حسین کی وفات کا سنہ	۱۳۴	۷۵	دائرہ مہدویہ اور اشتراکیت	۱۴۹
			۷۶	تقسیم مال اور عہد رسالت	۱۵۱
۶۲	روضۃ الصفا اور مرزا سلطان حسین کی وفات	۱۳۵	۷۷	تقسیم مال اور خلافت راشدہ رضہ	۱۵۲
			۷۸	بوذر غفاری کا مذہب	″
۶۳	امرا و وزرا جنہوں نے امامؑ کی تصدیق کی	۱۳۶	۷۹	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی روایت	″
			۸۰	امام غزالی اور طبری کی روایتیں	۱۵۳
۶۴	زبدۃ الملک حاکم جالور	″	۸۱	شاہ عبدالعزیز دہلوی کی روایت	۱۵۴
۶۵	دریا خاں مدار المہام ٹھٹھہ	″	۸۲	بلاذری کی روایتیں	۱۵۵
۶۶	شاہ بیگ، حاکم قندہار	۱۳۷	۸۳	مہدوی مذہب اور عالمگیر بادشاہ	۱۵۷
۶۷	میر ذوالنون حاکم فراہ	۱۳۹	۸۴	عقائد مہدویہ اور صاحب فرہنگ آصفیہ	۱۵۹
۶۸	میاں الہداد حمیدؓ	″	۸۵	مہدوی اور مہدوی مذہب	″
۶۹	فرہاد الملک اور سلیم خاں	۱۴۰	۸۶	متقدمین مہدویہ اور نجات الرشید	۱۶۰
۷۰	مبارز الملک	″	۸۷	متقدمین مہدویہ اور جونپور نامہ	۱۶۲
	باب پنجم۔ دائرہ مہدویہ، مہدوی و مہدوی مذہب، مہدوی مبلغین	۱۴۲	۸۸	متقدمین مہدویہ اور تذکرہ ابوالکلام آزاد	۱۶۳
			۸۹	متوسطین مہدویہ اور جونپور نامہ	۱۶۴
			۹۰	متاخرین مہدویہ اور شاہ اسد اللہ امرتسری	۱۶۵

شمارہ	مضمون	صفحہ
۹۱	مہدویوں کا امتیازی وصف اور ابوالکلام آزاد کا بیان	۱۶۵
۹۲	**مہدوی مبلغین**	۱۶۶
۹۳	میاں شیخ علائیؒ	״
۹۴	میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی	۱۷۳
۹۵	میاں شیخ مبارک ناگوریؒ	۱۷۶
	باب ششم۔ "فرائض ولایت" کا اثبات کلام اللہ سے	۱۸۱
۹۶	اللہ تعالیٰ کسی امر سے منع فرمائے تو اس کا ترک فرض ہے	״
۹۷	جس امر کی سزا دوزخ ہو تو اس کا ترک فرض ہے	۱۸۲
۹۸	ہجرت۔ ہجرت نہ کرنے والوں کی سزا دوزخ ہے	۱۸۳
۹۹	ترک دنیا۔ مرید حیات دنیا کی سزا دوزخ ہے	۱۸۵
۱۰۰	طلب دیدار۔ دیدار کی آرزو نہ رکھنے کی سزا دوزخ ہے	۱۸۹
۱۰۱	اللہ تعالیٰ کا حکم بصیغۂ امر اور وجوب	۱۹۰
۱۰۲	صحبت صادقین	۱۹۲
۱۰۳	ذکر دوام	۱۹۵
۱۰۴	عزلت عن الخلق	۲۰۱
۱۰۵	**توکل**	۲۰۳
۱۰۶	اصول فقہ اور امر کی قسمیں	۲۰۵
۱۰۷	ائمہ مجتہدین کے اختلاف کی مثال	۲۱۲
۱۰۸	فرائض ولایت کی نسبت حضرت مہدی علیہ السلام	۲۱۴
	باب ہفتم۔ مہدوی مذہب کی تبلیغ واشاعت	۲۱۵
۱۰۹	مہدوی مذہب اور اعتدال	״
۱۱۰	مہدوی مذہب کی اشاعت اور محمد بن عمر کی کا بیان	۲۱۶
۱۱۱	بنگالہ تا ترکستان	۲۱۸
۱۱۲	گوڑ، علاقہ بنگالہ	״
۱۱۳	بہار	۲۱۹
۱۱۴	جونپور	״
۱۱۵	الہ آباد	۲۲۰
۱۱۶	جائس علاقہ لکھنو	״
۱۱۷	امیٹھی علاقہ لکھنو	۲۲۱
۱۱۸	مرادآباد علاقہ روہلکھنڈ	۲۲۲

شماره	مضمون	صفحه	شماره	مضمون	صفحه
۱۱۹	سنبھل علاقہ مرادآباد	۲۲۲	۱۳۸	کیچ و مکران	۲۳۶
۱۲۰	بدایون	۲۲۳	۱۳۹	سندھ، ٹھٹہ، بکر، مکلی	۲۳۷
۱۲۱	آگرہ	〃	۱۴۰	موربی علاقہ کاٹھیاواڑ	۲۳۹
۱۲۲	بیانہ	۲۲۴	۱۴۱	گجرات	〃
۱۲۳	پساور	۲۲۵	۱۴۲	ریاست پالن پور، بروده، سورت	〃
۱۲۴	دہلی	〃	۱۴۳	بمبئی۔ پونہ۔ بلگام، اکلکوٹ۔ احمدنگر	۲۴۰
۱۲۵	سرہند علاقہ پنجاب	۲۲۷	۱۴۴	بیجاپور	۲۴۱
۱۲۶	بن علاقہ پنجاب	〃	۱۴۵	گوکاک	۲۴۲
۱۲۷	لاہور	۲۲۸	۱۴۶	دھارواڑ۔ سرینگ پتن علاقہ میسور	۲۴۳
۱۲۸	جھنی علاقہ لاہور	〃	۱۴۷	ملیبار۔ پالگھاٹ۔ کوچین۔ ٹرانکور	۲۴۵
۱۲۹	سامانہ	〃	۱۴۸	راس کماری تا فتح پور سیکری	〃
۱۳۰	نارنول	〃	۱۴۹	پنکوڑی علاقہ راس کماری	〃
۱۳۱	ملتان و کابل و بدخشاں	۲۲۹	۱۵۰	تنجور۔ ترچناپلی۔ ارکاٹ۔ چتوڑ۔	
۱۳۲	غور، بلخ علاقہ ترکستان۔ ماروچاق			کوئمبٹور۔ سیلم۔ سیدھوٹ کڑپہ کرنول	۲۴۶
	اندخود	۲۳۰	۱۵۱	مچھلی بندر۔ ادھونی۔ پنڈیال۔	
۱۳۳	ترکستان تا راس کماری	۲۳۱		ترمست پٹن	۲۴۷
۱۳۴	ہرات	〃	۱۵۲	حیدرآباد دکن وغیرہ	۲۴۸
۱۳۵	قراہ مبارک	〃	۱۵۳	پنچل گوڑہ	۲۵۰
۱۳۶	قندہار	۲۳۵	۱۵۴	براہ پالا پور	۲۵۱
۱۳۷	بلوچستان	۲۳۶	۱۵۵	چل گاؤں جامود۔ برہان پور	۲۵۲

شمارہ	مضمون	صفحہ
۱۵۶	ہنڈیہ علاقہ مالوہ۔ بھوپال۔ اجمیر	۲۵۳
۱۵۷	ناگور۔ خواص پور علاقہ جودھپور	۲۵۴
۱۵۸	جالور۔ ڈونگرپور علاقہ میواڑ۔ جےپور	
	کھنڈیلہ۔ کالپی	۲۵۵
۱۵۹	فتح پور سیکری	۲۵۸
۱۶۰	دیار عرب	۲۵۹
۱۶۱	مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ	۲۶۰
۱۶۲	دیگر بلاد اسلام	۲۶۱
۱۶۳	مختلف شہروں کے باشندے	۲۶۲
۱۶۴	شروان۔ شیراز	״
۱۶۵	گازرون۔ ہمدان۔ مازندران۔	
	بخارا۔ روم	۲۶۳
۱۶۶	مہدوی مذہب کی اشاعت اور	
	خواجہ حسن نظامی	״
۱۶۷	مہدوی مذہب کی اشاعت اور	
	پروفیسر محمود شیرانی	״
۱۶۷(الف)	تبلیغ مذہب کی توضیح نقشہ کے	
	ذریعہ	۲۶۴(الف)
	باب ہشتم۔ احادیث مہدی	
	اور علامہ ابن خلدون وغیرہ	۲۶۵

شمارہ	مضمون	صفحہ
۱۶۸	لفظ مہدی کی تحقیق۔ سرسید اور مارگولیت	۲۶۶
۱۶۹	عہد رسالت میں لفظ مہدی کا استعمال	״
۱۷۰	حضرت عمرؓ ابن الجموح کے اشعار	
	اور لفظ مہدی	۲۶۷
۱۷۱	حضرت حسانؓ بن ثابت کے اشعار	۲۵۸
	اور لفظ مہدی	۲۶۸
۱۷۲	عہد خلافت راشدہ اور احادیث مہدی	۲۷۰
۱۷۳	عہد بنی امیہ اور احادیث مہدی	۲۷۱
۱۷۴	بنی عباس بھی ظہور مہدی کے منتظر تھے	۲۷۶
۱۷۵	مہدی عباسی کے لئے احادیث مہدی	
	وضع نہیں کی گئیں	۲۷۷
۱۷۶	مؤلفین صحاح اور احادیث مہدی	״
۱۷۷	موطا میں احادیث مہدی نہ ہونے	
	کے وجوہ	۲۷۸
۱۷۸	صحیح بخاری حقیقت میں موطا کی	
	شرح ہے	۲۷۹
۱۷۹	امام بخاری اور صحیح حدیثوں کا ترک کرنا	״
۱۸۰	امام بخاری اور رجال احادیث مہدی	۲۸۳
۱۸۱	مسلم کا باب المہدی قائم نہ کرنا	״
۱۸۲	بخاری و مسلم کے شرائط اور احادیث مہدی	۲۸۵

شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
۱۸۳	علامہ ابن خلدون اور احادیث مہدی	۲۸۵	۱۹۸	میاں سید حسینؒ کی شرح	۳۳۳
۱۸۴	احادیث مہدی اور ابن تیمیہ	۲۸۹	۱۹۹	حافظ ابوالقاسمؒ کی شرح	۳۳۴
۱۸۵	احادیث مہدی اور علامہ فیروز آبادی	〃	۲۰۰	حاشیۂ ضیاء القلوب	۳۳۸
۱۸۶	احادیث مہدی اور تاریخ کی شہادت	۲۹۰	۲۰۱	شرح میاں ملک شرف الدینؒ	۳۴۰
۱۸۷	ابن خلدون کی جرح اور اس کی تعدیل	۲۹۱	۲۰۲	ثبوت المہدی	〃
	حصۂ دوم		۲۰۳	مصباح الانوار	۳۴۱
	باب اول۔ میاں عالم باللہ		۲۰۴	حاشیہ مصباح الانوار	۳۴۲
	اور مولف رسالۃ الرد کے حالات	۳۰۶	۲۰۵	ترجمہ سید اشرف علی صاحب پالن پوری	۳۴۳
۱۸۸	میاں عالم باللہ کے حالات	〃	۲۰۶	شرح احادیث و آیات سراج الابصار	۳۴۴
۱۸۹	میاں عالم باللہ کے تصانیف	۳۱۰	۲۰۷	ضیاء القلوب اور احادیث سراج الابصار	۳۴۵
۱۹۰	مولف رسالۃ الرد کے حالات	۳۱۳		**باب سوم۔ سراج الابصار**	
۱۹۱	شیخ علی اور دائرہ مہدویہ	۳۱۴		**سے متعلق کتابیں**	۳۴۶
۱۹۲	شیخ علی اور مہدوی مذہب کی حقیقت	۳۱۶	۲۰۸	کنز الدلائل	〃
۱۹۳	رسالۃ البرہان کی کیفیت	۳۱۷	۲۰۹	شمس الہدی	۳۴۷
۱۹۴	شیخ علی کے مہدوی قرابت دار	۳۲۰	۲۱۰	مخالفین مہدویہ کے ماخذ	〃
۱۹۵	رسالۃ الرد کی تالیف	۳۲۵	۲۱۱	رسالہ تنبیہ الغافلین کی بے بنیاد روایت	〃
۱۹۶	شیخ علی کا انجام	۳۲۷	۲۱۲	مولف مذاہب الاسلام کی غلط بیانی	۳۴۹
	باب دوم۔ سراج الابصار		۲۱۳	ملا عبدالقادر بدایونی کے مہدوی معاصرین	۳۵۰
	کے شروح و تراجم	۳۲۹	۲۱۴	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا واقعہ اور	
۱۹۷	سراج الابصار کا سنہ تصنیف	〃		تاریخ طبری	۳۵۱

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۱۵	مخالفین مہدویہ کا دوسرا ماخذ	۳۵۲
۲۱۶	ہدیہ مہدویہ کے خوشہ چیں	۳۵۳
۲۱۷	دوسرے مصنفین	۳۵۴
۲۱۸	ہدیہ مہدویہ کے رد	۳۵۶
۲۱۹	ختم الہدیٰ سبل السوی	〃
۲۲۰	کحل الجواہر	۳۵۷
۲۲۱	شمس الہدیٰ	〃
۲۲۲	سراج الابصار پر چند اعتراضات اور ان کی تحقیق	۳۵۸
۲۲۳	حذف وغیرہ کا الزام	〃
۲۲۴	سراج الابصار کی روایت اور عقد الدرر کا تطابق	〃
۲۲۵	"یملأ الدنیا عدلا" اور سراج الابصار کے نسخے	۳۶۰
۲۲۶	احادیث کے فقرے اور سراج الابصار	۳۶۲
۲۲۷	احادیث کے فقرے اور امام بخاری	〃
۲۲۸	امام احمد کی روایت اور سراج الابصار	۳۶۳
۲۲۹	احمد بن حنبل کی روایت اور امام علیہ السلام	۳۶۴
۲۳۰	امام علیہ السلام کی سیادت اور شیخ علی	〃
۲۳۱	امام کی زندگی میں یمن وغیرہ میں زلزلے	۳۶۵
۲۳۲	نبی یا ولی اور ساری دنیا کا راضی ہونا	۳۶۷
۲۳۳	دائرہ مہدویہ اور تقسیم مال	۳۶۸
۲۳۴	غنائے قلب اور کثرت مال	〃
۲۳۵	منادی اور دائرہ مہدویہ	۳۶۹
۲۳۶	ایک شخص کا مال لینا اور واپس کر دینا بہ طور تمثیل ہے	۳۷۰
۲۳۷	حرم میں بھیڑیے اور بکرے کا ایک جگہ چرنا بہ طور تمثیل ہے	〃
۲۳۸	لغات کے معنی لفظ اور اس کی تحقیق	۳۷۱
۲۳۹	لفظ شاب کی تحقیق اور اس کا استعمال	۳۷۲
۲۴۰	نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مگر جوان	۳۷۳
۲۴۱	روایات کی توضیح	۳۷۴
۲۴۲	"حصون الضلالۃ" میں ضلالۃ کی توضیح	〃
۲۴۳	سکینہ و وقار کا مفہوم	۳۷۵
۲۴۴	امام علیہ السلام اور قاضی کی روایت	۳۷۶
۲۴۵	رسول اللہ صلعم اور عورتوں کے قتل کا واقعہ	〃
۲۴۶	حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا واقعہ	〃
۲۴۷	رسول اللہ صلعم کا رکانہ کو پچھاڑنا	۳۷۷
۲۴۸	نماز لیلۃ القدر کا اثبات کلام اللہ سے	۳۷۹
۲۴۹	شیخ علی کی عبارات اور اس کی تصحیح	۳۸۴

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۵۰	سراج الابصار کا اہم مبحث یعنی دلیل اخلاق	۳۸۵
۲۵۱	مولف ہدیہ مہدویہ کا دلیل اخلاق سے عاجز آجانا	۳۸۸
۲۵۲	پیشین گوئیاں "کساں مہدی" کا عیسیٰ سے ملاقات کرنا	〃
۲۵۳	اصحاب رسول کا عیسیٰ سے ملاقات کرنا	〃
۲۵۴	امام علیہ السلام کے روز رحلت کی روایت	۳۹۰
۲۵۵	رسول اللہ صلعم کی تاریخ رحلت میں اختلاف	۳۹۱
۲۵۶	غیب کی خبر منجانب اللہ ہوتی ہے	〃
۲۵۷	رسول اللہ صلعم نے بھی اپنی رحلت سے متعلق خبر دی ہے	۳۹۲
۲۵۸	اجابت دعوت۔ موانع کی صورت میں مہدویوں کا دعوت ترک کرنا	〃
۲۵۹	مہدویوں کے ہاں تحصیل علم ممنوع نہیں ہے	۳۹۴
۲۶۰	مہدویوں کے ہاں کسب حرام نہیں ہے	۳۹۹
۲۶۱	انکار مہدیؑ اور کفر	۴۰۰
۲۶۲	امام علیہ السلام نے منکرین کی اقتدا نہیں کی	۴۰۲

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۶۳	فرض نماز اور ہاتھ اٹھا کے دعا کرنا	۴۰۵
۲۶۴	امامؑ کے خُلق کی بیّن دلیل	۴۱۲
	باب چہارم۔ تصحیح نقل کا مطالبہ اور اس کا جواب	۴۱۳
۲۶۵	سراج الابصار کی احادیث اور ہدیہ مہدویہ	〃
۲۶۶	شعب الایمان کی روایت اور اسعدی	〃
۲۶۷	تنبیہ التحرز، کتاب نووی اور صاحب سراج الابصار	۴۲۰
۲۶۸	کتاب منہاج السالکین اور شاہ عبدالعزیز دہلوی	۴۲۱
۲۶۹	طبری کی روایت	۴۲۳
۲۷۰	تاریخ ابو الفرج کے نسخوں کا اختلاف	۴۲۵
۲۷۱	سنن نسائی کے نسخوں کا اختلاف	۴۲۷
۲۷۲	سیوطی اور تاریخ طبری کی روایت	۴۲۸
۲۷۳	ملفوظات حضرت گیسو دراز	۴۲۹
۲۷۴	برہان المآثر کی عبارت کا حذف کرنا	۴۳۰
۲۷۵	ہم معنی روایتیں	۴۳۲
۲۷۶	ابن الاصدل کی روایت اور ظہور مہدی	〃
۲۷۷	رسالہ کشف اور آنحضرتؐ کا ہزار برس مرقد میں ٹھیرنا	۴۳۴
۲۷۸	نجات الرشید اور رسول اللہ صلعم کا	

شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
	ہزار برس مرقد میں ٹھیرنا	۴۳۵	۲۹۶	سلیمانؑ وغیرہ کا ساری دنیا پر حکومت	
۲۷۹	حظائر القدس کی روایت اور ظہور مہدیؑ	۴۳۷		کرنا ثابت نہیں	۴۵۲
۲۸۰	قرامانی کی روایت اور ظہور مہدیؑ	۴۳۸	۲۹۷	شیخ علی کا سلطان بایزید خاں ثانی	
۲۸۱	علمائے ہند اور صاحب فرمان کا ظہور	〃		کو ولی کہنا صحیح نہیں	۴۵۳
۲۸۲	احادیث نبوی اور بقائے امت	۴۳۹	۲۹۸	شیخ علی کا شاہ باز قلندر کو بانی فرقہ	
۲۸۳	دفع ہلاکت اور امام مہدیؑ	۴۴۰		قلندریہ قرار دینا صحیح نہیں	〃
۲۸۴	حضرت علیؓ کی روایت اور ظہور مہدیؑ	۴۴۱	۲۹۹	بانی فرقہ قلندریہ شیخ عبدالعزیز مکی تھا	۴۵۴
۲۸۵	حضرت علیؓ کی روایت اور اصحاب مہدیؑ	۴۴۲	۳۰۰	اخبار الاخیار اور بانی فرقہ قلندریہ	〃
۲۸۶	آنحضرت صلعم اور کاہنوں کی پیشین گوئیاں	۴۴۳	۳۰۱	مآثر الکرام 〃 〃 〃 〃	۴۵۵
۲۸۷	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کی روایت	〃	۳۰۲	فصول سعودیہ 〃 〃 〃 〃	〃
۲۸۸	شواہد النبوۃ کی روایت	۴۴۴	۳۰۳	نفحات العنبریہ 〃 〃 〃 〃	〃
۲۸۹	مدارج النبوۃ کی روایت	۴۴۵	۳۰۴	استدلال اور اضطراب	۴۵۵
۲۹۰	کاہنوں کی روایتیں اور ابن ہشام وغیرہ	〃	۳۰۵	عقائد	۴۵۶
	باب پنجم۔ رسالۃ الرد کی		۳۰۶	شیخ علی اور شرح عقائد کا حوالہ	〃
	حقیقت، زبان اور عام معلومات	۴۴۷	۳۰۷	شرح مقاصد میں مہدی موعود کا ذکر ہے	۴۵۸
۲۹۱	ادب	〃	۳۰۸	جانشین کا مقرر کرنا وغیرہ شرط مہدویت نہیں ہے	〃
۲۹۲	رسالۃ الرد کی زبان اور صاحب سراج الابصار	〃	۳۰۹	امامؑ اور جانشین کا مقرر کرنا	۴۵۹
۲۹۳	رسالۃ الرد کی زبان اور راقم	۴۵۰	۳۱۰	حاشیہ انصاف نامہ کی روایت	〃
۲۹۴	رسالۃ الرد کی زبان اور صاحب ضیاء القلوب	۴۵۱	۳۱۱	شواہد الولایت کی روایت	۴۶۰
۲۹۵	تاریخ	۴۵۲	۳۱۲	حدیث	〃

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۱۳	مہدیؑ کا روئے زمین کا بادشاہ ہونا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں	۴۶۰
۳۱۴	حدیث ملوک الارض میں مہدیؑ کی تصریح نہیں ہے	۴۶۱
۳۱۵	حدیث ملوک الارض کنز العمال میں نہیں ہے	۴۶۲
۳۱۶	رسول اللہ صلعم نے پیغمبر اور بندہ ہونے کو پیغمبر اور بادشاہ ہونے پر ترجیح دی	״
۳۱۷	امام مہدیؑ رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلینگے اور خطا نہ کریں گے	״
۳۱۸	سفیانی کا مہدیؑ کے زمانہ میں خروج کرنا ثابت نہیں	۴۶۳
۳۱۹	سفیانی کی روایت کا ماخذ شیعوں کی روایتیں ہیں	״
۳۲۰	کافی کی روایت	۴۶۴
۳۲۱	بحار الانوار کی روایت	״
۳۲۲	کتب صحاح میں سفیانی کا ذکر ہی نہیں ہے	۴۶۵
۳۲۳	حاکم کی روایت میں سفیانی کا ذکر ہے لیکن مہدیؑ کا ذکر نہیں	״
۳۲۴	حاکم شیعی مشہور تھے ذہبی کی روایت	״
۳۲۵	ابن حزم نے سفیانی کی روایت کو باطل قرار دیا ہے	۴۶۶
۳۲۶	خسف لشکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ہوا	۴۶۶
۳۲۷	لفظ خسف کی تحقیق	۴۶۷
۳۲۸	مہدیؑ کے زمانہ میں نہ نزول عیسیٰؑ ثابت ہے نہ خروج دجال	״
۳۲۹	مسلم کی روایت میں نزول عیسیٰؑ اور خروج دجال کا ذکر ہے امام مہدیؑ کا نہیں	۴۷۰
۳۳۰	مسلم کی دوسری روایت میں خروج دجال کا ذکر ہے امام مہدیؑ کا ذکر نہیں	״
۳۳۱	امام منکم میں امام سے مراد عیسیٰؑ ہیں	״
۳۳۲	امامکم المہدی منکم میں لفظ مہدی موضوع ہے	״
۳۳۳	مسلم کی حدیث میں جیش سے مہدیؑ کا لشکر مراد نہیں	۴۷۲
۳۳۴	مہدیؑ اور عیسیٰؑ کا ایک دوسرے کی اقتدا کرنا بے اصل ہے	۴۷۳
۳۳۵	بنی اسحٰق کا لشکر قسطنطنیہ فتح کریگا	۴۷۵
۳۳۶	فاتح قسطنطنیہ بنی اسحٰق کا ایک امیر ہوگا	۴۷۶
۳۳۷	عیسیٰؑ کے ساتھ نماز پڑھنے والا بنی اسحٰق کا ایک امیر ہوگا، امام مہدی نہیں	״
۳۳۸	امام احمد نے ملاحم کی روایتوں کو بے اصل قرار دیا ہے	۴۸۰

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۳۹	فتح قسطنطنیہ کی روایتیں باب الملاحم کے ذیل میں درج ہیں	۴۸۰
۳۴۰	مہدیؑ وسط امت میں ہونگے آخر امت میں نہیں	〃
۳۴۱	حدیث کیف تہلک امۃ کی سند اور صاحب مرقاۃ	〃
۳۴۲	وسط کے معنی اور صاحب مرقاۃ کا بیجا تصرف	۴۸۱
۳۴۳	مہدیؑ کا فلسطین سے ظاہر ہونا ثابت نہیں	۴۸۲
۳۴۴	مہدیؑ کا فلسطین سے ظاہر ہونا کنز العمال میں بھی مذکور نہیں ہے	۴۸۳
۳۴۵	اس روایت کو خبر مشہور کہنا صحیح نہیں	〃
۳۴۶	تفسیر	۴۸۴
۳۴۷	شیخ کا یہ دعویٰ کہ مہدی کا ذکر قرآن میں نہیں ہے صحیح نہیں	〃
۳۴۸	قرآن اور وجود مہدیؑ	〃
۳۴۹	تفسیر آیہ افمن کان علی بینۃ من ربہ	۴۸۵
۳۵۰	صاحب بینہ اور قرآن	۴۸۶
۳۵۱	افمن کان میں من کی توضیح	۴۸۹
۳۵۲	صاحب بینہ اور اس کا شاہد	۴۹۱
۳۵۳	صاحب بینہ اور توراۃ	۴۹۲
۳۵۴	اولئک یومنون بہ کی توضیح	〃
	باب ششم ۔ سراج الابصار کی زبان اور قبول عام وغیرہ	۵۰۰
۳۵۵	سراج الابصار کی زبان	〃
۳۵۶	صلوٰۃ وسلام کا استعمال	۵۰۴
۳۵۷	رضی اللہ عنہ کا استعمال	۵۱۰
۳۵۸	سراج الابصار کے ماخذ	۵۱۲
۳۵۹	سراج الابصار کی اہمیت اور اس کا قبول عام	۵۲۱
۳۶۰	سراج الابصار کا متن اور اس کی تصحیح	۵۲۶
۳۶۱	تتمۂ مقدمۂ سراج الابصار	۵۳۳
۳۶۲	مہدیوں سے متعلق صاحب مآثر الامرا کی غلط بیانی	〃
۳۶۳	صاحب ہدیہ مہدویہ اور لیصلحہ اللہ فی لیلۃ کی غلط توضیح	۵۳۴
۳۶۴	ناسخ و منسوخ کی بحث	〃
۳۶۵	ترکہ	۵۳۵
۳۶۶	جہاد	۵۳۶
۳۶۷	نکاح	۵۳۷
۳۶۸	نجوی	۵۳۸
۳۶۹	تہجد	〃
۳۷۰	فہرست مباحث سراج الابصار	۵۴۰

ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی

(بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف علی وجہ البصیرت اور جو میرا تابع ہوگا وہ بھی بربنائے بصیرت ہی داعی الی اللہ ہوگا)

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چنچل گوڑہ ریلوے گیٹ

مقدمہ سراج الابصار

از

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چنچل گوڑہ ریلوے گیٹ

حضرت سید مصطفی صاحب تشریف اللہی

مطبوعہ حمایت دکن پریس بازار عیسیٰ میاں
(حیدرآباد دکن)

حصۂ اوّل

باب اوّل

امامنا مہدی علیہ السلام کا نسب اور ابتدائی حالات

نسب سید محمد نام، ابوالقاسم کنیت، یہ سید عبد اللہ کے فرزند ہیں جن کا خطاب سید خان تھا۔ چودھویں جمادی الاولیٰ پیر کے دن ۸۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا مولد شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ ہند کا پائے تخت تھا۔ مولوی خیر الدین محمد صاحب الہ آبادی[۱] نے جونپور نامہ کے باب پنجم میں آپ کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

پدرش خواجہ عبد اللہ از جانب سلطنت سید خان خطاب داشت و مادرش آمنہ خاتون کہ خواہر قوام الملک باشد بہ آغا ملک مخاطب بود، ہر دو مادر و پدر از اجلۂ سادات بنی فاطمہ بودند۔

حضرت سید محمد (مہدی علیہ السلام) کے والد سید عبد اللہ کو سلطنت کی طرف سے سید خان کا خطاب دیا گیا تھا۔ آپکی والدہ ماجدہ آمنہ خاتون قوام الملک کی بہن تھیں اور آغا ملک انکا خطاب تھا۔ ماں اور باپ دونوں اکابر سادات بنی فاطمہ سے تھے۔

---

[۱] یس۔ یم۔ جعفر نے اپنی تصنیف "Education in Muslim India" طبع لاہور ۱۹۳۶ء (یعنی ہندوستان میں مسلمانوں کی عہدی تعلیم) کے صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ پر مولوی خیر الدین محمد صاحب الہ آبادی کے باب میں یہ لکھا ہے۔

Almost about the same time Khairuddin Muhammad of Allahabad Author of Tazkiratul Ulama (Memoirs of the Renowned Scholars of Jaunpur) Ibrath-Nama, Gwalior-Nama, Balwanth-Nama and Jaunpur-Nama Kept a Madrasa at his native city till the sale of Kora and Allahabad by the East India Company to Nawab Shujaud-daula.

یعنی تقریباً اسی عہد میں مولوی خیر الدین محمد صاحب الہ آبادی مصنف تذکرۃ العلماء (احوال علمائے مشاہیر جونپور) عبرت نامہ، گوالیار نامہ، بلونت نامہ اور جونپور نامہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کورہ (جہاں آباد) اور الہ آباد کو نواب شجاع الدولہ کے ہاتھ فروخت کرنے تک اپنے وطن میں ایک مدرسہ قائم رکھا۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۴۴ کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ ثنا اللہ خاں نے تذکرۃ العلما کا ترجمہ کیا ہے۔

مولوی خیر الدین محمد صاحب نے شیخ عبد القادر عمادی جونپوری کی تصنیف "عقد الفرائض" کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہے۔ نمبر جدید ۹۹۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے متعلق صاحب جونپور نامہ نے لکھا ہے کہ وہ حسنی تھیں جونپور نامہ کی عبارت یہ ہے

"پدر حسینی و مادر حسنی"

لیکن کتب مہدویہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ حسینی تھیں۔ مولوی سید اشرف علی صاحب پالن پوری نے سیر مسعود میں یہ لکھا ہے

"حضور موعود کی والدہ صاحبہ کے والد کا نام بھی عبداللہ تھا اور بقولے سید جلال اور ایک روایت سے اوپر جاکر حضور موعود کے نسب سے مل جاتی ہیں"[۱]

اس روایت سے حسینی ہونا ظاہر ہے۔ بہر حال دونوں روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ آپ بنی فاطمہ سے تھیں۔

قدمائے مہدویہ مثلاً بندگی میاں عبدالرحمٰنؒ (ولادت ۹۰۳ھ) صاحب مولود، اور بندگی میاں سید یوسفؒ (وفات ۱۰۲۶ھ) صاحب مطلع الولایت نے حضرت کے ماموں کا نام قیام الملک لکھا ہے اور صرف بندگی میاں سید برہان الدینؒ (ولادت ۱۰۰۹ھ) صاحب شواہد الولایت کے بیان سے جونپور نامہ کی تائید ہوتی ہے۔ شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

برادر ایشان المسمی ملک قوام الملک کہ اہل طریقت واہل باطن بودند (باب سوم)	ان کے بھائی مسمی ملک قوام الملک جو صاحب طریقت اور صاحب باطن تھے۔

جونپور میں ایک بزرگ مدفون ہیں موسوم بہ سید علی قوام، ممکن ہے قوام، قوام الملک کا مخفف ہو، اخبار الاخیار میں ان کا سال وفات ۹۰۵ھ مذکور ہے[۲]

صاحب جونپور نامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں اسی طرح، علی شیر قانع صاحب تحفۃ الکرام نے بھی بیان کیا ہے۔

"سید الاولیا سید محمد الملقب بمیران مہدی ابن میر عبداللہ المعروف بہ (سید) خان کہ نسبتش بہ امام موسیٰ کاظم می پیوندد"[۳]

۱؎ سیر مسعود (طبع مرادآباد ۱۳۱۵ھ) صفحہ ۷۔ ۲؎ اخبار الاخیار (طبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ) صفحہ ۲۲۶ - ۳؎ تحفۃ الکرام مطبوعہ مطبع ناصری جلد دوم صفحہ ۲۲۔

اس عبارت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ سید الاولیا کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے دوسرے یہ کہ میران مہدی بھی آپ کا ایک لقب تھا۔ تیسرے یہ کہ آپ کے والد کا نام سید عبداللہ اور خان خطاب تھا' چوتھے یہ کہ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں۔

واضح ہو کہ کتاب تحفۃ الکرام سندھ میں لکھی گئی ہے۔ تحفۃ الکرام میں یہ مرقوم ہے۔

"در سرکار فیض آثار میاں غلام شاہ خاں توسل ملازمت بجہت تالیف حالات بزرگان آن خاندان وقوع یافتہ و لبعد ازان توفیق تدوین این اوراق دست داد" (جلد دوم صفحہ ۱۰۵)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علی شیر قانع نے میاں غلام شاہ خاں کے خاندانی بزرگوں کے حالات لکھنے کے لئے انکی ملازمت اختیار کی تھی اور اس کے بعد انہیں ان ۔ اوراق (یعنی تحفۃ الکرام) کی تدوین کی توفیق ہوئی ۔ میاں غلام شاہ خاں کا والی سندھ ہونا اس طرح مذکور ہے

"صاحب زادہ محمد سرفراز خاں ولد میاں غلام شاہ خاں والی سندھ الیٰ آخرہ (جلد سوم صفحہ ۲۲)"

جونپور نامہ جیسا کہ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے جونپور کی عدالت کے جج مسٹر ابراہیم ولسن کی فرمائش پر جونپور ہی میں لکھا گیا۔ صاحب تحفۃ الکرام اور صاحب جونپور نامہ دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امامنا مہدی علیہ السلام کے والد کا نام سید عبداللہ اور سید خان خطاب تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں یہ امر متعارف تھا۔

عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندی نے منہاج التقویم میں میاں شیخ مبارک ناگوری کے تیسرے سوال کے جواب میں وہ حدیث بھی درج کی ہے جس میں امام مہدیؑ کے باپ کا رسول اللہ صلعم کے باپ کا ہم نام ہونا مذکور ہے۔ اگر اس زمانہ میں آپ کے والد کا نام سید عبداللہ مشہور نہ ہوتا تو علامہ سجاوندی اس طرح حدیث پیش نہ کرتے۔

اسی طرح صاحب مخزن الدلائل نے حدیث یملا والارض کے ذیل میں اس روایت

کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ وقولہ اسمہ ابیہ اسم ابی مسلم یعنی رسول اللہ صلعم کا ارشاد کہ امام مہدی کے باپ آپ کے باپ کے ہم نام ہوں گے مسلم ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان میں لفظ "میراں" مشہور ہوگیا تھا۔ محمد معصوم بھکری المتخلص بہ نامی نے تاریخ سند میں قاضی قاضن کے بیان میں لکھا ہے۔

در سلک مریدان و معتقدان سید محمد جونپوری کہ بہ میران مہدی مشہور است انتظام داشتہ[۱]۔	سید محمد جونپوری المعروف بہ میران مہدی کے مریدوں اور معتقدوں میں تھے۔

صاحب جونپور نامہ نے لکھا ہے۔

خودش در این دیار بلقب میران جیو مشتہر باشد و بین العلماء شہرت بخواجہ ہم دارد	شہر جونپور اور اس کی نواح میں آپ میراں جی کے لقب سے مشہور ہیں اور علما میں خواجہ کے نام سے۔

کتب مہدویہ میں بھی "میران فرمودند" و "میرانجی فرمودند" کے الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اولیائے ہند کے ذیل میں یہ لکھا ہے "میراں سید محمد جونپوری ...... یہ بزرگ امام موسی کاظم کی بارھویں پشت میں میر سید عبداللہ عرف بڈھا صاحب متوطن جونپور کے صلب اور بی بی امینہ (آمنہ) کے پیٹ سے ۸۴۷ھ میں بمقام جونپور متولد ہوئے[۲]"۔ یہاں بھی لفظ میران آپ کے نام کے ساتھ لایا گیا ہے۔

بعض علمائے شہر جونپور سے راقم الحروف نے یہ روایتیں سنی ہیں۔ ایک یہ کہ تقریباً پچاس سال قبل شہر جونپور کی بڈھیاں ماہ جمادی الاولی کے لئے صرف لفظ "میرانجی" استعمال کرتی تھیں جس طرح کہ دوسرے مہینوں کے لئے "بارہ وفات" "دستگیر" وغیرہ اور یہ اسلئے کہ "میرانجی" کی پیدائش اسی مہینے میں ہوئی تھی۔

[۱] تاریخ سند قلمی ورق ۹۸ - ۹۹، نمبر ۱۳۴۳ تاریخ فارسی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن [۲] فرہنگ آصفیہ (طبع لاہور ۱۹۱۸ء) جلد اول صفحہ ۳۲۰

دوسرے یہ کہ جونپور کا محلہ میاں پورہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے اور یہ میراں پور کا مخفف ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں پہلے میدان تھا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے وہاں مقیم ہونے کے بعد ایک محلہ ہوگیا۔

مرے مہدی کو جو میدان بھایا　　　انہوں نے گھر بستی میں بسایا

تیسرے یہ کہ دریائے گومتی کے کنارے "محلہ سپاہ" آباد ہے جہاں سلاطین شرقیہ کے عہد میں فوجی چھاؤنی تھی۔ یہاں اس عہد کی ایک نہایت دلکش مسجد ہے جس میں حضرت مہدی علیہ السلام نماز پڑھتے تھے اور اس کے ایک حجرہ میں عبادت فرماتے تھے، یہ اس قدر نزول برکات کا مقام ہے کہ خواہ کسی طبیعت کا مسلمان ہو وہاں جاتا ہے تو خشوع و خضوع اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

ابتدائی حالات مہدی علیہ السلام کی ابتدائی زندگی سے متعلق صاحب تحفۃ الکرام کی عبارت درج کی جاتی ہے۔

بسال ہشت صد و چہل و ہفت تولد کرد و در ہفت سالگی حفظ قرآن نمودہ و در دوازدہ سالگی بجمیع علوم ماہر شدہ سید العلما لقب یافت[1]	۸۴۷ھ میں سید الاولیا سید محمد متولد ہوئے سات سال کی عمر یعنی ۸۵۴ھ میں انہوں نے قرآن حفظ کیا اور بارہ سال کی عمر یعنی ۸۵۹ھ میں تمام علوم میں ماہر ہو کر سید العلماء کا لقب پایا۔

صاحب تحفۃ الکرام نے ناواقفیت کی بنا پر مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھ دیا ہے کہ یہ شیخ دانیال کے مرید تھے۔ حالانکہ مہدی علیہ السلام کا صرف شیخ دانیال کے مکتب میں جانا ثابت ہے بعد کو خود شیخ دانیال حضرت مہدی علیہ السلام سے مشکل مسائل کا حل دریافت کرتے تھے، بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن نے مولود میں یہ روایت کی ہے۔

"بلکہ شیخ مذکور نیز مشکلات خود از آنحضرت صحیح می کردند۔"

---

[1] تحفۃ الکرام مطبوعہ مطبع ناصری جلد دوم صفحہ ۲۲۔

دوسرے یہ کہ صاحب تحفۃ الکرام نے امامنا مہدی علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے سید العلماء کا لقب پایا۔ کتب مہدویہ میں سید العلماء کی جگہ اسد العلما مذکور ہے۔ میاں عبد الرحمن نے مولود میں لکھا ہے۔

ہمہ علما اتفاق کردہ اسد العلما گفتند	سب علماء نے متفق ہو کر آپ کو اسد العلماء کہا۔

بہر حال صاحب تحفۃ الکرام نے جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہاں کے علماء نے آپ کو تمام علماء کا سردار مانا تھا۔ بلکہ تحفہ کی عبارت جو اس سے پہلے نقل کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ سید الاولیا بھی مشہور تھے اور یہ خطاب شیخ دانیال کا دیا ہوا ہے' میاں عبد الرحمن نے مولود میں لکھا ہے۔

در آن زمان میاں شیخ دانیال حضرت را سید الاولیا حکم میکردند۔	اس زمانہ میں میاں شیخ دانیال کا فیصلہ یہی تھا کہ حضرت ہی سید الاولیا ہیں۔

اور خود شیخ دانیال بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے انہیں "از ہم صحبتان خضر" لکھا ہے[1]۔ اس طرح صاحب خزینۃ الاصفیا نے بھی ان کے متعلق یہ لکھا ہے۔

"شیخ دانیال چشتی قدس سرہ مرید و خلیفہ سید راجی حامد شاہ است و صحبت دار خضر علیہ السلام بود[2]"

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ شیخ دانیال نے خضر علیہ السلام کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے یہ شیخ دانیال نے صرف سید الاولیا ہی نہیں بلکہ آپ کے مہدی موعود ہونے کی بھی تصدیق کی ہے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ بھی لکھا ہے۔

از خضر بہرہ یافتہ شد آنچہ شد	آپ خضر علیہ السلام سے بہرہ مند ہوئے وہ ہوا جو کچھ کہ ہوا

لیکن یہ واقعہ کتب مہدویہ میں اس طرح مذکور ہے کہ خضر علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم کی امانت کھو کری مسجد میں امامنا مہدی علیہ السلام کے حوالے کی اور اس کے بعد آپ کے مہدی موعود ہونیکی تصدیق کی

[1] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۲۳ [2] خزینۃ الاصفیا طبع نول کشور جلد اول صفحہ ۴۴

جونپور کی اہمیت

واضح ہو کہ شہر جونپور سلاطین شرقیہ کے زمانہ میں علم و فن کا زبردست مرکز تھا، یہ اس لئے کہ یہاں کے سلاطین علم و فن کے بڑے سرپرست اور مربی تھے صاحب جونپور نامہ نے کتاب کے مقدمہ میں جونپور سے متعلق ملا محمد اصفہانی کی کتاب سیر الملوک کے حوالے سے یہ عبارت لکھی ہے۔

از مضافات صوبہ الہ آباد شہر یست کہ سلطان فیروز دہلوی آں را در سنہ ہفت صد و ہفتاد و دو ہجری بنا نہادہ و بہ جونپور موسوم ساختہ در عہد سلاطین شرقیہ دار السلطنت شدہ صدہا مساجد و مدارس در شہر و حوالی آں معمور شدند علما و فقرا از اقالیم دور و دراز در آں بلدہ رسیدہ سلاطین و حکام برائے ہر یکی وظایف و التمغا و جاگیر بخشیدہ۔

صوبہ الہ آباد کے مضافات میں ایک شہر ہے جسکی بنا سلطان فیروز شاہ دہلوی نے ۷۷۲ھ میں ڈالی تھی اور اسکو جونپور کے نام سے موسوم کیا تھا سلاطین شرقیہ کے عہد میں جونپور دار السلطنت ہوگیا سینکڑوں مسجدیں اور مدرسے شہر اور اس کے اطراف میں معمور ہو گئے۔ دور دراز اقلیموں سے علماء اور فقراء اس شہر میں آگئے۔ سلاطین اور حکام نے ہر ایک کو وظائف التمغا اور جاگیر عطا کی۔

اور زبدۃ التواریخ کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

ارباب علوم و اصحاب فنون جوق جوق از ممالک دور و دراز آمدند و شائخان و درویشان گروہ گروہ از ہفت اقلیم در این شہر جلوہ افروز شدند

ارباب علم اور اصحاب فن دور دراز ممالک سے جوق جوق آئے، مشائخ اور درویش ہفت اقلیم سے اس شہر میں جلوہ افروز ہوئے۔

میاں سید نجم الدین شہید (شہادت ۱۲۳۸ھ) کے خلیفہ نے اپنے مولود[۱] میں لکھا ہے کہ جب امامنا مہدی علیہ السلام کے دادا حضرت سید عثمان سمرقند سے ہندوستان آئے اور شہر جونپور میں اقامت کی تو بادشاہ وقت سلطان ابراہیم شرقی بہت عزت و احترام سے پیش آیا اور ان کا بڑا معتقد ہوگیا۔

---

[۱] یہ مثنوی دکنی زبان میں لکھی گئی ہے اس میں بی بی سیدہ خوندمیرؓ کی زندگی اور شہادت کے واقعات تفصیل سے درج ہیں۔ ابتدا میں مہدی علیہ السلام کی زندگی کے حالات ہیں۔ بلدہ ۱۳۰۰ھ کا مکتوبہ نسخہ پیش نظر ہے یہ تقریباً نو ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کاتب راقم الحروف کے والد ماجد ہیں۔

یقیں جب سید عثمان کامل ہوئے اس شہر میں جس وقت نازل
براہیم شہ وہاں کا بادشہ تھا کہ جس کی ذات پر سایہ الہ تھا
اتھا وہ بادشاہ کامل مکمل جمیع اخلاق سوں تھا مرد عاقل
خبر شہ کو کیا آکر خبردار یہاں آئے ہیں کوئی سادات کبار
اِسم ہے سید عثماں جن کا ارادہ ہے یہاں رہنے پو ان کا
یہ سن کر بادشاہ یاراں کو لے ساتھ[عہ] کہ آیا چل جہاں تھے جملہ سادات
بجا لایا ادب اور صدق سوں جب کیا دریافت ان کی کیفیت سب
محبت صدق اپنا وہ دکھا کر رکھا ہے شہر میں ان کو بسا کر

اس سے قبل جونپور نامہ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے والد سید عبداللہ کا خطاب سید خان تھا۔

صاحب جونپور نامہ نے یہ بیان نہیں کیا کہ کس سلطان کی جانب سے یہ خطاب دیا گیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ یہ سلطنت شرقیہ تھی۔ صاحب جونپور نامہ نے زبدۃ التواریخ کے حوالہ سے یہ عبارت درج کی ہے۔

در عہد سلطنت سلطان حسین شرقی وسعت این بلدہ در طول و عرض از دوازدہ کروہ گزشتہ و نود و شش محلہ از اصناف خلائق آباد شدہ۔	سلطان حسین شرقی کے عہد میں اس شہر کے طول و عرض کی وسعت بارہ کوس سے زیادہ تھی اور ۹۶ محلے مختلف لوگوں سے آباد ہوگئے تھے۔

علم و فن کا مرکز ہونے کے اعتبار سے یہ شہر عالم اسلامی میں مشہور تھا۔ صاحب جونپور نامہ نے مقدمہ کتاب میں سیر الملوک کے حوالہ سے یہ عبارت بھی درج کی ہے۔

شہنشاہ ایران شاہ طہماسپ از امیر ہمایون در نخستین ملاقات از فضلائے جونپور پرسید و بادراک	ایران کے شہنشاہ شاہ طہماسپ نے پہلی ملاقات میں ہمایون سے جونپور کے فضلاء کے متعلق دریافت کیا

عہ ساتھ کا مخفف ہے۔

کثرت و انبوہ علماء در آن دیار بر ویرانی شہر شیراز حسرت کشید۔

شہر جونپور کے علماء سے معمور ہونے اور شہر شیراز کے ویران ہونے پر ایک آہ کھینچی۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جونپور ایران میں مشہور تھا۔

جونپور نامہ کے مقدمہ میں زبدۃ التواریخ کے حوالہ سے یہ عبارت بھی درج ہے۔

فضل و کمال این شہر باعث رشک و حسد سلاطین توران و ایران شدہ و علم و عمل عالمان این بلدہ موجب حیرت و تعجب خواقین روم و شام گردیدہ، ایلچیان پادشاہان ہر اقلیم کہ با تحف و ہدایا بہ حضور سلاطین شرقیہ و بابریہ می رسیدند حسب الحکم سلاطین نتائج طبائع فضلاے این بلدہ را ارمغان می بروند۔

اس شہر کے فضل و کمال کی شہرت سلاطین ایران و توران کے رشک و حسد کا باعث ہو گئی تھی اور اس بلدہ کے علماء کا علم و عمل خواقین روم و شام کے تعجب و حیرت کا موجب بن گیا تھا ہر اقلیم کے ایلچی جو سلاطین شرقی و بابری کے ہاں تحفے اور ہدیے لے کر آتے تھے سلاطین کے حکم کی بنا پر یہاں کے علماء کی طبیعت کے نتائج بہ طور ارمغاں کے لے جاتے تھے یعنی ان کی تصانیف۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ جونپور علم و فضل کا مرکز ہونے کے اعتبار سے اس زمانہ میں افضل بلاد عالم تھا۔ یہ ہندوستان، ایران، توران، روم اور شام میں مشہور تھا۔

نرندر ناتھ لا نے اپنی کتاب "Promotion of Learning in India During Muhammadan Rule" میں یہ لکھا ہے۔

During Ibrahim's reign (1402-1440 AD) the Court of Jaunpur far out shone that of Delhi and was the resort of all the learned men of the East (Page 100)

سلطان ابراہیم شرقی (۱۴۰۲ء-۱۴۴۰ء مطابق ۸۰۵ھ-۸۴۴ھ) کے عہد میں جونپور کے دربار نے دہلی کے دربار کو بھی تحت الشعاع (دباند) کر دیا تھا اور تمام علمائے مشرق کا ملجا و ماوا تھا۔ (صفحہ ۱۰۰)

اسی طرح الیف۔ای۔کی (Keay, F.E) نے اپنی کتاب "Indian Education in ancient and later times" میں یہ لکھا ہے۔

The place in India which was most famous

وہ مقام جو ہندوستان میں اسلامی علوم کے مرکز کی

حیثیت سے اپنے زمانہ میں بہت مشہور تھا جونپور ہے، اس کا شیراز سے مقابلہ کیا جاتا اور اس کو شیراز ہند کہتے تھے۔	in its day as a Mohammadan place of learning was Jaunpur. It was compared to Shiraz in persia and called The Shiraz of India (Page 153)

صاحب اخبار الاسرار نے باب اول فصل اول میں حضرت مہدی علیہ السلام کی تسمیہ خوانی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اس زمانہ کے بارہ سو[12] علما شہر جونپور میں تھے	دوازدہ صد علمائے آن زمان در شہر جونپور بودند

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شہر میں مبعوث ہوئے جو فصاحت و بلاغت کا مرکز تھا۔ اسی طرح حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایسے شہر میں مبعوث ہوئے جو اس زمانہ میں اسلامی علوم و فنون کا معدن تھا اور یہاں کے علماء نے آپ کو اسد العلما تسلیم کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضل اہل زماں یہی تھے۔

رائے دلپت سے لڑائی

صرف علما نے نہیں بلکہ بادشاہ وقت سلطان حسین شرقی بھی آپ کا بڑا معتقد اور گرویدہ تھا۔ وعظ و بیان کیا تھا، اتباع کلام اللہ واتباع رسول اللہ کا احیا، آپ نے سنت جہاد کا بھی احیا فرمایا۔ چنانچہ سلطان حسین شرقی کے ساتھ رائے دلپت والی گوڑ سے جنگ کی اور اس کی کثیر فوج کو شکست دے کر اپنے ہاتھ سے اسکو قتل کیا۔ اگر دوسری تاریخوں سے رائے دلپت کا سلطان حسین شرقی کے زمانہ میں گوڑ کا والی ہونا ثابت نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سرے سے یہ واقعہ ہی بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ بنگالہ کی تاریخی معلومات جو ہم تک پہنچی ہے بہت محدود ہے۔ خود فرشتہ نے جلد دوم مقالہ ہفتم میں لکھا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ سلاطین پوربی و شرقی کے واقعات کی تفصیل سے میں نے اکثر تاریخوں کو خالی پایا اس لئے میں نے اپنے استاد ملا احمد تتوی کی تالیف تاریخ الفی کو بنیاد قرار دیا اور دوسری روایتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا	پوشیدہ نماند کہ بسیارے از متون کتب تواریخ از شرح و بسط قضایائے سلاطین پوربی و شرقی خالی است۔ بنابرآں مدار نقل بر کتاب الفی کہ تالیف استادی مولانا احمد تتوی است بر روایات

دیگر نہ پرداختم اگر درین باب اختلافے بنظر مطالعہ کنندگان درآید بہ عفو مقرون سازند و مواخذ نگردانند کہ بقدر طاقت بشری کوشیدم و انچہ علم ناقص محیط آن بود درج کردم[۱]

اگر اس باب میں کوئی اختلاف نظر آئے تو معاف فرمایا جائے اس لئے کہ میں نے بقدر طاقت بشری کوشش کی ہے اور جو کچھ اپنے علم ناقص میں تھا میں نے درج کیا۔

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ خود فرشتہ کو سلاطین پوربی یعنی سلاطین بنگالہ کے حالات سے اطمینان نہیں تھا۔ دو تاریخیں تقریباً ایک ہی زمانہ میں لکھی گئیں' ایک ریاض السلاطین جو غلام حسین زیدپوری نے مسٹر جارج اڈنی کی فرمائش پر سنہ ۱۲۰۲ھ میں لکھی دوسری جونپور نامہ جو مولوی خیرالدین محمد صاحب الہ آبادی نے جونپور کے جج مسٹر ابراہیم ولند کے حکم کی بنا پر سنہ ۱۲۱۶ھ میں تالیف کی' ریاض السلاطین تو بنگالہ کی تاریخ ہے اور جونپور نامہ میں سلطان حسین شرقی کے حالات میں شاہان بنگالہ کا بھی ذکر آگیا ہے۔ لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سلطان نصیب شاہ کا جانشین اور مورخین کا اختلاف

ریاض السلاطین میں سلطان فیروز شاہ کے حالات میں یہ درج ہے۔

چون سلطان نصرت شاہ شربت ناگوار اجل چشید پسرش فیروز شاہ بہ تجویز امرا بہ تخت سلطنت فرماندہی جلوس نمود۔ ہنوز سہ سال سلطنت کردہ بود کہ سلطان محمود بنگالی کہ یکی از ہجدہ پسر سلطان علاءالدین حسین شاہ و نصرت شاہ اورا بامارت سربلندی دادہ بود و تا زندگی نصرت شاہ سلوک امرایانہ میداشت۔ درین وقت قابو یافتہ فیروز شاہ را بہ قتل آوردہ برسریر سلطنت بوراثت پدر خود جلوس نمود[۲]

جب سلطان نصرت شاہ نے موت کا ناگوار شربت پیا تو اس کا بیٹا فیروز شاہ امرا کی تجویز سے تخت سلطنت پر بیٹھا اس نے تین سال حکومت کی تھی کہ سلطان محمود بنگالی نے (جو سلطان علاءالدین حسین شاہ کے اٹھارہ فرزندوں میں سے ایک فرزند تھا اور نصرت شاہ نے اس کو امارت سے سرفراز کیا تھا اور اپنی زندگی میں اس کے ساتھ امرا کی طرح سلوک کرتا تھا) اس وقت قابو پاکر فیروز شاہ کو قتل کر دیا اور تخت سلطنت پر اپنے باپ کی میراث کی بنا پر بیٹھا۔

---

[۱] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور لکھنؤ ۱۳۰۱ھ) جلد دوم مقالہ ہفتم صفحہ ۲۹۲۔ [۲] ریاض السلاطین طبع کلکتہ صفحہ ۱۳۹

واضح ہو کہ نصرت شاہ نصیب شاہ کے نام سے مشہور تھا جیسا کہ صاحب ریاض السلاطین نے بیان کیا ہے۔

پسر کلانش را کہ نصرت شاہ نام داشت و بہ نصیب شاہ معروف است..... بہ تخت سلطنت اجلاس داوند۱؎	اس کے بڑے بیٹے نصرت شاہ کو جو نصیب شاہ کے نام سے معروف ہے تخت پر بٹھایا۔

اسی نصیب شاہ کے متعلق جونپور نامہ (باب اول) میں فرزندان سلطان حسین شرقی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

چون سلطان حسین از سلطان سکندر شکست خوردہ بطرف بنگالہ رفت۔ مدتے از این طرف بہ آن طرف گذشت۔ آخر نزد سلطان جلال الدین پسر خود کہ باد ختر نصیب شاہ بادشاہ گور کہ از کشور بنگالہ است کدخدا بود رفت و مدت العمر ہمان جا بسر کرد، چون سلطان نصیب شاہ بجز آن دختر فرزندے نداشت۔ بعد وفات نصیب شاہ سلطان جلال الدین بجای او نشست۔	جب سلطان حسین سلطان سکندر سے شکست پا کے بنگالہ کی طرف گئے تو ایک مدت تک ادھر ادھر پھرتے رہے آخر اپنے بیٹے سلطان جلال الدین کے پاس آئے (جس نے سلطان نصیب شاہ بادشاہ گوڑ (بنگالہ) کی بیٹی سے شادی کی تھی) اور مدت العمر وہیں رہے۔ اس لڑکی کے علاوہ سلطان نصیب شاہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے نصیب شاہ کی وفات کے بعد سلطان جلال الدین اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سلطان نصیب شاہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس کی جگہ اس کا داماد جلال الدین تخت پر بیٹھا اور یہ سلطان حسین شرقی کا بیٹا ہے اور ریاض السلاطین کی عبارت اس سے قبل نقل کی گئی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ سلطان نصیب شاہ کے بعد اس کا بیٹا فیروز شاہ تخت نشین ہوا اور فیروز شاہ کے بعد سلطان علاؤ الدین حسن شاہ کا بیٹا سلطان محمود۔ ایسے اختلاف کی صورت میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سلطان حسین نے رائے دلپت سے جنگ نہیں کی اور آنحالیکہ یہ واقعہ قدیم ترین کتب مہدویہ میں مذکور ہے اور رائے دلپت کے بھانجے نے اسلام قبول کر کے امامنا مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی اور بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ کے نام سے شہرت پائی۔

۱؎ ریاض السلاطین صفحہ ۱۳۶۔

راجہ کانس کا گوڑ پر قابض ہونا

ممکن ہے مقامی راجاؤں میں سے کسی راجہ نے سلطان وقت کو شکست دے کے گوڑ پر قبضہ کرلیا ہو اور یہ بعید نہیں اس لئے کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ کانس نامی ایک مقامی زمیندار سلطان شمس الدین والی گوڑ کو قتل کر کے بادشاہ بن گیا تھا۔ صاحب ریاض السلاطین نے راجہ کانس کے باب میں لکھا ہے۔

واصح آن است کہ راجہ کانس کہ زمیندار بھوریہ بود بروے خروج کردہ اورا بہ قتل آوردہ اسم سلطنت برخود گذاشت[1]۔	زیادہ صحیح یہی ہے کہ راجہ کانس بھوریہ کے زمیندار نے اس کے (یعنی سلطان شمس الدین کے) خلاف بغاوت کی اور اس کو قتل کر کے خود سلطان بن گیا۔

فرشتہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ راجہ کانس نے سات سال سلطنت کی[2]۔ خود راجہ کانس کے طریق حکومت کے باب میں سخت اختلاف ہے، فرشتہ نے راجہ کانس کے متعلق لکھا ہے

راجہ کانس ہر چند مسلمان نبود اما با مسلمانان آمیزش و محبت بسیار داشت بنوعے کہ بعضی از مسلمانان گواہی بر اسلام او دادہ می خواستند کہ بطریق اسلام اورا بخاک سپارند[3]	راجہ کانس مسلمان تو نہیں تھا لیکن مسلمانوں سے بہت محبت اور میل جول رکھتا تھا اس طرح کہ بعض مسلمانوں نے اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دی، چاہتے تھے کہ اہل اسلام کے طریقہ پر اس کو دفن کریں

لیکن ریاض السلاطین میں راجہ کانس کے متعلق یہ مذکور ہے۔

اکثرے از علما و مشائخ را مقتول تیغ ستم کرد می خواست کہ بیخ اسلام را از قلمرو خود مستاصل سازد[4]	راجہ کانس نے اکثر علما و مشائخ کو تیغ ستم سے قتل کیا اور چاہتا تھا کہ اپنی قلمرو سے اسلام کی بیخ کنی کردے

یہ ہے تاریخ بنگالہ کا اختلاف، ممکن ہے رائے دلپت بھی ایسا ہی کوئی زمیندار ہو یا اسی خاندان کا ایک فرد ہو جس خاندان سے راجہ کانس کو تعلق رہا ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے سنت جہاد کا احیا فرمایا۔ میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں لکھا ہے۔

سلطان مذکور ہرگز بجز حضرت میرانؑ گاہے جنگ نکردے	سلطان حسین حضرت میرانؑ کے بغیر کبھی جنگ نہیں کرتے تھے

[1] ریاض السلاطین صفحہ ۱۱۰ [2] [3] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) جلد دوم مقالۂ ہفتم صفحہ ۲۹۷ [4] ریاض السلاطین صفحہ ۱۱۰

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامنا مہدی علیہ السلام نے متعدد جنگوں میں شرکت کی ہے ایسی صورت میں اودیسہ کے راجہ کے خلاف سلطان نے جو جہاد کیا تھا اس میں بھی حضرت مہدی علیہ السلام کا رہنا ثابت ہوگا۔ کیونکہ مہدی علیہ السلام کے جذبہ کا آغاز ۸۷۵ھ سے ہے اور یہ جہاد ۸۷۵ھ سے قبل کا ہے جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے[۱]۔ صاحب سیر مسعود نے بیان کیا ہے کہ ۸۷۵ھ میں راے دلپت سے جنگ ہوئی اور اس وقت حضور موعود کی عمر ۲۸ سال تھی[۲]۔ اس کے بعد آپ کو بارہ سال جذبہ رہا اور ۸۸۷ھ میں آپ نے ہجرت کی، میاں عبدالرحمن نے موکود میں بیان کیا ہے۔

بعدہ فرمان حق تعالیٰ رسید کہ اے سید محمد برائے ما ہجرت کن و بحج بیت الحرام برو ہاں جا دعوت تو روی خواہد داد۔

اس کے بعد حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے سید محمد ہمارے لئے ہجرت کر اور حج کے لئے جا۔ اسی جگہ تیرا دعویٰ ظاہر ہوگا۔

سلطان حسین شرقی کا بنگالہ جانا

پروفیسر محمود شیرانی کا یہ کہنا کہ "سلطان حسین تو اس زمانہ سے دو سال پہلے اپنا ملک ملک بہلول لودی کے ہاتھ پر کھو کر بنگالہ میں پناہ گزیں ہو جاتا ہے"[۳] صحیح نہیں اس لئے کہ سلطان حسین نے بہلول لودی سے شکست پانے کے بعد مکرر جونپور پر قبضہ کر لیا تھا۔ فرشتہ نے یہ لکھا ہے

سلطان حسین فرصت دیدہ با جمعیت تمام بہ جونپور آمد و امراے سلطان بہلول جونپور را گذاشتہ پیش قطب خاں بجھولی رفتند[۴]

سلطان حسین موقع دیکھ کر تمام فوج کے ساتھ جونپور آئے اور سلطان بہلول کے امرا جونپور چھوڑ کر قطب خاں کے پاس جھولی چلے گئے۔

اس کے بعد بہلول لودی نے جونپور پر مکرر قبضہ کر لیا اس دفعہ بھی سلطان حسین کا بنگالہ جانا ثابت نہیں۔ صاحب طبقات اکبری نے لکھا ہے۔

سلطان حسین بہ یک خطہ ولایت خود کہ محصول آن پنج کرور بود۔ قانع شدہ اوقات میگذرانید و سلطان

سلطان حسین اپنی سلطنت کے ایک حصہ پر جس کا محصول پانچ کروڑ تھا قناعت کر کے اوقات بسر کرتے تھے

۱؎ تاریخ فرشتہ طبع نولکشور جلد دوم صفحہ ۳۰۹-۳۱۰ ۲؎ سیر مسعود صفحہ ۱۵ ۳؎ اورینٹل کالج میگزین حصہ اول (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۳۲)
۴؎ تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) جلد اول صفحہ ۱۷۸۔

بہلول طریق مروت مسلوک داشتہ متعرض او نمی شند۔[۱]

اور سلطان بہلول مروت کرکے ان سے تعرض نہیں کرتا تھا۔

پروفیسر محمود شیرانی نے سلطان حسین کے بنگالہ جانے کا جو ذکر کیا ہے وہ سلطان سکندر لودی سے شکست پانے کے بعد ہے۔ حسن بن حسن گجراتی نے سلاطین شرقیہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

لیکن در این کرت سلطان سکندر جونپور را از تصرف او بیرون کشید و سلطان حسین پریشان و بدحال پناہ بہ سلطان علاؤالدین حاکم بنگالہ برد۔[۲]

لیکن اس دفعہ سلطان سکندر لودی نے جونپور کو سلطان حسین کے قبضہ سے نکال لیا۔ سلطان حسین نے پریشان اور بدحال ہوکے سلطان علاؤالدین حاکم بنگالہ کے ہاں پناہ لی۔

اس سے قبل ہم نے جونپور نامہ کے حوالہ سے بیان کردیا ہے کہ سلطان حسین اپنے بیٹے جلال الدین کے ہاں گئے تھے اور یہ سلطان نصیب شاہ کا داماد تھا۔ صاحب جونپور نامہ نے باب دوم کے تتمہ میں یہ لکھا ہے۔

از معتمدان ایں دیار شنیدہ و در تاریخ سکندری دیدہ کہ چون در سنہ نہصد و پنج ہجری سلطان سکندر والی دہلی سلطان حسین شرقی را از دارالملک جونپور اخراج کرد و اماکن ساختۂ شرقیہ را ویران و جلال خاں پسر خود را بفرمانروائی ایں دیار مختار نمودہ خود بہ صوبہ آگرہ رفت۔

اس شہر کے معتبر لوگوں سے سنا اور تاریخ سکندری میں دیکھا کہ جب سنہ ۹۰۵ ہجری میں سلطان سکندر والی دہلی نے سلطان حسین شرقی کو شہر جونپور سے نکالدیا اور سلاطین شرقیہ کی عمارتوں کو ویران کردیا تو اپنے بیٹے جلال خاں کو یہاں کا فرماں روا مقرر کیا اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔

ابوالحسنات ندوی نے بھی جونپور نامہ کے حوالہ سے یہی لکھا ہے لیکن سنہ میں کسی قدر فرق ہے۔ "جب سنہ ۹۰۴ھ یا سنہ ۹۰۲ھ میں سلطان سکندر لودی نے جونپور کو فتح کیا تو حسین شاہ شرقی کی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا"[۳]۔ سلطان حسین کا بنگالہ جانا سلطان سکندر لودی کے زمانہ کا واقعہ ہے سلطان بہلول لودی کے زمانے کا نہیں جیساکہ پروفیسر محمود شیرانی نے بیان کیا ہے حالانکہ یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے جس زمانہ میں جونپور سے ہجرت فرمائی ہے سلطان حسین برسر اقتدار تھے۔

[۱] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۵۲۳۔ [۲] تاریخ سلاطین گجرات و مالوہ قلمی صفحہ ۱۵۶۔ تاریخ فارسی نمبر ۲۸۴۳ کتب خانہ آصفیہ
[۳] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں طبع امرتسر صفحہ ۵۸۔

باب دوم

ہجرت اور دعوت مہدیت

امامنا مہدی علیہ السلام نے جہاں جہاں ہجرت فرمائی ہے ان مقامات کی فہرست ذیل میں دیجاتی ہے۔

ہجرت کی تفصیل

داناپور۔ یہ شہر جونپور سے بہ جانب مشرق تخمیناً ۱۷۰ میل[1] ہے۔ یہاں اب ریل کا اسٹیشن ہے۔ **کالپی۔** یہ شہر داناپور سے تخمیناً ۳۷۰ میل جانب مغرب ہے (اور کانپور سے ۴۵ میل جانب جنوب مغرب ہے)۔ **چندیری** مالوہ کی سرحد پر کالپی سے تقریباً ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر گوشۂ مغرب وجنوب میں ہے۔ **چاپانیر۔** چندیری سے تقریباً ۳۰۰ میل گوشۂ جنوب ومغرب میں ہے، یہاں آپ کا قیام ڈیڑھ سال رہا۔ **مندو** (مانڈو) ۸۹۲ھ میں آپ یہاں تشریف لائے، یہ شہر چاپانیر سے ۱۰۰ میل مشرق میں ہے، اس وقت یہ شہر سلاطین مالوہ کا پایۂ تخت تھا (شواہد الولایت اور مطلع الولایت میں مذکور ہے کہ آپ پہلے مانڈو گئے اور بعد چاپانیر) **برہان پور۔** مانڈو سے یہ شہر تقریباً ۲۶۰ میل کے فاصلہ پر ہے، یہاں آپ نے ایک شب اقامت فرمائی۔ **دولت آباد۔** برہان پور سے ۱۸۰ میل جنوب میں کسی قدر مائل بہ مغرب ہے، یہاں آپ ایک ہفتہ مقیم تھے۔ **احمد نگر۔** دولت آباد سے ۹۰ میل مائل بہ گوشۂ جنوب مغرب ہے۔ اس شہر کی حصار کی تعمیر کے وقت آپ تشریف فرما ہوئے، یہ ۸۹۹ھ یا ۹۰۰ھ کا واقعہ ہے۔ **بیدر۔** احمد نگر سے ۲۴۰ میل گوشۂ مغرب وجنوب میں ہے، اس وقت یہاں کا فرمانروا قاسم برید تھا، یہاں آپ کا قیام ڈیڑھ سال رہا۔ **گلبرگہ۔** بیدر سے گوشۂ جنوب ومغرب میں ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے، یہاں شیخ سراج الدین کے روضہ میں آپ نے ایک ہفتہ اعتکاف فرمایا۔ **بیجاپور۔** گلبرگہ سے گوشۂ مغرب وجنوب میں تقریباً ۱۰۰ میل ہے۔

[1] مسافت کے حوالے سیر مسعود سے دئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں کوس مذکور ہے اس کا مضاعف کر کے ہم نے میل لکھا ہے۔

چیتاپور، ضلع گلبرگہ میں قصبہ رائے باغ سے تقریباً چار منزل مشرق میں واقع ہے۔ **ڈابول بندر** چیتاپور سے رائے باغ اور کوکن ہوتے ہوئے ڈابول بندر تشریف لے گئے۔ یہ بندر کوکن میں ہے اور بیجاپور سے تقریباً ۲۰۰ میل گوشہ مغرب و شمال میں، یہ ۹۰۰ھ کے اواخر یا ۹۰۱ھ کے اوائل کا زمانہ ہے۔ جب جہاز پر سوار ہوئے ہیں تو ۳۶۰ مہاجرین آپ کے ساتھ تھے۔ **عدن**۔ جہاز یہاں تین روز ٹھہرا۔ **یلملم**۔ یہ ہندوستان کے حاجیوں کے لئے میقات احرام ہے۔ **جدہ**۔ یہاں چند روز قیام رہا۔ **مکہ معظمہ**۔ یہاں کی مدت اقامت کے باب میں کتب مہدویہ میں اختلاف ہے بعض نے تین ماہ اور بعض نے سات ماہ اور بعض نے نو ماہ لکھا ہے۔ **دیو بندر**۔ مکہ سے واپسی کے وقت براہ دیو بندر احمد آباد آئے۔ **کھنبایت**۔ بروایتے براہ کھنبایت وبقولے راست احمد آباد تشریف لائے۔ **احمد آباد**۔ احمد آباد گجرات کا پایہ تخت ہے اور بندر دیو سے تقریباً ۲۱۰ میل کے فاصلہ پر، یہ ۹۰۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس شہر میں آپ ڈیڑھ برس قیام فرما رہے۔ **سہانیج**۔ یہ موضع احمد آباد سے بجانب شمال مائل بہ مغرب تقریباً ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ **پٹن**۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہاں ایک ہفتہ قیام فرمایا اور بعض سے اسی جگہ پندرہ یا اٹھارہ مہینے رہنا ثابت ہے[1]۔ **بڈلی**۔ یہ موضع پٹن سے بجانب مغرب ہے، یہاں آپ کا چودہ مہینے قیام کرنا ثابت ہے، یہاں آپ نے مہدیت کا دعوی موکد فرمایا، یہ ۹۰۵ھ کا واقعہ ہے۔ **جالور**، یہ پٹن سے ۱۴۰ میل بجانب شمال مائل بہ مشرق ہے، تیراد اور سانچور سے گزرتے ہوئے آپ یہاں پہنچے۔ **ناگور**۔ یہ مارواڑ کے نامی شہروں میں ہے اور جالور سے ۱۷۰ میل بجانب شمال مائل بہ مشرق ہے۔ **جیسلمیر**۔ یہ شہر ناگور سے ۱۹۰ میل مغرب میں کسی قدر مائل بہ جنوب ہے۔ **نگر ٹھٹھہ**، یہ شہر سند کا پایۂ تخت تھا، اب سند کے نامی شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسلمیر سے ۴۹۰ میل دور ہے اور دریائے اٹک پر واقع ہے۔ **کاہہ**۔ یہ قصبہ شہر ٹھٹھ (تتہ) سے قریب ہے۔ یہاں حضور موعود نے چند ماہ قیام فرمایا۔

[1] مدت اقامت کے حوالے بھی اکثر سیر مسعود سے لئے گئے ہیں۔

قندہار۔ یہ ٹھٹہ سے ۶۰۰ میل بجانب شمال مائل بہ جنوب ہے، اس کے اردگرد کوہستان ہے یہاں آپ کا قیام دو ہفتوں سے زیادہ نہیں رہا۔ **فراہ**۔ یہ شہر قندہار سے ۱۸۰ میل گوشۂ شمال و مغرب میں ہے، اس شہر میں ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۹۱۰ھ کو بروز دوشنبہ آپ واصل بحق ہوئے (فراہ ایران کا ایک شہر ہے، شیخ ابو نصر وہیں کے تھے، آجکل افغانستان میں ہے اور اس زمانہ میں افغانستان کا وجود ہی نہ تھا۔)

دعوت مہدیت تاریخ عالم شاہد ہے کہ کسی مامور من اللہ نے اس قدر مسافت دعوت الی الحق کے لئے طے نہیں کی، یہ بھی پیش نظر رہے کہ آج کل کی طرح اس زمانہ میں وسائل سفر کی سہولت نہیں تھی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ اسد العلما ہو چکے تھے، وعظ و تذکیر شروع کردی تھی اس لحاظ سے تقریباً آپ کی تمام عمر تبلیغ کلام اللہ و اتباع رسول اللہ صلعم میں گزری آپ کی مدت دعوت ۲۳ سال ہے۔ اس مدت میں ۱۸ سال دعوی غیر موکد رہا اور ۵ سال دعوی موکد۔ مکہ معظمہ میں بھی آپ نے دعوت مہدیت فرمائی، رکن و مقام کے درمیان جو آپ سے بیعت کی گئی وہ حدیث کے مطابق ہے۔ نعیم بن حماد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

قال یبایع المہدی بین الرکن والمقام ولا یوقظ نائما ولا یہریق دما[1]	کہا کہ مہدی سے بیعت کی جائیگی رکن و مقام کے درمیان، مہدی نہ جگائیگا کسی سوتے کو اور نہ بہائیگا (کسی کا) خون

یعنی امام مہدی بیعت لینے کے لئے کشت و خون نہیں کریں گے۔

نعیم بن حماد نے حضرت قتادہؓ سے ایک اور روایت کی ہے۔

یخرج المہدی من المدینۃ الی مکۃ فیستخرجہ الناس من بینہم فیبایعونہ بین الرکن والمقام وھو کارہ	نکلینگے مہدی مدینہ سے مکہ کی طرف پس لوگ انہیں اپنے مجمع سے نکال کے (یا انہیں پہچان لینگے) اور ان کے ہاتھ پر رکن و مقام کے درمیان بیعت

[1] عقد الدرر قلمی (حدیث عربی نمبر ۲۶۷، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن) صفحہ ۳۴۔

کرینگے حالانکہ وہ اس کو پسند نہ کرتے ہوں گے۔

واضح ہو کہ عربی زبان میں لفظ مدینہ ہر شہر کے لئے استعمال ہوتا ہے' مدینۃ الرسول کی تخصیص نہیں ہے' کلام الٰہی اس پر شاہد ہے۔

وقال نسوۃ فی المدینہ امرات العزیز تراود فتٰھا عن نفسہ (سورہ یوسف رکوع ۴)

اور کہا عورتوں کی ایک جماعت نے مدینہ میں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے جوان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہتی ہے۔

یہاں مدینہ سے مراد شہر مصر ہے۔ حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

عن عبد اللہ بن بسر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بین الملحمۃ وفتح المدینۃ ست سنین ویخرج الدجال فی السابعۃ رواہ ابو داود وقال ھذا اصح[1]

حضرت عبد اللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جنگ عظیم اور فتح مدینہ کے درمیان چھ سال ہونگے اور دجال ساتویں سال خروج کریگا۔ روایت کی ہے اس کی ابوداود نے اور کہا کہ یہ اصح ہے۔

یہاں مدینہ سے شہر قسطنطنیہ مراد ہے۔ اور مدینۃ الرسول محفوظ ہوگا۔ امام بخاری نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال لھا یومئذ سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان[2]

رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوگا' مدینہ کے اس دن سات دروازے ہونگے اور ہر دروازے پر دو دو فرشتے ہوں گے۔

صاحب لسان العرب نے مدن کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ کل ارض یبنی بھا حصن فی اصطمتھا فھی مدینۃ[3] اور صاحب قاموس نے اصطمۃ کے یہ معنی لکھے ہیں۔

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۵ھ) جلد رابع صفحہ ۳۰۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ ۳۹۸۔
[3] لسان العرب الجزء الثالث عشر صفحہ ۲۸۹ (طبع مصر ۱۳۰۳ھ)

الاصطمۃ والاسطمۃ معظم الشی ومجتمعہ او وسطہ

پس لسان العرب کی عبارت کا یہ مفہوم ہوگا کہ جس باعظمت زمین کے درمیانی بہترین قطعہ پر قلعہ کی تعمیر ہو وہ مدینہ ہے۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے۔

ترتیب اسما براین طریق است کہ قریہ است و بالاتر از وے بلد و بالاتر از بلد مدینہ و فوق ہمہ و جامع تر از ہمہ مصر و بعضی بلدہ و مدینہ را در یک مرتبہ نہادہ اند (اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۳۸۹)

اسما کی ترتیب یہ ہے۔ قریہ ہے اور اس سے بڑھکر بلد اور بلد سے بڑھکر مدینہ اور سب سے بڑھ کر اور سب سے جامع مصر ہے اور بعض نے مصر و مدینہ کو ایک مرتبہ میں رکھا ہے۔

نویں صدی ہجری میں جونپور کی جو اہمیت تھی اس سے قبل واضح کردی گئی ہے۔ اس پر مدینہ کا اطلاق ہونے میں کوئی امر مانع نہیں۔ قطع نظر اس کے فقہ کی کتابوں میں مدینہ و مصر کی بحث نہایت متعارف ہے۔ لیکن ہر جگہ مدینہ سے مدینۃ الرسول مراد نہیں۔ مہدیؑ کے ظہور کی اگر مدینۃ الرسول سے تخصیص ہوتی تو رسول اللہ صلعم لفظ طابہ فرما دیتے۔ کیونکہ یہ نام اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے۔ مسلم نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالیٰ سمی المدینۃ طابۃ[1]

کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خداوند تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

کتاب اشعیاء پیغمبر میں آیا ہے کہ کہا مجھ کو پروردگار نے اٹھ اور جم کر اور خبر دے جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے، پس اٹھا اور دیکھا دو سواروں کو کہ آگے آتے ہیں ایک گدھے پر اور دوسرا اونٹ پر، ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ بابل اور اس کے تراشے ہوئے بتوں کا سقوط عمل میں آیا (اس کا حوالہ صحف انبیا کی پیشین گوئیوں کے ذیل میں دیا جائے گا) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ابن قتیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہاں شتر سوار سے مراد رسول اللہ صلعم کی ذات ہے[2]۔ واضح ہو کہ اونٹ سے سواری کا کام، عراق، شام، مصر، تونس، مراکش ہر جگہ

[1] اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ ۳۹۴ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۰۴ (طبع نول کشور ۱۹۱۲ء)

لیا جاتا ہے اور عرب کی تخصیص اس لئے ہوئی کہ رسول اللہ صلعم وہاں مبعوث ہوئے، اسی طرح اگر مدینہ سے جونپور کی تخصیص کیجائے تو مورد اعتراض نہ ہوگا۔ کتب صحاح میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس میں اس امر کی صراحت ہو کہ رکن و مقام کے درمیان امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت کیجائیگی، لہذا اس مفہوم کا امام مہدیؑ میں پایا جانا ضروری نہیں، نعیم بن حماد کی روائتیں بر سبیل تنزل صحیح بھی تسلیم کر لی جائیں تو مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہیں، اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا (باب سوم دلیل ششم میں) یہ کہنا کہ اگر مکہ معظمہ میں دعوی مہدیت کئے ہوتے تو وہاں کے علما اور حکام بغیر قتل کئے ہرگز نہ چھوڑتے، صحیح نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے مشرکین کے آلہتہ[2] کی نفی فرمائی اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا لیکن کوئی آپ کے قتل پر قادر نہ ہوسکا، مہدیت بھی تو نبوت کی طرح خلافت الہی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زاد المتقین[1] (مقصد اول باب چہارم) میں بیان کیا ہے کہ شیخ علی متقی نے ایک دفعہ حرم میں دعوی مہدیت کیا تھا اور اس کے چند روز بعد توبہ کر لی، عبدالحق کی عبارت یہ ہے۔

در حرم شریف در آمدند روز جمعہ بود و خلائق بسیار حاضر در حضور ہمہ فریاد بر آوردند انا المہدی الموعود انا المہدی ہمہ حیران بماندند کہ این چہ حالت است

حرم شریف میں آئے، جمعہ تھی اور بہت سی خلقت جمع تھی، سب کی موجودگی میں نعرہ لگایا کہ میں ہی مہدی موعود میں ہی مہدی ہوں، سب متحیر رہ گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

شیخ علی جس کی تقریباً تمام عمر مہدویوں کی مخالفت میں گزری، اس نے حرم میں دعوی مہدیت کیا اور کسی نے مزاحمت تک نہیں کی تو بھلا امامنا مہدی علیہ السلام کا رکن و مقام کے درمیان اعلان مہدیت کرنا کون سا امر مستبعد ہے، درآنحالیکہ آپ کی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ اس کی تبلیغ میں گزرا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں امامنا مہدی علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے۔

[1] زاد المتقین نمبر ۱۵۲۳، تصوف فارسی کتب خانہ آصفیہ۔ [2] معبودان۔

تا بہ مکہ مشرفہ شدہ ..... می گویند کہ میر مذکور این دعوی را در آنجا کردہ حکم باخراج او نمودہ اند۔[1]

میر سید محمد جونپوری (حضرت مہدی علیہ السلام) مکہ معظمہ گئے ..... کہتے ہیں کہ میر مذکور نے وہاں دعوی مہدیت کیا اور انکے اخراج کا حکم دیا گیا

مکہ معظمہ میں دعوی مہدیت کرنے پر تمام کتب مہدویہ کا اتفاق ہے۔ لیکن اخراج کا حکم دینے کی روایت کسی کتاب میں مذکور نہیں۔

معاصرین کی شہادت تقریباً سنہ ۹۰۹ھ میں امامنا مہدی علیہ السلام بیدر تشریف لائے اس وقت ابوالفتح شاہ محمد ملتانی (سنہ وفات ۹۳۵ھ) المعروف بہ ملتانی پادشاہ بقید حیات تھے حضرت مہدی علیہ السلام نے ان سے ملنا چاہا۔ ملتانی پادشاہ نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ ان سے ظاہری ملاقات کرنا میرے مقسوم میں نہیں ہے لہذا تم ان سے ملنے جاؤ۔ ان کے کہنے پر انکے چاروں بیٹے شیخ ابراھیم المعروف بہ مخدومجی، شیخ اسمٰعیل، شیخ اسحٰق اور شیخ بدرالدین امامنا مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکے سوال و جواب میں مشغول ہوئے، اس کے بعد اپنے والد کے ہاں آئے۔ یہ تمام واقعات شاہ محمد عبدالقادر بن شیخ احمد بن شیخ بدرالدین بن شاہ محمد ملتانی نے معدن الجواہر میں لکھے ہیں اور اپنے جد شیخ بدرالدین سے جو ان کے پیرو مرشد بھی تھے یہ روایت کی ہے۔

حضرت بندگی مخدوم شیخ بدرالدین می فرمایند کہ چون از ایشان باز گشتیم بخدمت حضرت والدی آمدم و پرسیدم کہ یا سیدی ایشان کہ خود را مہدی میگویانند محمد مہدی موعود ایشان باشند (صفحہ ۹۶)[2]

حضرت بندگی مخدوم شیخ بدرالدین فرماتے ہیں کہ جب ہم انکے ہاں سے واپس ہوئے حضرت والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا سیدی وہ یعنی سید محمد جونپوری خود کو مہدی کہتے ہیں کیا یہی مہدی موعود ہیں

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ ملتانی پادشاہ نے امام علیہ السلام کی تصدیق کی کہ نہیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ دعوی موکد سے پانچ سال پہلے معاصرین کی شہادت سے بیدر

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۶ تصرف فارسی نمبر ۱۵۶۲ کتب خانہ آصفیہ۔ [2] معدن الجواہر صفحہ ۱۶۱

میں اظہار مہدیت کا ثبوت ملتا ہے۔ (واضح ہو کہ معدن الجواہر شاہ محمد ملتانی کے احوال میں لکھی گئی ہے۔ سید شاہ ملک محمود قادری بن زرد علی شاہ صاحب حیدرآبادی نے اس کو مطبع گلزار دکن واقع حیدرآباد دکن میں طبع کرایا ہے۔ سال طباعت ۱۳۰۴ھ ہے۔ معدن الجواہر کا ترجمہ مخزن الکرامات کے نام سے شایع ہو گیا ہے اور یہ روایت ترجمہ کے صفحہ ۴۲ پر ہے[۱]۔

مورخین ہند کی شہادت | ہندوستان کے مستند مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ آپ نے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں امامنا مہدی علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ العزیز از اعاظم اولیاے کبار دعوی مہدویت از و سر بر زدہ بود[۲]۔

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ العزیز اعاظم اولیاے کبار سے ہیں ان سے دعوی مہدیت ظاہر ہوا تھا

(۲) ابوالفضل نے آئین اکبری میں یہ لکھا ہے۔

سید محمد جونپوری پور سید بدہ اویسی از فراوان روحانیہ فیض برگرفتہ در صوری و معنوی علم چہرہ دست از شوریدگی دعوی مہدوست کرد و بسیارے مردم برو گرویدند[۳]۔

سید محمد جونپوری سید بدہ اویسی کے فرزند ہیں آپ کی کثرت سے روحانی فیض حاصل تھا، علم ظاہری و معنوی میں ماہر تھے، شوریدگی سے مہدیت کا دعوی کیا تھا اور بہت سے لوگ انکے معتقد ہو گئے

ابوالفضل نے شوریدگی دماغ کی بنا پر لفظ شوریدگی استعمال کیا ہے۔ لیکن اس سے آپ کا دعوی کرنا تو ثابت ہے۔ ابوالفضل نے سید بدہ اویسی لکھا ہے۔ اس زمانہ کی اصطلاح میں بڑے کو بڈہ کہتے تھے، روایات سے ثابت ہے کہ امامنا مہدی علیہ السلام کو اللہ تعالی شرف مہدیت سے مشرف فرمانے والا تھا اس لئے آپ کو ایسے خاندان سے عالم ظہور میں لایا جو سیادت کے اعتبار سے رسول اللہ صلعم کے قدم بہ قدم تھا آنحضرت کے والد اسی سیادت نسبی سیادت حسبی کی بنا پر علما میں اعظم السادات اور عرف عام میں سید بڈہ (یعنی بڑے سید) مشہور تھے

۱؎ مخزن الکرامات طبع حمادکن پریس حیدرآباد دکن۔ ۲؎ منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۱۸۔ ۳؎ آئین اکبری طبع کلکتہ جلد دوم صفحہ ۲۲

علاقہ جے پور میں مہدویوں کا "بڑا دائرہ" ہے۔ اب بھی جے پوری "بڈھ دائرہ" تلفظ کرتے ہیں۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی آپکے والد کا نام سید عبداللہ عرف بڈھا صاحب لکھا ہے (اس کا حوالہ حضرت مہدی علیہ السلام کے نسب کے ذیل میں دیا گیا ہے)

(۳) فرشتہ نے اپنی تاریخ میں یہ بیان کیا ہے۔

باید دانست کہ مہدوی را اعتقاد آنست کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر سنہ ستین وتسعمایہ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام چون بعضی آثار و علامات کہ در مہدی آخر الزماں علیہ السلام قرار دادہ اند دروے بود تصدیق قول او نمودند وآن اظہر من الشمس است[1]

جاننا چاہیئے کہ مہدویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حنفی مذہب ایک صاحب جن کا نام سید محمد ہے اور جنہوں نے ہندوستان میں سنہ ۹۶۰ھ کے اواخر میں یہ دعوی کیا کہ میں ہی لسان شرع میں مہدی موعود ہوں چونکہ بعض علامتیں جو امام مہدی کے باب میں قرار دی گئی ہیں ان میں پائی جاتی تھیں اسلئے لوگوں نے انکے قول کی تصدیق کی اور وہ اظہر من الشمس ہے

تعجب ہے کہ قریبی عہد کا ہونے کے باوجود فرشتہ نے یہ لکھدیا کہ سنہ ۹۶۰ھ کے اواخر میں آپ نے دعوی مہدیت کیا اور یہ آپ کی رحلت کے پچاس سال بعد کا زمانہ ہے۔ ایک معاند کے بیان سے صرف آپ کا دعوی کرنا ہی ثابت نہیں ہے بلکہ علامات کا بھی آپ میں پایا جانا ثابت ہے۔

(۴) صاحب مراۃ سکندری نے یہ لکھا ہے۔

مخفی نماند کہ در اواخر ایام عمر سلطان محمود سید محمد جونپوری کہ دعوی مہدویت میکرد از جونپور بہ شہر احمد آباد آمدہ[2]

مخفی نہ رہے کہ سلطان محمود کی زندگی کے اواخر میں سید محمد جونپوری جو مہدویت کا دعوی کرتے تھے جونپور سے احمد آباد آئے۔

(۵) صاحب مراۃ احمدی نے سلطان محمود بیگڑہ کے حالات کے ذیل میں حضرت

---

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نول کشور ۱۸۶۴ء) جلد دوم صفحہ ۱۵۰۔ [2] مراۃ سکندری (طبع بمبئی) صفحہ ۱۳۶

مہدی علیہ السلام کی دعوت کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

ہم درآن آوان سید محمد جونپوری کہ دعوی مہدیت کردہ بود وارد احمد آباد گشت و در مسجد تاج خان بن سالار کہ قریب دروازہ جمال پور است فرود آمد و مردم را دعوت نمود[1]

اسی زمانہ میں سید محمد جونپوری جو دعوی مہدیت کرتے تھے احمد آباد آئے اور جمال پور کے دروازہ کے قریب تاج خان بن سالار کی مسجد میں اترے اور لوگوں کو مہدیت کی دعوت دی۔

(۶) عربی تاریخ کی شہادت

عبداللہ محمد بن عمر المکی "ظفر الوالہ" تاریخ گجرات میں لکھا ہے

ثم ان السید خرج احمد آباد الی نھروالہ بتن واقام علی ثلاثۃ فراسخ منھا بقریۃ یقال لھا بزلی وبھا ادعی انہ المھدی الموعود وتبعہ جم غفیر من العوام ثم تسلسل الی الخواص[2]

پھر سید (امامنا مہدی علیہ السلام) احمد آباد سے نہروالہ پٹن گئے اور بڑلی نامی قریہ میں جو وہاں سے تین فرسخ کے فاصلہ پر ہے مقیم ہوئے اور وہاں اپنے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا عوام کی ایک بہت بڑی جماعت نے ان کی پیروی کی پھر خاص لوگوں تک یہ سلسلہ جاری ہوگیا

قطع نظر ان مورخوں کے شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے۔

میر سید محمد جونپوری در ہندوستان بآنگ بلند ادعاے مہدویت نمود و جماعۂ کثیر از افاغنۂ دکن و راجپوتانہ خود را مہدویہ لقب کردہ اتباع او کردند و ہیچ کس او را قتل و سیاست نکرد[3]

میر سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں بآنگ بلند دعوی مہدیت کیا۔ دکن اور راجپوتانہ کے افغانوں کی ایک کثیر جماعت نے خود کو مہدویہ کا لقب دے کر انکی پیروی کی اور کسی شخص نے انہیں یعنی سید محمد کو قتل نہیں کیا

"بآنگ بلند" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ دعوی حالت جذب میں نہیں تھا۔

دعوت کی توضیح | امامنا مہدی علیہ السلام کے خلیفۂ خاص بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے عقیدۂ شریفہ میں لکھا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا

[1] مراۃ احمدی طبع کلکتہ صفحہ ۱۰۔ [2] ظفر الوالہ بمظفر وآلہ جلد اول صفحہ ۳۶۔ [3] تحفہ اثنا عشریہ (طبع لکھنو) باب امامت صفحہ ۲۰۵

اگر کسی خواہد کہ صدق ما را معلوم کند باید کہ از کلام خدا واز اتباع رسول در احوال و اعمال ما بجوید وفہم کند	امامنا مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہماری سچائی معلوم کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ کلام اللہ سے اور اتباع رسول اللہ صلعم سے ہمارے احوال اور اعمال میں جستجو کرے اور سمجھے۔

اور عقیدہ شریفہ کے مندرجات پر تمام مہاجرین کا اتفاق ہے۔ میاں سید حسینؒ نے عقیدہ شریفہ کی شرح میں لکھا ہے۔

الغرض بر صحت احکام محکمات کہ در عقیدہ بندگی میاں وارد اند اتفاق ہمہ مہاجران شدہ است و ہیچ یکی از اینہا اختلاف نہ کردہ اند۔	بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے عقیدہ شریفہ میں جو احکام محکمات درج ہیں انکی صحت پر تمام مہاجرین کا اتفاق ہے اور ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔

بندگی میاں عبدالرشیدؓ صحابی مہدیؑ نے بھی امام مہدی علیہ السلام سے اپنی کتاب نقلیات کے باب اول میں یہ روایت کی ہے۔

من بہ ہیچ مذہب مقید نیم مذہب ما کتاب اللہ است و اتباع رسول اللہ۔	مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کسی مذہب کا مقید نہیں ہوں۔ ہمارا مذہب کتاب اللہ اور رسول اللہ صلعم کی اتباع ہے۔

انصاف نامہ کے باب پنجم میں مذکور ہے کہ علما نے یہ کہا۔

ما مقید بہ مذہب ابوحنیفہ ہستیم۔	ہم ابوحنیفہ کے مذہب کے مقید ہیں۔

تو امامنا مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔

ما بہ ہیچ مذہب مقید نیم مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ صلعم۔	ہم کسی مذہب کے مقید نہیں ہیں ہمارا مذہب کتاب اللہ واتباع رسول اللہ ہے۔

امامنا مہدی علیہ السلام نے اپنی دعوت کی اس طرح توضیح فرمائی ہے۔

سن کتاب اللہ پیش کردہ ام وخلق را سوے توحید و عبادت دعوت میکنم و من مامور برا ے این کارم از حضرت باری تعالی۔ (انصاف باب پنجم)	حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کتاب اللہ پیش کی ہے اور خلق کو توحید اور عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور باری تعالی کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں۔

امامنا مہدی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔

اگر کسی از بندہ نقل کند باید کہ آن نقل را بہ بیند اگر با کلام خدائے تعالی موافق باشد آن از بندہ است و اگر با کلام خدائے موافق نیست آں نقل از بندہ نیست یا آنکہ سخن مارا فہم نکردہ است یا نقل کنندہ را در وقت شنیدن دل حاضر نبود و بدان بسبب سہو شدہ باشد (مقدمہ انصاف نامہ)	اگر کوئی شخص بندہ سے روایت[1] کرے تو اس روایت کو دیکھنا چاہیے اگر وہ کلام اللہ کے موافق ہو تو وہ روایت بندہ کی ہے اور اگر کلام اللہ کے موافق نہیں ہے تو وہ روایت بندہ کی نہیں ہے یا یہ کہ راوی نے ہماری بات نہیں سمجھی یا راوی[2] کا دل سنتے وقت حاضر نہیں تھا اسلئے اسکو سہو ہوا ہوگا۔

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

اعرضوا حدیثی علی کتاب اللہ فان وافقہ فھو منی وانا قلتہ[3]	میری حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو جان لو کہ وہ میری طرف سے ہے اور میں نے ہی اس کو بیان کیا ہے۔

اگر کوئی حدیث یا نقل بالفرض کلام اللہ کے موافق نہ ہو تو اس سے نہ تو رسول اللہ صلعم کے خلاف حجت لائی جا سکتی ہے اور نہ امامنا مہدی علیہ السلام کے۔ آپ کی دعوت کی توضیح اس مکتوب سے بھی ہو جاتی ہے جو آپ نے سلاطین کے نام روانہ کیا تھا۔ بندگی میاں عبدالرحمن رضؓ نے بڑلی کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے۔

حضرت میراں کتابت نوشتند واضح باد کہ مرا	حضرت میراںؑ نے خط لکھا واضح ہو کہ مجھے صحو ہے

[1] نقل [2] ناقل [3] کنز العمال جلد اول صفحہ ۴۶۔

صحو است سُکر نیست، بندہ را صحت است،
زحمت نیست، بندہ را عقل تمام است وہیچ
نوت نشدہ و خداوند تعالیٰ روزی میرساند تمام
فقر ہم نیست، بندہ اہل وعیال میدارد مفرد
ہم نیست مع ذٰلک بفرمان خداے تعالیٰ دعویٰ مہدیت
اظہار کردیم و برآن شاہد کلام اللہ و اتباع محمد رسول اللہ
آوردیم تا شمارا باید کہ تفحص کنید وگرنہ بہر دو جہاں
حاکماں سیاہ روے گردند چرا کہ اگر بندہ برحق
باشد روے بہ اطاعت آرید، اگرچہ برحق نباشد
تفہیم کنید و اگر تفہیم نشوم بقتل رسانید تا معلوم باشد
ہر جا کہ خواہم رفت بر حقیقت خود دعوت خواہم
کرد و خلق را راہ نمایم و بہ مدعاے علماے ظاہر
گمراہ خواہم ساخت۔

سُکر نہیں، بندہ صحیح سالم ہے۔ کوئی عارضہ[1] نہیں
بندہ کی عقل مستقیم ہے کچھ فوت نہیں ہوا خداوند تعالیٰ
روزی پہنچاتا ہے، بالکل فقر بھی نہیں، بندہ اہل و عیال
رکھتا ہے تنہا بھی نہیں، اس کے باوجود خداوند تعالیٰ
کے حکم سے ہم نے دعویٰ مہدیت کا اظہار کیا اور
اس پر کلام اللہ اور اس پر اتباع رسول اللہ
کو شہادت میں پیش کیا ہے تاکہ تمہیں چاہیے
کہ تحقیق کرو ورنہ دو جہاں میں حاکم سیاہ رو ہونگے
اس لئے کہ اگر بندہ حق پر ہے تو اطاعت کرو اور
اگر برحق نہ ہو تو تفہیم کرو اور اگر نہ سمجھے تو قتل کر ڈالو
تاکہ معلوم ہو جہاں کہیں جاؤنگا اپنی حقیقت پر
دعوت کرونگا اور خلق کی رہنمائی کرونگا اور علماے
ظاہر کے ادعا کے مطابق گمراہ کرونگا۔

شواہد الولایت باب بستم میں سند کے واقعات میں یہ مذکور ہے کہ صدر العلما ملا صدر الدین نے عرض کی۔

میرانجی انچہ خوندگار میفرمایند ہمہ حق است
فاما در باب تصدیق کردن امر مہدویت ترس خدا
می آید مبادا خدام مہدی نباشد[2] چگونہ قبول کنیم
حضرت میران در جواب شان فرمودند کہ چنانچہ
شمارا ترس خداے تعالیٰ درباب قبول کردن

میرانجی جو کچھ خوندکار فرماتے ہیں حق ہے۔ لیکن
مہدیت کی تصدیق میں مجھے خدا کا ڈر ہے مبادا
حضرت مہدی نہ ہوں کس طرح قبول کریں حضرت
میران ؑ نے جواب میں فرمایا جس طرح تمہیں دروغ
مہدی کے قبول کرنے میں خدا کا ڈر ہے۔ کیا

[1] کسی قسم کی زحمت نہیں ہے۔ [2] نباشند

دروغ مہدی می آید۔ پس مقدار شما ترس خدا نیست کہ من از خدا مہدی نباشم و دروغ خود را مہدی میگویانم بعدہ امام ابوالالباب این آیت دراین باب خواندند کہ فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا الیٰ آخرھا۔	تمہارے اتنا بھی خدا کا ڈر نہیں ہے کہ منجانب اللہ مہدی بنوں اور جھوٹوں اپنے آپ کو مہدی کہوں اس کے بعد امام ابوالالباب نے یہ آیت پڑھی "اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر افترا کرے"۔

بعض ارکان دعوت آپ کی دعوت کی مزید توضیح اس سے ہوسکتی ہے کہ بندگی میاں ولی جی بن میاں یوسفؒ نے آپ کے فرامین کو انصاف نامہ میں مختلف عنوانوں کے ذیل میں درج کیا ہے، واضح ہو کہ باعتبار روایت انصاف نامہ کا درجہ بہت بلند ہے وہ اس طرح کہ آپ نے اصحاب مہدیؑ کی روایت سے ارشادات مہدیؑ نقل کئے ہیں اور متعدد مقامات پر اصحاب مہدیؑ کا اجماع درج کر دیا ہے۔

ذیل میں چند ابواب کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) باب پنجم در بیان ہر کہ حیات دنیا را طلبید وکافر است۔

اس باب میں وہ نقلیات (روایات) درج ہیں جن میں طلب حیات دنیا کی نفی کی گئی ہے جس طرح اس آیت میں۔

فاما من طغیٰ و آثر الحیٰوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ	پس جس نے سرکشی کی اور حیات دنیا کو اختیار کیا سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہے۔

(۲) باب ششم، در راہ خدائے تعالیٰ چہار حجاب است دنیا و خلق و شیطان و نفس۔

خدا کی راہ میں چار حجاب ہیں، دنیا اور خلق ان دونوں سے بچنا اپنے امکان میں ہے لیکن نفس و شیطان سے بچنا اپنے اختیار کی بات نہیں خداوند تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے۔

(۳) باب ہفتم، حکم منافقی بر قاعدان کردند

اس باب میں وہ نقلیات درج ہیں جن میں ہجرت کی تاکید کی گئی ہے۔

(۴) باب نہم، تعین رابعین فرمودند جز توکل بر خدائے تعالیٰ۔

اس باب کی نقلیات میں توکل کی تعلیم دی گئی ہے، اس کے ذیل میں عشر اور سویت کا بھی ذکر ہے اس کی تفصیل دائرہ مہدویہ کے تحت دی جائے گی۔

(۵) باب یازدہم، در ذکر خدائے تعالیٰ۔

اس باب میں وہ نقلیات درج ہیں جن کا تعلق ذکر الٰہی سے ہے۔

(۶) باب دوازدہم، در بینائی حق تعالیٰ۔

اس باب میں وہ فرامین مہدی درج ہیں جس میں طلب دیدار خدا کی تاکید کی گئی ہے

(۷) باب سیزدہم، در ذکر امر معروف و نہی منکر۔

اس باب کے نقلیات میں امر معروف و نہی منکر کی تاکید کی گئی ہے۔

(۸) باب چہاردہم در دعوی بے عمل مردود۔

اس باب کے ذیل میں وہ ارشادات مہدیؑ درج ہیں جن میں عمل کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

(۹) باب پانزدہم میں اس امر کی توضیح کی گئی ہے کہ دین خدا کو دو امور یعنی ایک دوسرے کی موافقت کرنے اور بذل یعنی ایثار کرنے سے نصرت حاصل ہوتی ہے اور دو امور یعنی تنازع اور تخالف سے ہزیمت ہوتی ہے۔

اما مناً مہدی علیہ السلام نے برسوں خلق خدا کو توحید و عبادت کی دعوت دی، ارکان دعوت برحق ہیں لہٰذا آپ کی دعوت اور مہدیت کا برحق ہونا ظاہر ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ ہرقل بادشاہ روم نے ابوسفیان سے رسول اللہ صلعم کی دعوت کے متعلق اس طرح استفسار کیا تھا۔

بما یامرکم | وہ یعنی مدعی نبوت تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے۔

تو ابوسفیان نے دعوت کے ارکان اس طرح بیان کئے۔

قلنا یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف	ہم نے کہا وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی اور پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔

اس پر ہرقل نے کہا۔

ان یک ما تقول حقا فانہ نبی[1]	اگر تو جو کچھ کہتا ہے صحیح ہے تو حقیقت میں وہ نبی ہے

ہرقل کا یہ قول رسول اللہ صلعم کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے ہرقل کی حدیث علامات النبوۃ کے ذیل میں درج کی ہے، رسول اللہ صلعم کی دعوت کے ارکان آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش ہو سکتے ہیں تو حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت آپ کی دعوت کے ارکان سے کس طرح ثابت نہ ہوگی۔

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
بولا جانچل کو لہ ریلوے گیٹ

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۵ھ) جلد رابع صفحہ ۵۳۶

باب سوم

اثبات مہدیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات علمائے امت نے تین طریقوں سے کیا ہے' ایک تو یہ کہ صحف انبیا کی پیشین گوئیوں کو جو نبی آخرالزماں سے متعلق ہیں آپ کے حسب حال بیان کیا ہے' دوسرے آپ کے معجزے بیان کئے ہیں۔ تیسرے آپ کے اخلاق کو پیش کیا ہے اور سب سے زیادہ اہمیت آپ کے اخلاق حسنہ کو دی گئی ہے

امامنا مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا اثبات بھی انہیں طریقوں پر ہوگا' پہلا طریقہ یہ ہے کہ مہدی کے باب میں جو صحیح حدیثیں رسول اللہ صلعم سے مروی ہیں آپ کے حسب حال بیان کی جائیں لیکن اس سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحف انبیا کی چند پیشین گوئیوں کو رسول اللہ صلعم کے حسب حال بیان کیا جاے۔

صحف انبیا کی پیشین گوئیاں

(۱) سفر التثنیہ' اصحاح ۱۸' آیت ۱۸۔

اقیم لھم نبیا من وسط اخوتھم مثلک واجعل کلامی فی فمہ فیکلمھم بکل ما اوصیہ بہ[۱]	میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی پیدا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو میں حکم دونگا اسکے مطابق کلام کریگا

اس پیشین گوئی میں موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے کہ پروردگار ان کے بھائیوں میں سے موسیٰؑ کے جیسا ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔ واضح ہو کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسحٰق سے ہیں۔ موسیٰؑ کے جو بھائی ہوں گے وہ بھی بنی اسحٰق ہونگے۔ لیکن رسول اللہ صلعم بنی اسمٰعیل سے ہیں اس لئے مذکورہ پیشین گوئی کے مصداق ہیں کیونکہ بنی اسمٰعیل ہی بنی اسحٰق کے بھائی ہیں۔ اس پیشین گوئی میں بھائیوں کا لفظ مطلق ہے' یہودیوں میں بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل

[۱] الکتاب المقدس طبع آکسفورڈ ۱۸۷۱ء

کا بھائی سمجھا جاتا تھا۔

(۲) سفر التثنیہ، اصحاح ۳۳، آیت ۲

فقال جاء الرب من سیناء و اشرق لهم من سعیر و تلالاء من جبل فاران و اتی من ربوات القدس و عن یمینه نار شریعة لهم۔

پس اس نے کہا کہ پروردگار سینا سے آیا اور انکے لئے سعیر سے روشن ہوا اور کوہ فاران سے چمکا اور آیا دس ہزار قدوسیوں یعنی فرشتوں کے ساتھ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔

اس پیشین گوئی میں سینا سے خدا کے تجلی کرنے سے موسیٰؑ کا ظہور اور سعیر پر خدا کے چمکنے سے عیسیٰ علیہ السلام کا نبی ہونا اور فاران پر خدا کے ظاہر ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا مراد ہے۔ فاران کے متعلق عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ علاقہ شام میں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فاران عبرانی نام ہے بنی ہاشم کے پہاڑوں کا جو مکہ معظمہ کے قریب ہیں۔ انہیں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ میں رسول اللہ صلعم عبادت کرتے تھے۔ اس کی توضیح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ابن قتیبہ کا قول نقل کیا ہے کہ سینا سعیر اور فاران پر خدا کے چمکنے سے آسمانی کتابوں کا نازل ہونا مراد ہے[۵]۔ اب رہا دس ہزار فرشتوں کا ساتھ رہنا تو اس کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد مقدس انسان ہیں، چونکہ نبی کے ظہور کو خدا کا ظہور کہا گیا اس لئے ان کے ساتھیوں کی فرشتوں سے تعبیر کی گئی۔ پیشین گوئی کا یہ جز بھی رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہے اس لئے کہ جب آپ نے مکہ فتح کیا تو دس ہزار صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ اور آتشی شریعت سے یہ مراد ہے کہ وہ شریعت باطل سوز اور کفر سوز ہوگی۔

(۳) سفر اشعیا، اصحاح ۲۱، آیت ۶-۹

لانه هكذا قال لی السید اذهب اقم الحارس ليخبر بما يرى فرای رکابا

خدا نے مجھے یوں فرمایا جا نگہبان مقرر کر دے تاکہ جو کچھ دیکھے سو بتا دے۔ اس نے سوار دیکھے جو دو دو آتے تھے گدھوں پر بھی سوار

۵ مدارج النبوۃ (مطبع نول کشور ۱۹۱۴ء) جلد اول صفحہ ۹۸

ازواج فرسان رکاب حمیر رکاب جمال فاصغی اصغاشدیدا ثم صرخ کاسد ایها السید انا قائم علی المرصد دائما فی النهار وانا واقف علی المحرس کل اللیالی وهوذا رکاب من الرجال ازواج من الفرسان فاجاب وقال سقطت سقطت بابل وجمیع تماثیل آلهتها المنحوتة کسرها الی الارض۔

تھے اور اونٹوں پر بھی سوار، اس نے بڑے غور سے سُنا تب اس نے شیر کی طرح آواز کی کہ اے خداوند میں اپنی دیدگاہ پر تمام دن کھڑا رہا اور میں تمام رات اپنی چوکی پر ٹھیرا رہا اور دیکھ سواروں کو۔ گھوڑے سوار دو دو کر کے آتے اور اس نے جواب دیا اور کہا کہ بابل گر پڑا، گر پڑا اور اس کے معبودوں کے سارے بت اس نے زمین پر پٹک ڈالے۔

لیکن صاحب مدارج النبوۃ نے سفر اشعیا سے اس طرح روایت کی ہے۔

در کتاب اشعیا آمدہ کہ گفت مرا پروردگار تعالیٰ برخیز و جمع کن و خبر دہ بانچہ می بینی پس برخاستم و دیدم دو سواران را کہ پیش می آیند یکی بر حمار و دیگرے بر جمل میگوید یکی مر دیگرے را افتاد بابل و بتان وے کہ تراشیدہ شدہ اند۔[1]

اشعیا پیغمبر کی کتاب میں یہ ہے کہ پروردگار نے مجھ کو کہا اٹھ اور جمع کر خبر دے اس کی جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے پس میں اٹھا اور دو سواروں کو دیکھا کہ آرہے ہیں ایک گدھے پر سوار اور دوسرا اونٹ پر، ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ بابل فتح ہوا اور اس کے تراشے ہوئے بت گر گئے۔

اس پیشین گوئی میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے ترجمہ میں ایک اہم اختلاف ہے عیسائیوں کے ترجمہ میں 'رکاب حمیر رکاب جمال' بہ صیغہ جمع ہے یعنی گدھے سوار اور شتر سوار دو دو آتے ہیں اور مسلمانوں کے ترجمہ میں بہ صیغہ تثنیہ مذکور ہے کہ دو سوار تھے 'ایک گدھے پر سوار اور دوسرا اونٹ پر سوار۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل متن کے سمجھنے میں دھوکا ہوا چنانچہ کتاب مقدس کے مترجمین خود اس میں مختلف ہیں۔

اصل عبارت کا ترجمہ عربی میں یہ کیا گیا ہے

[1] مدارج النبوۃ (مطبع نول کشور سنہ ۱۹۱۳ء) جلد اول صفحہ ۱۰۴

رکاب حمیر رکاب جمال۔

اردو میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے، گدھوں پر سوار اور اونٹوں پر بھی سوار[1]

انگریزی میں یہ ہے، A chariot of asses and a chariot of camels[2] (یعنی گدھوں کا ایک رتھ اور اونٹوں کا ایک رتھ)

حاصل یہ کہ جس شخص کو اشعیاہؑ نے گدھے پر دیکھا وہ عیسیٰؑ کی طرف اشارہ ہے اور جس شخص کو اونٹ پر دیکھا وہ رسول اللہ صلعم کی طرف اشارہ ہے، شیخ عبدالحق نے ابن قتیبہ کی یہی توضیح پیش کی ہے[3]۔ شتر سوار کی جو پیشین گوئی ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ پیغمبر آخر الزماں اس ملک میں مبعوث ہونگے جہاں اونٹ سے سواری اور باربرداری کا کام لیا جاتا ہے، اس لحاظ سے بھی یہ رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہے، عرب کے اونٹوں کی شہرت روئے زمین پر ہے۔ اب رہا بابل کا فتح ہونا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں نہیں ہوا بلکہ مکہ فتح ہوا، بابل کے بت نہیں گرائے گئے بلکہ وہ بت گرائے گئے جو خانہ کعبہ میں تھے، ہاں خلفائے رسول کے عہد میں بابل اور تبان بابل کا سقوط عمل میں آیا، اس لحاظ سے رسول اللہ صلعم مذکورہ پیشین گوئی کے مصداق ہیں۔

(۴) سفر دانیال، اصحاح، آیت ۴۴

وفی ایام ھؤلاء الملوك یقیم اله السموات مملکة لن تنقرض ابدا وملکھا لا یترك لشعب آخر وتسحق وتفنی کل ھذہ الممالك وھی تثبت الی الابد

ان بادشاہوں کے زمانہ میں آسمان کا خدا ایک سلطنت قائم کریگا جو ابدتک نابود نہ ہوگی اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ جائیگی وہ ان سب مملکتوں کو پیس دیگی اور فنا کریگی اور وہی ابدتک قائم رہے گی۔

یہ پیشین گوئی بھی نبی آخر الزماں سے متعلق ہے، جس مملکت کا ذکر کیا گیا ہے

[1] کتاب مقدس اردو، یسعیاہ، باب ۲۱ آیت ۹ (طبع امریکن مشن پریس لودیانہ ۱۸۸۵ء)
[2] Holy Bible. Isaiah Chapter 21, Varse 9 .
[3] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۰۴۔

اس سے مراد سلطنت ظاہری ہوگی یا شریعت دینی، نہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تمام سلطنتیں فنا ہوئیں اور نہ تمام ادیان نابود ہوئے اور نہ آپ کے خلفا کے عہد میں یہاں مطلق غلبہ مراد ہے قلیل وکثیر کی قید کے بغیر۔

(۵) سفر حبقوق، اصحاح ۳، آیت ۳-۴

اللہ جاء من تیمان والقدوس من جبل فاران سلاہ جلالہ غطی السموات والارض امتلأت من تسبیحہ وکان لمعان کالنور. لہ من یدہ شعاع و ھناک استتار قدرتہ قدامہ ذھب الوبا وعند رجلیہ خرجت الحمی وقف وقاس الارض نظر فرجف الامم و دکت الجبال الدھریۃ وخسفت آکام القدم. مسالک الازل لہ۔

خدا تیمان سے اور قدوس فاران سے آیا تم دونوں اس سے پوچھو اس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانک دیا اور ساری زمین اس کی حمد سے بھر گئی اس کی چمک نور کے مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں گی، وہاں پر اس کی قدرت پوشیدہ تھی، وبا اس کے آگے آگے چلے گی اور اس کے قدموں کے پاس سے بخار نکلے گا وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزا دیا اس نے نگاہ کی اور قوموں میں زلزلہ ڈال دیا قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور قدامت کے ٹیلے دھنس گئے۔ ازل کے راستے اس کے لیے ہیں۔

اس پیشین گوئی میں فاران سے خدا کے ظاہر ہونے کا ذکر ہے، اس کی توضیح اس سے قبل ہو گئی۔ بقیہ امور بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب حال ہیں۔

(الف) تسبیح سے ساری دنیا کا بھر جانا بہ نظر ظاہر شاید ثابت نہ ہو سکے۔

(ب) کرنوں سے شریعت کی روشنی مراد ہے۔ اس کی توضیح اس سے قبل ہو چکی۔

(ج) امم کا زلزلہ میں آنا آپ کے زمانہ میں نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کے خلفا کے عہد میں ہوا یا ایں ہمہ آپ اس پیشین گوئی کا مصداق ہیں۔

(د) پہاڑ اور ٹیلوں کے حقیقی معنی مراد ہوں تو ان زلزلوں کی طرف اشارہ

ہوگا جو آپ کی بعثت کے وقت ہوے ہیں۔ اگر اس سے مراد بڑی اور چھوٹی ریاستیں ہوں تو یہ بھی آپ کے حسب حال ہے۔ آپ کے عہد میں چھوٹی ریاستیں اور آپکے خلفائے عہد میں بڑی بڑی ریاستیں تنزل ہو گئیں۔

(۶) انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۴۹ وھا انا ارسل الیکم موعد ابی فاقیموا فی مدینۃ اورشلیم الی ان تلبسوا قوۃ من الاعالی۔	اور اب میں اپنے باپ کے اس موعود کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں پس تم شہر اورشلیم میں ٹھیرو تاآنکہ تم ملبس ہو عالم بالا کی قوت سے۔

اس پیشین گوئی سے عیسائی یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی آخرالزماں بیت المقدس میں مبعوث ہونگے مگر صحیح نہیں۔ اس لئے کہ پیغمبر آخرالزماں کے اورشلیم میں مبعوث ہونے کی اس میں صراحت نہیں بلکہ صرف یہ کہا گیا ہے کہ اورشلیم میں ٹھیرو، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پیغمبر آخرالزماں کا دین خود اورشلیم پہنچ جائیگا اور یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا اور حضرت عمرؓ خود اورشلیم میں داخل ہوئے ہیں۔

(۷) انجیل یوحنا باب ۱۴، آیت ۳۰ لا اتکلم ایضا معکم کثیرا لان رئیس ھذا العالم یاتی ولیس لہ فی شی۔	میں تم سے بہت کلام نہ کرونگا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔

یہ پیشین گوئی بھی رسول اللہ صلعم سے تعلق ہے، رئیس ہذا العالم (اس جہان کا سردار) مطلق عالم مراد ہے قلیل وکثیر کی قید نہیں، اس میں آپ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم آپ کے لئے سرور عالم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

(۸) انجیل یوحنا، باب ۱۲، آیت ۳۱ الآن دینونۃ ھذا العالم الآن یطرح رئیس ھذا العالم خارجا۔	اب اس دنیا پر حکم ہوتا ہے۔ اب اس دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔ یعنی بھیجا جائے گا۔

الآن کا لفظ قریب کا مفہوم ظاہر کرتا ہے اور رسول اللہ صلعم عیسیٰؑ کے چند صدیوں بعد مبعوث ہوے۔

(۹) انجیل یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶

ومتی جاء المعزی الذی سارسله انا الیکم من الاب روح الحق من عند الاب ینبثق فھو یشھد لی۔

اور جب وہ تسلی دینے والا جس کو میں باپ کی طرف سے بھیجونگا یعنی روح حق جو باپ سے نکلے گی تو وہ میرے لئے گواہی دے گی۔

یہ پیشین گوئی بھی رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بنی ہونے کی تصدیق کی ہے۔

(۱۰) انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲۔۱۴

ان لی اموراً کثیرۃ ایضاً لاقول لکم ولکن لا تستطیعون ان تحتملوا الآن واما متی جاء ذاک روح الحق فھو یرشدکم الی جمیع الحق لانہ لایتکلم من نفسہ بل کل مایسمع یتکلم بہ ویخبرکم بامور آتیۃ۔

میرے لئے اور بہت سے امور ہیں جو میں تم سے کہوں لیکن اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ حق کی روح آیگی تو وہی تمہیں ساری سچائی کی راہ بتایگا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنے گا سو کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

یہ پیشین گوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب حال ہے "ما ینطق عن الھوی" اس کا شاہد ہے۔ یرشدکم الی جمیع الحق (تمہیں ساری سچائی کی راہ بتایگا) دین کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے اور یخبرکم بامور آتیۃ (اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا) ان پیشین گویوں کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلعم فرماگئے ظاہر ہے کہ مہدیؑ کے ظہور کی خبر بھی منجملہ پیشین گویوں کے ہے۔ یہ خیال نہ کیا جاے کہ صحف منسوخہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون	اے کفار مکہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے دریافت کرو۔

اگر ممانعت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہودیوں اور نصاریٰ کی طرف کیوں اشارہ کرتا۔ ان مثالوں سے واضح ہوگیا کہ پیشین گوئیوں کی توضیح میں کس طرح تاویل کرنی پڑتی ہے اور مجازی معنی لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

احادیث نبوی اور وجود مہدی مہدیؑ کے باب میں جس قدر حدیثیں مروی ہیں ان سب میں معتبر وہی ہیں جن کی ائمہ حدیث نے تصحیح کی ہے، اب ہم صحاح کی ان حدیثوں کو امامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال بیان کرتے ہیں جن میں لفظ مہدی مذکور ہے۔

(۱) عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ (ابوداود)	ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہتے تھے کہ مہدی میری عترت سے اولاد فاطمہؓ سے ہے۔

یہ حدیث امامنا حضرت مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے کیونکہ آپ اولاد فاطمہؓ سے ہیں۔ جونپور نامہ اور تحفۃ الکرام کے حوالہ سے اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں، صاحب جونپور نامہ نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ آپکی والدہ ماجدہ حسنی تھیں، شیخ علی نے بھی رسالۃ الرد میں حضرت کو اولاد فاطمہ سے تسلیم کیا ہے (سراج الابصار صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷) ہندوستان کے بڑے بڑے مورخوں نے جن کا عہد ایک حد تک قریبی ہے آپ کے نام کے ساتھ سید لکھا ہے جیسے ابو الفضل صاحب آئین اکبری، ملا عبد القادر بدایونی، صاحب منتخب التواریخ، ان کا حوالہ دیا جا چکا ہے اور ملا عبد القادر بدایونی کی نجات الرشید اور نظام الدین احمد کی طبقات اکبری کا حوالہ دائرہ مہدویہ اور علمائے ہرات کے عنوان کے ذیل میں بعد کو آئیگا۔ ملتانی پادشاہ (وفات ۹۳۵ھ) کے پرپوتے شاہ عبد القادر نے اپنے دادا یعنی ملتانی پادشاہ کے بیٹے شیخ بدرالدین کی روایت سے

امام مہدی علیہ السلام کا پیدا ہونا معدن الجواہر میں بیان کیا ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ سید اور مہدی کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ "سید محمد مہدی جونپوری کہ خود را امام مہدی موعود می گویانید الی آخرہ" ؎

(۲) عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن ولد عبد المطلب سادۃ اہل الجنۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمہدی (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہم عبد المطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں، میں اور حمزہ، علی، حسن، حسین اور مہدی۔

حدیث نمبر (۱) کے ذیل میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں اس لحاظ سے آپ کا عبد المطلب کی اولاد سے ہونا ثابت ہے

(۳) عن سعید بن المسیب قال کنا عند ام سلمۃ فتذاکرنا المہدی فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المہدی من ولد فاطمۃ (ابن ماجہ)

حضرت سعید بن المسیبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم حضرت ام سلمہؓ کے پاس تھے پس ہم نے مہدی کا ذکر کیا پس انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہے

اس سے قبل کی حدیثوں میں حضرت مہدی علیہ السلام کا اولاد فاطمہ سے ہونا مذکور ہو چکا

(۴) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی منا اہل البیت یصلحہ اللہ فی لیلۃ (ابن ماجہ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں ایک ہی رات میں صلاحیت پیدا کر دے گا۔

اہل بیت سے ہونا اس سے قبل بیان ہو چکا "یصلحہ اللہ" سے ظاہر ہے کہ

؎ معدن الجواہر (طبع مطبع گلزار دکن ۱۳۰۴ھ واقع حیدرآباد دکن) صفحہ ۹۷

امام مہدیؑ کو اللہ سے بلا واسطہ فیض حاصل ہوگا۔ مصنف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل ہشتم میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مدعی مہدیت کے حسب حال نہیں ہے اس لئے کہ مہدویوں کی کتابوں سے ان کا مادرزاد ولی ہونا ثابت ہوتا ہے[۵ا]۔ واضح ہو کہ لیلۃ (ایک ہی رات) سے وقت کی قلت مراد ہے۔ یہ نہیں کہ جس شئے کا ظہور اس وقت ہو، منظر شہود پہلے اس کا اہل نہ تھا یعنی مہدیت پر فائز ہونے سے پہلے بھی ان میں ارشاد و ہدایت کی شان موجود تھی۔ اس کی تکمیل اقل اوقات میں مہدی بناکر اللہ تعالیٰ نے کردی۔ آپ کے اخلاق حسنہ اور آیات الٰہی جو آپ سے ظاہر ہوے ہیں بفضلہ اللہ کے شاہد ہیں۔ بعض علمائے اس حدیث کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہدی کو یکایک خلافت الٰہی کے قابل بنادے گا۔

(۵) عن عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق فیوطون المہدی یعنی سلطانہ (ابن ماجہ)	حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق سے لوگ نکلینگے اور مہدی کی تائید کرینگے یعنی اسکے غلبہ کی

اس سے قبل امامنا مہدی علیہ السلام کی ہجرت کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ جہاں جہاں آپ نے دین کی تبلیغ کی ہے یعنی جونپور سے لے کے بیدر علاقہ دکن تک پھر گجرات سندھ، قندھار، خراسان یہ سب عرب کے مشرق میں واقع ہے۔ ہر ملک ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگوں نے آپ کے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کی ہے اور اس کی تفصیل سلاطین و امرا، دیگر علما و اہل اللہ مہدوی مذہب کی اشاعت، کے عنوانوں کے ذیل میں بعد کو آئیگی۔ عبد اللہ محمد بن عمر المکی کا قول ہم صفحہ ۲۶ پر نقل کر چکے ہیں کہ امام علیہ السلام نے جب بڑلی نامی قریہ میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو عوام کے جم غفیر نے ان کی پیروی کی پھر خواص تک سلسلہ جاری ہوگیا۔ اسی طرح ملا عبد القادر بدایونی نے

[۵ا] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور سنہ ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۰۷

نجات الرشید میں حضرت کے حالات میں لکھا ہے۔

زمانے کہ حکومت قندہار تعلق بذوالنون بیگ داشت او از زمین حجاز بہ قصبۂ فراہ رسید غلغلۂ عظیم درآں ولایت افتاد و خلایق لایعد و لایحصی بدو جمع آمدہ[1]	جس زمانہ میں قندہار کی حکومت ذوالنون بیگ سے متعلق تھی وہ یعنی میر سید محمد جونپوری زمین حجاز سے (براہ گجرات) فراہ پہنچے' اس علاقہ میں اک غلغلۂ عظیم برپا ہوا اور بے شمار خلایق ان کے ساتھ ہوگئی۔

خلایق لایعد و لایحصی میں عوام اور خواص سب شامل ہیں۔ اب رہا غلبہ تو اسکی کیفیت عبداللہ محمد بن عمر المکی نے اپنی تاریخ گجرات میں اس طرح بیان کی ہے۔

وغیر مرۃ احب السلطان محمود ان یراہ فالتمس ارکان ملکہ ان لا یفعل وصرفوہ عنہ لانہ کان لہ قبول یجذب زائرہ ویحملہ علی التجرد من الدنیا[2]	متعدد مرتبہ سلطان محمود (گجراتی) نے یہ چاہا کہ ان سے (یعنی سید محمد جونپوری سے) ملے ارکان سلطنت نے سلطان سے التماس کی کہ وہ ان سے نہ ملے اور اس کو اس ارادہ سے پھیر دیا کیونکہ انہیں ایسا فیض قبول حاصل تھا کہ ملنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور اسکو دنیا سے علٰحدگی اختیار کرنے پر برانگیختہ کرتا تھا

حضرت مہدی علیہ السلام کے غلبہ کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ سلاطین بھی مرعوب ہو جاتے تھے اور یہ کسی مہدوی مصنف کا بیان نہیں ہے۔

(۶) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما	روایت ہے ابوسعید خدریؓ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی مجھ سے ہے روشن پیشانی' بلند بینی' زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جیسا کہ

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۰۔ ۸۸ تصوف فارسی نمبر ۱۵۲۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ [2] ظفر الوالہ بمظفر وآلہ۔ جلد اول صفحہ ۳۶

وجورا و یملک سبع سنین (ابوداؤد) | ظلم وجور سے بھر گئی اور مالک ہو گا سات سال۔

اس حدیث میں کئی امور مذکور ہیں۔

(الف) مہدی مجھ سے ہے، اس کا ثبوت حدیث نمبر ا، ۲، ۳، ۴ میں دیا گیا۔

(ب) روشن پیشانی بلند بینی۔

میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ مذکور ہے

باز شیخ علیہ الرحمہ پرسید ند کہ اصول آن طفل بچہ نوع است سید عبداللہ فرمودند لون او گندم گون روشن پیشانی بلند بینی ومتوسط ابرو یعنی پیوستہ۔	پھر شیخ دانیال جونپوری نے دریافت فرمایا کہ بچہ کا حلیہ کیا ہے آپکے والد ماجد سید عبداللہ نے فرمایا کہ اس کا رنگ گندم گون روشن پیشانی بلند بینی، اور متوسط ابرو یعنی پیوستہ۔

(ج) زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔

اول تو یہ کہ اس حدیث میں الارض سے ساری دنیا مراد نہیں اگر بسبیل تنزل تسلیم بھی کریں تو وہی تاویل کیجائیگی جو کہ علمائے امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس پیشین گوئی میں کریں گے

جلالہ غطی السموات والارض امتلأت من تسبیحہ (کتاب حبقوق باب ۳ آیت ۳)	اس کا جلال آسمانوں کو چھپا دیگا اور ساری زمین اس کی تسبیح سے پُر ہو جائیگی۔

واضح ہو کہ آیت مذکورہ میں الارض، کا لفظ السموات، کے مقابل آیا ہے، السموات میں کسی سما کی تخصیص نہیں ہو سکتی لہذا الارض میں بھی اسی مطابقت سے تمام ارض کی تعمیم ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب تمام دنیا انوار عدل سے روشن نہ ہو سکی تو مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں کس طرح عدل سے بھر جائیگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی رحلت سے قبل حضرت عمرؓ کو یوں مخاطب فرمایا تھا۔

واللہ لقد ملأت امارتک الارض عدلاً[۱]	قسم بخدا تحقیق کہ تمہاری امارت نے زمین کو عدل

[۱] طبقات ابن سعد (طبع یورپ) الجزالثالث من القسم الاول صفحہ ۲۵۷

سے بھر دیا۔

حالانکہ ساری دنیا ان کے زمانہ میں عدل سے نہیں بھری تھی۔ صاحب مخزن الدلائل نے ما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے ذیل میں لکھا ہے

معناہ لمن یطیعہ	یعنی آپ رحمت ہیں اسکے لئے جس نے آپکی اطاعت کی

اسی طرح اس آیت میں بھی لفظ عالمین آیا ہے۔

قالوا اولم ننھک عن العالمین (الحجر رکوع ۵)

یعنی شہر سدوم کے باشندوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کیا ہم آپ کو تمام اہل عالم سے منع نہیں کر چکے

اس آیت کے ذیل میں فخر الدین رازی نے یہ کہا ہے۔

المعنی السنا قد نھیناک ان تکلمنا فی احد من الناس اذا قصدناہ بالفاحشة[1]	اس کے معنی یہ ہیں کہ کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ تو لوگوں میں سے کسی کے متعلق ہم سے گفتگو نہ کر جب کہ ہم اس کے ساتھ برائی کا قصد کریں۔

صاحب تفسیر حسینی نے یہ لکھا ہے کہ عالمین سے مراد غریب الوطن ہیں۔

نہ آیا ما تر انہی نکردیم از حمایت عالمیان یعنی غریبان چہ فاحشہ ایشان مخصوص بغربا بود[2]	کیا ہم نے تجھکو عالمین یعنی غریب الوطنوں کی حمایت سے نہیں روکا اسلئے کہ ان لوگوں کی برائی غریب الوطنوں کے ساتھ مخصوص ہوتی تھی۔

اسی طرح " یملأ الارض " میں اسی خطہ زمین کا عدل و انصاف سے بھر جانا مراد ہے جہاں کے رہنے والے آپ کی مہدیت کی تصدیق کریں گے۔ یملأ الارض سے متعلق عالم باللہ نے سیر حاصل بحث کی ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۶ - ۲۶)

(د) یملک سبع سنین یعنی سات سال مالک رہیگا۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب مخزن الدلائل نے وہ روایتیں درج کی ہیں جو تفسیر زاہدی میں " اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا " کے ذیل میں مذکور ہیں۔

[1] تفسیر کبیر (طبع مطبع عامرہ استنبول) جلد پنجم صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱ - [2] تفسیر حسینی (طبع مطبع احمدی کانپور) صفحہ ۳۳۲

(۱) قال ابن عباس من کان له مسکن وعیال وخادم ولا یدخل احد فی بیته الا باذنه فهو من جملة الملوك

ابن عباسؓ نے کہا جس شخص کے لئے مسکن ہو، عیال ہوں، خادم ہو اور کوئی اس کے گھر میں بغیر اسکی اجازت کے داخل نہوتا ہو تو وہ منجملہ ملوک ہے۔

(۲) روی عن النبی علیه السلام انه قال من کان له بیت وخادم وزوجة فهو ملك۔

نبی علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس شخص کے پاس گھر ہو، خادم ہو، زوجہ ہو تو وہ ملک ہے۔

(۳) سال رجل عبد الله بن عمرو بن عاص السنا من الفقراء المهاجرین فقال له الك امراة تاوی الیها قال نعم قال الك مسکن تسکنه قال نعم قال فانت من الاغنیا قال ولی خادم ایضا قال فانت من الملوك[۱]۔

ایک شخص نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے سوال کیا کیا ہم فقراء مہاجرین سے نہیں ہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے کہا کیا تیری بیوی ہے جہاں تو سکون حاصل کرتا ہے۔ کہا ہاں پھر عبد اللہ نے کہا کیا تیرا مسکن ہے جسمیں تو رہتا ہے کہا ہاں تو پھر عبد اللہ بن عمرو نے کہا تو اغنیا سے ہے اس شخص نے کہا کہ میرا ایک خادم ہے تو عبد اللہ بن عمرو نے کہا تو ملوک سے ہے۔

مذکورہ صدر روایتوں کے بعد صاحب مخزن الدلائل نے یہ لکھا ہے۔

او یملك امره سبع سنین والامر الامامة وارشاد الناس والدعوة الی الله تعالی

یا مہدی سات سال اپنے امر کے مالک رہینگے اور امر سے مراد امامت، ارشاد خلق اور دعوت الی اللہ ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے عالم کی ریاست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کی گئی ہے لان رئیس هذا العالم یاتی (انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰) اس لئے کہ اس عالم کا رئیس آتا ہے۔

یہاں ریاست عامہ مراد ہے تمام عالم کا زیر حکومت آجانا شرط نہیں ہے قطع نظر اس کے

۱؎ تفسیر زاہدی قلمی حصہ اول صفحہ ۲۴۱ (نمبر ۱۳۲، تفسیر فارسی، کتب خانہ آصفیہ)

عربوں کے ہاں ملک کا وہ مفہوم نہیں ہے جو عجمیوں کے ہاں شاہ کا ہے اور سات سال کی توضیح یہ ہے کہ آپ نے ۹۰۳ھ میں مسجد تاج خاں سالار احمد آباد (گجرات) میں اعلان مہدیت فرمایا۔ اس کے بعد آپ سات سال زندہ رہے۔

(۷) عن ابی سعید الخدری ان النبی علیہ السلام قال یکون فی امتی المہدی ان قصر فسبع والا فتسع فتنعم فیہ امتی نعمۃ لم ینعموا مثلہا قط توتی اکلہا ولا تدخر منہ شیئاً والمال یومئذ کدوس فیقوم الرجل فیقول یا مہدی اعطنی فیقول خذ (ابن ماجہ)

ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں مہدی ہوگا اگر کم ہوا تو سات سال ورنہ نو سال۔ اس میں میری امت کو ایسی نعمت دیجائیگی کہ اس کے مانند کبھی نہ دی گئی ہوگی امت کو کھانے کی چیزیں دیجائینگی اور ان میں سے کچھ بھی ذخیرہ نہ کریگی' مال اس دن انباروں ہوگا پس وہ شخص[1] اٹھیگا اور کہیگا' اے مہدی مجھے دے تو مہدی کہے گا لے۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(الف) مہدی کا امت رسول سے ہونا۔

یہ آپ کے حسب حال ہے اور آپ کا امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا اس سے قبل مذکور ہو چکا

(ب) مہدی کا کم ہو تو سات سال ورنہ نو سال زندہ رہنا۔

یہ بھی آپ کے حسب حال ہے اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ امامنا مہدیؑ نے مسجد تاج خاں سالار واقع احمد آباد میں ۹۰۳ھ میں دعوی مہدیت فرمایا تھا' اس لحاظ سے دعوے کے بعد سات سال زندہ رہنا ثابت ہے' نیز ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے 'دعوت مہدیت' کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے مکہ معظمہ میں دعوی مہدیت فرمایا تھا اور یہ ۹۰۱ھ کا واقعہ ہے اس لحاظ سے دعوت کے بعد آپ کا نو سال زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(ج) امت کو اس طرح نعمت دی جائیگی کہ کبھی نہ دی گئی ہوگی۔

[1] پس ایک شخص

نعمت کس قسم کی ہوگی اس کی توضیح بعد کے الفاظ کرتے ہیں یعنی امت کو کھانے کی چیزیں دی جائینگی اور وہ ذخیرہ نہ کریگی' ذخیرہ نہ کرنا رسول اللہ صلعم کا عمل ہے جیسا کہ ترمذی (باب الزہد) میں مذکور ہے۔

كان النبي عليه السلام لا يدخر شيئاً لغد | رسول اللہ صلعم دوسرے دن کے لئے ذخیرہ نہ فرماتے تھے

ابوذر غفاری بھی اسی عمل کا احیا چاہتے تھے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ امت کھانے کی چیزوں کا ذخیرہ نہ کریگی۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی طرح جب تک کہ کوئی امت کو نعمت دین سے مالامال نہ کریگا اس وقت تک ذخیرہ اندوزی کی ہوس اس کے دل سے نہیں جائیگی امت مہدیؑ کا عمل ارشاد مہدیؑ "مومن ذخیرہ نہ کند" (مومن ذخیرہ نہیں کرتا) پر تھا' اس لحاظ سے حدیث کا یہ جزو بھی آپکے حسب حال ہے۔

(د) والمال يومئذ كدوس۔

مصنف ہدیہ مہدویہ نے (باب سوم دلیل چہاردہم میں) اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے

"یہ لفظ کدوس ہے بروزن فعول کے جمع کدس کی کہ بروزن فعل کے بمعنی خرمن کے ہے"[1])

اس لحاظ سے ہم نے بھی اس کا ترجمہ انباروں کیا ہے۔ لیکن عربی زبان میں کدس کی جمع اکداس آتی ہے' صاحب لسان العرب نے کدس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

(كدس) الكُدس والكَدس العرمة من الطعام والتمر والدراهم ونحو ذلك والجمع أكداس[2]۔

اس عبارت سے بھی کدس کی جمع اکداس ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح صاحب تاج العروس شرح قاموس نے بھی کدس کی جمع اکداس لکھی ہے۔

(والكدس بالضم وكرمان) الأخير نقله صاغاني عن ابن عباد (الحب المحصود المجموع) وهو العرمة من الطعام والتمر والدراهم ونحو ذلك وجمعه أكداس[3]

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۳۴ ۔ [2] لسان العرب (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) الجزء الثامن صفحہ ۵،
[3] تاج العروس (طبع مصر) الجزء الرابع صفحہ ۲۳۰

حجۃ المنصفین (قلمی)

حاصل یہ کہ عربی زبان میں کدس کی جمع کدوس نہیں آتی۔ مصنف ہدیہ مہدویہ کے معنی تسلیم بھی کریں تو حدیث مہدیؑ کے حسب حال ہے کیونکہ اس پیشین گوئی کا بھی ظہور ہوا ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ مال انبادوں ہوگا لیکن اس کی صراحت نہیں کہ مہدی کے ہاں مال ہوگا۔ دوسرے یہ مذکور نہیں کہ وہ شخص کیا مانگے گا۔ اگر مال مراد لیں تو بھی یہ امامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے۔ مہدی علیہ السلام نے جب مانڈو (مندو) میں قیام فرمایا تو سلطان غیاث الدین خلجی نے ساٹھ قنطار سونا حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا۔ میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں مانڈو کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے۔

ہمراہ شاں شصت عدد قناطیر پُر از زر و یک تسبیح در کہ قیمتش کرور محمودی بود این فتوح بہ حضور میران فرستادہ۔

اور صاحب شواہد الولایت نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

و آن سلطان نیکو کار فتوح بسیار فرستاد و بعضی می‌گویند کہ سلطان ساکن قلعہ ماندو بود و جائے کہ حضرت میراں علیہ السلام فرود آمدہ بودند بمقدارے زمین بود کہ در نظر سلطان معائنہ بود و فرمود کہ گردوں مال از قلعہ تا جائے کہ آنحضرت فرود آمدہ بودند یکساں باشند درمیان خالی نباشد۔

اس نکوکار بادشاہ نے بہت فتوح روانہ کئے اور بعض کہتے ہیں کہ سلطان قلعہ مانڈو میں تھا اور وہ جگہ جہاں مہدی علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا اتنے فاصلہ پر تھی کہ سلطان قلعہ سے اس کا معائنہ کرسکتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ قلعہ سے مہدی علیہ السلام کی فرودگاہ تک مال اسباب کی گاڑیوں کا سلسلہ لگا دیا جائے اور بیچ میں کوئی جگہ خالی نہ رہے

حاصل یہ کہ مال کا انبادوں ہونا ثابت ہے۔

(۵) فیقوم الرجل فیقول، یا مہدی اعطنی فیقول خذ والمال یومئذ کے بعد فیقول الرجل کے الفاظ آئے ہیں۔ الرجل کے معنی اگر ایک شخص لیں تو یہ معنوی خرابی لازم آتی ہے کہ مال تو ہوگا انبادوں اور مانگنے والا ایک۔ قطع نظر اس کے یہ بھی واضح نہیں کہ کتنا مال مانگا جائیگا اور کتنا دیا جائیگا۔ الرجل میں جو الف لام ہے معہود ذہنی ہے۔ یعنی وہ شخص جو محتاج ہوگا۔ اگر کئی آدمی محتاج ہوں اور مال مانگیں تو ہر ایک افراد الرجل کا مصداق ہوگا۔ حاصل یہ کہ مال جو انبادوں تھا

حضرت مہدی علیہ السلام نے وہاں کی مخلوق پر جو خزانہ کے ساتھ ساتھ آئی تھی تقسیم فرما دیا۔ صاحب شواہد الولایت نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔ ”و آن قناطیر مال آنانکہ دنبال آن آمدہ بودند بخشش فرمود“۔ اور صاحب مطلع الولایت نے یہ لکھا ہے۔ ”و آن قناطیر را بر آنکہ بدنبال آن گنج آمدہ بودند بخشش فرمود“۔ اگر تقوم الرجل سے ایک شخص مراد لیا جائے تو یہ بھی مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اسلئے کہ مال تقسیم کرنے کے بعد ایک دف نواز آیا تو آپ نے ایک کروڑ محمودی کی تسبیح گز سے اٹھا کے دیدی۔ میاں عبدالرحمن نے یہ روایت کی ہے۔ ”و تسبیح مروارید کہ قیمت یک یک دانہ اش لکہ لکہ محمودی بود بدف زنان بگوشہ گر عطا فرمود“۔ دف نواز کو تسبیح دینے کے بعد میاں سید سلام اللہ نے عرض کی کہ موتیوں کی لڑی یعنی تسبیح بیش بہا تھی تو حضرت میران ؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی متاع قلیل ہے اس تسبیح کی کیا قیمت ہوگی۔ صاحب مطلع الولایت کی عبارت یہ ہے ”این سلک مروارید بیش بہا بود حضرت میران فرمودند کہ حق تعالیٰ میفرماید قل متاع الدنیا قلیل بہائے این چہ مقدار باشد (فصل چہلم) صاحب شواہد الولایت نے محمودی کا وزن تقریباً ایک مثقال لکھا ہے انکی عبارت یہ ہے ”وزن محمودی اند کے تفاوت کم و زیادہ بروزن مثقالیست“ اس قیمتی تسبیح کو گز سے اٹھا کے دینے سے دو امور ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ آپ کے نزدیک حقیر تھی اور ضمناً تسبیح کے استعمال کی بدعت بھی رفع ہوگئی۔ کدس کی جمع اکداس آتی ہے کدوس نہیں اس لئے صاحب عسل مصفی[1] نے ولمال یومئذ کدوس کا یوں ترجمہ کیا ہے ”اور اس زمانہ میں مال خرمن کی مانند پامال ہوگا“۔ نہایہ اور مجمع البحار میں لغات احادیث کی توضیح کی گئی ہے ان میں بھی کداس کی جمع کدوس مذکور نہیں۔ حدیث زیر بحث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مہدی بھی رسول اللہ صلعم کی طرح مال ذخیرہ نہ فرمائیں گے

(۸) عن ابی سعید الخدری قال خشینا ان یکون بعد نبینا حدث فسالنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی امتی المھدی یخرج یعیش خمسا او سبعا او تسعا (زید الشاک) قال قلنا وما ذاک قال سنین قال فیجی الرجل الیہ فیقول یا مھدی اعطنی اعطنی قال فیحثی لہ

ابو سعید خدری رض سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں ڈر تھا اس بات کا کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی حدث ہو پس ہم نے رسول اللہ صلعم سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ مہدی میری امت میں سے نکلے گا اور پانچ یا سات یا نو زندہ رہیگا (شک کرنیوالا زید ہے) کہا کہ ہم نے کہا وہ کیا ہے تو کہا سال میں فرمایا کہ اس کے پاس وہ شخص[2] آئیگا اور کہیگا اے مہدی

[1] عسل مصفی (طبع قادیان سنہ ۱۹۱۴ء) حصہ دوم صفحہ ۹۷ ۔ [2] ایک شخص

فی ثوبه ما استطاع ان یحمله هذا الحدیث حسن (ترمذی)	بھجے دیجیے فرمایا پس وہ دونوں ہاتھوں سے دیگا اس کے کپڑے میں جتنا کہ وہ اٹھا سکے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(الف) مہدی کا امت رسول سے ہونا اس کا ثبوت اس سے قبل دے چکے ہیں (ب) ۷ یا ۹ سال زندہ رہنا اس سے قبل کی حدیث کے ذیل میں ثابت کیا گیا ہے ایسے ہی پانچ کی روایت تو وہ بھی مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے۔ یعنی مہدی علیہ السلام نے ۹۰۵ھ میں بڑلی میں مہدیت کا دعوی موکد فرمایا اس کے بعد آپ عمر کے پانچ سال زندہ رہے۔ بڑلی میں دعوی مہدیت کرنے کے متعلق حدیث نمبرہ کے ذیل میں عبداللہ محمد بن عمر کی کا قول نقل کر چکے ہیں (ج) مہدی کے پاس شخص کا آنا اس کا مانگنا الی آخرہ' الرجل کی توضیح حدیث نمبر ۷ کے ذیل میں ہو چکی شخص کا آنا اور مانگنا حدیث نمبر ۷ میں بھی مذکور ہے۔ وہاں صرف دینا مذکور ہے اور یہاں دونوں ہاتھوں سے دینے کا ذکر ہے۔ حدیث زیر بحث میں یہ مذکور نہیں کہ کیا دیا جائیگا۔ اگر مال تسلیم کریں جب بھی حدیث کا یہ جزو لامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے' میاں ولی جی بن یوسف نے تحفۃ المنصفین میں یہ روایت کی ہے

روایت کردہ شدہ است چونکہ امام مہدی در ماندو فرو شدند فتوحے کہ ہر دو دست ہا پر کردہ زر تنگہ ہا مردمان را دادند بعدہ غلو شدہ ہمہ آمدند و سوال کردند ہمہ کس را دادند الی آخرہ۔	روایت کیگئی ہے کہ جب امام علیہ السلام مانڈو میں فروکش ہوئے تو آپ نے فتوح میں سونے کے تنگے دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کے لوگوں کو دئے' اس کے بعد ہجوم ہوا اور سب لوگ آگئے' سب نے سوال کیا اور سب کو دیا۔"

اس روایت سے مہدی علیہ السلام کا دونوں ہاتھوں سے مال دینا ثابت ہے اور لینے والا مال کپڑے میں نہیں تو کیا برتن میں لیگا' آج تک مہدویوں کے مرشد تبرک دونوں ہاتھوں سے دیتے ہیں اور لینے والا کپڑے میں لیتا ہے اس طرح دینا اور کپڑے میں لینا مہدی علیہ السلام کے زمانہ کی تقلید معلوم ہوتی ہے صاحب اشعۃ اللمعات نے ما استطاع ان یحمله کے ذیل میں "بسیار میدہد و بیشمار میدہد"[1] لکھا ہے یعنی بہت دیتا ہے اور بیشمار دیتا ہے۔ یہ بھی مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ نے خزاین اہل شہر پر تقسیم فرما دئے اس حدیث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مہدی علیہ السلام رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلینگے اور مال ذخیرہ نہ کرینگے

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۵ھ) جلد ۴ صفحہ ۳۱۷

(۹) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم یقتتل عند کنزکم ثلاثة کلھم ابن خلیفه ثم لا یصیر الی واحد منھم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم ثم ذکر شیئا لا احفظه فقال اذا رأیتموه فبایعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المھدی (ابن ماجہ)

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تمہارے کنز کے پاس تین آدمی کارزار کرینگے تینوں خلیفہ کے بیٹے ہونگے پس وہ کنز کسی ایک کا بھی نہ ہوگا پھر سیاہ جھنڈے مشرق کی جانب سے طلوع ہونگے وہ تمہیں ایسا قتل کرینگے کہ کسی قوم نے دوسری قوم کو اس طرح قتل نہ کیا ہوگا پھر کچھ ذکر کیا جو مجھے یاد نہیں ہے پس جب تم اسے دیکھو تو اس سے بیعت کرو اگرچہ کہ تمہیں برف پر رینگنا ہو۔ پس تحقیق کہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(الف) خلیفہ کے تین بیٹوں کا کنز کیلئے لڑنا الی آخرہ۔ لفظ کنز کے ذیل میں صاحب منتہی الارب نے یہ لکھا ہے "آنچہ بداں مال رانگاہ دارند" یعنی وہ چیز جس سے مال کی حفاظت کیجاے۔ اس میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ وہ چیز کیا ہے۔ اقرب الموارد میں لفظ کنز کے ذیل میں یہ مذکور ہے "مایحرز فیه المال کالمخزن والصندوق" یعنی وہ جس میں مال محفوظ کیا جاے جیسے مخزن اور صندوق اور محیط المحیط میں لفظ کنز کے ذیل میں یہ لکھا ہے "مایحرز به المال کالمخزن والصندوق" حدیث زیر بحث میں کنزکم (تمہارا مخزن) کے الفاظ آئے ہیں۔ اگر یہ کہا جاے کہ مسلمانوں کا بیت المال اس کنز کا مصداق ہے تو مورد اعتراض نہ ہوگا۔ علماء امت نے تو کنز کی بعید تر توضیح کی ہے۔ رسول اللہ صلعم کے فضائل میں مسلم نے حضرت ثوبانؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں "واعطیت الکنزین الاحمر والابیض" یعنی مجھے دو مخزن دیے گئے ایک سرخ اور ایک سفید۔ نووی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ بعض علما نے مخزنوں سے مراد عراق اور شام لیا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان سے اس کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

بعضی گفته اند که مراد باحمر ملک شام است از جهت سرخی رنگ ایشان و بابیض ملک فارس از جهت سفیدی

بعض علمائے حدیث نے کہا ہے کہ لال مخزن سے مراد ملک شام ہے اسلئے کہ وہاں کے باشندوں کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور ابیض سے مراد ملک فارس ہے

زنگ ایشاں[1]	اس لئے کہ وہاں کے باشندوں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

اور صاحب نجوم المشکوٰۃ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے "او الجن والانس او العجم والعرب جمعھم اللہ علی دینہ ودعوتہ"[2] "یعنی دونوں مخزنوں سے یا جن و انس مراد ہیں یا عرب و عجم جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپکے دین اور آپ کی دعوت پر جمع فرما دیا تھا۔ قطع نظر اس کے نہایہ میں لفظ کنز کے ذیل میں یہ مذکور ہے "ومنہ قولہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کنز من کنوز الجنۃ ای اجرھا مدخر لقائلھا والمتصف بھا" یعنی "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" ایک مخزن ہے جنت کے مخزنوں میں سے یعنی اس کا ثواب جو ذخیرہ کیا گیا ہوگا اس کے کہنے والے کیلئے اور اس شخص کیلئے جو اس سے متصف ہو ترمذی میں فانھا من کنز الجنۃ کے الفاظ آئے ہیں[3]۔

حاصل یہ کہ کنز کی توضیح عراق و شام جن و انس عرب و عجم ثواب وغیرہ سے بھی کی گئی ہے۔ اگر ہم بیت المال سے کنز کی توضیح کریں تو مورد اعتراض ہوگا۔ واضح ہو کہ بیت المال کا تعلق خلافت سے ہے حدیث زیر بحث کے یہ معنی ہونگے کہ خلیفہ کے تین بیٹے خلافت کیلئے کارزار کرینگے۔ اب رہا عند کنزکم میں لفظ عند کا استعمال تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بیت المال کے قریب ہی لڑائی ہو۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "ان من شی الا عندنا خزائنہ" یعنی جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں۔ عند سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر چیز کا خزانہ اللہ کی ذات کے قریب ہو۔ اسی طرح حدیث میں مذکور ہے "من قتل دون مالہ فھو شھید" یعنی جو شخص اپنے مال کے پاس مارا گیا وہ شہید ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال کیلئے مارا جائے اور اس وقت وہ مال اسکے پاس نہ ہو کسی اور جگہ ہو تو کیا اس پر شہید کا اطلاق نہ ہوگا۔

حضرت علیؓ کی اولاد نے خلافت کیلئے جو جد وجہد کی ہے اس پیشین گوئی کا مصداق ہے۔ حضرت امام حسنؓ نے خلافت حاصل کی اس کے بعد امیر معاویہؓ سے جنگ کی آخر کار امام حسنؓ کو خلافت سے دستبردار ہونا پڑا۔ دوسرے امام حسینؓ نے یزید کے مقابل جد وجہد کی لیکن خلافت حاصل نہیں ہوئی اسی طرح مختار نے جو بنی امیہ سے مقابلہ کیا وہ محمد بن حنفیہ سے منسوب ہوگا اس لئے کہ مختار ان کو مہدی سمجھتا تھا اور یہ چاہتا تھا

۱؎ اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۴ھ) جلد رابع صفحہ ۴۷۰ ۔ ۲؎ نجوم المشکوٰۃ (قلمی) صفحہ ۱۷۱ حدیث عربی نمبر ۱۰۲۲ کتب خانہ آصفیہ
۳؎ اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ ۲۳۴۔

کہ خلافت اُن ہی کے ہاتھ آجاے مختار کے مارے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ کو یہ کہلا بھیجا

قد قتل اللہ الکذاب الذی کنت تدعی نصرتہ واجمع علی اھل العراقین فبایع لی[۱]	تحقیق کہ خداوند تعالیٰ نے ایسے کذاب کو قتل کرادیا جسکی نصرت کا تمہیں دعویٰ تھا عراق عرب و عراق عجم کے مسلمان میری خلافت پر متفق ہوگئے ہیں اب تم بھی میری بیعت کرو۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ محمد بن الحنفیہ بھی مختار کی جد و جہد کو پسند کرتے تھے۔ اس طرح خلیفہ کے تین بیٹوں کا زد و کد کرنا ثابت ہوگیا اور خلافت ان تینوں میں سے کسی کو نہ ملی۔ (ب) دوسرے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکلینگے۔ بنی عباس کی خلافت کا ظہور اس پیشین گوئی کا مصداق ہے۔ اس تحریک کا آغاز خراسان سے ہوا اور خراسان عرب کی مشرق میں واقع ہے۔ سیاہ جھنڈے بنی عباس کا شعار رہا ہے۔ بنی عباس کے حامیوں نے بنی امیہ کو چن چن کر قتل کیا۔ (ج) اس کے بعد راوی کا بیان ہے کہ کچھ ذکر کیا گیا لیکن اس کو یاد نہیں ہے واضح ہو کہ حدیث مذکور میں کوئی ایسا اسم ظاہر نہیں ہے جسکی طرف اس ضمیر کو پھیر سکیں جو رأیتموہ اور بایعوہ میں موجود ہے۔ ممکن ہے متروکہ فقرہ میں کوئی ایسا اسم ظاہر ہو جو مذکورہ ضمائر کا مرجع قرار پاسکے۔ الفاظ حدیث سے نہ تو مہدی کا مشرق سے نکلنا ظاہر ہوتا ہے اور نہ ان کے ساتھ سیاہ جھنڈوں کا رہنا ثابت ہوتا ہے۔ مصنف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل سوم میں یہ اعتراض کیا ہے کہ صاحب معارضۃ الروایات نے اس حدیث میں جو فقرہ متروکہ ہے اس سے تعرض نہیں کیا اور خود بیان کیا ہے کہ حاکم اور ابو نعیم کی روایت سے متروکہ عبارت معلوم ہوجاتی ہے اور لفظ ثم کے بعد اس طرح شروع ہوتی ہے۔ "ثم یجی خلیفۃ اللہ المھدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ فبایعوہ الی آخرہ" اس متروکہ فقرہ سے معلوم ہوجاتا ہے کہ بایعوہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع خلیفۃ اللہ المھدی ہے جو لفظ سمعتم سے پہلے آیا ہے۔ واضح ہو کہ ثم طلوع رایات اور ظہور مہدی کے درمیان آیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلوع رایات کے بعد مہدی کا ظہور ہوگا رایات کے ساتھ نہیں اور ثم تراخی بعیدہ اور غیر معین تراخی بعیدہ کے لئے بھی آتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ثم یمیتکم ثم یحییکم اس کا شاہد ہے۔ نزول آیت کے زمانہ میں جن لوگوں نے وفات پائی ہے ان کے قیامت کے روز زندہ ہونے تک نہیں معلوم کتنے ہزار اور کتنے لاکھ برس گزر جائینگے اور اس پر ثم کا اطلاق بالفاظ قرآن ثابت ہے۔ حدیث کا یہ فقرہ بھی مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے

[۱] طبقات ابن سعد (طبع یورپ) الجزء الخامس صفحہ ۷۷

اس لئے کہ خلافت عباسیہ کی تحریک کے تقریباً سات سو برس بعد آپکی ولادت ہوئی۔ اس طرح اگر پیشین گوئی کی توضیح کیجائے تو قابل اعتراض نہیں اس لئے کہ انجیل یوحنا (باب ۱۲ آیت ۳۱) میں رسول اللہ صلعم کے متعلق پیشین گوئی ہے

الآن یطرح رئیس هذا العالم خارجاً	اب اس عالم کا سردار نکالا جائیگا یعنی پیغمبر آخرالزماں کا ظہور ہوگا

عیسیٰ علیہ السلام نے الآن یعنی اب فرمایا اور اس کے تقریباً چھ سو سال بعد رسول اللہ صلعم کی ولادت ہوئی۔ ایسی صورت میں لفظ ثم آجانے کی وجہ سے جو اکثر تاخیر بعیدہ کے لئے آتا ہے سات سو سال کے بعد مہدی کے ظہور کا تعین کیا جائے تو کیا حرج ہے (د) حدیث میں مہدی کا خلیفة اللہ ہونا مذکور ہے یہ بھی آپکے حسب حال ہے کیونکہ خدا کے خلیفوں اور انبیا کے صفات ان میں پائے جاتے ہیں اسکی توضیح اخلاق کے ذیل میں کیجائیگی۔ اس حدیث میں مہدی سے قبل کی جن علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے ظہور ہو چکا تھا اس لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اسے مہدی عباسی سے متعلق کرنا پڑا۔ ازالۃ الخفا کے مقصد اول فصل پنجم میں اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے:- "مراد از مهدی خلیفه بنی عباس است نه امام مهدی که در آخرالزمان ظهور نماید۔"[1] یعنی اس حدیث میں مہدی سے مراد خلیفہ بنی عباس ہے نہ کہ امام مہدی جن کا آخر زمانہ میں ظہور ہوگا۔ بہر حال اس عبارت سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کی بنا پر یہ استدلال کرنا کہ امام مہدی کے ساتھ کالے جھنڈے ہونگے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

(۱۰) عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يزداد الامر الا الشدة ولا الدنيا الا ادبارا ولا الناس الا الشحا ولا تقوم الساعة الا على شرار الناس ولا المهدي الا عيسى بن مريم (ابن ماجه)	انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ امر نہیں بڑھے گا مگر شدت میں دنیا نہیں بڑھیگی مگر ادبار میں اور لوگ نہیں بڑھینگے مگر لالچ میں قیامت قائم نہ ہوگی۔ مگر شریر لوگوں پر۔ اور عیسیٰ ابن مریم کے سوا مہدی نہیں ہے۔

عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات باب اشراط الساعۃ الفصل الثالث میں یہ لکھا ہے۔

قد ورد في حديث لا مهدي الا عيسى و هو حديث ضعيف باتفاق المحدثين[2]	ایک حدیث میں لا مہدی الا عیسیٰ آیا ہے اور باتفاق محدثین یہ حدیث ضعیف ہے

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا (مطبع صدیقی واقع بریلی) صفحہ ۱۵۷ [2] لمعات قلمی نصف ثانی ورق ۲۶۸ حدیث عربی نمبر ۲۰ کتب خانہ آصفیہ

حافظ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کے ضعف کی صراحت کر دی ہے۔ "وھذا الحدیث ضعیف"[1]
برسبیل تنزل تسلیم بھی کریں تو اس کی یوں توضیح کیجائیگی۔

حدیث میں لاالمھدی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یہاں المھدی لغوی معنی میں استعمال ہوا ہوگا یا اصطلاحی معنی میں اصطلاحی سے خلیفۃ اللہ المھدی مراد ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہاں مہدی سے خلیفۃ اللہ المھدی مراد ہے اور رسول اللہ صلعم نے اسکی نفی فرمائی ہے تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے مہدی کے ظہور کی خبر دی ہی نہیں تو نفی کس کی کیجارہی ہے' لامحالہ لغوی معنی میں تسلیم کرنا پڑے گا یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے تو ان کے سوا کوئی اور اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ نہ ہوگا۔ اس حدیث سے تو ان لوگوں کے عقیدہ کا ابطال ہورہا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مہدی بھی ہونگے۔ اس حدیث سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کا ظہور ہو تو ان کے زمانہ میں عیسیٰ کا نزول نہ ہوگا' اس لحاظ سے یہ حدیث بھی مہدی کے حسب حال ہے۔

اب رہی صحاح کی چند حدیثیں جن میں مہدی کی تصریح نہیں ہے بلکہ اہل بیت سے صرف ایک شخص کا ہونا مذکور ہے تو ان کو مولفین صحاح نے اپنے قیاس کی بنا پر باب المھدی کے تحت درج کیا ہے مثلاً ترمذی نے روایت کی ہے۔ "عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی یعنی حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دنیا نہیں جائیگی جب تک کہ مالک نہ ہوگا عربوں کا ایک شخص میرے اہل بیت سے موافق ہوگا اس کا نام میرے نام کے۔ اس سے قبل حدیث نمبر ۵ کے ذیل میں "یملک سبع سنین" کے تحت ہم نے "ملک" کے معنی واضح کردیے ہیں یہ بھی بتادیا گیا کہ عربوں کے ہاں "ملک" کا وہ مفہوم نہیں ہے جو عجمیوں کے ہاں "شاہ" کا ہے۔ امر دوم یہ کہ حدیث میں "العرب" آیا ہے یعنی قوم عرب۔ اس میں جزیرہ عرب کی تصریح نہیں ہے۔

(الف) عن ام شریک قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیفرن الناس من الدجال حتی یلحقوا بالجبال قالت ام شریک یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ھم قلیل رواہ مسلم[1] یعنی ام شریک[2] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا

[1] منہاج السنۃ (طبع مصر) جزو رابع صفحہ ۲۱۱ - [2] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد رابع صفحہ ۳۳۴

کہ لوگ دجال سے بھاگینگے یہاں تک کہ پہاڑوں سے جا ملیں گے۔ ام شریکؓ نے کہا یا رسول اللہ اس دن عرب کہاں ہونگے آپ نے فرمایا کہ وہ اس دن قلیل ہونگے۔ حاصل یہ کہ العرب کے معنی قوم عرب کے ہیں بلاد عرب یا جزیرۃ العرب کے نہیں اور جہاں سرزمین عرب مراد ہے تو وہاں ارض العرب یا جزیرۃ العرب آیا ہے مثلاً (۱) حتی تعود ارض العرب مروجاء انہاراً[1] یعنی حتی کہ سرزمین عرب میں چراگاہیں اور نہریں جاری ہو جائیں (۲) اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب (۳) لاخرجن الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب[2] ایک اور حدیث میں ارض الحجاز کے الفاظ آئے ہیں۔ لا تقوم الساعۃ حتی یخرج نار من ارض الحجاز الی آخرہ[3] یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے آگ نہ نکلے۔ شیخ علی مولف کنز العمال نے جزیرۃ العرب کے عنوان کے ذیل میں پانچ حدیثیں درج کی ہیں۔ چار میں "جزیرۃ العرب" اور ایک میں "ارض العرب"[4] ہے (ب) کلام اللہ میں آیا ہے

قال رب انی لا املک الا نفسی واخی (المائدۃ رکوع) یعنی موسیٰؑ نے فرمایا اے میرے پروردگار میں مالک نہیں ہوں مگر اپنے نفس کا اور اپنے بھائی کا۔ اس آیت سے "ملک" کا اطلاق شخص پر بھی ثابت ہے۔ اسی طرح حدیث میں "ملک العرب" آیا ہے۔ امر سوم یہ کہ اہل بیت سے ایک شخص کے ہونے کی خبر دی گئی ہے اس بات کا امکان ہے کہ اہل بیت رسول سے کوئی شخص عربوں کا مالک ہو اور وہ مہدیؑ نہ ہو۔ امر چہارم یہ کہ اس حدیث میں اہل بیت سے ایک شخص کے مالک ہونے کی خبر دی گئی ہے لیکن زمین کو عدل و انصاف سے بھرنا مذکور نہیں ممکن ہے کوئی شخص عرب کا مالک ہو اور زمین کو عدل سے نہ بھرے۔ ایسی صورت میں حدیث زیر بحث کس طرح امام مہدیؑ سے متعلق ہوگی۔ امر پنجم یہ کہ حدیث نمبر (۷) کے ذیل میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ مہدیؑ کے عہد میں ملت محمدی کو نعمت دیجائیگی اس سے معلوم ہوا کہ مہدی امت رسول کے لئے مبعوث ہونگے۔ کسی خاص خطہ کیلئے نہیں۔ امر ششم یہ کہ صحف انبیاء کی پیشین گوئی نمبر (۷) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رئیس عالم ہونا مذکور ہے لیکن آپ اپنی وفات کے وقت تقریباً ایک لاکھ عربوں کے رئیس تھے اور صحف انبیاء کی پیشین گوئی نمبر (۳) کے ذیل میں ہم نے دس ہزار فرشتوں سے دس ہزار اصحاب رسول مراد لئے ہیں اسی طرح مذکورہ روایت کو بسبیل تنزل مہدیؑ سے متعلق تسلیم کرتے ہوئے "العرب" کے معنی نسل قوم عرب لیں تو مورد اعتراض نہ ہوگا مثلاً مغل

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۳۱۱ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۴۴۴ - ۴۴۵ - [3] اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۱۳ - [4] کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳

ہندوستان میں صدیوں رہنے کے بعد بھی مغل کہلائے اور ترک قسطنطنیہ میں بسنے کے صدیوں بعد بھی ترک کہلاتے ہیں اسی طرح ان سادات و شیوخ پر قوم عرب کا کس طرح اطلاق نہ ہوگا جو نسلاً عرب تھے اور مہدیؑ کے متبعین سے تھے تین صدیوں عربوں کا مرکز رہا وہاں کے عوام تو عوام خواص نے بھی مہدیؑ کی تصدیق کی ہے۔ تابعین اصحاب مہدیؑ کے زمانہ میں ملیبار میں دین مہدی کی تبلیغ ہوئی ہے۔ اب بھی پالگھاٹ جنوبی ملیبار میں مہدوی آباد ہیں۔ ملیبار کے مسلمانوں کا قوم عرب سے ہونا اظہر من الشمس ہے، اس کا حوالہ مہدوی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے ذیل میں دیا جائیگا

صاحب ختم الہدیٰ نے عین القضاۃ ہمدانی کی زبدۃ الحقائق تمہید اصل سوم کے حوالہ سے یہ لکھا ہے۔ من اسلم فھو عربی و قلب المسلم عربی[1] یعنی جو مسلمان ہوا وہ عرب ہے اور مسلمان کا دل عربی ہے۔ جب ہر مسلمان پر عرب کا اطلاق ہو سکتا ہے تو نسل عرب پر قوم عرب کا کس طرح اطلاق نہ ہوگا۔ امر ہفتم یہ کہ سیدی میاں شاہ برہانؒ نے شواہد الولایت کے باب دوازدھم میں امامنا مہدیؑ کی دعوت مکہ کے ذیل میں یہ روایت کی ہے

حاصل الامر چند روز حضرت خاتم الولایت در شہر مکہ مبارک اقامت کردند در آنجا بسیار اہل عرب معتقد شدہ سر بر آستانہ شریف نہادند	حاصل یہ کہ چند روز حضرت خاتم الولایت مکہ معظمہ میں مقیم رہے اس جگہ بہت سے عربوں نے مطیع ہو کر آپ کے آستانہ شریف پر اپنا سر رکھ دیا۔

امر ہشتم یہ کہ حدیث ابن ماجہ میں اس امر کی صراحت ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہیں جو خدا کا خلیفہ ہوا اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کسی خطہ کا بادشاہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تھا مگر کسی ملک کے بادشاہ نہ تھے۔ امر نہم یہ کہ خود ترمذی نے دوسری حدیث حضرت عبداللہؓ سے اس طرح روایت کی ہے

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلی رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی	حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص والی ہوگا میرے اہل بیت سے اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔

اس حدیث کے متعلق بھی ترمذی نے 'حسن صحیح' لکھا ہے۔ اس میں یلی (والی ہوگا) مذکور ہے۔ 'العرب' مذکور نہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت روایت اول کے متعارض ہوگی اور 'یملک العرب' کا مہدیؑ سے متعلق ہونا ساقط ہو جائیگا۔ ایسی صورت میں یہ ماننا پڑیگا کہ وہ شخص جو اہل بیت سے ہوگا امت رسولؐ کا والی ہوگا۔ حاصل یہ کہ جس طرح صحف انبیا کی پیشین گوئیاں رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہیں اسی طرح رسول اللہ صلعم

[1] ختم الہدیٰ طبع بنگلور صفحہ ۷۹

کی پیشین گوئیاں جو مہدی کے باب میں وارد ہیں اور کتب صحاح میں درج ہیں امامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہیں۔

آیات الٰہی معجزوں سے بھی نبوت کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن معجزہ اور سحر میں ایک گونہ تشابہ ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدہا کی صورت اختیار کی اور ساحروں کی رسیوں کے سانپوں کی صورت اختیار کی بے جان کے جاندار ہونے میں دونوں امور میں تشابہ ہے۔ صرف اخلاق ہی کے ذریعہ ان میں امتیاز کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ نبی داعی الی الخیر ہوگا اور ساحر داعی الی الشر۔ دوسری بات یہ ہے کہ معجزے مامورین اللہ کے اختیار میں نہیں ہیں۔ مامورین اللہ کا کام تبلیغ ہے اور خداوند تعالیٰ جب چاہتا ہے معجزوں کے ذریعے اسکی تبلیغ کی تائید کرتا ہے لیکن جو اخلاق نبی کو نہیں مانتا معجزے کو سحر قرار دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قرآن کریم نے معجزات پر اثبات نبوت کا انحصار نہیں رکھا ہے بلکہ نبی کے اخلاق کو پیش کیا ہے جیسے ام لم یعرفوا رسولھم یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا یعنی پہچانا۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں مشرکین کا ذکر ہے اور وہ آپ کو آپ کے اخلاق حسنہ سے پہچانتے تھے۔

جب کبھی مشیت ایزدی نے تائید کی ہے تو رسول کریم صلعم سے اللہ کی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں چنانچہ کتب میں ان کا مفصل ذکر ہے۔ اسی طرح مہدی علیہ السلام سے بھی اللہ کی نشانیوں کا ظاہر ہونا کتب نقلیات سے ثابت ہے مثلاً حجۃ المنصفین مصنفہ میاں ولی جیؒ ابن یوسف مولود میاں عبدالرحمن مطلع الولایت بنت الولایت شواہد الولایت وغیرہا۔ بندگی میاں سید قاسمؒ نے ایک رسالہ افضل المعجزات کے نام سے لکھا ہے اور اس میں مہدی علیہ السلام کے ایک سو معجزے جمع کئے ہیں اور صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۲ میں صرف چالیس معجزے نقل کئے ہیں۔ بندگی میاں عبدالرحمن کا شمار عام مہاجرین میں ہے[1] اور بندگی میاں ولی جی تابعین سے ہیں اور انہوں نے اصحاب مہدی کی روایتیں درج کی ہیں اگر ان خاصان خدا کی شہادت جو صرف ایک واسطے سے ہم تک پہنچی ہے قابل قبول نہ ہو تو کتب حدیث کی ان روایتوں کا کیا اعتبار ہوگا جو متعدد وسایط سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اگر ان بزرگوں کی روایت میں شک کیا جائے تو انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے اثبات کا ہمارے پاس کیا ذریعہ رہ جاتا ہے اس لئے کہ اسکی روایت کرنے والے بھی انہیں کے اصحاب اور تابعین ہونگے

[1] تذکرۃ الصالحین قلمی باب یازدہم

حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے عطیہ شکریہ (جواب ہدیہ مہدویہ) میں یہ بیان کیا ہے "شیخ رشید الدین نے تجبر الاولیا میں حضرت کے معجزات بخوبی لکھے ہیں اور یہ کتاب احمد آباد گجرات میں محمود میاں کے کتب خانہ میں موجود ہے اور یہ وہاں مشائخ کرام سے شہرہ تر ہیں۱؎"۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کی کتابوں میں بھی امامنا مہدی علیہ السلام سے آیات الٰہی کا ظاہر ہونا مذکور ہے۔ کتب مہدویہ کی کوئی روایت بیان کرنے سے قبل عبد اللہ محمد بن عمر المکی کی وہ روایت پیش کیجاتی ہے جو اس نے اپنی کتاب ظفر الوالہ میں مہدی علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں درج کی ہے۔

واتفق لمن کان غرام بامراۃ فلذارھا لیلۃ انہ خرج مغضبا وقائم السیف بیدہ الی صوب منزلہ وقد طلع الفجر فتوجہ الی النھر فاذا بالسید واصحابہ علی الماء فقال للسید ما حاجتک عند الماء وما مھرتک فاجابہ من خرج مغاضبا لمحبوبہ لیقطع بولایتی ویدخل فی اصحابی فاعتراہ غشی فلما افاق تاب وتجرد ثم ان السید خرج احمد آباد الی نھروالہ بتن۲؎

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص جو کسی عورت پر فریفتہ تھا اس کے پاس رات کو گیا وہاں سے نکلا تو غضبناک تھا تلوار کا قبضہ ہاتھ میں تھا اپنے گھر چلا صبح ہو چلی تھی نہر (دریا) کا رخ کیا اتفاق ایسا ہوا کہ سید (مہدی موعودؑ) اور آپ کے اصحاب وہاں تھے۔ پس اس نے سید (مہدی موعودؑ) سے کہا آپ یہاں کس لئے آئے اور آپ کو اس میں کیا دستگاہ ہے پس آپ نے جواب دیا جو اپنے محبوب سے ناخوش ہو کے نکلا ہو وہ میری ولایت کا قطعی طور پر معتقد ہو جائیگا اور میرے اصحاب میں داخل ہوگا اس پر غشی طاری ہو گئی۔ جب کچھ ہوش میں آیا تو اس نے توبہ کی اور تجرد اختیار کر لیا پھر سید (مہدی موعودؑ) احمد آباد سے پٹن نہروالہ کی طرف چلے۔

کتب مہدویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلطان محمود بیگڑہ کے بھانجے کا واقعہ ہے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۱۳ میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ خواہر زادہ سلطان محمود بیگرہ شبے با چند اوباشان بہ قصد زنا در خانہ محبوبہ خود آمدہ بود

روایت کی گئی ہے کہ سلطان محمود بیگرہ بادشاہ گجرات کا بھانجہ ایک رات چند اوباش کے ساتھ زنا کے ارادے سے

۱؎ عطیہ شکریہ (طبع برودہ ۱۲۹۱ھ) جزدوم صفحہ ۸ ۔ ۲؎ ظفر الوالہ بمظفر وآلہ (طبع لیدن) جلد اول صفحہ ۳۶

واتفاق صحبت خوب بر نیامد رنجیده شد آخر شب
از آنجا مست شمشیر در دست گرفته رو به سوے خانۂ
خود نہاد وچوں صبح صادق میدمید دید که در کنار
آبجوی (که آن) را سابہرمتی خطاب است حضرت امام
الوالالباب باصحاب خویش ایستاده پرسید شما چه کار ہا
اید اینجا چه کار میکنید حضرت امام علیه السلام فرمودند
ہرکه از دوست رنجیده بر آید از دلالت ما به صلح
در می آید واز استماع مقوله باانتفاع آں مرد را حالتے
روے داده که نعره زد و تا مدتے بیہوش افتاد
وبعد از افاقت توفیق توبه رفیق شد خرقۂ تجرید
وکلاه فقر پوشیده در صحبت آنحضرت مشرف گشت

اپنی محبوبہ کے گھر آیا اتفاق سے کچھ صحبت اچھی نہ ہی رنجیدہ
ہوکر آخر شب مستی کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لئے ہوے
اپنے گھر کا رخ کیا صبح صادق کے طلوع ہوتے وقت اس نے
اس دریا کے کنار جس کو سابہرمتی کہتے ہیں حضرت امام الوالالباب
اور آپ کے اصحاب کو کھڑے ہوے دیکھا اس نے پوچھا تم
کون ہو یہاں کیا کام کرتے ہو حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا
کہ جو شخص اپنے دوست سے رنجیدہ ہوکر آتا ہے تو ہماری رہنمائی
سے صلح اختیار کرلیتا ہے۔ اس قول مفیدہ کے سنتے ہی ایک
حالت اس پر طاری ہوگئی ایک نعرہ مارا اور دیر تک بیہوش
پڑا رہا۔ افاقہ کے بعد اس کو توبہ کرنے کی توفیق ہوئی اس نے
تجرید کا خرقہ اور فقر کی کلاہ پہنی اور آنحضرت کی صحبت سے مشرف ہوا۔

اس طرح دل کی کیفیت بدلنے کیلئے خداوند تعالیٰ کبھی چاند کے دو ٹکڑے کرکے نبی کی تائید کرتا ہے اور کبھی عصا کو اژدہا بنا دیتا ہے۔ جب دوسروں کی کتابوں سے بھی حضرت کے اعجاز کا ثبوت ملتا ہے تو پھر اس روایت کو ماننا پڑیگا جو کتب مہدویہ میں مذکور ہے مثال کے طور پر چند روایتیں درج کیجاتی ہیں۔

(۱) مادر آنحضرت سیده عابده صالحه کامله شب خیز
بودند که در شبے ثلث اللیل معامله دیدند که آفتاب پرتاب
از آسمان در گریبان مبارک آمده غائب شد ملک
قیام الملک که صاحب حالات وکرامات اہل طریقت
بودند۔ تعبیرش فرمودند که ازیں معامله شما معلوم
می شود که در شکم شما خاتم ولایت محمدی یعنی ظہور مہدی
خواہد شد۔ چراکه والده حضرت رسالت پناه بوقت

آنحضرت کی والدہ سیدہ عابدہ صالحہ کاملہ اور شب
زندہ دار تھیں ایک رات ثلث شب گزرنے کے بعد
خواب دیکھا کہ آفتاب پر انوار آسمان سے آپکے گریبان
مبارک میں آکر غائب ہوگیا (آپکے بھائی) ملک
قیام الملک جو صاحب حال اور صاحب کرامات اہل طریقت
سے تھے اس طرح تعبیر کی کہ تمہارے اس خواب سے
ظاہر ہوتا ہے کہ خاتم ولایت محمدی یعنی مہدی تمہارے

ماندن حمل مبارک آنحضرت ہمیں معاملہ دیدہ بودند آخر الامر
چنانچہ ہمچنان درباب خاتم النبی و خاتم الولی صلی اللہ
علیہ وسلم شد (شواہد الولایت باب ۳۲)

بطن سے ہوگا اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ
نے آپکے حمل مبارک کے استقرار کے وقت یہی خواب دیکھا تھا آخر کار
جیساکہ دیکھا گیا اسی طرح خاتم النبیؐ اور خاتم الولیؑ کے باب میں ہوا

(۲) معجزہ دہم آنکہ ہماں ساعت جملہ بتان شہر جونپور روے زمین افتادند۔ یعنی دسواں معجزہ یہ کہ اس
وقت (یعنی آپ کے تولد کے وقت) شہر جونپور کے تمام بت زمین پر گر گئے اور بندگی میاں شاہ عبدالرحمن
نے مولود میں یہ روایت کی ہے "دراں روز جملہ بتان و دیوان کہ در بتخانہ ہا بودند برزمین برہم افتادند۔"

(۳) معجزہ ۴۲ آنکہ شاخ خشک سبز و
برگ دار شدی چنانچہ نقل است کہ روزی حضرت
امام مہدی علیہ السلام برائے نماز مسواک میکردند بندگی میاں
نظام و چندیاران نشستہ بودند۔ بندگی میاں نظام
عرض کردند کہ میران جیو علما می گویند کہ نشان مہدی
آن است کہ شاخ خشک برزمین نشاندی الحال
درخت سبز و برگ دار شود حضرت میرانؑ تبسم کردہ
آن مسواک راکہ در دست مبارک بود برزمین نشاندند
فی الحال سبز و برگ دار شد باز از دست مبارک
بیرون کردہ می فرمودند کہ این کار بازی گران است
مراد حدیث آن است کہ خشک دل بزمانہ سبز
شود۔ (رسالہ افضل المعجزات) [۱]

بیالیسواں معجزہ یہ تھا کہ سوکھی ڈالی سبز اور برگ دار ہو جاتی
چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ ایک دن امام مہدی علیہ السلام نماز
کیلئے مسواک کر رہے تھے بندگی میاں نظام اور چند اصحاب
بیٹھے ہوئے تھے بندگی میاں نظام نے عرض کی میراں جی
علما کہتے ہیں کہ مہدی کی علامت یہ ہے کہ سوکھی ڈالی زمین
میں نصب کریگا اور وہ اسی وقت سبز اور برگ دار ہو جائیگی
حضرت میراں علیہ السلام نے تبسم فرماکے اس مسواک کو
جو آپکے دست مبارک میں تھی زمین میں نصب کردیا
اسی وقت ہری ہوگئی اور پتے نکل آئے پھر اپنے دست
مبارک سے اس کو نکال لیا اور فرمایا کہ یہ کام بازیگروں
کا ہے۔ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ مہدی کے زمانہ میں
خشک دل سبز ہو جائیں گے۔

(۴) معجزہ بیست و سوم آنکہ حضرت فرمودند
کہ یک نظر بندہ بہتر از عبادت ہزار سال است
بنا بر جملہ تاثیر او چہ در نظر و چہ در پس خوردہ آن

معجزہ بیست و سوم یہ کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بندہ کی ایک
نظر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے اس لئے آپکی
نظر اور آپکے اُلش [۲] میں وہی تاثیر تھی جو حضرت

[۱] رسالہ افضل المعجزات۔ مطلع الولایت (فصل ششم) میں مذکور ہے کہ یہ جالور کا واقعہ ہے۔ [۲] پس خوردہ

سرور ہمچو خاتم پیغمبر بود علیہ السلام ہر کہ بدو رسیدی محبت
دنیا فی الحال از دل او رفتی و ذکر ذات حق و فکر حق
در دل او قرار و آرام گرفتی آنچہ بریاضت و خلوت
بہ سالہا نہ شدی در یک ساعت شدی نہ یک کس را
بلکہ ہر کس را ہر کہ بدو پیوست واصل حق گشت از مرد
و زن و بالغ و صبی و امی و عالم حُر و مملوک کمترین
خارق مہدی موعود این بود کہ گفتہ شد (شواہد الولایت باب ۳۲)

خاتم الانبیاء کی نظر اور ان کے اُلش میں تھی جو شخص آپ سے
ملتا دنیا کی محبت اسی وقت اس کے دل سے نکل جاتی
اور ذکر ذات حق اور فکر حق اس کے دل میں قرار پاتے
جو ریاضت کرنے اور خلوت میں بیٹھنے سے برسوں میں
حاصل نہ ہوتا ایک ساعت میں حاصل ہو جاتا۔ ایک شخص کا ذکر نہیں
بلکہ جو شخص بھی آپ سے ملتا واصل حق ہوتا مرد ہو یا عورت بڑا ہو
یا بچہ امی ہو یا عالم حُر ہو یا مملوک مہدی موعود کا کمترین
معجزہ یہ تھا جو ذکر کیا گیا۔

اس روایت کی تصدیق خود ملا عبد القادر بدایونی کی روایت سے ہوتی ہے۔ نجات الرشید میں
مہدی علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں مذکور ہے۔

ہر کس بہ صحبت شریف او پیوست اکثر این بود کہ از
اہل و عیال گسستہ و از دنیا بر آمدہ در آن حلقہ داخل
می شد و الا کمترین پایہ آن توبہ از معاصی و مناہی
بود و اشتغال بذکر الہی تصرف میر مذکور در قلوب عباد اللہ
بمثابہ بود کہ بعضی از قطاع الطریق شمشیر خون چکان
آمدہ ملازمت کردہ و چون بیان قرآن شنیدہ اند
صحبت او اختیار نمودہ بہ ولایت رسیدہ اند[1]

جو شخص آپ کی صحبت شریف میں آتا تو اکثر یہ ہوتا کہ اہل و عیال سے
منقطع ہو کر اور دنیا کو چھوڑ کر اس حلقہ میں داخل ہوتا
اور اگر نہیں تو کمترین درجہ یہ ہوتا کہ وہ معاصی اور مناہی سے
توبہ کر لیتا اور ذکر الہی میں مشغول ہوتا بندگان خدا کے دلوں
میں میر مذکور (یعنی مہدی موعودؑ) کا تصرف اس درجہ تھا
کہ بعض مشہور راہزن جن کی تلواروں سے خون ٹپکتا تھا
آپ کی جناب میں حاضر ہوئے، بیان قرآن سن کے آپ کے
اصحاب میں داخل ہو گئے اور ولایت کے درجہ کو پہنچے۔

(۵) نقل است حضرت حبیب ذو الجلال
قبل از وصال فرمودہ اند کہ اگر کسی را در باب
مہدویت این بندہ شک باشد در قبر بندہ ببیند

روایت کی گئی ہے کہ حضرت حبیب ذو الجلال نے واصل بحق
ہونے سے پہلے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو میرے مہدی ہونے
میں شک ہو تو مجھے قبر میں دیکھے اگر مجھے قبر میں پاوٗ

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۵ تصوف فارسی، نمبر ۱۵۶۴ کتب خانہ آصفیہ

اگر مارا در قبر یابید مہدی نباشم و اگر نیابید مہدی موعود باشم چونکہ وصال آنحضرت شدہ است و در جائے کہ قبر مبارک مستعد کردہ اند در آن وقت بندگی میاں سید محمود رضی اللہ عنہ فرمودۂ مہدی یاد دہانیدہ اند کہ حضرت میران علیہ السلام ایں چنیں فرمودہ اند..... آخر الامر چوں ذات پیغمبر صفات در قبر مبارک فرو آوردہ اند آنحضرت را در قبر مبارک نیافتند۔

(شواہد الولایت باب ۳۲)

تو میں مہدی موعود نہیں ہوں اور اگر نہ پاؤ تو میں مہدی موعود ہوں۔ جب آنحضرت واصل بحق ہو گئے اور جہاں حضرت کی قبر تیار کی گئی اس وقت بندگی میاں سید محمود رضی اللہ عنہ نے مہدی علیہ السلام کے فرمان کو یاد دلایا کہ حضرت میراں نے اس طرح فرمایا ہے..... آخر کار جب اس ذات پیغمبر صفات کو قبر میں اتارا تو آنحضرت کو قبر میں نہیں پایا۔

یہ پیشین گوئی امامنا مہدی علیہ السلام نے بطور تحدی کے فرمائی تھی اگر اس کا وقوع نہ ہوتا تو اصحاب مہدی ایک سال تک فراہ مبارک میں رہ کر دین مہدی کی تبلیغ نہ کرتے۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام آخر تک اپنے دعوے پر قائم تھے۔

حاصل یہ کہ آیات الٰہی سے بھی امامنا مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا اثبات ہوتا ہے۔

اخلاق مہدی ؑ اس سے قبل آیات الٰہی کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم نے رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اثبات معجزوں پر نہیں رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے چاہا تو رسول اللہ صلعم سے متعدد معجزے ظاہر ہوئے لیکن خود قرآن کریم سے مستفاد ہوتا ہے کہ کفار کے ہر مطالبہ کے ساتھ آپ سے معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔

(الف) کفار نے رسول اللہ صلعم سے چاہا کہ آپ ان کے لئے زمین میں نہریں جاری کردیں یا یا اپنے لئے کھجور اور انگور کا باغ لگائیں اور اس میں نہریں جاری کردیں یا یہ کہ آسمانوں کو پارہ پارہ کرکے کفار پر گرادیں یا یہ کہ اپنے لئے سونے کا گھر بنالیں یا آسمان پر چڑھ جائیں تو اس کا یہ جواب دیا گیا۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا

(سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵)

کہدے اے محمد پاک ہے میرا پروردگار میں نہیں ہوں آدمی مگر بھیجا ہوا (خدا کی طرف سے

(ب) کفار عرب کہتے تھے کہ رسول اللہ صلعم پر خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا یا فرشتہ ان کے ساتھ کیوں

نہیں آیا اس کا بھی یہ جواب دیا گیا۔

انما انت نذیر واللّٰہ علی کل شئی وکیل (سورہ ہود پارہ ۱۲)	تحقیق کہ نہیں ہے تو مگر ڈرانے والا اور اللہ ہر شئی پر قادر ہے[۱]
(ج) وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون (بنی اسرائیل)	نہیں نشانیوں کے ساتھ بھیجنے سے نہیں روکا مگر یہ کہ اولین نے ان کو جھٹلایا۔

اس آیت میں معجزوں کے ساتھ نہ بھیجنے کی وجہ بیان کی گئی ہے بعض مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے کہ بالآیات میں ان خاص معجزوں کی طرف اشارہ ہے جنکی کفار آئے دن فرمائش کیا کرتے تھے۔ حاصل یہ کہ کفار کے ہر مطالبہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم سے معجزوں کا ظاہر ہونا ثابت نہیں ہے اس لئے معجزوں کے ظاہر ہونے پر آپکی نبوت کا انحصار نہیں ہوسکتا۔ اب رہی صحف انبیا کی پیشین گوئیاں تو ان میں تاویل اور رجوع الی المجاز کا امکان تھا مثلاً کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ فاران پر دس ہزار فرشتے ظاہر ہوجائیں یا یہ کہ پیغمبر آخر الزماں اورشلیم میں مبعوث ہوں یا یہ کہ نبی آخر الزماں بنی اسحٰق ہی سے ہوں۔ اب رہی دلیل قطعی تو رسول اللہ صلعم کے اخلاق ہیں جیسا کہ آیات الٰہی کے ذیل میں بیان کیا گیا قرآن کریم نے آپکے اخلاق حسنہ کو تاکید اً پیش کیا ہے آیہ ام لم یعرفوا رسولھم اس پر شاہد ہے۔ اسی طرح قرآن کریم نے رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل کی زندگی کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (سورہ یونس)	تحقیق کہ اس سے قبل میں نے تم لوگوں میں ایک مدت اقامت کی کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں۔

قطع نظر اس کے اس حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری میں مروی ہے اور جس کو صاحب مشکوٰۃ نے علامات النبوۃ کے ذیل میں درج کیا ہے اس میں ہرقل نے رسول اللہ صلعم کے نسب آپ کے متبعین اور آپکی تعلیم وغیرہ کے متعلق دریافت کیا ہے کسی معجزے کی نسبت استفسار نہیں کیا۔ رسول اللہ صلعم کی بعثت ہی مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے ہوئی ہے جیسا کہ آپنے فرمایا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق[۲]۔ ایسی صورت میں اخلاق کس طرح دلیل نبوت نہونگے۔ اگر صحف انبیا میں

[۱] ہر چیز کا کارساز ہے۔ [۲] الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتھرہ (طبع مصر) صفحہ ۱۱۹

رسول اللہ صلعم کے باب میں کوئی پیشین گوئی نہ ہوتی اور نہ آپ سے آیات الٰہی ظاہر ہونے کی روایت کتب واحادیث میں موجود ہوتی جب بھی آپ کے اخلاق حسنہ اور آپ کی تعلیم آپ کی نبوت کے اثبات کے لئے کافی تھی۔ اسی طرح اگر امام مہدی علیہ السلام کے باب میں کوئی حدیث نہ آتی اور آپ سے آیات الٰہی ظاہر ہونے کی کوئی روایت نہ ہوتی جب بھی آپ کے اخلاق حسنہ اور آپکی تعلیم آپ کے مامور من اللہ ہونے کی دلیل ہوتی۔ شیخ علی مولف کنز العمال نے رسالہ البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان کے مقدمہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے لئے الشریف العظیم[1] (عظیم الشان شریف ہستی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاندین مہدویہ بھی آپکی بزرگی اور شرف کا اقرار کرنے پر مجبور تھے آپکے اخلاق حسنہ کی حد تک انصاف پسند کیلئے صرف شیخ کا قول کافی ہے لیکن ہم ذیل میں اسکی اور بھی توضیح کئے دیتے ہیں اس شیخ کے بعد بھی انصاف پسند مورخوں نے آپکی ولایت کو تسلیم کیا ہے۔

ولایت (۱) ملا عبد القادر بدایونی نے آپکے متعلق نجات الرشید میں یہ لکھا ہے۔

در ولایت وجلال وبزرگی وکمال میر سخن نیست[2]

میر سید محمد جونپوری کی ولایت انکی جلالت بزرگی اور کمال میں کلام نہیں ہے

اسی طرح منتخب التواریخ میں لکھا ہے۔

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ العزیز از اعاظم اولیاے کبار دعوت مہدیت از و سر بر زدہ بود[3]

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ العزیز جو عظیم اولیا کبار سے ہیں ان سے مہدیت کا دعویٰ ظاہر ہوا تھا۔

ملا عبد القادر بدایونی نے امام مہدی علیہ السلام کے لئے قدس اللہ سرہ العزیز کے الفاظ استعمال کئے ہیں محیط المحیط میں قدس کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔

قدس اللہ تعالیٰ طھرہ وبارک علیہ[4] -

خداوند تعالیٰ نے اسکو پاک کیا اور اس پر برکت نازل کی۔

قدس الرجل اللہ نزھہ ووصفہ بکونہ قدوسا۔

خداوند تعالیٰ نے اس کو پاک کیا اور اس کو قدوس کی صفت سے موصوف کیا۔

دوسرے یہ کہ ملا عبد القادر بدایونی نے انہیں عظیم اولیاے کبار سے تسلیم کیا ہے۔ ولی کے معنی کشاف

[1] مقدمہ کتاب البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان حدیث عربی نمبر ۹۶ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ [2] نجات الرشید قلمی صفحہ ۹۱ تصوف فارسی نمبر ۱۵۱۵ کتب خانہ آصفیہ۔ [3] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۱۸۔ [4] محیط المحیط (طبع بیروت) حصہ دوم صفحہ ۱۷۶۳

اصطلاحات الفنون میں رسالہ قشیریہ کے حوالے سے اس طرح مرقوم ہیں۔

آن کسی است کہ حق تعالیٰ متولی امور او باشد کما قال تعالیٰ وہو یتولی الصالحین پس او را نگذارد حق تعالیٰ بہ سوے نفس او یک لحظہ[۱]	ولی وہ شخص ہے جس کے امور کا خداوند تعالیٰ متولی ہوتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے کہ وہ صالحین کا متولی ہوتا ہے پس خداوند تعالیٰ ولی کو ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے نفس کی طرف نہیں چھوڑتا

ولی کی یہ کیفیت ہے تو عظیم اولیائے کبار کا اس سے اندازہ کرسکتے ہیں۔ نجات الرشید میں ملا عبد القادر بدایونی نے علمائے ہرات کا قول اس طرح نقل کیا ہے۔

بہ شیخ الاسلام گفتہ فرستادند کہ این مرد آیتی است از آیات خدا کہ علمی کہ ما سالہا خواندہ ایم اینجا ہیچ قدرے و قیمت ندارد[۲]	علمائے شیخ الاسلام کو یہ پیام کہلا بھیجا کہ یہ اللہ کی ایک نشانی ہیں۔ جو علم ہم نے سالہا سال سیکھا تھا یہاں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

ان علما کا مفصل بیان علمائے ہرات کے ذیل میں دیا جائیگا۔

(۲) میاں حاتم سنبھلی کے متعلق ابو الکلام آزاد نے بیان کیا ہے کہ بڑے مشہور بزرگ تھے اور علم و عمل میں استاد الاساتذہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ یہ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے کمالات کے معترف تھے میاں حاتم سنبھلی کے الفاظ یہ ہیں "در کمالات میر چہ شک است[۳]" یعنی میر سید محمد جونپوری کے کمالات میں کیا شک ہے۔

(۳) علی شیر قانع صاحب تحفۃ الکرام نے آپ کے متعلق یہ لکھا ہے "سید الاولیا سید محمد الملقب بہ میراں[۴] مہدی الی آخرہ" اس سے آپ کا سید الاولیا ہونا ظاہر ہے (اس عبارت کا حوالہ صفحہ ۳ پر دیا جا چکا ہے)۔ صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بھی لکھا ہے "بسا اہل اللہ بہ نسبت مریدش رسیدند بانچہ رسیدند[۴]" یعنی بہت سے اہل اللہ نے آپکی مریدی سے منسوب ہو کر وہ درجہ حاصل کیا جو انہیں حاصل کرنا تھا جن کے مرید اہل اللہ ہوں انکے مامور من اللہ ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے دریا خاں مدار المہام ٹھٹہ کے واقعات کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ اس نے امامنا مہدی علیہ السلام سے فیض حاصل کیا تھا تحفہ کی عبارت یہ ہے

بہرہ وافی از رضائے خاطر آن صاحب زمان یافتہ[۵]	دریا خاں نے اس صاحب الزماں کے رضائے خاطر سے بہرہ وافی حاصل کیا تھا

---

[۱] کشاف اصطلاحات الفنون (طبع کلکتہ) مجلد ثانی صفحہ ۱۵۲۸۔ [۲] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۸۔ [۳] تذکرہ ابو الکلام آزاد صفحہ ۲۷۲
[۴] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۶۔ [۵] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۵۴۔

صاحب الزماں کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہی امام زماں تھے۔

(۴) مولوی خیر الدین محمد صاحب الہ آبادی نے جونپور نامہ کے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

آیتے بود از آیات الٰہی و معجزے از معجزات رسالت پناہی۔	خواجہ سید محمد اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے اور حضرت رسالت پناہ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ۔

(۵) ابو الکلام آزاد نے تذکیر الطالبین بتذکرۃ الصلحاء والواصلین کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مولانا جمال الدین دہلوی نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی ولایت کے اثبات میں ایک کتاب لکھی تھی "تذکرہ کی عبارت یہ ہے۔ "مولانا جمال الدین نے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل و شواہد قاطعہ سے ثابت کیا کہ حضرت سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے"[۱] اور مولانا جمال الدین بہ دو واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے" (تذکرہ صفحہ ۱۱، ۱۲)۔

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی حضرت مہدی علیہ السلام کو واصل باللہ جانتے تھے، ابو الکلام آزاد نے تذکرہ میں یہ لکھا ہے "حضرت شاہ ولی اللہ کا قول شاہ عبد العزیز صاحب نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے" (صفحہ ۴۰)

(۷) پروفیسر محمود شیرانی نے مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے۔

"سید صاحب کی شان اس میں شک نہیں کہ نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ خود انکے مخالف انکی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں۔ تمام دسویں صدی میں انکا نام مخالف و موافق حلقوں میں گونجتا رہا ہے۔ وہ ایک زبردست عالم اور فاضل کامل تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں ان کو کامل دستگاہ تھی۔ ان کی زندگی میں ان کے معتقدین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی تھی نہ صرف عامی و جاہل ان کے حلقہ بگوش تھے بلکہ علما و فضلا امرا و شرفا انکے حلقۂ ارادت میں شامل تھے کمالات علمی کے ساتھ ساتھ خدا نے ان کی زبان میں جادو اور بیان میں تاثیر دی تھی انکی آنکھ میں تسخیر کرنے کی بڑی طاقت تھی دشمن بھی ان کے سامنے آکر موم ہو جاتے تھے بحث و مباحثہ میں بے نظیر تھے زبردست سے زبردست حریف کو بھی ان کے مقابلہ میں اپنی شکست تسلیم

[۱] تذکرہ صفحہ (۱۳)

کرنی پڑتی تھی[1]

کفار عرب کا رسول صلعم کو امین کہنا آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے تو جو لوگ حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے معتقد نہیں تھے ان کا آپ کو اولیائے عظام سے تسلیم کرنا اور شیخ علی کا آپ کو الشریف العظیم کہنا آپ کی مہدیت کے اثبات میں کیوں نہ پیش کیا جائے۔

فیض قبول (الف) عبداللہ محمد بن عمر مکی نے اپنی تاریخ ظفر الوالہ میں امام علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے۔

کان لہ قبول یجذب زائرہ ویحملہ علی التجرد من الدنیا[2]

آپ کو ایسا فیض قبول حاصل تھا کہ ملنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور اسکو دنیا سے علٰحدگی اختیار کرنے پر برانگیختہ کرتا تھا۔

(ب) صاحب تحفۃ الکرام نے ملا صدرالدین کے متعلق بیان کیا ہے کہ انکی جامعیت علم اس درجہ تھی کہ انھوں نے ہزار شاگردوں کو کمال کے درجہ پر پہونچا دیا تھا' ابتدا میں مہدی علیہ السلام کی دعوت کی مخالفت کی لیکن جب آپ پر نظر پڑی تو آپ کے مرید راسخ ہو گئے۔ تحفۃ الکرام کی عبارت یہ ہے "آخر بدید نش داخل زمرہ مریدین راسخ گردید[3]" (اس عبارت کا بقیہ حصہ دیگر علماء اہل اللہ کے ذیل میں دیا جائے گا) تحفۃ الکرام کی عبارت کی تائید حجۃ المنصفین کی روایت سے بھی ہوتی ہے' شیخ صدرالدین کے متعلق یہ لکھا ہے

بعدہ آں شیخ آمدہ بدیدن تجلی روی مبارک بر پائے مبارک افتادہ وگفت کہ اکنوں مسلمان شدیم الی آخرہ۔

اس کے بعد شیخ صدرالدین آ کے روئے مبارک کی تجلی دیکھ کر قدم مبارک پر گر پڑے اور کہا اب ہم مسلمان ہوئے' الی آخرہ۔

انوار رالقہ صاحب شواہد الولایت نے باب ۱۹ میں بیان کیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمانے پر جیسلمیر کے علاقہ میں گائے ذبح کی گئی۔ راجہ کو معلوم ہوا تو کہا دیکھو تو اس علاقہ میں کس نے گائے ذبح کرنے کی جرات کی ہے۔ لڑنے کی نیت سے آیا لیکن حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کے بیان قرآن سنا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ کے مطیع ہو گیا شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

القصہ آں کافر بزرگ با حضرت ملاقات کردہ و بیان شنید۔ سر خود بر پائے مبارک میراں نہادہ منقاد گشتہ

القصہ اس بڑے کافر یعنی راجہ نے حضرت سے ملاقات کر کے بیان قرآن سنا۔ اپنا سر میراں ؑ کے قدم مبارک پر رکھ کے مطیع ہو گیا

[1] اورینٹل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۲۰ء) صفحہ ۳۹ [2] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۶ [3] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد سوم صفحہ ۲۱۸۔

میگفت آفریدگار گاو گاو را کشتہ است مایہ کہ جنگ کنیم | کہتا تھا کہ گائے کو پیدا کرنے والے نے گائے کو مارا ہے ہم کس سے جنگ کریں

اس روایت سے ثابت ہوا کہ امامنا مہدی علیہ السلام کے چہرۂ اقدس پر وہی انوار الٰہی تھے جو انبیا علیہم السلام کے چہروں پر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ راغب نے کہا ہے والانوار الٰہیۃ علیہم (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۲) جب ایک جاہل اعرابی کا رسول اللہ صلعم کو دیکھکر ماھذا بوجہ کذاب (یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے) کہنا رسول اللہ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جا سکتا ہے تو جیسلمیر کے راجہ کا یہ کہنا کہ گائے کو پیدا کرنے والے نے گائے کو مارا ہے" آپ کی مہدیت کے اثبات میں کس طرح پیش نہیں کیا جائیگا۔ خواجہ محمد عباد اللہ اختر ام تسری نے سید محمد جونپوری کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ "جب وہ کھڑا ہو کر ہزارہا لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھتا ایک فوق العادت جلال اس کے چہرہ پر ظاہر ہوتا جو اس کے بے لوث ضمیر کا عکس تھا اور اس لئے سامعین کے دلوں پر ایک گہرا نقش کرتا۔"[له]

فیض صحبت | صاحب سراج الابصار نے حضرت مہدی علیہ السلام کے فیض صحبت سے متعلق جو لکھا ہے اس کا ذیل میں ترجمہ دیا جاتا ہے۔

"بہت سے چور راہزن اور نقب لگانے والے جب آپ سے ایک دو دن کے لئے مانوس ہو گئے تو ان سب چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر انہوں نے ذکر فکر کو پسند کیا اور اللہ کے ساتھ مشغولیت میں مستغرق ہو گئے (صفحہ ۱۸۵)"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا بھی یہی فیض تھا آپ کے اصحاب کو رقت قلب، زہد فی الدنیا اور آخرت کی رغبت حاصل ہوتی تھی۔ صاحب مواہب لدنیہ نے لکھا ہے۔

فلذلك كانت تلك المجالس توجب لاصحابه رقة القلب والزهد فى الدنيا والرغبة فى الآخرة كما ذكره ابوهريره فيما رواه احمد والترمذى وابن حبان فى صحيحه قال قلنا يا رسول الله ما لنا اذا كنا عندك رقت قلوبنا وزهدنا فى الدنيا من اهل

اس لئے یہ مجلسیں آپ کے اصحاب کے لئے رقت قلب، زہد فی الدنیا اور آخرت کی رغبت کا موجب ہوتی تھیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے۔ جیسا کہ احمد، ترمذی اور ابن حبان روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ ہم جب آپ کے حضور میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل رقیق ہو جاتے ہیں اور ہم دنیا سے الگ ہو جاتے ہیں اور اہل آخرت میں شامل

[له] مشاہیر اسلام (طبع لاہور) صفحہ ۱۶۸

الآخرة فاذا خرجنا من عندک عافسنا اهلنا و شممنا اولادنا وانکرنا انفسنا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو انکم اذا خرجتم من عندی کنتم علی حالکم ذلک لزارتکم الملائکۃ فی بیوتکم الحدیث[۱]

ہو جاتے ہیں اور جب ہم یہاں سے باہر نکلتے ہیں تو اپنے اہل خانہ سے ملاعبہ کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں اور اپنے کو بدلا ہوا پاتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم میرے پاس سے جب باہر جاتے ہو اس حالت میں بھی اگر وہی پہلی کیفیت ہوتی تو فرشتے خود تمہارے گھروں میں تم سے ملنے آتے۔

صاحب شواہد الولایت نے امامنا مہدی علیہ السلام کے متعلق یہی لکھا ہے۔

ہر کہ بدو رسیدی محبت دنیا فی الحال از دل او بہ رفتی و ذکر ذات حق و فکر حق در دل او قرار گرفتی آنچہ بہ ریاضت و خلوت بسالہا شدی در یک ساعت شدی[۲]

جو شخص آپ سے ملتا دنیا کی محبت اسی وقت اس کے دل سے نکل جاتی۔ ذکر ذات حق اور فکر حق اس کے دل میں قرار پاتے اور جو ریاضت کرنے اور خلوت میں بیٹھنے سے برسوں میں نہ ہوتا ایک لمحہ میں ہو جاتا۔

تاثیر بیان | ملا عبد القادر بدایونی نے نجات الرشید میں حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے۔

تصرف میر مذکور در قلوب عباد اللہ تا بہ بود کہ بعضی قطاع الطریق مشہور (با) شمشیر خوں چکاں آمدہ ملازمت کردہ چون بیان قرآن شنیدہ اند صحبت او اختیار کردہ بدرجۂ ولایت رسیدہ اند و چند از اہل اللہ از دامن ایشان برخاستہ[۳]

بندگان خدا کے دلوں میں میر موصوف کا تصرف اس درجہ تھا کہ بعض مشہور قطاع الطریق خوں چکاں شمشیر کے ساتھ آکر آپ کے ساتھ رہے اور بیان قرآن سن کر آپ کے اصحاب میں داخل ہوئے اور ولایت کے درجے کو پہنچے اور کئی اہل اللہ ان کے دامن سے اٹھے ہیں۔

سراج الابصار اور نجات الرشید کی روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ قطاع الطریق بھی اولیاء اللہ کے درجہ کو پہنچے۔ بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ آپکے صحابی مہدوی ہونے سے پہلے رہزنی کرتے تھے۔ بعد کو وہ درجۂ کمال حاصل کیا کہ علامہ نجب الدین صاحب مخزن الدلائل (عربی) جیسے شخص نے آپکے آستانہ پر سر عقیدت رکھ دیا۔ لوگ بیان قرآن کس شوق سے سنتے تھے شواہد الولایت کی روایت سے معلوم ہو جاتا ہے۔

چوں گرد اگرد آنحضرت جائے نماندے مردمان در صحن

جب امامنا مہدی علیہ السلام کے اردگرد جگہ نہ رہتی تو لوگ مسجد

[۱] المواہب اللدنیہ (طبع مصر) جزو اول صفحہ ۲۹۹ [۲] شواہد الولایت قلمی باب ۳۲ [۳] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۵

مسجد ایستادندے وچوں در صحن مسجد ہم جائے نماندے بر سر دیوارہا و درخت ہا ایستادہ شدہ استماع بیان پر انتفاع آنحضرت میکروندے (باب ۱۳)	کے صحن میں کھڑے ہو جاتے تھے اور جب مسجد کے صحن میں بھی جگہ نہ رہتی تو دیواروں اور درختوں پر چڑھ کے آپ کا بیان پر انتفاع سنتے تھے۔

آپ کی تعلیم گویا رسول اللہ صلعم کی تعلیم تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (الجمعۃ)	اللہ کی آیتیں ان پر تلاوت کرتا ہے انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے ایک کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں جس تعلیم کا ذکر کیا گیا ہے وہی تعلیم حضرت مہدی علیہ السلام کی تھی آیتوں کی تلاوت کتاب وحکمت کی تعلیم اور گمراہوں کے تزکیہ کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ بقول ملا عبدالقادر بدایونی بڑے بڑے رہزن آپ کے فیض صحبت سے ولایت کے درجہ کو پہنچے۔ آیہ مذکورہ سے جس طرح رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اثبات ہوتا ہے بالکل اسی طرح امامنا مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا بھی اثبات ہو سکتا ہے۔ ابوالکلام آزاد نے آپ کی دعوۃ و تذکیر کے متعلق تذکرہ میں یہ لکھا ہے "عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے انکی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی"۔ اور آپکے اصحاب کے متعلق یہ بیان کیا ہے "ان لوگوں کے طور و طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے"[۲] خواجہ محمد عباد اللہ اختر امرتسری نے یہ لکھا ہے "معلوم نہیں کہ اس شخص میں کیا مقناطیسی قوت تھی کہ ہر ایک شخص جو نام سن لیتا خود بخود چلا آتا اور جو ایک دفعہ آتا گرویدہ ہو جاتا۔ کلام میں جادو ایسا کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ مجلس وعظ میں تمام حاضرین دم بخود بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور اہل دل تو وجد میں آجاتے تھے"[۳]

زہد	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد کے باب میں ترمذی نے یہ روایت کی ہے

[۱] حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق جہاں کہیں لفظ بیان مذکور ہے اس سے بیان کلام اللہ مراد ہے۔
[۲] تذکرہ صفحہ ۲۷۔ [۳] مشاہیر اسلام (طبع لاہور ۱۳۶۶ھ) صفحہ ۱۶۶

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخر شیئا لغد[1] یعنی رسول اللہ صلعم آنے والے دن کے لئے کچھ ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔ امامنا مہدی علیہ السلام کا ارشاد "مومن ذخیرہ نہ کند" (مومن ذخیرہ نہیں کرتا) اس کی توضیح ہے آپ اور آپ کے اصحاب کا عمل اسی پر تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے زمانے میں بھی یہی عمل تھا

بسیارے را چنان دیدہ شد کہ شب از لوازم خانہ وظروف و آلات طبخ را حتی از نمک و آرد و آب ہم خالی ساختہ سرنگوں می ماندند و ہیچ چیزے از اسباب معیشت با خود از غایت اعتماد بر رزاقی حق تعالی نمی گذاشتند در روز نو و روزی نو دستور العمل ایشان بود[2]	بہت سے ایسے لوگ دیکھنے میں آئے جو سامان خانہ داری برتن اور آلات طبخ کو آٹا نمک یہاں تک کہ پانی سے بھی خالی کر کے اوندھے رکھ دیتے تھے خداوند تعالی کی رزاقی پر انتہا درجہ اعتماد ہونے کی وجہ سے اسباب معیشت میں سے کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھتے تھے ان کا دستور العمل یہ تھا کہ روز نو کے ساتھ روزی نو۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے مہدویوں کے توکل کے باب میں جو کچھ لکھا ہے مشاہدہ در رویت ہے محض روایت وسماعت ہی نہیں۔ رسول اللہ صلعم کے زہد کے اثبات میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کی رحلت ہوئی تو آپ کی ملک میں صرف ایک زرہ تھی وہ بھی ایک یہودی کے ہاں رہن تھی۔ جب امامنا مہدی علیہ السلام کی رحلت ہوئی ہے تو صرف آپکے جسم کے کپڑے تھے اور چند تلواریں جو اصحاب کو بطریق یادگیر دی گئی تھیں۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۸ میں یہ روایت کی ہے

بعد از رحلت آنحضرت جامہ مبارک آں ذات بے نظیر صفات وچند شمشیر ہا کہ بدست اصحاب بطریق یادگیر بود ہمہ بفقرا بخش کردہ دادند دبوارثان ندادند زیرا کہ آنحضرت لانرث ولانورث فرمودہ اند۔	آنحضرت کی رحلت کے بعد آپکے جسم کے کپڑے اور چند تلواریں جو صحابہ کو بطور یادگیر کے دی گئی تھیں سب فقرا میں تقسیم کردیں ورثا کو نہیں دی گئیں۔ اسلئے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے (رحلت سے قبل) یہ حدیث پڑھی تھی کہ ہم نہ توکسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

آپکی رحلت بوریئے پر ہوئی ہے جیسا کہ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۸ میں بیان کیا ہے۔

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۵۰۰ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۸

پروفیسر محمود شیرانی نے مہدی علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے "ان کے ایک کامیاب رفارمر اور اعلیٰ مصلح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مہدویت کے علاوہ انہوں نے کوئی بدعت روشناس نہیں کی بلکہ تقویت دین اسلام و اعلاء شریعت رسول سے کام رکھا دین کی بادشاہی کے بجائے اگر کہیں دنیاوی بادشاہت قائم کرنے کا ان کو خیال آجاتا تو آج ہندوستان کی تاریخ میں ایک کی جگہ سادات کی دو سلطنتوں کا حال ہم پڑھتے[1]"۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ بادشاہی چاہتے تو قائم ہو جاتی اس کے باوجود آپ کا یہ زہد صاف بتاتا ہے کہ آپ کا عمل حدیث نبوی یقفو اثری ولا یخطی (مہدی میرے نقش قدم پر چلیگا اور خطا نہ کریگا) پر تھا۔ صاحب مواہب لدنیہ نے یہ روایت کی ہے۔

خیرہ ربہ تعالیٰ بین ان یکون نبیا ملکا او نبیا عبدا فاختار الثانی[2]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو اختیار دیا کہ پیغمبری اور بادشاہی چاہیں یا پیغمبر اور بندہ ہونا تو آپنے دوسری شق پسند فرمائی

واضح ہو کہ زہد انبیا کے صدق کا معیار ہے۔ دولت دنیا کیلئے بڑے بڑے عالم بھی علم فروشی اور ایمان فروشی کر سکتے ہیں مثلاً اکبر کے زمانہ میں دین الٰہی قائم کیا گیا تو ہند و عجم کے مقدسین و اکابر نے دولت دنیا کے لئے اس کو قبول کیا لیکن رسول اللہ صلعم کے دور اور اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کے عہد میں بڑے بڑے سرداروں نے اپنا خاندان چھوڑا اپنی برادری ترک کر دی۔ دولت دنیا کو ٹھکرایا حتیٰ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی قطع تعلق کر لیا لیکن اس تعلیم الٰہی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تعلیم کے اس اعجاز کو مامور من اللہ ہونے کی دلیل تسلیم نہ کریں تو پھر کسی نبی کی نبوت کا اثبات کس طرح ہو سکیگا قطع نظر اس کے دائرہ مہدویہ میں مولفۃ القلوب کا وجود ہی نہ تھا مولفۃ القلوب وہ ضعیف الایمان تھے جنکی تالیف قلوب رسول اللہ صلعم بحکم الٰہی سامان دنیوی سے فرماتے تھے کہ اس طرح یہ لوگ مومن راسخ اور مسلم کامل ہو جائیں گے۔ صاحب مدارج النبوۃ نے رسول اللہ صلعم کی سخاوت کے باب میں لکھا ہے کہ آپنے حنین کے روز بہت کچھ مولفۃ القلوب کو دیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور اثر جود و فتح باب کرم در روز حنین زیادہ از حد حصر و قیاس بود بہر کدام

رسول اللہ صلعم کے کرم اور سخاوت کا ظہور حنین کے روز بے اندازہ تھا ہر ایک اعرابی کو آپنے سو سو اونٹ

---

[1] اورنیٹل کالج میگزین بابتہ ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۰ء صفحہ ۳۹ [2] مذاہب لدنیہ جزو اول صفحہ ۲۹۳

از اعراب صد صد شتر و ہزار ہزار گوسفند داد، بیشتر عطاے او دراین روز براے مولفۃ القلوب بود کہ ضعیف الایمان بودند خواست کہ بمدد دنیا دین ایشان را ثابت دارد[۵۱]

اور ہزار ہزار گوسفند دیے اس دن آپ نے بیشتر مولفۃ القلوب کو دیا جو ضعیف الایمان تھے۔ آپ نے چاہا کہ دنیا کی مدد سے ان کے دین کو قائم رکھیں۔

یہ بیان کرنے سے ہمارا مقصد نہ تو اصحاب مہدی کی فضیلت بتانی ہے اور نہ نعوذ باللہ من ذلک اصحاب رسول کی تنقیص کرنی ہے بلکہ مخالفین مہدویہ کے یہ امر ذہن نشین کرنا ہے کہ ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے لوگ عالم، جاہل، سپاہی، سرلشکر کیوں دولت دنیا کو ٹھکراتے تھے اور دائرہ مہدویہ میں داخل ہوتے تھے۔ خراسان کے سفر میں اصحاب مہدی کو درختوں کے پتے بھی کھانے پڑے، سب کچھ منظور تھا لیکن امام علیہ السلام سے جدائی منظور نہیں تھی۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۱ میں یہ روایت کی ہے۔

بندگی میاں یوسف مہاجر کبار بحضور حضرت امام الابرار دراین فقر واضطرار و مشقت مسافرت بسیار نشستہ بودند باوجودیکہ در ستر عورت یک لنگوتہ داشتہ و سر را رسنے بستہ و قوت برگ درختان بود ہر درختی کہ در راہ مقابل آمدہ بدو دست رسید برگ ہاے آن گرفتہ چیزے خوردند و پاے را زخمی رسیدہ بود و شکم را علتے کہ از زحمت بزرگ میشود و مع ذلک آنحضرت را پرسیدند کہ میرانجی آن وقت کجا است کہ در زمان ظہور ختم ولایت محمدیان را بسیار مشقت می شود۔ حضرت میران فرمودند کہ میاں یوسف آن وقت ہمین است لیکن قابلیت شما بزرگ است بدان

بندگی میاں یوسف مہاجر کبار اس فقر واضطرار اور کثرت سفر کی مشقت سے امام الابرار کے حضور میں بیٹھ گئے تھے اگرچہ انہیں ستر عورت کے لئے صرف ایک لنگ تھا اور ایک رسی سر سے بندھی ہوئی تھی اور درختوں کے پتے غذا تھی۔ جو درخت سامنے آتا اس کے پتے لے کے کچھ کھاتے۔ ان کا پاؤں بھی زخمی تھا اور شکم استسقا کی وجہ سے بڑھ جانے سے تکلیف تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا میرانجی وہ وقت کب آئیگا کہ خاتم ولایت کے ظہور کے زمانے میں مہدیوں کو بہت مشقت اٹھانی پڑے گی حضرت میراںؑ نے فرمایا وہ وقت یہی ہے لیکن تمہاری قابلیت بڑی ہے اس لئے

[۵۱] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۲۹ (مطبع نولکشور سنہ ۱۹۱۳ء)

واسطہ شمار اسلوم نمی شود۔	تمہیں معلوم نہیں ہوتا۔

درختوں کے پتے کھانے سے اصحاب رسول کی باچھیں زخمی ہو جاتی تھیں لیکن رسول کریم سے جدائی منظور نہ تھی۔ ابن ماجہ میں معیشۃ آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے ذیل میں ابوبکر بن ابی شیبہ سے یہ روایت کی گئی ہے

قال خطب بنا غزوان علی المنبر فقال لقد رائتنی سابع سبعۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالنا طعام ناکلہ الاورق الشجر حتی قرحت اشداقنا۔	کہا کہ عتبہ بن غزوان نے ہمیں منبر پر خطبہ دیا اور کہا کہ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات اصحاب میں سے ساتواں پایا ہمارے لئے کھانا نہیں تھا سوائے درختوں کے پتوں کے یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں (پتے چبانے سے)

سخاوت جود و سخاوت تو دنیاوی سلاطین بھی کرتے ہیں لیکن محتاجی کا خوف کئے بغیر سب کچھ دے دینا سوائے مامور من اللہ کے کسی سے نہیں ہو سکتا۔ مسلم نے باب سخار رسول اللہ صلعم میں موسیٰ ابن انس سے روایت کی ہے

فجاءہ رجل فاعطاہ غنما بین جبلین فرجع الی قومہ فقال یا قوم اسلموا فان محمدا یعطی عطاء من لایخاف الفقر۔	پس رسول اللہ صلعم کے پاس ایک شخص آیا آپنے اس کو اتنی بکریاں دیں جتنی دو پہاڑوں کے درمیان ہوتی ہیں جب وہ شخص اپنی قوم میں گیا تو کہا اے قوم تم مسلمان ہو جاؤ۔ محمد ایسے دینے والے ہیں کہ انہیں محتاجی کا خوف نہیں ہوتا۔

صاحب مواھب لدنیہ نے یہ روایت کی ہے

وفی المغازی الواقدی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطی صفوان یومئذ وادیا مملوا ابلا ونعما فقال صفوان اشہد ماطابت بہذا الانفس نبی[1]	مغازی واقدی میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس دن صفوان کو وادی بھر اونٹ اور بکریاں دیں۔ پس صفوان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس طرح کی سخاوت نبی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

یومئذ اشارہ ہے یوم حنین کی طرف۔ اس طرح عطا کرنے سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں

[1] مواھب لدنیہ جزاول صفحہ ۳۰۹

ایک یہ کہ دینے والے کو خداوند تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد ہوتا ہے آئندہ کی روزی کی اس کو کچھ فکر نہیں ہوتی، دوسرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دولت دنیا سے اس کو مطلق رغبت نہیں ہوتی۔ علمائے امت نے جب ایسی سخاوت کو اثبات نبوت میں پیش کیا ہے تو ایسی ہی سخاوت سے مہدیت کا اثبات کیوں نہ ہوگا۔ احادیث صحاح کی توضیح کے ذیل میں اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ سلطان غیاث الدین بادشاہ مانڈو نے جب خزانہ بھیجا تو آپ نے خزانہ کو ان لوگوں میں تقسیم فرما دیا جو اس کے ساتھ ساتھ آئے تھے۔ اس کے بعد ایک دف نواز آیا تو آپ نے اس کے سوال کو رد نہیں کیا بلکہ ایک درِ محمودی کی تسبیح گز سے اٹھا کر اس کو دے دی اور جب میاں سلام اللہ نے عرض کی کہ میرانجی یہ تسبیح قیمتی تھی تو آپ نے فرمایا قل متاع الدنیا قلیل۔ کوئی بے بہا چیز کسی بادشاہ یا وزیر کو نذر دی جاتی ہے تو دل کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن ایک معمولی سائل کو ایک بے بہا چیز دے دینا اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ دولت دنیا انکی نظروں میں ہیچ تھی۔ واضح ہو کہ امامنا مہدی علیہ السلام کی عمر کا ایک بڑا حصہ ہجرت میں گزرا۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا پڑتا تھا۔ وہ بھی اس زمانہ کا سفر، ایسی صورت میں انہیں مال کی زیادہ احتیاج تھی، اس احتیاج کے باوجود خزانہ کا تقسیم کر دینا اور ایسی قیمتی تسبیح کا ایک دف نواز کو دے دینا سخاوت میں نظیر خاتم الانبیاء ہونے کی دلیل ہے۔

شجاعت رسول اللہ صلعم کی شجاعت پر اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ غزوہ حنین کے دن کافروں کی تیر اندازی کی وجہ سے اصحاب رسول میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا اور بعض نے راہ فرار بھی اختیار کر لی تھی لیکن رسول اللہ صلعم اپنی جگہ سے ہٹے نہیں۔ آپ خچر پر سوار تھے، ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب خچر کی لگام تھامے ہوئے کھڑے تھے[۱]۔ صاحب مواہب اللدنیہ نے لکھا ہے۔

وفی البخاری من حدیث البراء وسالہ رجل من قیس أفررتم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین فقال لکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفر الی آخرہ[۲]	بخاری میں براءؓ سے مروی ہے، قبیلہ قیس کے ایک شخص نے ان سے سوال کیا کیا تم لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلعم کے پاس سے مفرور ہو گئے۔ پس اس نے کہا لیکن رسول اللہ صلعم جمے رہے۔

[۱] مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۵۰ (طبع سنہ ۱۹۱۴ء)
[۲] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزو اول صفحہ ۲۰۳

حضرت مہدی علیہ السلام کو بھی شجاعت ورثہ میں ملی تھی۔ رائے دلپت کی لڑائی کا اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے۔ راجہ کی کثیر فوج کے مقابلہ میں سلطان حسین شرقی کی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور سلطان حسین نے امام علیہ السلام سے واپس ہو جانے کی درخواست کی لیکن آپ مع اپنی جماعت کے مقابلہ کے لئے اڑے رہے۔ دشمن کی فوج نے ایک مست ہاتھی کو جس کی سونڈ میں ایک بڑی بھاری آہنی زنجیر تھی مقابلہ میں رکھ کر سخت حملہ کر دیا۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے آگے بڑھ کے زور سے تیر چلایا تیر مستک میں سوفار تک گڑ گیا' ہاتھی نے منہ پھیر لیا اور دشمن کی فوج کو پراگندہ کر دیا۔ آخر رائے دلپت خود بڑھا اور تلوار کا وار کیا' تلوار حضرت کے گھوڑے کی گردن پر پڑی لیکن کارگر نہ ہوئی پھر حضرت نے ایسا وار چلایا کہ تلوار کاٹتی ہوئی رائے دلپت کے سینے کے پار ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں صاحب شرح عقائد نے یہ بھی پیش کیا ہے واقدامہ بحیث یحجم الابطال یعنی آپ کی پیش قدمی ایسی تھی کہ بہادروں کو بھی روک دیتی (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۶۸) امامنا مہدی علیہ السلام بھی صحیح معنی میں اس کا مصداق ہوئے ہیں

صبر | رسول اللہ صلعم کو اذیت دی گئی لیکن آپ نے انتہائی صبر سے کام لیا' مدارج النبوت میں یہ روایت آئی ہے۔

وہمچنیں دعا کرد آنحضرت بران جماعت اشقیا کہ انداختند شکنبہ شتر بر پشت وے[1]

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے اس جماعت اشقیا کیلئے دعا فرمائی جنھوں نے اونٹ کا شکنبہ (اوجڑی) آپکی پشت پر ڈالدیا تھا۔

مواھب لدنیہ میں مذکور ہے۔

رواہ البخاری من حدیث انس بلفظ کنت امشی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ برد نجرانی غلیظ الحاشیۃ فادرکہ اعرابی فجبذ بردائہ جبذۃ شدیدۃ قال انس فنظرت الی صفحۃ عاتقہ

بخاری میں حضرت انسؓ سے ان الفاظ میں مروی ہے میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کا حاشیہ کھردرا تھا۔ پس ایک اعرابی نے آپ کو پایا۔ پس اس نے ردائے مبارک زور سے کھینچی انسؓ نے کہا پس میں رسول اللہ صلعم کی گردن مبارک دیکھی

[1] جلد اول صفحہ ۳۷ (طبع نول کشور ۱۹۱۳ء)

وقد اثرت فيه حاشية البرد من
شدة جبذته ثم قال يا محمد مرلى
من مال الله الذى عندك فالتفت
اليه فضحك ثم امر له بعطاء۔[1]

تحقیق کہ حضرت کی گردن میں زور سے کھینچنے کے باعث
نشان پڑ گیا تھا، پھر اس نے کہا یا محمدؐ دلائیے مجھے اللہ
کے اس مال سے جو آپ کے پاس ہے پس رسول اللہ
صلعم اسکی جانب مڑے، ہنسے اور اس کو دینے کے لئے حکم فرمایا۔

حاصل یہ کہ کفار نے جو اذیت پہنچائی رسول اللہ صلعم نے اس کو برداشت کیا اگرچہ آپ کی شجاعت کا لحاظ کرتے اس کی مدافعت اور اس کی تنبیہ دشوار نہ تھی، یہ سب کچھ تبلیغ دین کیلئے کیا گیا اور امت کو تعلیم دی گئی کہ حق کے لئے حالات کے لحاظ سے اس طرح تکلیفیں برداشت کرنا ضروری ہے۔ صاحب مطلع الولایت نے باب ہفتم میں قندھار کے واقعات میں یہ روایت کی ہے

مردمان از جانب شہ بیگ آمدہ گفتند کہ شہ بیگ
طلبیدہ است حضرت فرمودند ما می آئیم باز مردمان
بسیار جد شدہ آمدند و گوشۂ کمر بند بدست گرفتند
وگفتند برخیزید مرزا طلبیدہ است می آئیم می آئیم چیست
زود بیائید، دران زمان حضرت بامر اللہ برخاستند
وچند قدم پا برہنہ رفتند کسے از نقیبان گفت کہ
نعلین میر بیارید حضرت فرمودند چہ عیب است
ہزار میل راہ برائے خدائے تعالیٰ بندہ پا برہنہ بیاید۔

شہ بیگ کے آدمی آئے اور کہا کہ شہ بیگ نے بلایا
ہے۔ حضرت نے فرمایا ہم آتے ہیں، لوگوں نے بہت
اصرار کیا اور آنحضرت کے کمر بند کا گوشہ پکڑ لیا اور کہا
کہ اٹھیے مرزا نے طلب کیا ہے۔ آتا ہوں آتا ہوں کیا
معنی، جلد آئیے اس وقت آنحضرت بامر اللہ اٹھے
اور چند قدم برہنہ پا گئے، نقیبوں میں سے ایک نے کہا
کہ میرعؑ کے نعلین لاؤ۔ حضرت میرانؑ نے کہا اس میں کیا حرج
ہے، ہزار میل راستہ ہو تو بھی بندہ خدا کیلئے پا برہنہ آتا ہے

امامنا مہدی علیہ السلام کے ساتھ سینکڑوں جانباز اور جاں نثار تھے اس کے باوجود آپ نے نہ تو مقابلہ کیا اور نہ مدافعت کی، ردا کھینچنے والے کو رسول اللہ صلعم نے مال عطا کیا اور کمر بند پکڑ کر کھینچنے والے سے مہدی علیہ السلام نے کہا اللہ کے لئے اگر ہزار میل برہنہ پا چلنا ہو تو بھی ہم چلتے ہیں۔ اذیت پر صبر کرنا نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔

تسلیم امامنا مہدی علیہ السلام نے قیام مانڈو کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم کے عرس کی تقریب

[1] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزو اول صفحہ ۲۹۱

میں غربا و مساکین کو کھلانے کے لئے پخت کا انتظام فرمایا تھا قیلولہ کا وقت آیا تو پخت کا اہتمام بندگی میاں سید محمودؓ کے ذمہ کر کے قیلولہ کے لئے تشریف لے گئے، بندگی میاں سید محمودؓ اپنے چھوٹے بھائی بندگی میاں سید اجملؓ کو گود میں لئے ہوئے دیگدان کے قریب کھڑے ہوئے تھے قضارا یہ چولھے کی آگ میں گر گئے اور جاں بحق تسلیم ہوئے آپ کی عمر بروایتے چھ ماہ اور بروایتے اٹھارہ ماہ تھی۔ بندگی میاں سید محمودؓ اس واقعہ سے اندوہگیں ہو کر حجرہ میں بیٹھ گئے اور حجرہ کا دروازہ بند کر لیا۔ میاں عبدالرحمنؓ نے مولود میں یہ روایت کی ہے

میران سید محمود ازیں واقعہ جانکاہ بسیار غمناک واندوہگیں شدہ در حجرہ بر خود بستہ بحال زاری نشستند۔ حضرت میران خبر یافتہ بہ طرف حجرہ میاں سید محمودؓ رواں شدہ پیش خود طلب فرمودہ فرمودند کہ چرا غمگین و دلگیر گشتید، اگرچہ سید اجمل زندہ بماندے بہ مقام شمار سیدے۔

میراں سید محمودؓ اس حادثہ جانکاہ سے اتنے غمگین ہوئے کہ اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا اور زاری میں بیٹھ گئے حضرت میراںؑ کو اس کی خبر ہوئی تو سید محمودؓ کے حجرہ کی طرف گئے۔ اپنے پاس بلا کر کہا کس لئے غمگین اور دلگیر ہوتے ہو اگر سید اجمل زندہ رہتے تو تمہارے مقام کو پہنچتے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اس المناک موت پر امامنا مہدی علیہ السلام کو عام انسانوں کی طرح کسی قسم کا ملال نہیں ہوا، آپ نے اپنے فرزند بندگی سید محمودؓ کو تسلی دی، خلافت الٰہی کی شان دیدنی ہے کہ غم اس بات کا کچھ نہیں کہ اس طرح فرزند کی المناک موت واقع ہوئی۔ بلکہ خیال اس امر کا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو خداوند تعالیٰ کے افضال سے سرفراز ہوتے اور سید محمودؓ کا مرتبہ حاصل کرتے۔

شفقت

صاحب مدارج النبوت نے لکھا ہے

شارع را می رسد کہ قبائح و معائب کہ در امت بہ بیند و باید اظہار کند و مردم را بر آں اطلاع بخشد و ایں از باب نصیحت و شفقت است[1]

شارع کے مناسب حال یہ ہے کہ امت میں جو معائب اور برائیاں ہوں ان کو ظاہر کر دے اور لوگوں کو اس سے مطلع کرے اور یہ از قبیل نصیحت اور شفقت ہے۔

مشفق کے معنی ہیں ڈرانے والا۔ مشفق کو مہربان اس لئے کہتے ہیں کہ جس پر وہ مہربان ہوتا ہے

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۹ (طبع نول کشور ۱۳۱۶ء)

اس کے باب میں یہ ڈرتا ہے کہ کہیں اس کو ضرر نہ پہنچ جائے اور خلیفۃ اللہ شفیق ہونے کی وجہ سے یہ دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ امت حق سے غافل رہے اور اس کو نقصان پہنچے۔ خداوند تعالیٰ رسول اللہ صلعم کے متعلق فرماتا ہے۔ حریص علیکم بالمومنین روف رحیم یعنی رسول اللہ حریص ہیں تم پر مومنین پر مہربان اور بخشنے والے ہیں۔ حریص علیکم کے معنی حریص علی ایمانکم لیے جائیں یا علی ھدایتکم ہر دو صورت میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ اس امر میں حریص تھے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعلیم دین سے مستفید ہوں اور یہ شفقت کی وجہ سے تھا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اخوک من حذرک لا من غرک یعنی تیرا بھائی وہ ہے جس نے تجھے ڈرایا نہ کہ وہ جس نے تجھے دھوکے میں رکھا۔ صحیح مسلم میں تحذیر کی حدیثیں شفقت کے عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوق کو راہ ہدایت اختیار کرنے کے لئے ڈرانا بھی بربنائے شفقت ہے۔ حضرت امامنا مہدی علیہ السلام میں یہ امر بدرجہ اتم تھا۔ ذیل میں چند روایتیں درج کی جاتی ہیں۔

(الف) صاحب انصاف نامہ نے روایت کی ہے۔

بعد ازاں سوال کردند کہ شما آیت رحمت و رجا کمتر بیان میکنید و آیت خوف و قہر بیشتر بیان میکنید بندہ نا امید می شود فرمودند کہ نبی علیہ السلام فرمودہ است اخوک من حذرک لا من غرک (از باب پنجم)

(ب) نقل است از میاں شیخ محمد کبیر کہ مہاجر مہدی بودند یک روز این بندہ باجری میکوفت حضرت میران بر سر این بندہ آمدند و فرمودند کہ چہ کار میکنید گفتم میرانجی باجری کوفتہ میکنم فرمودند اگر (از) یک مشت دانہ دادن این کار می شود وقت را ضایع نباید کرد یک مشت بدھید و خود یہ یاد

اس کے بعد ملاؤں نے سوال کیا کہ آپ رحمت اور رجا کی آیتیں کم بیان کرتے ہیں اور خوف و قہر کی آیتیں زیادہ بیان کرتے ہیں۔ بندہ نا امید ہو جاتا ہے' تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اخوک من حذرک لا من غرک

روایت کی گئی ہے میاں شیخ محمد کبیرؓ سے جو مہاجر مہدی تھے کہ ایک دن میں باجری کوٹ رہا تھا حضرت میرانؑ میرے پاس تشریف لائے فرمایا کہ کیا کام کرتے ہو میں نے کہا میرانجی میں باجری کوٹ رہا ہوں فرمایا اگر ایک مٹھی بھر باجری دینے سے یہ کام ہو جاتا ہے تو وقت ضائع نہ کرنا چاہئے' مٹھی بھر باجری دو اور خود

خدا تعالیٰ باشید (باب یازدہم)

(ج) نقل است از میاں بھائی کہ حضرت میرانؑ دو سہ بار آمدند و دیدند کہ برادران دو کس یکجا نشستہ اند فرمودند کہ شما چہ نشستہ اید برادران عرض کردند کہ میرانجیو چیزے حکایت دینی میکنیم حضرت میرانؑ فرمودند کہ اے بھایان خدائے را نخواہید یافت جز ذکر (انصاف نامہ باب یازدہم)

یاد خدا میں رہو۔

میاں بھائی رضؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت میرانؑ دو تین مرتبہ تشریف لائے دیکھا کہ وہ برادران دینی ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں فرمایا کہ تم کیا بیٹھے ہو۔ برادروں نے عرض کی میرانجی کچھ دینی حکایت بیان کر رہے ہیں حضرت میرانؑ نے فرمایا اے بھائیو ذکر کے سوا خدا کو نہ پاؤ گے۔

ان روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی طرح امام مہدی علیہ السلام اس امر پر حریص تھے کہ خلق خدا راہِ خدا سے نہ بھٹکے۔ اور زیادہ سے زیادہ ہدایت پاوے۔

حلم صاحب مواہب لدنیہ نے روایت کی ہے کہ زید بن سعنہ نامی ایک یہودی حبر رسول اللہ صلعم کے حلم کا امتحان کرنے کے بعد اسلام سے مشرف ہوا۔ مواہب لدنیہ کی عبارت یہ ہے

فقلت یا عمر کل علامات النبوۃ قد عرفتہا فی وجہ رسول اللہ صلعم حین نظرت الیہ الا اثنتین لم اخبرھما یسبق حلمہ جہلہ ولا تزیدہ شدۃ الجہل الا حلما فقد خبرتہما فاشہدک انی قد رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و محمد نبیا[1]

پس زید بن سعنہ نے کہا اے عمر میں نے جب رسول اللہ صلعم پر نظر ڈالی تو نبوت کی تمام علامتیں آپ کے چہرۂ مبارک میں پائیں مگر دو علامتیں جن کی جانچ نہ کر سکا۔ آپ کا حلم جہل سے بڑھا ہوا ہے اور جہل کی شدت آپ کے حلم کو اور بڑھاتی ہے۔ پس میں ان دونوں کی تو جانچ کر چکا۔ پس[2] میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور محمد کو اپنا نبی مانا۔

حلم جب دلیل نبوت ہو سکتا ہے تو دلیل مہدیت کیوں نہ ہو۔ صاحب انصاف نامہ نے باب یازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ یک خراسانی برائے آزمودن حلم حضرت میرانؑ علیہ السلام آوند شراب در آستین خود آورد و بعضے کسان عرض کردند اگر رضائے خوندگار باشد

روایت کی گئی ہے کہ ایک خراسانی میراں علیہ السلام کا حلم آزمانے کے لئے شراب کا شیشہ آستین میں لئے ہوئے آیا بعض اصحاب نے عرض کی اگر حضرت کی اجازت ہو تو اس کا

[1] المواہب لدنیہ (طبع مصر) جزو اول صفحہ ۲۹۱ [2] پس راضی ہوا میں اللہ سے جو میرا رب ہے اور اسلام سے جو میرا دین ہے اور محمدؐ سے جو میرے نبی ہیں۔

آوندا این شکنیم بعدہ میران فرمودند کہ این چنین فہم کردید این مستی شراب بعد از دو ساعت دور خواہد شد پیش این بندہ مستان دنیای آیند (گذاشتہ میرونند)

شیشہ توڑ دیں۔ میران علیہ السلام نے فرمایا تم اس طرح سمجھے ہو۔ یہ شراب کی مستی دو گھڑی کے بعد دور ہو جائیگی۔ اس بندہ کے آگے مستان دنیا آتے ہیں اور مستی کو چھوڑ جاتے ہیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ بعض اصحاب مہدی خراسانی کو اس حالت میں دیکھ کر ظرف شراب توڑنا چاہتے تھے لیکن مہدی علیہ السلام نے ظرف شراب کو توڑنے کے عوض اس کے شیشۂ دل پر ضرب لگانی چاہی تاکہ وہ میخواری سے بالکل تائب ہو جائے۔

عفو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو کے باب میں صاحب مواہب اللدنیہ نے یہ لکھا ہے۔

ومن ذلک انہ علیہ السلام لم یواخذ لبید بن الاعصم اذ سحرہ وعفا عن الیھودیۃ التی سمت فی الشاۃ[1]

منجملہ ان روایتوں کے جن کا تعلق رسول اللہ صلعم کے عفو سے ہے ایک یہ گزرتا ہے۔ لبید بن اعصم یہودی سے جس نے آپ پر جادو کیا تھا اور اس یہودی عورت سے جس نے آپ کو بکری کے گوشت میں زہر دیا تھا۔

شہر فراہ کے قاضی نے حضرت مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب پر ظلم کیا تھا یعنی کوتوال شہر کو حکم دیا تھا کہ ان کا مال چھین لو اور انہیں قید کردو۔ کوتوال شہر نے اسلحہ اور ساز و سامان بہ جبر و تشدد حاصل کرلیا اور دوسرے دن انہیں قید کرنا چاہتا تھا انہیں بے سر و سامان پاکر یہ خیال کیا کہ ابھی گرفتار کرنے کی کیا ضرورت ہے کل گرفتار کرکے قید کر دینگے، پھر واپس چلا گیا۔ سرور خاں امیر فوج نے رات کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلعم فرما رہے ہیں کہ تیری ولایت میں میرے فرزند پر اتنا ظلم و جور ہوا ہے۔ اسی وقت اس کے پیٹ میں درد اٹھا صبح ہوتے ہی کوتوال شہر سے واقعات دریافت کئے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پانی کا اُلش[2] حاصل کرکے شفا پائی۔ جب اس نے مافات کی تلافی ہی چاہی تو آپ نے قاضی سے تعرض نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا

پیش ما بجز خدا ہیچ نیست کہ آں تلف شود و آں ہرگز تلف نہ شود (حجۃ المنصفین)

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے ہاں سوائے خدا کے کچھ نہیں ہے جو تلف ہوتا اور وہ ہرگز تلف نہ ہوگا۔

[1] المواہب اللدنیہ جزو اول صفحہ ۲۹۳۔ [2] پس خوردہ

سرور خاں امیر فوج آپ کا معتقد ہو چکا تھا آپ چاہتے تو قاضی سے انتقام لے سکتے تھے باوجود قدرت کے عفو کرنا آپ کے صدق کی دلیل ہے۔

توکل مسلم نے باب توکل رسول اللہ کے ذیل میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ روایت کی ہے۔

قال غزونا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم غزوة قبل نجد فادرکنا رسول الله صلعم فی واد کثیر العضاة فنزل رسول الله صلعم تحت شجرة فعلق سیفه بغصن من اغصانها قال وتفرق الناس فی الوادی یستظلون بالشجر قال فقال رسول الله ان رجل اتانی وانا نائم فاخذ السیف فاستیقظت وهو قائم علی راسی فلم اشعر الا والسیف صلتا فی یده فقال لی من یمنعک منی قال قلت الله ثم قال فی الثانیة من یمنعک منی قلت الله فشام السیف فها هو ذا جالس ثم لم یعرض له رسول الله صلی الله علیه وسلم۔[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نجد کی طرف جنگ کی ایک ایسی وادی میں جہاں خاردار درخت کثرت سے تھے رسول اللہ صلعم نے ہم کو پایا اور ایک درخت کے نیچے اتر پڑے اور درخت کی ایک ڈالی سے اپنی تلوار آویزاں کردی راوی کہتے ہیں کہ لوگ وادی میں پھیل گئے درختوں کے نیچے سایہ لینے کیلئے۔ راوی کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور میں سو رہا تھا اس نے تلوار لے لی پس میں بیدار ہوا اور وہ میرے سرہانے کھڑا ہوا تھا میں نے کچھ بھی محسوس نہیں کیا مگر یہ کہ تلوار اس کے ہاتھ میں کھینچی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا "مجھ سے تجھے کون بچائیگا" رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے کہا "اللہ" پھر اس نے دوبارہ کہا "مجھ سے تجھکو کون بچائیگا" رسول اللہ نے فرمایا تب میں نے کہا "اللہ تعالیٰ" آپنے فرمایا کہ اس نے تلوار نیام میں کر لی اور یہی وہ شخص ہے جو بیٹھا ہوا ہے پھر رسول اللہ صلعم نے اس سے تعرض نہیں فرمایا

اسی طرح فراہ کے واقعات میں مذکور ہے کہ میر ذوالنون نے کہا کہ امام مہدیؑ کی علامت یہ ہے کہ تلوار ان پر کارگر نہ ہوگی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا تلوار کا کام کاٹنا ہے آگ کا کام جلانا ہے اور پانی کا کام غرق کرنا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ مہدی پر کوئی قادر نہ ہوگا اس کے بعد آپ نے اپنی تلوار میر ذوالنون کو دی اور کہا کہ آزمالو۔

بندگی میاں عبد الرحمنؒ نے مولود میں یہ روایت کی ہے

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰۔

شمشیر خود پیش او بنہادند میرزو النون شمشیر بر داشتہ برخاست و دست بالا کرد دستش سخ شد پس بدست دیگر گرفت و بر داشت آن نیز سخ شد۔

مہدی علیہ السلام نے اپنی تلوار اس کے سامنے رکھ دی میرزو النون تلوار لے کے اٹھا اور ہاتھ اٹھایا اس کا ہاتھ سخ ہو گیا یعنی اکڑ گیا پس تلوار دوسرے ہاتھ میں لی اور ہاتھ اٹھایا وہ بھی سخ ہو گیا۔

اس کے بعد مذکور ہے کہ میرزو النون بیہوش ہو کے گر پڑا مہدی علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ کے ہشیار کیا اس کے بعد اس نے تین مرتبہ کوشش کی پھر تواضع اور ادب سے مہدی علیہ السلام کے سامنے تلوار رکھ دی اور آپ کی مہدیت کی تصدیق کی۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ مہدی علیہ السلام نے اللہ پر توکل کر کے میرزو النون کے ہاتھ میں تلوار دے دی تھی۔

تواضع وحسن معاشرت صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے ۔

طبری ذکر کردہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در سفر بود و امر کرد اصحاب را باصلاح گوسفندے پس برخاست مردے از اصحاب و گفت بر من است ذبح آن و دیگرے گفت بر من است سلخ و دیگرے برخاست کہ بر من است طبخ پس آنحضرت گفت بر من است ہیمہ گرد آوردن[1]

طبری نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سفر میں تھے صحابہ کو حکم دیا کہ ایک گوسفند حلال کریں ایک صحابی اٹھے اور کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے دوسرے نے کہا اس کی کھال کھینچنا میرے ذمہ ہے۔ تیسرے نے کہا کہ میں اسے پکاتا ہوں پس رسول اللہ نے فرمایا جلانے کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ ہے۔

اس روایت سے رسول اللہ صلعم کی فطری بے تکلفی اور حسن معاشرت ثابت ہوتی ہے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے اصحاب میں ممتاز اور ممیز بیٹھیں۔ امامنا مہدی علیہ السلام کے حسن معاشرت کی بھی یہی حالت تھی صاحب شواہد الولایت نے باب سیزدہم میں یہ روایت کی ہے

نقل است کہ روزے حضرت امام برائے غسل در جوئی احمد آباد سابرمتی میرفتند یک شخص اجنبی غیر آشنا دید کہ در جوے بود او را فرمودند بیا بنشین پشت ما بمال آں کس آمد و پشت مبارک بمالید۔ آنگہ حضرت بہ برادران

روایت کی گئی ہے کہ ایک روز امام علیہ السلام نہانے کے لئے احمد آباد کی ندی یعنی سابرمتی جا رہے تھے ایک اجنبی شخص کو ندی میں دیکھا وہ جان پہچان کا نہ تھا فرمایا آ اور ہماری پیٹھ مل وہ شخص آیا اور آپ کی پشت مبارک کو ملتا رہا

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۲

فرمودند که تو بنشین ما هم پشت تو بمالیم چونکه دست مبارک بر پشت او انداخت ہماں وقت جذبہ حق در ربود و پردہ از پیش او برخاست عالم مغیبات معائنہ شد۔	اس کے بعد میراں علیہ السلام نے فرمایا تو بیٹھ ہم بھی تیری پیٹھ ملتے ہیں جب آپ نے دست مبارک اس کی پیٹھ پر رکھا تو اس وقت جذبہ حق نے اس کو بیخود کر دیا اسکی نظروں کے سامنے سے پردہ اٹھ گیا اور عالم غیب اس کو نظر آگیا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ معاشرتی حیثیت سے حضرت مہدی علیہ السلام اپنے آپ کو دوسروں سے برتر نہیں سمجھتے تھے۔ آپکے سامنے تو حکام اور سلاطین بھی آکے متاثر ہوجاتے تھے لیکن آپ اس بات پر راضی ہوجاتے ہیں کہ ایک اجنبی شخص کی پیٹھ ملیں اس لئے کہ اس اجنبی شخص نے بھی آپ کی پیٹھ ملی تھی۔

مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کے باب میں یہ امر مسلم ہے کہ وہ مبنی برحقیقت ہوتا تھا۔ ترمذی اور ابوداود نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے

ان رجلاً استحمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی حاملک علی ولد ناقہ فقال ما اصنع بولد الناقة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھل تلد الابل الا النوق[۱]۔	ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے سواری مانگی رسول اللہ نے فرمایا میں تجھے ناقہ کے بچہ پر سوار کراتا ہوں اس شخص نے کہا ناقہ کے بچے کو لے کے کیا کروں پس رسول اللہ نے فرمایا اونٹ کو ناقہ کے سوا کون جنتا ہے (یعنی ہر اونٹ ناقہ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔)

ملا معین الدین ہٹنی کے احوال میں مذکور ہے کہ اپنے شاگردوں کو سوالات مرتب کر کے دیتا اور جب وہ مہدی علیہ السلام کی مجلس بیان قرآن میں آتے تو ان کے شبہات حضرت کے بیان کے ضمن میں حل ہوجاتے مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اسے کبھی جرات نہیں کی۔ ایک دن امامنا مہدی علیہ السلام راستہ سے گزر رہے تھے کسی نے کہا یہ ملا معین الدین استاد شہر کا گھر ہے۔ آپنے ملنے کے لئے اطلاع کرائی تو ملا معین الدین نے یہ کیا

بر دیوار سوار شده گویانید که ملا معین ہاں سوار شده اند درون خانه نیستند۔ فرمودند بر چون مرکب سوار	ملا معین الدین نے دیوار پر سوار ہو کر کہلا بھیجا کہ ملا معین الدین سوار ہو کے گئے ہیں۔ گھر میں نہیں ہیں، مہدی علیہ السلام نے

۱؎ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۸۸ (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ)

شدہ اند کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید۔ (مولود میاں عبدالرحمٰن)

فرمایا وہ ایسے مرکب پر سوار ہوے ہیں جو منزل کو نہیں پہنچیگا۔

شواہد الولایت میں اس طرح مذکور ہے

چونکہ آنحضرت شنیدند تبسم کردہ فرمود کہ بریں چنین مرکب سوار اند کہ بہ منزل نمی رسد (باب ۱۵)

جب آنحضرت نے سنا تو تبسم کرکے فرمایا ایسے مرکب پر سوار ہیں جو منزل تک نہیں پہنچیگا۔

تعلیم امن حضرت مہدی علیہ السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ تلوار کے زور سے دین مہدی کی تبلیغ ہو۔ میر ذوالنون حاکم فراہ نے آپ کی تصدیق کرنے کے بعد کہا

مصدق این مہدی و نوکر و ناصر مہدی و غلام مہدی ام ہر جا کہ تیغ زدنی باشد تیغ بزنم و مخالفان مہدی را بکشم حضرت فرمودند تیغ بر نفس خود بزن کہ در گمراہی نیفگند۔ نام مہدی و کسان مہدی خدا است (مولود میاں عبدالرحمٰن)

میں مہدی کا مصدق ہوں انہیں کا نوکر، ناصر اور غلام ہوں۔ جہاں تلوار چلانے کی ضرورت ہوگی وہاں تلوار چلاؤنگا اور مخالفین مہدی کو قتل کرونگا حضرت نے فرمایا کہ اپنے نفس پر تلوار چلاؤ تاکہ تمہیں گمراہ نہ کرے مہدی اور مہدی کے لوگوں کا نام خدا ہے۔

اس لئے دین مہدی کی تبلیغ بیان قرآن سے ہوئی تلوار کی دھار سے نہیں۔

اتباع شریعت آپ کی تمام عمر اتباع شریعت میں گزری یہاں صرف چند مثالیں دیجاتی ہیں۔ جونپور سے ہجرت کرنے سے پہلے کئی سال آپ کو جذبہ رہا لیکن اس زمانہ میں بھی فرائض آپ سے ترک نہیں ہوے۔

(الف) میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں لکھا ہے

در آن وقت آنحضرت را چنان حال غالب آمد کہ ازین عالم ہیچ آگاہی نماند چنانچہ تا مدت ہفت سال ہمین حال بود مگر نماز و روزہ فرض ادا کردے

اس وقت آنحضرت پر ایسا حال غالب آیا کہ اس عالم کی کچھ خبر نہ رہی۔ چنانچہ سات سال تک یہی حال تھا۔ باایں ہمہ نماز اور روزے جو فرض ہوتے ادا کرتے تھے۔

صاحب مطلع الولایت نے فصل سوم میں یہ روایت کی ہے۔

گاہی ہیچ فرائض حق تعالیٰ است فوت نشدہ و یک ذرہ خلاف شرع صدور نیافتہ۔

کبھی فرائض الٰہی آپ سے فوت نہیں ہوے اور ذرہ برابر آپ سے شرع کا خلاف نہیں ہوا۔

(ب) ہزاروں میل کا آپ نے سفر کیا کام صرف تبلیغ تھا۔ سخت سے سخت مواقع پیش آئے لیکن کبھی تین دن سے زیادہ ضیافت قبول نہیں فرمائی۔ میاں عبدالرحمٰنؓ نے فراہ کے واقعات میں لکھا ہے کہ سرور خاں حاکم فراہ نے آپ کی مہمانی کی لیکن آپ نے تین دن سے زیادہ قبول نہیں فرمایا۔ میاں عبدالرحمٰنؓ کے الفاظ یہ ہیں "بسیار مہمانی فرستاد بعد از ثلث یوم قبول نفرمودند"۔ صاحب مطلع الولایت نے بھی فراہ کے واقعات میں میرذوالنون کے احوال میں لکھا ہے کہ اس نے بڑی تعظیم سے آپ کی مہمانی کی لیکن آپ نے تین دن سے زیادہ قبول نہیں فرمایا

آنحضرت بعد از سہ روز قبول نکردند وقتیکہ کوشش بنہایت کرد۔ فرمودند کہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مہمانی داری بیش از سہ روز قبول نکردند۔

آنحضرت نے تین دن کے بعد مہمانی قبول نہیں فرمائی جب اس نے بے انتہا کوشش کی تو فرمایا کہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ آپ نے مہمان داری تین دن سے زیادہ قبول نہ فرمائی۔

مہدی علیہ السلام کا یہ عمل "والضیافۃ ثلثۃ ایام[1]" کا احیا تھا۔

(ج) حضرت مہدی علیہ السلام نے رحلت سے قبل آیہ اکملت لکم اور حدیث نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث پڑھی تھی۔ آیت پڑھنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد "ختم اللہ بہ الدین" کے بموجب دین حقیقت میں تکمیل کو پہنچا اور حدیث کا پڑھنا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ رسول اللہ کی اتباع میں آپ کی ملک آپ کے ورثا کو نہ دی جائے چنانچہ اسی طرح عمل ہوا۔

کثرت عبادت رسول اللہ صلعم کی کثرت عبادت سے متعلق یہ مروی ہے

درحدیث دیگر آمدہ است کہ بالیستاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درنماز چندانکہ بیاماسید پاہائے مبارک او[2]۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ قیام فرمایا آنحضرت صلعم نے نماز میں یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک سوجھ گئے۔

صاحب شفا نے (قسم اول باب دوم میں) یوں روایت کی ہے۔ "کان یصلی حتی ترم قدماہ" اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے "حتی انتفخت قدماہ[3]" آپ کی عبادت سے متعلق یہ بھی مذکور ہے گاہی قیام میکرد تمام شب بہ یک آیت[4]۔ یعنی کبھی ایک ہی آیت کی تلاوت میں آپ تمام رات قیام فرماتے حضرت مہدی علیہ السلام اور اصحاب مہدی کی کثرت عبادت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ صاحب سراج نے اپنے ساتھ[5]

1. اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ ۵۱۲ (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) 2. مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۶۰ 3. شفا ورق ۲۶ حدیث عربی نمبر ۱۰۰ کتب خانہ آصفیہ۔ 4. مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۶۰

یعنی تابعین مہدیؑ کے باب میں یہ لکھا ہے

"میں نے اپنے ساتھیوں میں سے بہتوں کو الم فراق سے روتا ہوا، راتوں کو (عبادت کیلئے) کھڑے رہنے سے انکے پانوؤں کو متورم اور رونے اور بیدار رہنے سے انکی آنکھیں سوجھی ہوئی پائی ہیں۔ بہت سے ان میں ایسے چیخنے والے ہیں کہ انکی پلک سے پلک نہیں لگتی اور بہت سے آہ آہ کرنے والے وہ ہیں جو پانوں ہی کھڑے رہتے ہیں، بہت سے ان میں سے ایسے آہ وزاری کرنے والے ہیں کہ پہلو کے بل پڑے رہتے ہیں اور بہت سے وہ ہیں جو چت پڑے ہوئے ہائے واویلا کرتے۔ یہ لوگ اصحاب مہدیؑ کے متبعین میں سے ہیں" (سراج الابصار صفحہ ۱۷۰) اسکی تائید شیخ علی کے شاگرد شیخ عبدالوہاب کے بیان سے بھی ہو جاتی ہے، شیخ عبدالحق نے شیخ عبدالوہاب کی روایت سے شیخ علی صاحب کنز العمال کے ایک مہدوی قرابت دار کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ مکہ معظمہ آئے ہیں تو شیخ علی نے ابراھیمی نام سکہ شیخ عبدالوہاب کے ذریعہ بہ طور ضیافت کے انہیں بھیجا۔ اس کے بعد محدث دہلوی نے بیان کیا ہے۔

سپفر مودند نزد آن مرد رفتیم از خلوت برآمد گریہ کنان وآہ زنان مبلغ را بوے رسانیدیم و این حرف کہ شیخ فرمودہ بودند نیز گفتیم خاموش ماند۔	شیخ عبدالوہاب کہتے تھے کہ ہم شیخ کے اس قرابت دار کے پاس گئے وہ خلوت سے گریہ کنان اور آہ زنان نکلے ہم نے انکو رقم پہنچا دی اور جو بات شیخ نے کہی تھی وہ بھی کہہ دی سن کے خاموش ہو گئے

اس کے بعد شیخ عبدالوہاب کا بیان اس طرح مذکور ہے۔

عرض کردہ شد کہ این گریہ وحالت امرے مرغوب و مطلوب است مگر دردے و ذوقے می باشند (زاد المتقین مقصد اول۔ باب سوم)	یعنی شیخ علی سے عرض کیا گیا کہ یہی گریہ اور یہی حالت تو ام مرغوب و مطلوب ہے، شاید صاحب درد اور صاحب ذوق ہیں۔

اس کی تفصیل شیخ علی کے حالات کے ذیل میں دیجائیگی۔ حاصل یہ کہ شیخ عبدالوہاب نے شیخ علی کے مہدوی قرابت دار کے متعلق جو کہا ہے اس سے صاحب سراج الابصار کے بیان کی تائید ہو جاتی ہے واضح رہے کہ شیخ عبدالحق نے جو کچھ لکھا ہے ایک مخالف مہدی کا قول ہے۔ اسی طرح صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں لکھا ہے۔

جمعے راکہ بر این عقیدہ بودند باد لہائے بریان وچشمان گریان یافتم کہ جز بہ قرآن کارے ندارند و بغیر تدبر و تفکر شعارے ندارند۔

میں نے اس عقیدہ کے بہت سے لوگوں کو دل بریان چشم گریاں کے ساتھ پایا سوائے قرآن کے کسی سے کام نہیں۔ (مسلہ کائنات میں) تدبر اور (صفات خالق میں) تفکر کرنے کے سوا ان کا کوئی شعار نہیں۔

تاکید عمل عمل سے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ یا فاطمۃ اعملی ولا تتکلی علی انک ابنتی یعنی اے فاطمہ عمل کر اور اس پر بھروسہ مت کر کہ تو میری بیٹی ہے۔ اسی طرح مہدی علیہ السلام نے عمل سے متعلق جو تاکید فرمائی ہے یہ ایک بدیع المثال واقعہ ہے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۱۶ میں ایک طویل نقل درج کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ملک برخوردار حصول نجات کی نیت سے حضرت مہدی علیہ السلام کے کفش مبارک حاصل کرنا چاہتے تھے، مہدی علیہ السلام نے فرمایا

اے ملک برخوردار این کفش چہ چیز است، ایشان از روے ادب خاموش بودند باز فرمودند کہ بالا پوست گوسفند و زیر پوست گاو پس چندین مدت کہ صحبت بندہ ماندہ اید چنین حاصل کردید کہ مہدی از پوست گوسفند و پوست گاو نجات می دہند۔ خیر جی اگر بندہ محبت کردہ پوست خود بپوشاند انچہ بندہ درمیان عصر و مغرب میگوید نہ کنید خداے من قادر من است پوست بندہ بہ بندہ بپوشاند و شمارا عذاب کند۔

اے ملک برخوردار یہ جوتی کیا چیز ہے۔ ملک برخوردار ادب سے خاموش تھے، پھر مہدی علیہ السلام نے فرمایا اس کے اوپر کا حصہ گوسفند کا پوست ہے اور اس کے نیچے کا حصہ گائے کی کھال ہے۔ تم اتنے زمانے تک میری صحبت میں رہے کیا یہی حاصل کیا کہ مہدی گوسفند اور گائے کے پوست سے نجات دلاتے ہیں، خیر اگر بندہ محبت سے اپنا پوست بھی تمہیں پہنادے اگر تم اس پر عمل نہ کرو جو بندہ عصر اور مغرب کے درمیان بیان کرتا ہے تو میرا خدا اس بات پر قادر ہے کہ میرا پوست مجھکو پہنادے اور تمہیں عذاب دے

امت رسول میں عمل پر اس قدر تاکید یہ مہدی ہی کا کام ہے

رسول اللہ صلعم کے اخلاق حسنہ سے متعلق کوئی روایت کتب حدیث اور کتب سیر میں نہ ہوتی جب بھی صرف ابو جہل کا آپ کو صادق ماننا آپ کے اخلاق حسنہ کے اثبات کے لئے کافی تھا۔ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے

آوردہ اند کہ اخنس بن شریق ملاقات کرد ابوجہل را روز بدر و گفت یا ابا الحکم نیست اینجا جز من و تو کہ بشنود سخن ما را خبر دہ مرا از محمد کہ وی صادق است یا کاذب پس گفت آن ملعون واللہ بدرستی و راستی کہ محمد صادق است و ہرگز دروغ نہ گفتہ است (مدارج جلد اول صفحہ ۵۵)

روایت کی گئی ہے کہ اخنس بن شریق نے بدر کے دن ابوجہل سے ملاقات کی اور کہا اے ابوالحکم یہاں میرے اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو ہماری بات سنے۔ ہمیں خبر دے کہ محمد صادق ہیں کہ کاذب پس اس ملعون نے کہا قسم ہے سچائی اور راستی کی کہ محمد صادق ہیں اور انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

صاحب تفسیر حسینی نے بھی وللدار الآخرۃ خیر للذین یتقون (الانعام رکوع ۴) کے ذیل میں یہ روایت درج کی ہے لیکن روز بدر کی صراحت نہیں ہے۔

مہدی علیہ السلام کے اخلاق کے باب میں یہاں جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت مختصر ہے اس کے لئے تو ایک مستقل کتاب درکار ہے اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو صرف شیخ علی کا قول "لا یظن بہ ھذا" یعنی ان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی (سراج الابصار صفحہ ۲۳۶) آپ کے اخلاق حسنہ کے اثبات کے لئے کافی تھا۔ اور اگر مہدی علیہ السلام کے متعلق شیخ علی یہ الفاظ استعمال نہ کرتا جب بھی ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنے زمانہ کے مہدویوں یعنی تابعین اصحاب مہدی اور تبع تابعین کے باب میں جو کچھ لکھا ہے مہدی علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کے اثبات کیلئے کافی تھا۔ نجات الرشید میں مہدویوں کے باب میں یہ مذکور ہے۔

جمعے را ازیں سلسلہ ملازمت کردہ ام و اخلاق رضیہ و اوصاف مرضیہ ایشان را در فقر و فنا بہ مرتبۂ عالی دیدہ و بیان قرآن و اشارات و دقایق حقایق و معارف لطائف بے کسب علوم رسمی چنان شنیدہ ام کہ اگر خواہند مجملے از آنہا در قید کتابت آرند۔ تذکرۃ الاولیاء دیگر باید نوشت[1]

اس سلسلہ (یعنی سلسلہ مہدویہ) کے بہت سے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں ان کے پسندیدہ اخلاق اور ان کے پسندیدہ اوصاف کو فقر و فنا میں مرتبہ عالی پر پایا اگرچہ انہوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا لیکن قرآن کا بیان اور اشارات، حقایق کی باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات میں نے اس قدر سنے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو اور ایک تذکرۃ الاولیا لکھنا چاہیے۔

اصحاب مہدیؑ کے تابعین اور تبع تابعین کا تذکرہ تذکرۃ الاولیا ہو سکتا ہے تو ذکر مہدیؑ ذکر رسول اللہ صلعم کیوں نہ ہو۔ حضرت مہدی علیہ السلام یشبہ فی الخلق[2] (مشابہ ہوگا اخلاق میں رسول اللہ کے) کے مصداق

[1] نجات الرشید قلمی (تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن) صفحہ ۹۰۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۳۲۱

اتم ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم (اور بیشک آپ خلق عظیم پر ہیں) پس حدیث اور آیت میں تطبیق کرنے سے ثابت ہوا کہ امام مہدی بھی خلق عظیم سے موصوف ہونگے۔ اس کی توضیح اس سے قبل ہو چکی۔ مولانا روم نے کہا ہے "گفت پیغمبر کہ ہست از امتم۔ کز بود ہم گوہر وہم ہمتم[1]"۔ یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جو میرے نسب اور میری ہمت والا ہوگا۔

احیاءِ شریعت رسول اللہ صلعم کا مہدی کے باب میں یہ فرمانا یقفوا اثری ولا یخطی یعنی مہدی میرے نقش قدم پر چلینگے اور خطا نہ کرینگے۔ صاف بتا رہا ہے کہ امام مہدی کے زمانہ میں عصر اول کا اسلام پیش ہوگا اور وہ لوٹیں کہ رسول اللہ صلعم کی طرح امام مہدیؑ بھی اپنے سے پہلے کی ناسزا باتوں کی بنیادوں کو ڈھا دینگے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ یھدم ما قبله کما صنع رسول الله صلی الله علیه وسلم (سراج الابصار صفحہ ۲۱۴) اس سے قبل توضیح کی گئی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام رسول اللہ صلعم کے اخلاق سے موصوف تھے۔ آپ نے شریعت مصطفوی کا احیا فرمایا، رسول اللہ کے دین کو رسوم، عادات اور بدعات سے پاک کر دیا۔ صاحب انصاف نامہ نے باب اول میں یہ روایت کی ہے

حضرت میران فرمودند کہ مہدی را خدائے تعالیٰ انگہ فرستاد کہ معنی دین از جہان رفتہ بود و معنی دین از سہ چیز رفتہ بود[2]۔ رسم و عادت و بدعت وقتے مہدی در ظہور آید رسم و عادت و بدعت را دور کند و دین محمد را نصرت کند الی آخرہ۔	حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ مہدی کو خداوند تعالیٰ نے اس وقت بھیجا جب کہ دین کے معنی دنیا سے جا رہے تھے اور دین کے معنی تین چیزوں سے جاتے رہتے ہیں رسم، عادت اور بدعت۔ جب مہدی کا ظہور ہوتا ہے تو رسم، عادت اور بدعت کو دور کرتے ہیں اور دین محمد کی مدد کرتے ہیں الی آخرہ۔

انصاف نامہ کے باب بستم میں یہ روایت آئی ہے "میران فرمودند اگر کسے رسم و عادت و بدعت کند او را بہرہ اینجائی نرسد"۔ یعنی میراں علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص رسم، عادت اور بدعت کا مرتکب ہو تو اس کو یہاں سے بہرہ نہیں ملے گا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ نویں صدی ہجری کے اوائل تک عالم اسلامی میں کوئی ملک ایسا نہیں تھا جہاں رسوم، عادات اور بدعات جزو دین نہیں سمجھے جاتے تھے، مہدیت

[1] مثنوی مولانا روم (طبع نولکشور ۱۲۹۱ھ) دفتر اول صفحہ ۸۶ — [2] باشد

کی تبلیغ نے عصر اول کے اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور عجمیت کے تخیل نے تعلیم اسلامی پر جو پردہ ڈال دیا تھا اس کو اٹھا دیا۔ نویں صدی ہجری میں ہندوستان میں اسلام کی کیا حالت تھی اس کی تاریخی گرہ کشائی شاید آپکے لئے آسان نہو۔ ابو الکلام آزاد ہی سے سُنئے کہ سرسری اندازہ کیلئے یہی کافی ہے۔ "نویں صدی کا وہ زمانہ جو اکبر سے پہلے گزرا ہندوستان میں سخت بدامنی و طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ روز روز بادشاہتیں بنتی اور بگڑتی تھیں اور کوئی مرکزی حکومت باقی نہیں رہی تھی جو احکام شرع کے اجراء و قیام کی ذمہ دار تھی۔ علمائے حقانی بہت کم تھے اور علمائے دنیا ہر طرف پھیلے ہوئے تھے، دنیا طلبی اور مکر و زور کی گرم بازاری تھی اور سب سے زیادہ یہ کہ جاہل صوفیوں کی بدعات و منکرات نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا تھا" (تذکرہ صفحہ ۲۷) مہدویت کی تعلیم نے جو کام کیا وہ کچھ تو مہدی علیہ السلام کے اخلاق کے ذیل میں اور بقیہ دائرہ مہدویہ کے عنوان کے ذیل میں آئیگا، فی الحال ابو الکلام آزاد کی عبارت پیش کیجاتی ہے۔ "یہ حال دیکھ کر سید موصوف نے احیائے شریعت اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور لوگوں سے کہا کہ اب نہ کسی مجاہدہ کی ضرورت ہے اور نہ ذکر و شغل کی سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ خلق اللہ کو سیدھی راہ پر لگاؤ اور احکام شرعیہ کے قیام کی راہ میں اپنی جانیں تک لڑا دو، عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے انکی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی، ان لوگوں کے طور و طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابۂ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے، عشق الٰہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن گئے تھے اور بجز خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجراء و قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے" (تذکرہ صفحہ ۲۷، ۲۸) صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۴ میں بیان کیا ہے کہ فراہ مبارک میں کسی نے حضرت مہدی علیہ السلام کے حضور میں سلطان بایزید کے مناقب اس طرح بیان کیے

سلطان بایزید را روزے بکوچہ میخانہ گزر افتاد و قوال طنبورہ می نواخت، طنبورہ او

سلطان بایزید کا گزر ایک میخانہ کی گلی میں ہوا۔ قوال طنبورہ بجا رہا تھا خواجہ اس کو سن کے بیہوش ہو گئے اور طنبورہ پر گر پڑے اس کا

شکستہ شد او بخشم آمدہ بر سر خواجہ زد و گفت کہ چہ درویشی است کہ سازم اشکست خواجہ اورا بسیار ملامت نمودہ طنبورہ اورا درست کنانیدہ وہانیدہ اند و چیزے مبلغ نیز مرحمت فرمودند

طنبورہ ٹوٹ گیا قوال نے غصہ میں آکر بایزید کے سر پر مارا اور کہا کہ یہ کیسا درویش ہے کہ میرے ساز کو توڑ دیا۔ خواجہ اس کے ساتھ بہت ملائمت سے پیش آئے' اس کا طنبورہ درست کرا کے اس کو دے دیا اور کچھ رقم بھی اس کو مرحمت فرمائی۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا

درکمالیت خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ مناقب بسیار اند و ایشان کامل اند اما این کہ تو گفتی نقیض متابعت شریعت رسول اللہ صلعم و خلاف قرآن است کما قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے کمال سے متعلق بہت سے مناقب ہیں' اور خواجہ کامل ہیں لیکن یہ جو تونے کہا قرآن و اتباع شریعت مصطفیٰ کے خلاف ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے" مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں اور نہ مدد کرو گناہ اور ظلم میں"۔

سلطان بایزید کی روایت عام اسلامی تعلیم کا نمونہ ہے اور امام علیہ السلام کا ارشاد تعلیم مہدیت کا آئینہ دار ہے جس طرح امام علیہ السلام نے دین کو رسوم' عادات اور بدعتات سے پاک کیا اسی طرح رسول اللہ صلعم کی سنت جہاد کا بھی احیا فرمایا جیسا کہ صفحہ ۱۲' ۱۵ پر بیان کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں مہدی علیہ السلام کی جماعت نے جو جنگ کی ہے اس حدیث کا مصدق ہے۔ نسائی نے کتاب الجہاد[1] میں روایت کی ہے

عن ابی هریرة قال وعدنا رسول اللّٰه غزوة الهند فان ادركتها انفق فيها نفسی ومالی فان اقتل كنت من افضل الشهدا وان ارجع فانا ابو الهريرة المحرر۔

ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سے ہند کی لڑائی کا وعدہ فرمایا اگر وہ میرے سامنے ہوئی تو میں اپنی جان' مال اس میں خرچ کرونگا اور اگر مارا جاؤں تو سب سے افضل شہیدوں میں داخل ہونگا اور اگر زندہ واپس ہوا تو میں وہ ابوہریرہ ہوں جو جہنم کے عذاب سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ رسول اللہ صلعم کے خاص اصحاب میں سے ہیں ۷ھ میں مسلمان ہوئے اس کے بعد کے تمام غزوات میں فتح مکہ تک رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب رہے ہیں ان کا ہند کی لڑائی کی تمنا کرنا اور یہ کہنا کہ اگر میں اس میں مارا جاؤں تو افضل الشہدا میں داخل ہونگا صاف بتا رہا ہے کہ یہ کسی مامور من اللہ کی

[1] سنن نسائی مترجم (طبع مطبع صدیقی لاہور) جلد ثانی صفحہ ۳۱' ۳۲

لڑائی ہے غیر کی نہیں۔ یہ ماموریمن اللہ کون ہوگا اس کی توضیح ایک حد تک اس حدیث سے ہوتی ہے نسائی نے حضرت ثوبان رضؓ سے روایت کی ہے

عن ثوبان مولی رسول اللّٰہ صلعم قال قال رسول اللّٰہ صلعم عصابتان من امتی احرزھما اللّٰہ من النار عصابۃ تغزوا الھند وعصابۃ تکون مع عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام[۱]	ثوبانؓ جو رسول اللہ صلعم کے آزاد غلام تھے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے میری امت میں دو گروہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچادیا ایک گروہ ہندوستان میں لڑیگا اور دوسرا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

یہاں ان دو جماعتوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچادیا ایک جماعت کا صرف مقام بتایا گیا ہے اور دوسری جماعت کے متعلق اس امر کی صراحت ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔ رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ کے بعد امت کو ہلاکت سے بچانے والے دو ہونگے ایک عیسیٰؑ دوسرے مہدیؑ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کیف نھلک امتی انا فی اولھا وعیسیٰ فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا۔ (میری امت کیسے ہلاک ہوگی جب کہ میں اس کے اول میں ہوں عیسیٰ اس کے آخر میں اور مہدی جو میرے اہل بیت سے ہونگے اس کے وسط میں ہوں گے) نسائی کی حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت کی تو تصریح ہے اب ہندوستان میں لڑنے والی جماعت امام مہدی کے سوا اور کس کی ہوسکتی ہے۔ کسی اور جماعت کو اس کا مصداق قرار دیں تو ماموریمن اللہ و غیر ماموریمن اللہ میں کوئی فرق نہیں رہیگا کیونکہ عیسیٰؑ کی جماعت کی طرح اس جماعت کو بھی محفوظ عن النار تسلیم کرنا پڑیگا قطع نظر اس کے عیسیٰ و مہدی کی جماعت کے سوا اور کوئی جماعت موعود و مبشر رسول اللہ نہیں ہے۔

دین کی ختمیت امام مہدی کے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ آخر زمانہ میں دین کو قائم کریں گے جیسا کہ میں نے اول زمانہ میں اس کو قائم کیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان (سراج الابصار صفحہ ۲۱۲) اسی طرح رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مہدی سے دین کو ختم فرمادیگا حدیث کی عبارت یہ ہے یختم اللّٰہ بہ الدین الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۲۰۶) ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ دین کی توضیح کی جائے مسلم نے

[۱] امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس کی روایت کی ہے (کنز العمال طبع حیدر آباد دکن۔ جلد ہفتم صفحہ ۲۰۲)

حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے۔

قال بینما نحن عند رسول اللہ ذات
یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض
الثیاب شدید سواد الشعر لا یری
علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا
احد حتی جلس الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ
ووضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد
اخبرنی عن الاسلام ان تشہد ان
لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ
وتقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ وتصوم رمضان
وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا
قال صدقت فعجبنا یسئلہ ویصدقہ
قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن
باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم
الآخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ قال
صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان
قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم
تکن تراہ فانہ یراک قال صدقت.....
ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی یا عمر
اتدری من السائل قلت اللہ ورسولہ

حضرت عمرؓ نے کہا اس حالت میں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلعم کے حضور میں تھے
کہ ایک ایسا شخص آیا جس کا لباس بہت سفید اور جس کے بال بہت سیاہ تھے
سفر کے آثار اس پر کچھ نمایاں نہیں تھے ہم میں سے کوئی بھی اس کو جانتا
پہچانتا نہ تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم کی جناب میں زانو بہ زانو بیٹھ گیا
کف دست رسول اللہ صلعم کے رانوں پر رکھدئے اور کہا یا محمد مجھے
اسلام سے آگاہ کیجئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس کی شہادت دے کہ
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے رسول محمد ہیں اور تو نماز
قائم کرے، زکوۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور استطاعت
ہو تو حج بیت اللہ کرے، اس شخص نے کہا کہ آپنے سچ فرمایا حضرت
عمر نے کہا کہ ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال بھی کرتا ہے اور خود ہی
تصدیق بھی۔ پھر پوچھا کہ مجھے ایمان سے آگاہ کیجئے، آپنے فرمایا
کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اسکی کتابوں پر، اسکے رسولوں پر، روز
قیامت پر، تقدیر خیر و شر سب پر ایمان لائے اس نے کہا آپ نے
سچ فرمایا، پھر پوچھا مجھے احسان سے آگاہ کیجئے۔ آپنے فرمایا کہ تو اللہ کی
اس طرح عبادت کرے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے لیکن اگر تو اس کو
نہ دیکھ سکے تو (تو کم سے کم یہ تو یقین رکھتا ہو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے
اس نے کہا کہ آپنے سچ فرمایا...... پھر وہ شخص چلا گیا۔ حضرت
عمر کہتے ہیں کہ میں دیر تک ٹھیرا رہا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا
یا عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا۔ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے
رسول ہی بہتر جانتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے تمہارے

اعلم قال هذا جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم [1]

پاس اس لئے آئے تھے کہ تمہارا دین تمہیں سکھلادیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دین کے تین ارکان ہیں اسلام ایمان اور احسان بعض روایتوں میں پہلے ایمان کی تفصیل ہے اور بعد اسلام و احسان کی [2] اور یہی مرجح ہے اس لئے کہ آغاز تبلیغ میں صرف ایمان پر اختصار تھا دوسرے دور میں اسلام پر زور دیا گیا فرائض اور واجبات ایسے روشن کئے گئے کہ من حیث الظاہر شریعت کی تکمیل ہوگئی دور ثالث کہ خاتم الانبیا کا خاتم الادوار تھا احسان ہے۔ احسان کے معنی شارح مشکوٰۃ نے یہ لکھے ہیں

نیک کردن فعل را بر وجہ تکمیل و تجوید و اتقان و چناں کہ باید و شاید بجا آوردن آن را [3]

اچھی طرح کرنا فعل کا بروجہ تکمیل و تجوید و اتقان اور جیسا کہ چاہئے اس کو بجالانا

اس لحاظ سے احسان گویا عمل میں حسن کامل پیدا کرنا ہے۔ صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نے کانک تراہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

مفعول مطلق ای عبادۃ شبیہۃ لعبادتک حین تراہ او حال من الفاعل ای حال کونک مشبھا بمن ینظر الی اللہ الی آخرہ [4]

مفعول مطلق ہے یعنی عبادت جو مانند ہو تیری عبادت کے جب کہ تو خدا کو دیکھتا ہے یا حال ہے فاعل کا یعنی تیرا حال مشابہ ہو اس شخص کے حال کے جو اللہ کی طرف دیکھتا ہے

احسان کے معنی جو رسول اللہ صلعم نے بیان کئے ہیں اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ رویت باری ممکن ہے دوسرے یہ کہ منتہائے عبادت یہ ہے کہ رویت باری حاصل ہو اور یہی کمال احسان ہے۔

آپ ایک شخص کو شرک سے بچاتے ہیں اور اللہ کا بناتے ہیں، یہ ایمان کی دعوت ہے کسی دوسرے کو فواحش و منہیات سے باز رکھتے ہیں اور اس میں صوم و صلوٰۃ کی پاک روح پھونکتے ہیں یہ اسلام کی دعوت ہے اور ان دونوں دعوتوں میں خواص و عوام سب شریک ہیں کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں لیکن تیسری دعوت امتیازی اور استثنائی حیثیت رکھتی ہے۔ نماز تو آپ اسے بھی کہینگے جس میں "چہ خورد بامداد فرزندم" (صبح کو میرا فرزند کیا کھائے گا) کا تصور رہتا ہے لیکن کیا یہ نماز اس نماز کے برابر ہوسکتی ہے جس میں ایک صحابی کے جسم سے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۸، ۳۹۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۱، [3] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۱
[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۵۳

تیر نکالنا ہے۔ جراح ان کو بیہوش کر کے یہ کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے طہارت کے ساتھ دو رکعتیں قائم کرنے دو اس حالت میں عمل جراحی شروع بھی ہوتا ہے اور ختم بھی ہو جاتا ہے، مگر ان کے رجوع الی الحق اور استغراق فی اللہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ سب کچھ ہو لیتا ہے تو خاتمہ صلوۃ پر دیکھتے ہیں کہ تیر نکالا جا چکا ہے، زخم پر مرہم لگائے اور پٹی باندھ دی گئی ہے۔ یہ تعلیم احسان کا نتیجہ ہے۔ **بلغ ما انزل الیک** کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے احسان کی بھی تعلیم دی ہے لیکن خاص خاص اصحاب کو کیونکہ ہر بدوی اور ہر اعرابی اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا تھا۔ صاحب مخزن الدلائل نے اسلام و ایمان کی روایت کے ذیل میں لکھا ہے

کان رسول اللہ صلعم یعلم الامۃ الایمان و الاسلام جہرا لان طباع[ع] الناس کلھم مستعد الینل ھذا الامر فھذا الامر من ظاہر الشریعۃ اما الاحسان فلم یعلمہ الا من رای طبعہ محظوظا بنور الایمان بنعت المحبۃ والشوق الی اللہ تعالی الی آخرہ۔	رسول اللہ صلعم امت کو ایمان اور اسلام کی علانیہ تعلیم دیتے تھے اس لئے کہ لوگوں کی طبیعت اس امر کے پانے کے لئے آمادہ تھی، پس یہ امر ظاہر شریعت سے ہے، اب رہا احسان تو رسول اللہ صلعم نے اس کی تعلیم صرف اسی کو دی جو نور ایمان سے بہرہ مند اور اللہ تعالی کے شوق و محبت کی صفت سے متصف تھا

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں ایمان اور اسلام کی تعلیم عام اور آشکار تھی اور احسان کی تعلیم خاص تھی چنداں عام اور آشکار نہ تھی، یہی وجہ تھی کہ احکام احسان کی تفصیل کے ساتھ تعمیم نہ ہو سکی۔ بعض حدیثوں سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ خاص اصحاب کے لئے جو امور بیان کئے گئے تھے عامۃ الناس کے لئے ناقابل بیان تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے

قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الآخر لو بثثتہ لقطع ھذا البلعوم[۱]	میں نے رسول اللہ صلعم سے دو برتن پائے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو ظاہر کر دوں تو میرا گلا کٹ جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے جن ناقابل اظہار امور کا ذکر کیا ہے عجب نہیں کہ وہ احسان کی تفصیل ہو بعض شارحین نے

ع۔ اطباع الناس کلھم مستعدۃ۔ [۱] طبقات ابن سعد جزو رابع قسم ثانی صفحہ ۵۷ وصحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم
[۲] اشعۃ اللمعات (جلد اول کتاب العلم صفحہ ۱۷۰)

اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ دوسرے بزن سے علم الاسرار مراد ہے جس طرح عہد رسالت میں ایمان اور اسلام کی تعلیم عام اور آشکار تھی اسی طرح امام مہدی علیہ السلام کے دور میں احسان کی تعلیم عام اور آشکار تھی۔

صاحب مخزن الدلائل نے لکھا ہے والمہدی علیہ السلام صار مامورا بہ جہرا یعنی مہدی علیہ السلام احسان کی آشکار دعوت پر اللہ کی طرف سے مامور تھے۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلعم کو پہلے طہارت ظاہر کا حکم ہوا۔ وثیابک فطھر (اپنے لباس کو پاک کر) والرجز فاھجر (اور گندگی کو چھوڑ دے) اسی پر دلالت کرتا ہے، اس کے بہت دن بعد آپ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (پیغمبر ان لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں اور انہیں کتاب حکمت سکھاتے ہیں) سے موصوف ہوئے لیکن امام علیہ السلام کی دعوت کی ابتدا و انتہا سب کچھ تزکیہ قلوب تھی، بایں ہمہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام علیہ السلام رسول اللہ صلعم سے مرتبہ میں ارجح ہوئے تھے۔ احسان کے ذیل میں خود اسلام اور ایمان کی تصحیح ہو جاتی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فاخبرنی عن الاحسان کے ذیل میں یہ لکھا ہے

حاصل آن اخلاص وحضور وخشوع است در عبادت وآن بحقیقت شرط کمال بلکہ نشان صحت اسلام وایمان است [1]	حاصل احسان یہ ہے کہ عبادت میں اخلاص حضور قلب خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت میں شرط کمال ہے بلکہ اسلام اور ایمان کی صحت کی نشانی ہے

حضرت مہدی علیہ السلام کی دعوت احسان عام تھی اس لئے ملت مہدویہ میں تعلیم احسان بھی عام تھی ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں بندگی ملک الہداد صحابی مہدی علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے

الشیخ الفانی والباقی بہ برہان الدین مشہور ساکن کالپی سہ روزہ در صحبت شیخ الہداد ساکن قصبہ باری رسید و از مقربان درگاہ کبریا گشتہ [2]	فانی فی اللہ باقی باللہ برہان الدین جو مشہور ہیں اور ساکن کالپی تھے تین دن شیخ الہداد ساکن قصبہ باری کی صحبت میں رہ کر مقرب بارگاہ الہی ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ شیخ برہان الدین کالپی ایمان اور اسلام کی تعلیم سے بیگانہ محض نہ تھے حضرت مہدی علیہ السلام کے ایک صحابی کی سہ روزہ تعلیم احسان نے انہیں مقرب بارگاہ الہی کر دیا۔ اس سے مہدی علیہ السلام کی دعوت احسان کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب دوسروں کی شہادت سے مہدی علیہ السلام کی دعوت احسان

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۱ [2] نجات الرشید (قلمی) صفحہ ۸۵ (نمبر ۱۵۶۴ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن)

کا ثبوت ملتا ہے تو مہدویہ کی یہ روایت ماننے میں کوئی تامل نہیں کرنا چاہئے۔ صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب اول میں بندگی میاں سید شہاب الدین (شہاب الحق) کے احوال میں لکھا ہے

روزے بندگی سید شہاب الدین در تکبیر تحریمہ اندکے تاخیر کردہ چند کرت تکبیر بگر گفتند بعد از نماز کسی عرض کرد کہ میاں جی چہ سبب بود کہ امروز چنین کردید، فرمودند کہ بندہ بجز دیدن پروردگار خود سجدہ نمی کند، امروز چیزے تاخیر بود برائے آن تاخیر شد۔	ایک روز بندگی سید شہاب الدین نے تکبیر تحریمہ میں کچھ تاخیر کر کے چند مرتبہ تکبیر کر رکہی۔ نماز کے بعد کسی نے عرض کی میاں جی کیا سبب تھا کہ آج آپ نے اس طرح کیا، فرمایا کہ بندہ اپنے پروردگار کو دیکھے بغیر سجدہ نہیں کرتا، آج کچھ تاخیر تھی اس لئے تاخیر ہو گئی۔

بندگی میاں سید شہاب الدین طبقۂ تابعین سے ہیں اس سے اصحاب مہدیؑ کی عبادت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ حدیث میں جہاں یقوم بالدین (مہدی دین کو قائم کریں گے) آیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ مہدیؑ کے عہد میں ایمان اور اسلام کی تجدید ہوگی اور جہاں یختم اللہ بہ الدین (مہدی سے اللہ دین کو ختم کریگا) مذکور ہے اس سے یہ مراد ہے کہ احسان کی دعوت عام اور آشکار ہوگی اور اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچیگی۔

امام مہدی علیہ السلام کا خاتم دین ہونا گویا خود رسول اللہ صلعم کا خاتم دین ہونا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، یقیم امر ھذہ الامۃ کما فتح ھذا الامر بنا ارجوان یختم اللہ بنا (سراج الابصار صفحہ ۲۰) مہدی اس امت کے امر کو قائم کرینگے جیسا کہ یہ امر ہم سے شروع کیا گیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ ہمیں سے اللہ اس کو ختم کریگا یعنی مہدی سے جو ہم میں سے ہوں گے۔ اب رہی آیت اکملت لکم دینکم تو اس سے دین کی تکمیل باعتبار تنزیل مراد ہے اور دین کی ختمیت باعتبار تبیین (بیان) ہے ورنہ رسول اللہ صلعم یہ نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مہدی پر دین کو ختم فرماوے گا۔

باب چہارم

اصحاب مہدی علیہ السلام

علما، سلاطین، امرا، وزرا

صاحب شواہد الولایت نے باب بیست و یکم میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی ہجرت کی تین خصوصیتیں تھیں ایک یہ کہ آپنے اٹھارہ مہینے سے زیادہ کہیں قیام نہیں فرمایا جب خدا کا حکم ہوتا تو آپ سفر کرتے دن ہو یا رات، گرما ہو یا سرما، دوسری یہ کہ فقر بدرجہ کمال تھا، تیسری خصوصیت زجر یعنی مہدی علیہ السلام کا اصحاب کو زجر فرمانا طلب ذات خدا کیلئے۔ ان سختیوں کے باوجود ہر طبقہ کے افراد نے جنہوں نے آپکے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کی ہجرت میں آپ کا ساتھ دیا۔ صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے "عالمے وے را مہدی موعود خواندہ"[1] یعنی ایک دنیا نے انہیں مہدی موعود مانا۔

اصحاب مہدی ؑ ذیل میں ان اصحاب کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے جو مبشر مہدی ؑ ہیں۔ ان میں علما، اہل اللہ اور امرا سب شامل ہیں[2]۔

(۱) بندگی میاں سید محمود رضؓ۔ آپ مہدی علیہ السلام کے فرزند ہیں، آپ کی ولادت ۸۶۷ھ یا ۸۶۹ھ میں ہوئی، مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک سال تک فراہ میں رہے پھر رادھن پور (علاقہ گجرات) میں موضع بھیلوٹ میں ٹھیرے۔ آپکے بیان قرآن سے خلق خدا مہدوی مذہب اختیار کرنے لگی، علمائے مخالف نے جب دیکھا کہ انکی تبلیغ کی نفی کرنا ناممکن ہے اور خلق خدا کو مہدوی مذہب اختیار کرنے سے روکنا دشوار تو سلطان محمود گجراتی کے ہاں معروضے گزرانے اور بیان کیا کہ انہیں قید کئے بغیر یہ فساد نہیں مٹیگا، ۱۹ ربیع الثانی ۹۱۹ھ یا ۹۲۰ھ میں آپ قید کئے گئے لیکن سلطان محمود کی بہنوں کی کوشش سے جنہوں نے مہدوی مذہب قبول کر لیا تھا چالیس دن کے بعد رہائی ہوئی آپکے پانوں میں سنگین بیڑیاں ڈالی گئیں تھیں، اس کی وجہ سے پانوں میں ناسور پڑ گئے تھے۔ اسی ناسور اور زخموں سے آپ کی شہادت ہوئی، سنہ وفات ۹۱۹ یا ۹۲۰ھ

[1] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد دوم صفحہ ۲۲ [2] اصحاب مہدی کے حالات تذکرۃ الصالحین اور سوانح مہدی موعود سے ماخوذ ہیں۔

اور مرقد بھیلوٹ میں ہے۔ اصحاب مہدی ع نے آپ سے تعلیم پائی ہے، امام علیہ السلام نے آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اس کی تفصیل حصہ دوم باب چہارم میں امامت کی بحث کے ذیل میں دیجائیگی۔

(۲) بندگی میاں سید خوندمیرؓ۔ آپ کا سال ولادت ۸۸۶ھ ہے، یہ کاظمی سید ہیں، انکے آباو اجداد سمرقند و بخارا سے ہندوستان آکر باڑی وبیانہ میں متوطن ہوئے، ان کے والد سید موسیٰ پانسو سوار کے افسر تھے اور نانا مبارز الملک پٹن کے صوبہ دار تھے، پٹن میں مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی، آپکے نانا نے آپ کو اپنی حویلی میں نظربند کر دیا تھا لیکن جالور یا ناگور میں مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اس کے بعد یہ گجرات آئے پھر خراسان گئے۔ مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد پھر گجرات آئے اور مہدوی مذہب کی تبلیغ کی ہزاروں دائرہ مہدویہ میں داخل ہونے لگے، سلطان محمود کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مظفر شاہ تخت نشین ہوا علماء نے مہدویوں کے قتل کے فتوے دئے اور یہ منادی کرائی

"جو شخص ایک مہدوی کو قتل کریگا دانتی واڑے کے رہزنوں سے ایک سو رہزنوں کو ماریگا اور سات حج کا اجر و ثواب حق سے پائے گا"۔

اس بنا پر مہدوی قتل کئے گئے۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے بھی ملا حمید وغیرہ بانیان فساد کو قتل کرایا، ملاؤں نے مظفر کو سلطنت کی دہشت دلائی، سلطان کی کثیر فوج نے ۱۲ شوال سنہ ۹۳۰ھ کو دائرہ پر چڑھائی کی اور اور فقرا کی ایک قلیل جماعت سے شکست پائی اور ڈیڑھ میل تک اس کو بھاگنا پڑا۔ ۱۴ شوال کو لشکر جرار نے پھر حملہ کیا، بندگی میاں سید خوندمیرؓ مع اپنی جماعت کے شہید ہوئے اور مہدی علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق تین جگہ دفن ہوے۔

مہدی علیہ السلام کے بعد یہ تیس۳۰ سال زندہ رہے اور بیس۲۰ دفعہ ان کا اخراج ہوا۔ آپکے کئی رسالے لکھے ہیں عقیدہ شریفہ، مقصد اول، مقصد ثانی، مکتوب ملتانی، رسالہ بعض الآیات، رسالہ ختم الولایت، شرح عقیدہ مختوم مقصد اول کو رسالہ کلاں اور ام الرسالہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے متعلق بندگی میاں شاہ برہان نے (دفتر اول، رکن پنجم باب اول میں) یہ لکھا ہے۔ "بعضی پادشاہان ہند خصوصاً ہمایون پادشاہ و قطب شاہ چونکہ رسالہ پر ظہور نور رب غفور دیدند بسیار پسندیدند و بآب طلا نویسانیدند"۔ یعنی ہندوستان کے بعض پادشاہوں

نے خصوصاً ہمایوں شاہ اور قطب شاہ نے اس رسالہ کو دیکھا جس سے رب غفور کا نور پوری طرح ظاہر ہوتا ہے تو اس کو بے حد پسند کیا اور آب زر سے لکھوایا۔

آپ کی شہادت سے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے

(۱) رسالہ چھند شریف۔ تصنیف میاں علی محمدؒ یہ نظم برج بھاکا میں ہے اور بندگی میاں شاہ دلاورؓ (سال وفات ۹۴۴ھ) کی زندگی میں لکھی گئی ہے، بندگی میاں سید خوندمیرؓ سنہ ۹۳۰ھ میں شہید ہوئے اس لحاظ سے سنہ ۹۳۰ھ اور سنہ ۹۴۴ھ کے درمیان اس نظم کا لکھا جانا ثابت ہے آپ کی شہادت سے متعلق یہ قدیم ترین ماخذ ہے۔ حضرت سید قطب الدین صاحب پالن پوری نے ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔

(۲) مقتل۔ میاں ملک جمال نے فارسی مثنوی میں آپ کی شہادت کے واقعات قلمبند کئے ہیں سال تصنیف ۱۰۹۰ھ ہے۔

(۳) پریم سنگرام۔ یہ نظم برج بھاشا میں ہے، بندگی ملک یوسف (امیر دربار ابوالحسن تاناشاہ فرمانروائے گولکنڈہ) نے لکھی ہے۔

(۴) فتح نامہ۔ میاں سید حسن خلیفۂ بندگی میاں سید راجو شہید نے سنہ ۱۰۶۸ھ میں ہندی زبان میں لکھا ہے، بندگی میاں سید راجو شہید کے واقعات بھی اس میں درج ہیں۔

(۵) گنج شہدا۔ تصنیف حضرت سید ابراہیم عرف بابا میاں صاحب حیدر آبادی، یہ اردو میں لکھی گئی ہے۔

(۶) بستان الشہدا۔ یہ چن پٹن علاقہ میسور میں لکھی گئی ہے یہ بھی اردو میں ہے (از سراج منیر طبع حیدرآباد دکن صفحہ ۲۷)

(۷) مثنوی اسرار عشق۔ تصنیف میاں عبدالمومن سال تصنیف ۱۰۹۳ھ، اس میں مہدی علیہ السلام کی زندگی کے حالات لکھنے کے بعد بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت کے واقعات بھی بیان کئے ہیں، اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے (فن سوانح عمری اردو نمبر ۲۵۰)

(۸) بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت سے متعلق غالباً سب سے بڑی مثنوی میاں سید نجم الدین شہید کے خلیفہ کی ہے۔ اس کے ثلث اول میں مہدی علیہ السلام کی زندگی کے واقعات درج ہیں۔ یہ دکنی زبان میں ہے اور تقریباً نو ہزار اشعار پر مشتمل۔ مصنف نے میاں سید نجم الدین شہید کی مدح کا ایک عنوان قائم کیا ہے اس میں

یہ شعر بھی ہے

ہے نجم الدین جس کا نام پیارا ہوا عالم میں روشن آشکارا

نثر کی مستند کتابوں میں بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی زندگی کے حالات ملتے ہیں لیکن مفصل معلومات بندگی میاں سید برہان الدین کی ضخیم تصنیف حدیقۃ الحقایق کے دفتر اول و دفتر دوم میں درج ہے ۔ یہ کتاب فارسی زبان میں شہر فراہ علاقہ خراسان میں لکھی گئی سنہ تصنیف ۱۰۶۰ھ ہے ۔ گجرات کی تاریخ میں آپ کی شہادت کے واقعہ کا مذکور نہ ہونا باعث تعجب نہیں صاحب مراۃ سکندری نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ گجرات کی تاریخیں حقیقی احوال پر مشتمل نہیں ہیں

مخفی نہ ماند کہ مظفر شاہی در وقت سلطنت و بادشاہی مظفر شاہ تالیف یافتہ و احمد شاہی در زمان حیات احمد شاہ و محمود شاہی در آوان بقاے سلطان محمود و مظفر شاہی و بہادر شاہی در وقت وجود سلطان مظفر و سلطان بہادر ظاہر است کہ مولفین ہر کدام چشم صلہ و پاس خاطر آنحضرت سیدشتہ اند ۔ ازیں جہت تواریخ مذکورہ اشتمال بر تمام حقایق احوال ندارند ۔ بجز از قصہ کہ مشتمل بر مدح باشد دران تواریخ تحریر نیافتہ [1]	مخفی نہ رہے کہ تاریخ مظفر شاہی سلطان مظفر کی سلطنت کے زمانہ میں تالیف ہوئی اور تاریخ احمد شاہی احمد شاہ کی زندگی میں اور تاریخ محمود شاہی سلطان محمود کی زندگی میں ۔ تاریخ مظفر شاہی اور بہادر شاہی سلطان مظفر اور سلطان بہادر کے وقت ظاہر ہے کہ مولفین میں سے ہر ایک بادشاہ سے صلہ کی امید رکھتا تھا اور بادشاہ کا پاس خاطر منظور تھا اس لئے مذکورہ تاریخیں حقیقی احوال پر مشتمل نہیں ہیں سوا ان بادشاہوں کی تعریف کے قصہ کے کوئی امر ان میں نہیں لکھا گیا ۔

ایسی صورت میں کوئی مورخ یہ کیسے لکھ سکتا تھا کہ سلطان مظفر کی کثیر فوج کو بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی قلیل جماعت سے ہزیمت اٹھانا پڑا ۔

شیخ زین الدین جملکت مدار نظام شاہ (والی احمد نگر) نے کشف الاسرار میں لکھا ہے

اما بعد موتہ فان صاحبا من صحابہ المسمی سید السادات السید خوندمیر	اور امام علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب میں سے ایک صحابی المسمی سید السادات بندگی میاں سید خوندمیرؓ

[1] مراۃ سکندری (طبع بمبئی) صفحہ ۳

الذی ہو تابع المہدی کان فی بلاد گجرات وسمع سلطانہا مثل ذلک فارسل سریۃ علیہ وکانت مثل ستۃ عشر الف فارس وفیہا جماعۃ من الفیل فلما سمع السید المذکور[عہ] بذلک استعد ہو ایضا مع اصحابہ فقاتلوا فہزم اللہ سریۃ السلطان فہربوا فافہم ما اوردنا من القصۃ وان شککت فیہا فتفحص عند من یعلم ذلک کما ان اللہ اری الکفار جیش النبی مثل جیش الکفار فی وقعۃ بدر حتی انہزموا[لہ] (الفصل الثانی)

جو امام علیہ السلام کے تابع ہیں بلاد گجرات میں تھے۔ وہاں کے سلطان نے اسی طرح سنا۔ پس اس نے ایک فوج کو ان کی طرف بھیجا جس میں تقریباً سولہ ہزار سوار تھے اور ان میں ہاتھیوں کا ایک جھنڈ بھی تھا پس جب سید مذکور (بندگی میاں سید خوندمیر رضی) نے یہ بات سنی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیاری کی پس انہوں نے مقابلہ کیا پس اللہ نے بادشاہ کی فوج کو ہزیمت دی۔ پس وہ فوج بھاگ گئی پس جو واقعہ ہم نے بیان کیا ہے اس کو سمجھ اور اگر اس میں تجھے شک ہو جو اسے جانتا ہے اس سے دریافت کر جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے لشکر کو کفار کے لشکر کے اندر دکھایا غزوہ بدر میں یہاں تک کہ کافروں نے ہزیمت پائی۔

مذکورہ عبارت میں سلطان سے مراد سلطان مظفر گجراتی ہے۔

(۳) بندگی میاں شاہ نعمت رضی۔ ان کے دادا شیخ بڑے لقوے ملک بڑے سلطان محمود بیگڑہ کے معتمد امراء تھے نسباً یہ صدیقی ہیں باپ کی وفات کے بعد انہیں منصب کسی کمی سے ملا لیکن اس کو سنبھال نہ سکے، ایک دفعہ باتوں باتوں میں اکابر گجرات سے سات آدمیوں کو قتل کر دیا تھا پچیس تیس آدمیوں کی ایک جماعت ساتھ لے کر احمد آباد کے اطراف و جوانب میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دی تھی شاہی غلام عبداللہ کے لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ سے سلطان نے ان کے گرفتار کرنے کے لئے پانچ سات سو سوار مقرر کر رکھے تھے سا تیج میں حضرت مہدی علیہ السلام کا بیان قرآن سن کر آپ نے مہدوی مذہب قبول کیا حبشی عبداللہ کے گھر گئے اور ننگی تلوار پیش کر کے کہا تو اپنے بیٹے کا قصاص لے اس نے ان کے حالات دریافت کر کے

لہ شیخ زین الدین المعروف بہ وزیر نجھے میاں نے قاضی القضاۃ علامہ منتجب الدین صاحب مخزن الدلائل کی تائید سے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو ۱۰۹۸ھ کا مکتوبہ ہے ہمارے پیش نظر ہے اس کے آخر میں یہ عبارت ہے "کشف الاسرار تالیف نجھے میاں تائید میاں قاضی منتجب"۔ عہ دستہ۔ جمع لہ

خون معاف کر دیا۔ اس طرح ہر ایک سے اپنا قصور معاف کرایا اس کے بعد مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد فراہ سے گجرات آئے آپ کا دائرہ پٹن' جالور' احمد آباد' احمد نگر' خاندیس وغیرہ مقامات میں رہا ہے۔ جس وقت آپ کا دائرہ منولی[1] قریب قلعہ لوہ گڑھ تھا ۹۳۵ھ میں مع سولہ طالبان حق کے اور برادیتے سترہ یا اکیس' ۶۱ برس کی عمر میں شہید کئے گئے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ کے دائرہ سے ان کلمات تسبیح و تہلیل کی صدا بلند ہوئی۔ لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ' اللہ الٰہنا محمد نبینا القرآن والمہدی امامنا آمنا وصدقنا۔ کفتدار خاں خواجہ سرائے حرم نظام شاہ جو قلعہ لوگڑھ پر متعین تھا ان کو جو کلمات نہیں سن سکتا تھا۔ یہی کلمات تسبیح اکثر مہدویوں کے قتل و اخراج کا سبب ہوئے ہیں۔ علماء' عوام الناس اور حکام کو یہ سمجھاتے تھے کہ ان کلمات کے سننے سے ان کی بیویوں کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ مہدوی روزانہ شب میں ایک ایک پہر خدا کی یاد کرنے کے لئے باری باری سے جاگا کرتے دوسروں کی نوبت آتی تو انہیں کلمات سے انہیں ہشیار کرتے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۳ میں لکھا ہے "سخن لغو نگویند و بنام خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم و مہدی ہشیار کنند بدیں ترتیب تسبیح قرار داوہ اند" اس کے بعد تسبیح کے کلمات نقل کئے ہیں[2]۔ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے بہت سے خلفا تھے لیکن مشہور یہ ہیں۔ جناب ولی محمد' قاضی عبد اللہ' قاضی منتجب الدین بدری' کبیر محمد سجاوندی' عبد المومن سجاوندی' سید بڑے وغیرہم' قاضی منتجب الدین کی کتاب مخزن الدلائل جو عربی زبان میں اثبات مہدیت میں لکھی گئی ہے بہت مشہور ہے۔

(۴) بندگی میاں شاہ نظامؓ۔ مولد ان کا جائس ہے یہ شیخ فرید شکر گنج کی اولاد سے ہیں آبائی حکومت اور ریاست چھوڑ کر انہوں نے حرمین شریفین کی زیارت کی' شام و عراق کی سیاحت کرنے کے بعد ہندوستان آئے اور چاپانیر میں حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ستائیس برس کی عمر میں مہدوی مذہب قبول کیا ان کا سنہ پیدائش ۸۷۳ھ ہے اور سال وفات ۹۴۰ھ' مدفن موضع انوندرہ جو علاقہ کرٹی ضلع احمد آباد گجرات سے ہے۔ آپ کے سات خلفا ہیں منجملہ ان کے میاں عبد الرحمنؓ صاحب موتو آپ کے فرزند اور مولانا ابو الفتح بہت مشہور ہیں۔

(۵) بندگی میاں شاہ دلاورؓ۔ یہ راجہ دلپت والی گوڑ کے بھانجے ہیں' مہدی علیہ السلام کے فیض صحبت سے

[1] موضع منولی پونہ سے دو تین منزل مغرب میں ہے گاؤں قریب قلعہ لوہ گڑھ کے دامن میں ہے۔ [2] قوم میں تسبیح کا اب بھی رواج ہے۔

آپ نے وہ درجۂ کمال حاصل کیا کہ صاحب سراج الابصار جیسے جلیل القدر عالم نے آپ کے ہاتھ پر دین مہدی کی تصدیق کی ہے۔ جس کا مفصل ذکر مقدمہ کے دوسرے حصے میں کیا جائے گا۔ بندگی میاں شاہ دلاورؓ کا مدفن موضع بورکھیڑہ (علاقہ خاندیس) ہے اور سال وفات ۹۴۴ھ ہے۔

(۶) بندگی ملک برہان الدینؓ۔ احمد آباد میں صاحب منصب و صاحب علم و فضل تھے مہدی علیہ السلام کا بیان قرآن سن کر مرید ہوگئے۔ مہدی علیہ السلام نے آپ کو اپنی دامادی سے ممتاز فرمایا آپ کا سال وفات ۹۱۵ھ ہے اور مدفن اچیر موتیرہ جو احمد آباد سے تین میل شمال مشرق میں ہے۔

(۷) بندگی ملک گوہرؓ۔ آپ بادشاہ بنگالہ کے خزانہ دار تھے اور یہ روایت ہے بادشاہ گجرات کے وزیروں میں سے، پھر سلطان غیاث الدین بادشاہ مانڈو (مندو) کی ملازمت اختیار کی، چند روز میں مقرب امرا میں شمار ہونے لگا، بادشاہ سے اجازت لے کر حج کے لئے روانہ ہوئے، گجرات میں اتفاقاً ایک روز مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، ترک دنیا کر کے ساتھ ہوگئے ۹۱۴ھ میں شہر ٹھٹھ (تتہ) میں وفات پائی۔

(۸) بندگی ملک جیؓ حاکم ناگور۔ یہ قوم کے مغل تھے جب مہدی علیہ السلام ناگور تشریف لے گئے تو ملک جی چونکہ خود عالم تھے علما کی ایک جماعت کے ساتھ مباحثہ کے لئے آئے، مہدی علیہ السلام نے ان کے آتے ہی انہیں شہزادۂ لاہوت فرمایا، یہ کلمات سن کر وہ بے اختیار ہوگئے اور بعد کو تصدیق سے مشرف ہوئے، ترک دنیا کر کے اہل و عیال کے ساتھ مہدی علیہ السلام کے ہم سفر ہوگئے۔ برہان نظام الملک کے زمانے میں دکن تشریف لائے، آپ کا دائرہ چھوند علاقہ احمد نگر میں تھا۔ آپ کا مدفن بھی وہیں ہے۔

(۹) بندگی شاہ عبد المجید نوریؓ۔ آپ حضرت شیخ فرید شکر گنج کی اولاد سے ہیں۔ دہلی میں صاحب سجادہ تھے۔ امرا اور حکام ان کے مرید اور یہ بڑے متقی و پرہیز گار تھے، جب تک مہدی علیہ السلام احمد آباد میں مقیم تھے انہیں تصدیق کرنے میں ذرا تامل تھا لیکن جب مہدی علیہ السلام نے احمد آباد سے ہجرت کی تو یہ خدمت عالی میں حاضر ہوکے تصدیق سے مشرف ہوئے، آپ کی اولاد بھی صاحب ارشاد ہونے کے اعتبار سے مشہور ہے آپ کا دائرہ جین پورہ احمد آباد میں تھا، ۹۱۸ھ یا ۹۱۹ھ میں سلطان مظفر کے زمانہ میں شہید کئے گئے۔

(۱۰) بندگی ملک معروفؓ۔ یہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ یہ بھی صاحب جاہ

منصب تھے ۔ پٹن میں بیان قرآن سُن کے مہدوی ہوئے پھر اپنے گھر کی صورت نہ دیکھی، ان کے ساتھ انکے بھائی ملک برہان الدین نے بھی مہدوی مذہب اختیار کیا تھا ۔ اس کے چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا آپ کی والدہ نے آکے ملنے کے لئے انہیں خط لکھا انہوں نے جواب دیا کہ جس طرح برہان الدین آپ کے حق میں مرگیا ہے اسی طرح معروف بھی مرگیا ہے ۔

(۱۱) بندگی میاں یوسف[1] ۔ یہ احمد آباد کے اعیان اور علما میں سے تھے احمد آباد ہی میں تصدیق مہدی سے مشرف ہوئے، خراسان کے سفر میں سختی سے سخت تکلیف برداشت کی لیکن چین بہ جبیں نہ ہوئے، نواح احمد آباد میں چندولہ تالاب پر آپ کا مدفن ہے ۔

(۱۲) بندگی شاہ امین محمد[2] ۔ یہ شاہ عبدالمجید نوری کے بھائی ہیں، گجرات میں اپنے بھائی کے ساتھ دین مہدی کی تصدیق کی، مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد بہت سارا ملک پھرے اور مہدوی مذہب کی تبلیغ کی آپ کا بیان قرآن سُن کر ہزاروں تصدیق سے مشرف ہوئے ۔ دولت آباد (دکن) میں ۹۳۵ھ میں وفات پائی ۔

دیگر اہل اللہ و علماء صاحب تحفۃ الکرام نے مہدی علیہ السلام کے حالات میں یہ لکھا ہے "بسا اہل اللہ بہ نسبت مریدیش رسیدند بانچہ رسیدند" یعنی بہت سے اہل اللہ آپ کی مریدی سے منسوب ہوئے وہ درجہ حاصل کیا جو انہیں حاصل کرنا تھا ۔ یہاں چند اہل اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

(۱) پیر آسات ۔ ان کے متعلق صاحب تحفۃ الکرام نے یہ لکھا ہے

پیر آسات سالک مجذوب واصل محبوب برادر مخدوم عربی بالہ کندیست بخدمت سید میران محمد مہدی جونپوری شرف ارادت حاصل کردہ اگرچہ اہل اللہ ایشاں را اقدم اکثر مشائخ شمردند، مدفنش معروف از اولادش محمد حسین نام فقیرے صاحب حال گذشتہ

مخدوم عربی ساکن بالہ کندی (علاقہ سند) کے بھائی پیر آسات سالک مجذوب اور واصل محبوب نے سید میراں محمد مہدی جونپوری کی خدمت میں شرف ارادت حاصل کیا، اہل اللہ کا گروہ انہیں اکثر مشائخ سے افضل سمجھتا تھا ان کا مدفن معروف ہے (زیارت گاہ عام ہونے کی وجہ سے) ان کی اولاد سے محمد حسین نام ایک فقیر صاحب حال گذرے ہیں ۔

صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ محمد حسین کی اولاد ٹھٹھہ (ٹھٹہ) میں رہتی تھی مخدوم عربی

[1] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۲۶ ۔ [2] تحفۃ الکرام جلد سوم ص ۲۴۹

کا ذکر صاحب تحفۃ الکرام نے دوسری جگہ اس طرح کیا ہے۔ "مخدوم عربی...... برادر پیر آسات کہ در مکلی جا دارد[1]"
یعنی مخدوم عربی، پیر آسات کے بھائی ہیں جو مکلی نامی مقام پر مدفون ہیں۔

(۲) شیخ جھنڈہ پاتنی (پٹنی)۔ صاحب تحفۃ الکرام نے شیخ جھنڈہ پاتنی کا اس طرح ذکر کیا ہے

شیخ جھنڈہ پاتنی از فیض یابان نظر کرامت سید میران محمد مہدی جونپوری است. گویند کہ چوں سید مذکور وارد تتہ گردید جام نظام الدین باشارہ علمائے ظاہر سلوک معتقدانہ بعمل نیاوردہ و بارادہ دیگر در کشتی راکب نمودہ فتنی کہ ملاحان کشتی را در خلاب زدہ رفتند این را توفیق ازل قائد آن گردیدہ کہ آمدہ ایشان را سالم از آن مہلکہ عبور دادہ یافت آنچہ یافت۔

شیخ جھنڈہ پاتنی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے سید میراں محمد مہدی جونپوری کی نظر با کرامت سے فیض پایا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب سید مذکور ٹھٹہ میں آئے تو جام نظام الدین نے علمائے ظاہر کے اشارے سے ان کے ساتھ معتقدانہ سلوک نہیں کیا اور انہیں غرق کرنے کے ارادے سے کشتی میں بٹھا دیا جب ملاح کشتی کو کیچڑ میں پھنسا کر چل دئیے اس وقت ازلی توفیق نے شیخ جھنڈہ کی رہنمائی کی یہ آئے اور انہیں صحیح سالم مہلکہ سے پار کر دیا اور وہ پایا جو کچھ ان کی قسمت میں پانا تھا۔

صاحب بیر مسعود نے ٹھٹہ کے واقعات میں بیان کیا ہے "ہمراہیوں نے استوانہ قائم کر کے کشتی کو روانہ کیا اور بعون اللہ کنارہ پر پہنچ گئے[2]"۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جھنڈہ پاتنی بھی استوانہ قائم کرنے والوں میں تھے۔

آگے چل کے صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بیان کیا ہے

بالجملہ درگاہش عجب جائے بافیض واقع بزرگانے کہ بزیارت سائر مکلی میر سند انتہا یا ابتدا باو می نمایند و زیارتش را خاتمہ یا مقدمہ فتوح میدانند[3]

مختصر یہ ہے کہ شیخ جھنڈہ کی بارگاہ بھی واقعی عجیب بافیض مقام ہے اہل اللہ جو تمام مکلی کی زیارت کیلئے آتے ہیں تو زیارت کی ابتدا یا انتہا انہیں کے مزار سے کرتے ہیں اور ان کی زیارت کو فتوح کا مقدمہ یا خاتمہ سمجھتے ہیں۔

تحفۃ الکرام میں مذکور ہے کہ مکلی سندھ میں ایک مقام ہے جہاں بہت سے اہل اللہ دفن ہیں کسی بزرگ پر ایک دفعہ وہاں وجد طاری ہو گیا تو انہوں نے فرمایا ھذا امکۃ لی (یہ میرے لئے مکہ ہے) رفتہ رفتہ مکلی ہو گیا آج کل ویلور علاقہ سندھ میں ایک صاحب سجادہ شاہ احسان اللہ عباسی پیر جھنڈا کے نام سے مشہور ہیں کہتے ہیں یہ انہیں کی اولاد میں ہوں۔ پیر جھنڈا کہنے کی یہ وجہ ہے کہ ان کے جد اعلیٰ زوال بغداد کے زمانہ میں

[1] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۱۵۰ [2] بیر مسعود صفحہ ۹۴ – [3] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۰۱

علم نبوی لے کر سندھ آ گئے تھے۔ یہ خاندان دولت علم و ثروت دنیا دونوں سے نامور ہے اور ایک بہترین کتابخانہ رکھتا ہے۔

(۳) میاں ابوبکر

میاں ابوبکر درویشے صاحب کمال از مریدان و فیض یابان سید میراں محمد جونپوری است مدفنش بر بکر موسوم بہ اسمش مشہور و (از) زیارات معروف اہل حضور است[1]۔

میاں ابوبکر درویش صاحب کمال سید میراں محمد جونپوری کے مریدوں اور فیض یابوں میں سے ہیں ان کا مدفن بکھر ہے اور یہ مدفن انہیں کے نام سے موسوم اور مشہور ہے اور اہل دل و اہل حضور کی معروف زیارت گاہ ہے۔

(۴) شیخ دانیال۔ ان کے متعلق تحفۃ الکرام میں یہ مذکور ہے

میر محمد یوسف ولد میر محمد جادم فیض یافتہ جناب سید مبارک شاہ است و وے تربیت پذیرفتہ نظر لطف شیخ دانیال اجلّ مریدان سید محمد جونپوری[2]

میر محمد یوسف ولد میر محمد جادم جناب سید مبارک شاہ کے فیض یافتہ ہیں اور سید مبارک شاہ نے شیخ دانیال کی نظر لطف سے تربیت پائی ہے اور خود شیخ دانیال سید محمد جونپوری کے اکابر مریدین سے ہیں۔

شیخ دانیال جونپوری حضرت مہدی علیہ السلام کے حلقہ بگوش ارادت ہو گئے تھے اور اجلّ مریدین میں ان کا شمار رہا۔

(۵) قاضی شیخ محمد اچہ۔ تحفۃ الکرام میں ان کا حال اس طرح مذکور ہے

قاضی شیخ محمد اچہ منسوب بہ آل جعفر از مشاہیر علمائے زمانہ است نخست از ہرات باچہ رسیدہ و در عہد جام نظام الدین چون سید میران محمد مہدی واردتتہ گردیدہ علمائے آں زمان برو نسبت تکفیر بستند نامبردہ کہ معنی رسے داشت و مقامات اہل حال را مطلع بود۔ حجت اہل ظاہر را در تکفیر آن

قاضی شیخ محمد اچہ آل جعفر سے منسوب ہیں اپنے زمانے کے مشہور علما سے ہیں۔ ابتدا میں شہر ہرات سے اچہ آئے (اچہ ٹھٹہ کے قریب ہے) جام نظام الدین کے زمانہ میں سید میراں محمد جونپوری جب ٹھٹہ (تتہ) میں آئے تو اس زمانہ کے علما نے کفر کو ان سے منسوب کیا۔ صاحب مذکور یعنی قاضی شیخ محمد معنی سے باخبر تھے اور اہل حال کے مقامات

ولی اکمل بوجہ الیق رو نمودہ، سید میران بجانش متوحش گردید و دعاے پاش بزرگی و دوام آثار سبزگی یا ولادش کردہ از آن است کہ خاندان آن بزرگ با وجود حوادث شتی ہرگز انقلاب زدہ نمی شود بالجملہ قاضی معز الیہ بعد فترت اچہ و ملتان بہ بھکر متوطن گردیدہ بنابر کثرت شہرت منسوب باچہ ماندہ۔[۱]

سے مطلع نہ ہے' اہل ظاہر کی حجت کو اس ولی اکمل کی تکفیر کے بارے میں بہترین طریقہ پر رد کر دیا۔ سید میران (مہدیؑ) نے اس کے حال پر توجہ کی اور اسکی اولاد کی بزرگی کے آثار قائم اور دوام رہنے کے لئے دعا کی اس وجہ سے مختلف حوادث کے باوجود اس بزرگ یعنی شیخ محمد اچہ کا خاندان انقلاب زدہ نہیں ہوتا ہے مختصر یہ کہ قاضی موصوف اچہ و ملتان کے ہنگاموں کے بعد بھکر میں متوطن ہو گئے شہرت کی کثرت کی وجہ سے اچہ سے منسوب ہو گئے۔

محمد معصوم نامی نے بھی قاضی شیخ محمد آچہ کا حال اس طرح لکھا ہے

قاضی شیخ محمد اچہ از مشاہیر علماے زماں بود.... در علوم دینی ماہر بود۔ عربیت را نیز خوب میدانست۔[۲]

قاضی شیخ محمد اچہ اپنے زمانہ کے مشہور علماء سے تھے.... علوم دینی میں ماہر تھے۔ عربی بھی خوب جانتے تھے۔

(۶) شیخ صدرالدین۔ ان کا ذکر صاحب تحفۃ الکرام نے اس عنوان کے ذیل میں کیا ہے

طبقۂ علماے کرام کہ منطوقۂ علماے امتی کانبیاء بنی اسرائیل علم تفوق بر عرصہ ایجاد بر افراختہ اند و طبقۂ صلحاے اہل تقوی کہ بمصداق آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم بر جمیع قبائل و شعوب قدم پیشی دارند

علماء کرام کا طبقہ جس نے حدیث علماء امتی کے مفہوم کے لحاظ سے تمام عرصہ ایجاد پر برتری کا علم بلند کیا ہے اور صالحین اہل تقوی کا طبقہ جو آیہ اکرکم عند اللہ کے مصداق سے تمام قبائل پر فضیلت رکھتا ہے۔

خود شیخ صدرالدین کے متعلق یہ لکھا ہے

شیخ صدرالدین اجل علما و افضل اتقیا معاصر جام نظام الدین است در جامعیت علوم بدان غایت بود کہ ہزار شاگرد بہ مرتبہ کمال رسانیدہ نخست بورود میران سید محمد مہدی جونپوری ادعاے خصمی پیش کرد و آخر بدیدنش داخل زمرہ مریدین راسخ گردیدہ[۳]

شیخ صدرالدین افضل علماء و اتقیا جام نظام الدین کے معاصر تھے ان کی جامعیت علوم اس درجہ تھی کہ ہزار شاگردوں کو مرتبۂ کمال پر پہنچا دیا۔ پہلے پہلے میران سید محمد جونپوری کے آنے پر مخالفت کی آخر انہیں دیکھ کر مریدین راسخ کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔

[۱] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۶ [۲] تاریخ سند قلمی ورق ۹۹، نمبر ۱۲۰۳ تاریخ فارسی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن [۳] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۷-۲۱۸

(۷) قاضی قاضن ۔ ان کے باب میں صاحب تحفۃ الکرام نے یہ لکھا ہے

قاضی ابوسعید ولد قاضی زین الدین بکری بوفور فضیلت و حضور قریحت در ممتازان روزگار و نامداران آن دیار زیست کردہ بعد فوت وی پسرش قاضی قاضن سرآمد وقت برآمدہ بانواع فضائل آراستہ بود، حفظ قرآن و علم قرات نیکو داشت در فقہ و تفسیر و حدیث و تصوف و عزیمت و انشا کافی زینہ بود در وادی سلوک ریاضات بسیار کشیدہ و زیارت حرمین ارسیدہ سیر و سفر بسیار کردہ آخر باد رسلک مریدان سید محمد جونپوری منسلک گردید[1]

قاضی زین الدین بھکری کے بیٹے قاضی ابوسعید فضیلت کے وفور اور حضور طبیعت کے لحاظ سے اس دیار کے نام آور دن اور اس زمانہ کی ممتاز ہستیوں میں تھے ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے قاضی قاضن سرآمد زماں نکلے انواع فضائل سے آراستہ تھے قرآن حفظ تھا ۔ علم قرأت اچھی طرح جانتے تھے فقہ، تفسیر، حدیث، تصوف، عزیمت اور ادب میں کافی مہارت کے ساتھ زندگی بسر کی، وادی سلوک میں بہت ریاضت کی تھی، حرمین شریفین کی زیارت بھی کی تھی بہت سیر سفر کیا تھا ۔ اخیر میں سید محمد جونپوری کے مریدوں میں داخل ہو گئے ۔

محمد معصوم نامی نے تاریخ سندھ میں قاضی قاضن کے متعلق جو لکھا ہے اس سے تحفۃ الکرام کے بیان کی تائید ہوتی ہے ۔ مورخ نامی کے الفاظ یہ ہیں ۔

قاضی قاضن بن قاضی ابوسعید بن زین الدین بکری اجداد ایشان در بلدہ تہتہ و سوستان سکونت داشتند، جد ایشان قاضی ابوالخیر کہ صاحب حالت و فضیلت بود در حل اقامت در بکر انداختہ و قاضی قاضن بزہد و تقوی آراستہ بود بہ صحبت بزرگان بسیار رسیدہ و از اہل مکاشفہ بود ہمیشہ بہ وظائف و عبادات اوقات شریف خود را مصروف می نمود و در علم تفسیر و حدیث دخل وافر داشت و از چند جا علم تحصیل نمودہ بود و در جزئیات فرائض بسیار دخل داشت

قاضی قاضن بن قاضی ابوسعید بن زین الدین بھکری کے اجداد شہر تتہ اور سوستان میں رہتے تھے ان کے جد اعلیٰ قاضی ابوالخیر نے جو صاحب فضیلت اور صاحب حال تھے بھکر میں سکونت اختیار کی تھی، قاضی قاضن زہد و تقویٰ سے آراستہ تھے، بہت سے بزرگوں کی صحبت پائی تھی ۔ یہ اہل کشف سے تھے، ہمیشہ وظائف اور عبادت میں اپنا وقت صرف کرتے تھے، علم تفسیر و حدیث میں انہیں کمال حاصل تھا، فرائض کے جزئیات سے بھی اچھی طرح واقف تھے، وقت کا بیشتر حصہ عبادت و طاعت میں صرف کرتے تھے ۔ ان کا نسب باپ کی طرف سے یہ ہے

[1] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۷ - ۲۱۸

اکثر اوقات بہ ادائے طاعات و عبادات مصروف میداشت نسب او از جانب پدر باین طریق قاضی قاضن بن قاضی ابو سعید بن قاضی زین الدین قاضی قاضن بانواع فضائل علمی آراستہ بود۔ قرآن مجید و فرقان حمید یاد داشت و قرأت و تجوید نیکو میدانست و در علم حدیث و تفسیر و اصول فقہ و تصوف دخل وافر داشت و در انشا مستثنیٰ عصر بود و سیاق میدانست و در وادی سلوک ریاضت بسیار کردہ و در سلک مریدان و معتقدان سید محمد جونپوری کہ بہ میران مہدی مشہور است انتظام داشتہ۔[۱]

قاضی قاضن بن قاضی ابو سعید بن قاضی زین الدین بہکری قاضی قاضن مختلف فضائل علمی سے آراستہ تھے۔ قرآن مجید انہیں حفظ تھا، قرأت اور تجوید اچھی طرح جانتے تھے، حدیث، تفسیر اصول فقہ اور تصوف میں انہیں کمال حاصل تھا انشا میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ وہ سیاق سے واقف تھے، وادی سلوک میں بہت ریاضت کی تھی، سید محمد جونپوری جو میراں مہدی مشہور ہیں ان کے مریدین اور معتقدین میں تھے۔

محمد معصوم نامی نے کتاب کے مقدمہ میں اکبر بادشاہ کے نام کے ساتھ خلد اللہ ملکہ لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اکبر کی زندگی میں لکھی گئی ہے۔ محمد معصوم کے حالات ماثر الامراء (طبع کلکتہ) جلد سوم میں صفحہ ۳۲۶ سے ۳۲۹ تک میر معصوم کے عنوان کے ذیل میں مرقوم ہیں ان کا سال وفات ۱۰۱۴ھ ہے۔ شمس العلماء محمد ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان میں جہاں سندھ کے واقعات لکھے ہیں تحفۃ الکرام اور محمد معصوم کی تاریخ سند کا بھی حوالہ دیا ہے[۲]

(۸) محمد تاج۔ صاحب مرآۃ سکندری نے لکھا ہے کہ یہ علامہ عصر تھے، احمد آباد کے علما نے رویت باری کے مسئلہ میں جب سید محمد جونپوری (حضرت مہدی علیہ السلام) کے خلاف فتویٰ لکھا تو انہوں نے دستخط نہیں کئے۔ مرآۃ سکندری کی عبارت یہ ہے

ہمہ فتویٰ نوشتند الا مولانا محمد تاج کہ اعلم علمائے عصر بود و استاد استادان شہر بہ علما گفت کہ شما علم را برائے ہمیں آموختہ اید کہ بر قتل سید فتویٰ دہید لعنۃ اللہ

سب نے فتویٰ لکھا سوائے مولانا محمد تاج کے جو اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور علمائے شہر کے استاد تھے، کہا کیا تم نے علم اسی لئے سیکھا ہے کہ سید کے قتل پر فتویٰ دو، اس واقعہ کے بعد سید

۱؎ تاریخ سند قلمی ورق نمبر ۹۸-۹۹ فن تاریخ فارسی نمبر ۱۳۸۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ ۲؎ تاریخ ہندوستان (طبع شمس المطابع دہلی) جلد چہارم صفحہ ۱۹، ۲۱

وقوع این واقعه سید از احمد آباد انتقال نموده بطرف پٹن روانه شدند و بسه کروہی پٹن موضعے است بڑلی نام آنجا اقامت نمود و دعوتِ مہدیت کرد۔[۱]

احمد آباد سے پٹن کی طرف روانہ ہوئے۔ پٹن سے تین کوس کے فاصلہ پر بڑلی نام ایک موضع ہے اس جگہ ٹھہرے اور مہدیت کی دعوت کی۔

مولانا محمد تاج کا متبحر عالم ہونا اور دنیا پرست علما کا ساتھ نہ دینا دوسروں کی روایت سے بھی ثابت ہے۔ کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ مولانا محمد تاج کے بھائی مولانا یوسف ہیبت نے پٹن میں امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے، اس کے بعد مولانا محمد تاج بھی تصدیق مہدی سے مشرف ہوئے۔

علمائے ہرات ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید[۲] میں حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے

زمانے کہ حکومت قندہار تعلق بذوالنون بیگ داشت او از زمین حجاز بقصبۂ فراه رسید غلغلۂ عظیم در آن ولایت افتاده و خلایق لایعد و لایحصی بدو جمع آمده و شیخ الاسلام ہروی مشہور از جملۂ تلامذهٔ خود

جس زمانے میں قندہار کی حکومت ذوالنون بیگ سے متعلق تھی وہ یعنی میر سید محمد جونپوری (مہدی علیہ السلام) زمین حجاز سے (براہ گجرات) فراہ پہنچے، اس علاقہ میں ایک غلغلۂ عظیم برپا ہوا اور بے شمار خلایق ان کے ساتھ ہوگئی شیخ الاسلام ہروی

۱؎ مراۃ سکندری (طبع ممبئی) صفحہ ۱۳۸۔ ۲؎ نجات الرشید کا متعدد جگہ حوالہ دیا گیا ہے اس لئے اس سے متعلق ایک مختصر نوٹ دیا جاتا ہے۔ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں نجات الرشید کے دو نسخے ہیں۔ فہرست کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن جلد چہارم صفحہ ۱۸۸، تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴۔ فہرست کتب خانۂ آصفیۂ قلمی بابت سنہ ۱۳۴۴ تا سنہ ۱۳۴۷ف صفحہ ۲۶۲، مواعظ فارسی نمبر ۵۳۳۔ نسخہ نمبر ۱۵۶۴ تین سو چودہ ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے سنہ کتابت ۱۱۱۵ھ اور مقام کتابت شاہ جہاں آباد ہے اسی نسخہ کا ہم نے متعدد جگہ حوالہ دیا ہے۔ اس کے صفحہ ۸۸ (ورق ۴۴) سے صفحہ ۹۱ (ورق ۴۷) تک امام مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے حالات لکھے ہیں، مہدی علیہ السلام کے حالات سے قبل میر سید محمد نوربخش کے حالات لکھے گئے ہیں اور ان الفاظ پر ختم ہوتے ہیں "شیخ محقق لاہجی شارح گلشن راز از جملۂ مریدان اوست الی آخرہ۔" مہدویوں کے حالات شیخ علائی کے بیان پر ختم ہوجاتے ہیں اور اس کے بعد ایک حکایت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے حکایت :۔ کاتب این اوراق آشنائے داشت مصطفی بیگ رومی کہ از اعیان آن دیار و از سعادت مندان روزگار بود الی آخرہ۔ نسخہ نمبر ۵۳۳ چار سو ساٹھ اوراق پر مشتمل ہے اور سنہ کتابت ۱۳۱۷ھ ہے، اس نسخہ میں ورق ۵۳ سے ورق ۵۸ تک حضرت مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے حالات درج ہیں اس کے ماقبل و مابعد وہی عبارت درج ہے جو نسخہ نمبر ۱۵۶۴ کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ دونوں نسخوں میں مہدی علیہ السلام کے حالات ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں "میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ الی آخرہ"۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب نظام الدین احمد صاحب طبقات اکبری کی فرمائش پر لکھی گئی ہے۔

دو شاگرد رشید را انتخاب نموده برائے تحقیق حال او
از ہری فرستادہ او شبہۂ چند کردہ تا حل آں نمایند
از آنجملہ آنکہ ازین مذاہب اربعہ مشہورہ کدام مذہب
دارید۔ دوم آنکہ شنیدہ شد کہ دعوی رویت اللہ
در دار دنیا میکنید۔ سوم میگویند کہ خود را مہدی میگیرید
و آن ہر دو کس در وقتے کہ میر بیان آیہ کریمہ یا
ایھا الناس اعبدوا ربکم الآیۃ میفرمود بملازمت
رسیدہ اند و چندین شبہات کہ ترتیب دادہ بودند
در ضمن تفسیر آن آیت مرتفع شدہ بہ مثابہ کہ آن
ہمہ بہ تحیر قدرت بر سوال نداشتند و ہیچ احتیاج
باستفسار نماند و این معنی را حمل بر خارق میکردند
و میر اشارت فرمود کہ بموجب ما علی الرسول الا البلاغ
آنچہ شیخ الاسلام پیغام دادہ است چرا میگذارند
ایشان اداے رسالت کردند۔ جواب از سوال اول
چنین داد کہ من حیث الاطلاق مذہب خداوند تعالیٰ
و من حیث التقید مذہب رسول اللہ صلعم دارم و
چنانچہ پیغمبر علیہ السلام مبعوث برائے نفی اصنام بود
من مبعوث برائے نفی اجسام رافع اختلافم و اگر اصحاب
مذاہب درین زمان می بودند در حقائق الہی و معارف
یقینی غیر از متابعت من نمیگزیدند و از دوم آنکہ
برویت قطعی کہ عبارت از مشاہدہ است متہم گ یا

نے اپنے تلامذہ میں سے دو رشید شاگردوں کو منتخب کرکے
تحقیق حال کے لئے ہری (ہرات) سے روانہ کیا۔ اس نے
چند شبہات ترتیب دئے تاکہ وہ حل کئے جائیں ایک یہ کہ
ان مشہور مذاہب اربعہ میں سے کس مذہب کے پابند ہو
دوسرے یہ کہ سنا گیا دار دنیا میں رویت اللہ کا دعوی کرتے
ہو۔ تیسرے یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ خود کو مہدی سمجھتے ہو
جس وقت میر مذکور ایہا الناس اعبدوا ربکم[۱۸]
الآیۃ کا بیان کر رہے تھے شیخ الاسلام کے دونوں
شاگرد پہنچے۔ جتنے شبہات انہوں نے ترتیب دئے تھے
اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں رفع ہو گئے اس حد تک
کہ حیرت کی وجہ وہ سوال کرنے کی قدرت تک نہیں رکھتے
تھے اور استفسار کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی اور اس
بات کو انہوں نے خارق پر محمول کیا۔ میر مذکور نے اشارۃً
فرمایا "قاصد کا کام صرف پہنچانا ہے" شیخ الاسلام نے
جو پیغام بھیجا ہے کیوں نہیں پہنچاتے انہوں نے پیام عرض
کیا۔ پہلے سوال کا جواب اس طرح دیا کہ ہمارا مذہب من
حیث الاطلاق خدا کا مذہب ہے اور من حیث التقید رسول اللہ
کا مذہب ہے جس طرح رسول اللہ اصنام کی نفی کیلئے مبعوث
ہوئے ہیں میں اجسام کی نفی (یعنی خودی کے مٹانے) کیلئے مبعوث
ہوا ہوں اور اختلاف کو رفع کرنے والا ہوں اگر اصحاب
مذاہب اس زمانہ میں ہوتے تو حقائق الٰہی اور معرفت یقینی

۱۸؎ اے لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی۔

قائل است و ہمچنین امکان رویت بصر نیز مانند
و وقوع آن در دنیا نمی بینید کہ پیغمبر علیہ السلام
را خود رویت بصری واقع در ہمین دار ابتلا شد
اگر کسی کہ ذات او در ذات رسول صلعم و صفات
او در صفات صلعم فانی شدہ باشد و محو مطلق گشتہ
بطفیل متابعت آن سرور از آن دولت
بہرہ مند گردانند چہ عجب، فلان بزرگ در
فلان کتاب آوردہ کہ "رأیت ربی" و دیگران
نیز در جاہائے متعدد چنین میگویند کہ "رأیت اللہ"
عجب است کہ این ہارا مسلم میدارید و انکار
نمی آرید غایتش تاویل این اقوال خواہید کرد
و مارا تاویل چہ ضرور است، در ظہور مدلول این
عبارت چہ قصور است تا صرف معنی از ظاہر
نمودہ بتاویل قائل شویم بلکہ چنین میگوئیم کہ ہر جا
در قرآن مجید ایہا الذین آمنوا[1] واقع شد
قابل این خطاب ہماں کس تواند بود کہ او را
رویت اللہ بہ بصر یا بصیرت یا در منام حاصل
شدہ باشد اگر ازین ہا ہیچ کدام صورت نہ بندد
لااقل در طلب رویت در رویا و مشاہدہ
بیقرار گردد تا اطلاق لفظ مومن حقیقی بروے صادق
آید و ہر کہ ازین مراتب اربعہ ہیچ کدام ندارد نزد

ہیں ہیں سوائے کسی اور کی متابعت نہ کرتے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ
دیا کہ رویت قلبی یعنی مشاہدہ کے سب لوگ قائل ہیں اسی طرح
رویت بصر اور اس کے دار دنیا میں واقع ہونے کا امکان ہے کیا تم نہیں دیکھتے
کہ خود رسول اللہ صلعم کو اس دار دنیا میں رویت بصر حاصل ہوئی۔ اگر
کوئی شخص جس کی ذات رسول اللہ کی ذات میں اور جس کے صفات
رسول اللہ کے صفات میں فنا ہو جائیں اور بالکل محو ہو جائیں
اس کو سرور (کائنات) کی متابعت کے طفیل میں دولت رویت
سے بہرہ مند کریں تو کوئی تعجب نہیں، فلاں بزرگ نے فلاں کتاب
میں بیان کیا ہے 'رأیت ربی' یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا اور دوسروں نے
بھی متعدد جگہ اس طرح کہا ہے 'رویت اللہ' میں نے اللہ کو دیکھا'
تعجب ہے کہ تم اس کو تسلیم کرتے ہو اور اس کا انکار نہیں کرتے زیادہ سے
زیادہ ان اقوال کی تاویل کروگے اور ہمیں تاویل کرنے کی ضرورت
ہی کیا ہے اور ظاہر معنی سے صرف نظر کرکے تاویل کرنے کے لئے آخر
مضمون عبارت ادا کرنے میں کونسی کوتاہی لاحق ہوتی ہے بلکہ ہم اس طرح
کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں اَیُّہا الذین آمنوا[1] آیا ہے
اس خطاب کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنہیں بصر یا بصیرت سے یا منام
(نیند) میں رویت اللہ حاصل ہوئی ہو' اگر ان میں سے ایک بھی
ممکن نہ ہو تو کم از کم رویا اور مشاہدہ میں رویت حاصل کرنے
کی طلب میں بیقرار رہے تاکہ مومن حقیقی کا اس پر اطلاق ہو سکے
اور جس شخص کو ان چار مراتب میں سے کوئی ایک مرتبہ بھی حاصل نہیں
وہ ہیر نزدیک مومن کامل نہیں ہے۔ تیسرے سوال کا یہ جواب دیا کہ

[1] اے ایمان والو

من مومن کامل نیست اما از سوم آنکہ اگر باذن اللہ باشد چہ مانع وآن ہر دو آن روش وطرح جذب وتصرف دیدہ گفتگوے علمی را فراموش ساختہ داخل اصحاب شدند وبہ شیخ الاسلام گفتہ فرستادند کہ این مردُ آیتے است از آیات خدا وعلمے کہ ما سالہا خواندہ ایم اینجا ہیچ قدر وقیمتے ندارد وشیخ الاسلام را ترغیب ملازمت او کردند [1]

اگر باذن اللہ خود کو مہدی کہوں تو کون امر مانع ہے۔ دونوں علما یہ روش جذب کے طور اور تصرف دیکھ کر علمی گفتگو بھول گئے اور آپ کے اصحاب میں داخل ہو گئے اور شیخ الاسلام کو کہلا بھیجا کہ یہ شخص اللہ کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی ہے اور وہ علم جو ہم نے سالہا سال پڑھا تھا یہاں کچھ قدر وقیمت نہیں رکھتا اور شیخ الاسلام کو میر مذکور کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے جو کچھ لکھا ہے کتب مہدویہ سے کسی قدر مختلف ہے مثلاً امر اول یہ کہ صرف دو عالموں کا بھیجا جانا مذکور ہے اور کتب مہدویہ میں چار عالموں کے نام ہیں۔ ملا علی فیاض، ملا محمد شروانی، ملا درویش محمد ہراتی۔ چوتھے شخص میں اختلاف ہے وہ عبدالصمد ہمدانی ہیں یا حاجی محمد خراسانی یا ملا علی شروانی یا ملا علی گل یا ملا مخدوم ہیں۔ امر دوم یہ کہ بدایونی نے علما کے تین سوال نقل کئے ہیں اور کتب مہدویہ میں چار سوال ہیں اور چوتھا سوال تفسیر قرآن سے متعلق ہے۔ امر سوم یہ کہ بدایونی نے آیہ ایها الناس اعبدوا ربکم نقل کی ہے اور کتب مہدویہ میں آیہ لقد ذرأنا لجهنم کثیرا من الجن والانس مذکور ہے امر چہارم یہ کہ دوسرے سوال کے جواب میں بدایونی نے رویت باری سے متعلق "رایت ربی" "رایت اللہ" وغیرہ اولیا واللہ کے اقوال نقل کئے ہیں جو کتب مہدویہ سے مختلف ہے۔ بندگی میاں شاہ عبدالرحمن نے مولود میں یہ روایت کی ہے "آنحضرت آیت ہائے قرآن را کہ بر جواز رویت آمدہ اند بقواعد علم بدو تطبیق دادہ بزبان اوشان دیدن خدا را در دنیا ثابت کردند"۔ صاحب مطلع الولایت نے بھی باب ہفتم میں بیان کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام نے تطبیق فرمائی ان آیتوں میں جن سے جواز رویت پر استدلال کیا جاتا ہے اور ان آیتوں میں جن سے عدم جواز رویت پر دلیل لیجاتی ہے اور از روے شرع رویت باری کو دار دنیا میں ثابت کیا۔ اس کے بعد صاحب مطلع الولایت نے یہ آیتیں درج کی ہیں۔

(الف) فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا (الکھف) | پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے پس چاہیے کہ وہ اچھے عمل کرے

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۸ - ۸۹

(ب) من كان فى هذه اعمى فهو فى الآخرة اعمى (بنی اسرائیل)

جو شخص یہاں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

(ج) الا انهم فى مرية من لقاء ربهم الا انه بكل شئ محيط (حم السجدة)

خبردار ہو تحقیق وہ اپنے پروردگار کی ملاقات سے شک میں ہیں خبردار وہ ہر چیز کو محیط ہے۔

(د) لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار (الانعام)

نہیں احاطہ کرتی ہیں اس کو نظریں اور وہ محیط ہے نظروں کو

(ه) قال رب ارنى انظر اليك قال لن ترانى (الاعراف)

کہا اے میرے پروردگار مجھکو تو دکھلادے دیکھوں میں تیری طرف، اللہ نے کہا ہرگز نہ دیکھ سکے گا تو مجھ کو۔

واضح ہو کہ چوتھی اور پانچویں آیت سے نفی جواز رویت پر استدلال کرنا صحیح نہیں لا تدرکہ الابصار میں ادراک کی نفی کیجا رہی ہے رویت کی نہیں۔ ابن حزم نے معتزلہ کا ابطال کرتے ہوئے یہ لکھا ہے

هذا لا حجة لهم لان الله تعالى انما نفى الادراك والادراك عندنا فى اللغة معنى زائد على النظر والروية وهو معنى الاحاطة ليس هذا المعنى فى النظر والروية فالادراك منفى عن الله تعالى على كل حال فى الدنيا والآخرة[1]

آیہ لا تدرکہ الابصار معتزلہ کیلئے حجت نہیں ہے اس لئے کہ خداوند تعالی نے ادراک کی نفی فرمائی ہے اور ادراک کے معنی ہماری لغت میں نظر اور رویت سے زاید ہیں اور وہ احاطہ کے معنی ہیں، احاطہ کا مفہوم نظر اور رویت میں نہیں ہے پس ادراک کی خداوند تعالی سے نفی کی گئی ہے۔ ہر حالت میں دنیا اور آخرت میں۔

کلام اللہ سے بھی ثابت ہے کہ ادراک اور ہے، رویت اور ہے۔

فلما تراء الجمعن قال اصحاب موسى انا لمدركون قال كلا ان معى ربى سيهدين (الشعراء رکوع ۴)

پس جب دونوں جماعتیں آپس میں دیکھنے لگیں تو اصحاب موسیٰ نے کہا کہ تحقیق ہم گھیر لئے گئے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے مجھکو جلد راہ دکھلادیگا

اس آیت میں "تراء الجمعن" سے رویت کا اثبات ہے اور "انا لمدرکون قال کلا" سے

[1] الفصل فی الملل والاھواء والنحل (طبع مصر) الجزء الثالث صفحہ ۲۰۲

اور اک کی نفی کیجا رہی ہے۔ اسی طرح لاتدرکہ الابصار سے ادراک کی نفی کیجارہی ہے رویت کی نہیں خداوند تعالیٰ کے ارشاد لن ترانی (ہرگز نہ دیکھ سکیگا تو مجھ کو) سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نظر نہیں آسکتا۔ امام فخرالدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے فلما قال لن ترانی ولم یقل لا اری علمنا ان ھذا یدل علی انہ تعالیٰ فی ذاتہ جائز الرویۃ[1] یعنی جب خداوند تعالیٰ نے لن ترانی کہا اور لا اری (میں نہیں دیکھا جاسکتا) نہیں کہا پس ہم نے جانا کہ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات جائز الرویت ہے۔ قطع نظر اس کے اللہ تعالیٰ نے رویت کو پہاڑ کے قیام پر موقوف رکھا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے فان استقر مکانہ فسوف ترانی (اگر پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے پس البتہ دیکھ سکیگا تو مجھ کو) پہاڑ کا اپنی جگہ ٹھیرنا ممکن ہے۔ لہذا جو امر ممکن پر موقوف ہوگا وہ بھی ممکن ہے۔ امام فخرالدین رازی نے اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے انہ تعالیٰ علق رویتہ علی امر جائز والمعلق علی الجائز جائز فیلزم کون الرویۃ فی نفسھا جائزۃ۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت کو امر جائز پر معلق رکھا اور جو امر جائز پر معلق ہوگا وہ بھی جائز ہوگا پس رویت کا فی نفسہ جائز ہونا لازم آتا ہے۔ صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے "بدانکہ طلب موسیٰ رویت را دلیل جواز رویت است چرا کہ اگر رویت محال بودی موسیٰ ایں سوال نکردی چہ طلب مستحیل از انبیا روا نیست" یعنی حضرت موسیٰ کا طالب رویت ہونا رویت کے جواز کی دلیل ہے اس لئے کہ اگر رویت محال ہوتی تو حضرت موسیٰ یہ سوال نہ کرتے اس لئے کہ امر محال کا طالب ہونا انبیا کے لئے روا نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے "شیخ محی الدین نووی گفتہ راجح و مختار نزد علماے کبار است کہ آنحضرت دید پروردگار خود را بچشم سر"[2] یعنی شیخ محی الدین نووی نے کہا ہے کہ علماے کبار نے اس کو ترجیح دی ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سر کی آنکھوں سے اپنے پروردگار کو دیکھا رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد ان تعبد اللہ کانک تراہ (اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبادت میں رویت باری ممکن الوقوع ہے۔

[1] تفسیر کبیر (طبع دار الطباعہ عامرہ استانبول) الجزء الرابع صفحہ ۲۱۴ ۔ [2] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۰۵ھ) جلد رابع صفحہ ۴۳۱

نجات الرشید کی روایت کتب مہدویہ سے ایک حد تک مختلف ہی سہی لیکن یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ علمائے ہرات نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی اور آپ کے اصحاب میں داخل ہوگئے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں نجات الرشید کا اس طرح حوالہ دیا ہے "شمہ از احوال این جماعہ در کتاب نجات الرشید ایراد یافتہ آن جا باید دید[1]"۔ اس جماعت یعنی مہدویوں کا کچھ حال نجات الرشید میں بیان ہوا ہے وہاں دیکھنا چاہئے۔ میر محمد حسین آزاد نے بھی ملا عبدالقادر بدایونی کے حالات میں نجات الرشید کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ "وطن میں جاکر ایک کتاب لکھی کہ نجات الرشید اس کا تاریخی نام ہے..... اس میں مہدوی فرقہ کا حال بھی مفصل ہے اسے اس خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے کہ ناواقف انہیں بھی مہدویت پر مائل سمجھتے ہیں[2]" ابوالکلام آزاد نے نجات الرشید کا اس طرح حوالہ دیا ہے۔ "ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں اور نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں بہ ضمن حالات حضرت شیخ داود ملتی ہے (تذکرہ طبع البلاغ پریس کلکتہ صفحہ ۲۱ - ۲۲)

سلاطین یہاں ان سلاطین کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے۔

(۱) سلطان حسین شرقی۔ رائے دلپت کی لڑائی کے سلسلہ میں اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ سلطان حسین شرقی حضرت مہدی علیہ السلام کے بڑے معتقد تھے۔

(۲) سلطان غیاث الدین خلجی والی مانڈو۔ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں انکی مدت سلطنت ۳۳ سال بیان کی ہے فرشتہ کی عبارت یہ ہے "سلطنت سلطان غیاث الدین سی و سہ سال بود[3]"۔ مدت سلطنت میں صاحب طبقات اکبری نے کسی قدر اختلاف کیا ہے۔ طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے "مدت سلطنت او سی و دو سال و ہفدہ روز[4]"۔ صاحب طبقات اکبری نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سلطان غیاث الدین نے سنہ ۹۰۶ھ میں وفات پائی۔ بس لحاظ سے انکی تخت نشینی ۸۷۳ھ یا ۸۷۴ھ میں ہوئی ہوگی تعجب ہے کہ پروفیسر محمود شیرانی نے سلطان غیاث الدین کے دور کا آغاز سنہ ۸۸۰ھ رکھا ہے (ملاحظہ ہو اورینٹل کالج

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۸ [2] دربار اکبری (طبع لاہور ۱۸۹۸ء) صفحہ ۴۵۳ [3] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) جلد دوم صفحہ ۲۵۸ [4] طبقات اکبری (طبع نولکشور) صفحہ ۵۶۶

میگزین بابت ماہ نومبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۳۲) یہ بھی بیان کیا ہے کہ سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصر الدین درست نہیں صحیح غیاث شاہ اور ناصر شاہ ہے حالانکہ فرشتہ اور صاحب طبقات اکبری نے متعدد جگہ سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصر الدین استعمال کیا ہے لطف یہ ہے کہ خود پروفیسر محمود شیرانی نے تنقید شعر العجم میں سلطان ناصر الدین لکھا ہے۔ محمود شیرانی کی عبارت یہ ہے "شرح قصائد انوری از محمد بن داود بن محمد علوی شادی آبادی مصنف شادی آباد عرف مانڈو کا رہنے والا ہے اور سلطان ناصر الدین مالوی ۹۰۶ھ و ۹۱۶ھ کی فرمائش پر اس نے یہ شرح لکھی ہے"[1]۔ فرشتہ نے سلطان غیاث الدین خلجی کے متعلق یہ لکھا ہے

پسر بزرگ خویش عبدالقادر را ناصر الدین سلطان خطاب داده بولی عہدی منسوب ساخت و عجالۃ الوقت شغل وزارت باو ارزانی داشتہ..... و چوں بساط جشن علوی سلطنت مطوی گشت جمیع مناصب را بہ مردم امین و کاردان رجوع کردہ بایشان گفت کہ در زمان سلطان مرحوم سی و چار سال لشکرکشی کردہ ام اکنون وقت آسائش است[2]۔

سلطان غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ناصر الدین سلطان کا خطاب دے کے اس کو ولی عہد بنا دیا تھا اور فوراً وزارت کا کام اس کے سپرد کر دیا..... جب جشن سلطنت کی بساط تہ کر دی گئی تو تمام مناصب امانت دار اور تجربہ کار لوگوں کے حوالہ کر کے انہیں کہا کہ سلطان مرحوم کے زمانہ میں میں نے چونتیس سال لشکرکشی کی ہے اب آرام کا وقت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ناصر الدین کی ولی عہدی کے زمانہ میں سلطان غیاث الدین نے امور سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور ناصر الدین کس عمر میں وزیر ہوا اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے "وقتیکہ بسن رشد و تمیز رسید پدرش سلطان غیاث الدین خلجی او را ولی عہد ساختہ شغل وزارت تفویض فرمود"[3]۔ یعنی جب ناصر الدین سن رشد کو پہنچا تو اس کے باپ غیاث الدین خلجی نے اس کو ولی عہد بنا کے وزارت کا کام اس کے حوالہ کر دیا۔ وزیر ہونے کے بعد ناصر الدین نے انتظام سلطنت میں تبدیلیاں کیں۔ فرشتہ کی عبارت یہ ہے "الغرض سلطان ناصر الدین چوں از روے استقلال بہ مہمات ملکی و مالی پرداخت ہمہ جا گماشتہ ہاے خود گماشتہ"[4]۔ یعنی جب سلطان ناصر الدین مستقل طور پر مالی و ملکی امور کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے ہر جگہ اپنے آدمی مقرر کیے۔ ناصر الدین نے وزارت کا کام برسوں انجام دیا ہے۔ فرشتہ نے یہ لکھا ہے "چوں سالہا بہ منصب وزارت می پرداخت اکثر مردم از و در حساب بودند[5] (چونکہ برسوں یہ منصب وزارت پر تھا اکثر لوگ اس سے ڈرتے تھے) اس سے ظاہر ہے کہ دور سلطان

[1] تنقید شعر العجم صفحہ ۱۰۹ (شائع کردہ انجمن ترقی اردو) [2] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) جلد دوم صفحہ ۲۵۵ [3] و [4] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۵۶
[5] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۵۷

غیاث الدین کا تھا اور اقتدار ناصر الدین کا۔ کتب مہدویہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام مانڈو تشریف لے گئے ہیں تو سلطان غیاث الدین خلجی کو اس کے بیٹے ناصر الدین نے اس قدر مجبور کر رکھا تھا کہ وہ اپنے محل سے حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ (صاحب سیر مسعود نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ۹۰۳ھ میں مانڈو تشریف لے گئے)

باپ اور بیٹے میں مخالفت پیدا کرنے والے وہ معزول حکام تھے جنھوں نے رانی خورشید سے سازباز کی تھی اور رانی خورشید اپنے بیٹے علاء الدین کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی اور سلطان غیاث الدین بھی رانی خورشید کو بہت چاہتا تھا۔ صاحب طبقات اکبری نے لکھا ہے "رانی خورشید کہ بزرگترین حرم ہای او بود باو محبت مفرط داشت و در مہمات صاحب اختیار بود۔"[1] یعنی رانی خورشید سلطان غیاث الدین کی بیویوں میں سب سے بڑا درجہ رکھتی تھی، اس سے اس کو بہت محبت تھی اور مہمات سلطنت میں اسے اختیار حاصل تھا۔ ناصر الدین جو غیاث الدین کا مخالف ہو گیا تھا اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ سلطان غیاث الدین کے خزانے سب رانی خورشید کے قبضہ میں تھے۔ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ سلطان غیاث الدین نے ۹۰۶ھ میں وفات پائی۔ اس کی موت سری میں واقع ہوئی جہاں یہ نظر بند تھا۔ فرشتہ کی عبارت یہ ہے "سلطان غیاث الدین کہ در محل سری موکل بود در ہماں چند روز فوت شدہ"۔ موت کس طرح واقع ہوئی تحفۃ الکرام کی روایت سے ظاہر ہے

پسرش در عمر ہشتاد سالگی دو بارش زہر دادہ بزہر مہرہ کہ در بازو داشتہ دفع کرد سیم بارش کاسہ شربتی مسمومہ آوردہ گفت البتہ باید خورد و گفت عمر بعشرت گزرانیدم و آرزوی در دل نماندم پس خود زہر مہرہ بکشاد و کاسہ را در کشید[2]	اسکے بیٹے نے اسی سال کی عمر میں دو مرتبہ زہر دیا اور اس نے زہر مہرہ سے جو اس کے بازو پر بندھا ہوا تھا اس کو دفع کر دیا، تیسرے مرتبہ اس کا بیٹا زہر آمیز شربت کا کاسہ لایا اور کہا کہ ضرور پینا چاہیے اس نے کہا کہ میں نے عشرت میں عمر بسر کی ہے اور میرے دل میں کوئی آرزو نہیں ہے' زہر مہرہ کھول دیا اور شربت پی لیا۔

ان حالات کے تحت کتب مہدویہ کی روایت ماننے میں کوئی اشکال نہیں جب کہ کتب غیر مہدویہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ سلطان غیاث الدین کے عہد میں اس کا بیٹا ناصر الدین برسوں منصب وزارت پر فائز رہ کر اقتدار حاصل کر چکا تھا۔ حاصل یہ کہ جب امام مہدی علیہ السلام مانڈو تشریف لائے ہیں تو دور

[1] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۵۶۳ [2] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۱۸۱

سلطان غیاث الدین کا تھا اور اقتدار ناصر الدین کا۔ آپکے اوصاف حمیدہ اور بیان قرآن کا چرچا ہوا تو سلطان غیاث الدین نے اپنے ایک معتمد شخص کے ذریعے مہدی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کروائی کہ حضرت کی قدمبوسی کا اشتیاق ہے لیکن حاضر ہونے سے مجبور ہوں۔ آپنے میاں سید سلام اللہؓ اور میاں ابوبکرؓ کو روانہ کیا سلطان نے ان کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کا شرف حاصل کیا اور عرض کی کہ حضرت کی خدمت میں عرض کرنا کہ مجھے تین باتوں کی آرزو ہے "مظلومی میں جینا، موت شہادت پر، خاتمہ ایمان پر"۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے تینوں باتیں قبول فرمائی ہیں آگے چل کے ایسا ہی ہوا سلطان غیاث الدین نے جو فتوح حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کی تھی اس کا ذکر صفحہ ۹۴ پر ہو چکا۔

یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب ناصر الدین نے اپنے باپ کو مجبور کر رکھا تھا تو اس کو خزائن پر کیسے دسترس ہو سکتی ہے صاحب طبقات اکبری نے لکھا ہے کہ سلطان غیاث الدین کے خزانے جو رانی خورشید کے قبضہ میں تھے سلطان کے انتقال کے بعد ناصر الدین نے حاصل کرلئے۔ طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے

سلطان ناصر الدین برانی خورشید پیام فرستاد کہ خزائن سلطان را کہ در تصرف او بود تمام بخازنان شاہی بسپارد و الا آزار خواہد کشید رانی خورشید سلوک ناخوش او ملاحظہ نمودہ تمام خزائن و اموال را کہ در حرم پنہاں بود برآوردہ بہ گماشتہ ہای ناصر شاہی تسلیم نمودہ[1]۔

سلطان ناصر الدین نے رانی خورشید کو پیام بھیجا کہ سلطان غیاث الدین کے خزائن جو اس کے تصرف میں تھے خازنان شاہی کے حوالے کردے ورنہ اس کو نقصان اٹھانا پڑیگا۔ رانی خورشید نے یہ بُرا سلوک دیکھ کر تمام خزائن اور مال جو حرم میں پوشیدہ تھا ناصر شاہ کے آدمیوں کے حوالے کردیا

اس سے ثابت ہوا کہ نظربندی کے زمانہ میں بھی سلطان غیاث الدین کے ہاں خزائن تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے اسی وقت خزائن محفوظ کر لئے تھے جب کہ اس نے اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کر کے امور سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی تھی سلطان غیاث الدین کے مرنے کے بعد ناصر الدین کا رانی خورشید سے مطالبہ کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا باپ کی زندگی میں ان خزائن کو حاصل نہیں کر سکتا تھا اور باپ کو ان خزائن پر پورا اختیار تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سلطان نے جو فتوح امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کی تھی انہیں خزائن میں سے تھی تو اس میں استبعاد کیا ہے سلطان غیاث الدین کا اپنی جگہ مجبور رہ کر مہدی علیہ السلام کی تصدیق کرنا باعث تعجب نہیں اس لئے کہ

[1] طبقات اکبری (طبع نولکشور) صفحہ ۵۲۶

سلطان کے ایک متقرب امیر نے جنھیں علم و فضل میں کمال حاصل تھا حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے ان کا نام میاں الہداد حمید ہے' بندگی میاں شاہ عبدالرحمن نے مولود میں یہ روایت کی ہے "وزیر کلاں آنجائی مسمی میاں الہداد حمید تارک دنیا و طالب حق شدہ صحبت اختیار کروند" یعنی وہاں کے وزیر کلاں میاں الہداد حمید نے تارک دنیا اور طالب حق ہوکے امام مہدی علیہ السلام کی صحبت اختیار کی۔ صاحب شواہد الولایت نے باب نہم میں میاں الہداد کی ان تصنیفوں کا ذکر کیا ہے۔ دیوان غیر منقوط' رسالہ بار امانت' رسالہ در ثبوت مہدیت (اسکی عبارت کا یہ صنعت ہونا مذکور ہے) مرثیہ مہدی موعود۔ مرثیہ کے چند بند صاحب شواہد الولایت نے نقل کیے ہیں اور دیوان غیر منقوط مولوی سید عیسیٰ صاحب مہدوی نے شائع کیا ہے' اس کا نام "کلام الہداد" ہے۔ دیوان کے آخر میں یہ عبارت اور یہ اشعار ہیں۔

مسود صکاک در عام و ماہ و گاہ سواد[۱] رسالہ الہداد و دود مواد[۲] آوردہ

اول املاء الہداد ہمام	داد دادہ کلام مدح امام
دہ صد و دہ وحل[۳] دو عالم	مہر مہ گہ[۴] سا سر آمد کام

(۳) سلطان محمود بیگڑہ (بیکرہ) بادشاہ گجرات۔ امام مہدی علیہ السلام جب چاپانیر پہنچے تو وہاں سلطان محمود بیگڑہ (بیکرہ) مقیم تھا آپکے بیان قرآن کے فضائل سن کر اپنے دو معتمد امرا سلیم خاں اور فرہاد الملک کو معہ چند علما کے روانہ کیا' سلیم خاں اور فرہاد الملک دونوں آپکے مرید ہوگئے' سلطان محمود بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن علما نے منع کیا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی ان کے مریدوں میں داخل ہو جائے' سلطان کی بہنیں راجی سونا' اور راجی مرادی حضور موعود کی مرید ہو چکیں تھیں۔ صاحب مراۃ سکندری نے لکھا ہے

سلطان نیز قصد ملاقات سید نمودہ وزرا مانع آمدند مبادا سخنان سید سلطان را از جا بہ برد و مہمات مملکت تعطل پیدا کند[۵]	سلطان محمود بیگڑہ نے بھی سید مذکور (امام مہدی علیہ السلام) سے ملنے کا ارادہ کیا' وزرا مانع ہوے مبادا سید مذکور کی باتیں سلطان کو متاثر کر دیں اور مہمات سلطنت میں تعطل پیدا ہو جائے۔

اسی طرح عبداللہ محمد بن عمر مکی نے بھی بیان کیا ہے

وغیر مرۃ احب السلطان ان یرا ہ	متعدد مرتبہ سلطان محمود ان سے ملنا چاہا لیکن ارکان سلطنت

[۱] مواد [۲] سواد [۳] حل دو عالم دہ دہ صد [۴] در [۵] مراۃ سکندری (طبع بمبئی) صفحہ ۱۳۷

فالتمس ارکان ملکه ان لایفعل وصرفوه عنه وذلک لانه کان له قبول یجذب زائره ویحمله علی التجرد من الدنیا[1]

نے ان سے نہ ملنے کی التماس کی، اور سلطان محمود کو اس ارادے سے پلٹا دیا اس لئے کہ ان میں ایسا قبول تھا جو ملنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور اس کو دنیا سے علٰحدگی اختیار کرنے پر برانگیختہ کرتا تھا

بہرحال سلطان محمود بیگرہ کا معتقد امام مہدی علیہ السلام ہونا ثابت ہے۔ ابوالفضل نے سید محمد جونپوری کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ "سرچشمۂ مہدویہ او از جونپور بہ گجرات شد و سلطان محمود کلاں بہ نیایش برخاست[2]" یعنی انکی مہدیت کا سرچشمہ جونپور سے گجرات آیا اور سلطان محمود کلاں ان کا معتقد ہو گیا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان محمود بیگرہ حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انکی صحبت میں رہا

وسلطان محمود بیگرہ پدر سلطان مظفر گجراتی کہ بادشاہ متفسر عالم عادل بودہ او را دیدہ وصحبت داشتہ وبتحریض علما رضا باقامت او در آن دیار نداده رخصت مکۂ معظمہ فرمودہ[3]

سلطان مظفر گجراتی کا باپ سلطان محمود بیگڑہ جو ایک مفسر، محدث عالم اور عادل بادشاہ تھا حضرت مہدی علیہ السلام سے ملا اور انکی صحبت میں رہا۔ علما کے اکسانے سے وہاں رہنے پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی اور مکۂ معظمہ جانے کی اجازت دے دی۔

میر محمد حسین آزاد نے 'سید محمد جونپوری' کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ "سید محمد جونپوری ضرور ایک زبردست عالم تھا جو علوم ظاہری و باطنی دونوں میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اور نہ صرف عامی وجہلا نے اس کو مہدی برحق تسلیم کیا بلکہ خود سلطان محمود بادشاہ گجرات اس کے حلقۂ عقیدت مندان میں داخل ہوا۔"[4]

ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں یہ لکھا ہے "سلطان محمود کلاں صورت دیکھتے ہی معتقد ہو گیا" (صفحہ ۳۰)

(۴) احمد نظام شاہ والی احمد نگر۔ یہ بانی شہر احمد نگر ہے۔ امام مہدی علیہ السلام جس زمانہ میں تشریف فرما ہوئے ہیں شہر کے حصار کی تعمیر ہو رہی تھی اور صاحب سیر مسعود نے لکھا ہے کہ یہ ۸۹۹ھ یا ۹۰۰ھ کا واقعہ ہے، احمد نظام شاہ نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر بیان قرآن سنا اور آپ کا گرویدہ ہو گیا، حضرت نے اس کو پان کے اُلش سے سرخرو فرمایا جس کی برکت سے وہ صاحب اولاد ہو گیا۔ احمد نظام شاہ نے ۱۹ سال حکومت کر کے ۹۱۴ھ یا بروایتے ۹۱۵ھ میں وفات پائی ہے۔ خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری نے لکھا ہے

[1] ظفر الوالہ بمظفر وآلہ جلد اول صفحہ ۳۶ [2] آئین اکبری (طبع کلکتہ) جلد دوم صفحہ ۲۲ [3] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۵-۸۶
[4] دربار اکبری (طبع لاہور ۱۸۹۸ء) صفحہ ۳۹

"دار السلطنت احمد نگر میں سید کا استقبال نہایت گرمجوشی سے ہوا اور خود احمد نظام شاہ سید کا مرید ہو گیا۔"[1] برہان نظام شاہ بھی اپنے باپ کے مذہب پر رہا۔ صاحب منتخب اللباب نے یہ لکھا ہے

چون در آن ایام مذہب مہدویہ بہ مرتبہ رواج پذیر رفتہ بود کہ مقابل مذاہب دیگر قبح آں در نظرہا نمی نمود برہان شاہ دختر خود را بہ یکی از مشایخ و پیشوائے آن قوم کہ بہ حسب ظاہر در جمال و کمال و وفور مال از مشاہیر بود نسبت نمود[2]

چونکہ مہدوی مذہب اس زمانہ میں اس قدر رائج ہو گیا تھا کہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس مذہب کی کوئی برائی نظر نہیں آتی تھی' برہان شاہ نے اپنی لڑکی اس قوم کے ایک شیخ اور پیشوا سے منسوب کی جو جمال و کمال اور وفور مال کے لحاظ سے مشاہیر سے تھے۔

جمال رکمال تو قابل تسلیم ہے لیکن وفور مال کا ثبوت نہیں ہے۔ صاحب منتخب اللباب نے جن کی طرف اشارہ کیا ہے وہ امام مہدی علیہ السلام کے پوتے بندگی میاں سید میراں جی ابن بندگی میاں سید حمید ہیں۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۴ میں یہ روایت کی ہے

میاں سید میرانجی را بادشاہ دکن اسمہ ملک نظام غفر اللہ ذنوبہ طلبیدہ دختر خود برائے خدمت ایشان دادہ اکثر صحابہ آنحضرت امام علیہ السلام را طلبیدہ محبت و خدامت (خدمت) بسیار پیش آورد چنانچہ معروف و مشہور است۔

دکن کا بادشاہ جس کا نام ملک نظام ہے میاں سید میرانجی کو بلا کر اپنی لڑکی ان کی خدمت میں دی اور مہدی علیہ السلام کے اکثر صحابہ کو بلا کر بہت محبت سے پیش آیا اور بہت خدمت کی چنانچہ معروف و مشہور ہے۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۱ میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ وہ برہان نظام الملک تھا۔ کہتے ہیں کہ شاہ طاہر اسمٰعیلی کی کوششوں سے برہان شیعی ہو گیا تھا لیکن آخر زمانہ میں پھر مہدوی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

بندگی میاں سید قاسم (سنہ وفات ۱۰۴۲ھ) نے رسالہ اسامی مصدقین میں برہان نظام شاہ کے متعلق لکھا ہے۔ "رجوع اختیار کردہ بہ حضور میاں سید میرانجی و میاں پیر محمد تصدیق مہدی اظہار نمودہ جاں بحق تسلیم کرد"۔ یعنی رجوع اختیار کر کے میاں سید میرانجی اور میاں پیر محمد کے سامنے تصدیق مہدی کا اظہار کیا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔

میاں پیر محمد بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہ کے فرزند ہیں جنہوں نے تقریباً ۹۷۰ھ میں وفات پائی ہے۔

[1] مشاہیر اسلام (طبع لاہور) صفحہ ۱۷۶ [2] منتخب اللباب (طبع کلکتہ) حصہ سوم صفحہ ۱۶۲

شیخ زین الدین کے بھائی کا نام بھی ملک پیر محمد ہے لیکن اس امر کی صراحت نہیں کہ یہ کس کے فرزند ہیں۔ الحاصل مصدقین کی عبارت یہ ہے

شیخ زین الدین المعروف بہ نہنے میاں برادر ملک پیر محمد مملکت مدار نظام شاہ بودند و عالم صالح بودند رسالۂ مطول در ثبوت مہدیت مہدی علیہ السلام نوشتہ اند۔

شیخ زین الدین معروف بہ نہنے میاں (ملک پیر محمد کے بھائی) نظام شاہ کے وزیر عالم صالح تھے ایک طویل رسالہ مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے اثبات میں لکھا ہے۔

اگر برہان نظام شاہ رجوع نہ کرتا اور یہ بات اس زمانہ میں مشہور نہ ہوتی تو بندگی میاں سید برہان الدین شواہد الولایت میں اس کے لئے دعائے مغفرت نہ کرتے۔ حاصل یہ کہ برہان نظام شاہ اپنے باپ احمد نظام شاہ کی طرح مہدوی تھا۔ برہان نظام شاہ نے سنہ ۹۶۱ھ میں وفات پائی اور یہ شاہ طاہر کی وفات کے پانچ سال بعد ہے اور شاہ طاہر کی وفات کا سنہ ۹۵۶ھ ہے جیسا کہ فرشتہ نے بیان کیا ہے[1]۔ برہان نظام شاہ کا بیٹا اسمٰعیل نظام شاہ بھی مہدوی تھا۔ فرشتہ کی عبارت یہ ہے۔ "در اندک زماں از اطراف و جوانب ہندوستان طائفہ مہدویہ مجتمع گشتہ فدوی اسمٰعیل نظام شاہ شدند[2]"۔ یعنی تھوڑے ہی زمانہ میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے مہدوی جمع ہو کر اسمٰعیل نظام شاہ کے فدائی ہو گئے۔

(۵) مرزا سلطان حسین بادشاہ خراسان۔ نجات الرشید کی عبارت جو صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵ پر علمائے ہرات کے عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام فراہ پہنچے تو بے شمار مخلوق آپ کے ساتھ ہو گئی' بدایونی کے الفاظ یہ ہیں۔ "خلایق لا تعد و لا تحصیٰ بدو جمع آمدہ (بے شمار و بے اندازہ مخلوق آپکے ساتھ ہو گئی) یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہاں تقریباً سب لوگ آپ کے مطیع ہو چکے تھے۔ اسکے بعد ملا عبد القادر بدایونی نے بیان کیا ہے کہ شیخ الاسلام ہروی نے تحقیق کے لئے اپنے دو شاگرد بھیجے' ظاہر ہے کہ یہاں کی تبلیغ کی خبر ہرات پہنچی تھی اور ایسی اہم خبر کی اطلاع کرنے والا حاکم وقت کے سوا کون ہو سکتا ہے' کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ امیر ذو النون نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کرنے کے بعد واقعات سے متعلق ایک معروضہ مرزا سلطان حسین کی خدمت میں گزرانا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ نویں صدی ہجری میں ہرات علما کا زبردست مرکز تھا اور مہدیت جیسے اہم مسئلہ کی تحقیق کے لئے کوئی معمولی عالم نہیں بھیجے جا سکتے تھے اور ان عالموں کی روانگی

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۱۸ [2] تاریخ فرشتہ (طبع نول کشور ۱۳۰۱ھ) جلد دوم صفحہ ۱۵۰

سلطان حسین کی اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ مرزا سلطان حسین نے ان علما کو چار سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا تھا اور علمائے ہرات کے ذیل میں بدایونی کی روایت سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ علما مہدی علیہ السلام کے اصحاب میں داخل ہو گئے تھے۔ بدایونی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان علما نے شیخ الاسلام کو کہلا بھیجا کہ یہ جن کے مہدی ہونے کی ہم نے تصدیق کی ہے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں اور وہ علم جو ہم نے برسوں پڑھا تھا اس جگہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا، انہوں نے شیخ الاسلام کو ترغیب دی کہ وہ خود آکر مہدی علیہ السلام کی صحبت اختیار کرے، صاحب شواہد الولایت نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کا نام ملا شاہ بیگ تھا۔ بدایونی نے یہ بیان نہیں کیا کہ کس کے ذریعہ یہ پیام بھیجا گیا لیکن کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ انہیں علماؤں میں سے ملا علی فیاض اور بروایتے مولانا عبدالصمد ہمدانی روانہ کئے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص بھیجے گئے۔ غرض ان کی گواہی پر شیخ الاسلام اور مرزا سلطان حسین نے مہدی علیہ السلام کی غائبانہ تصدیق کی اور یہ امر مستبعد نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان کے مطابق ارشد اور معتمد علما نے جو تحقیق کے لئے بھیجے گئے تھے مہدی علیہ السلام کی تصدیق کر لی تو شیخ الاسلام اور اس کی وجہ سے مرزا سلطان حسین کا تصدیق کرنا باعث تعجب نہیں۔

مرزا سلطان حسین کی وفات قدیم کتب مہدویہ سے یہ امر ثابت ہے کہ مرزا سلطان حسین بادشاہ خراسان نے جس کا دارالملک ہرات تھا حضرت مہدی علیہ السلام کی زندگی ہی میں وفات پائی ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا قیام فراہ میں دو سال پانچ ماہ رہا[1]۔ فراہ پہنچنے کے ایک سال بعد میر ذوالنون وہاں کے حاکم نے مرزا سلطان حسین کے نام ایک عروضہ بھیجا۔ تحقیق مہدیت کے لئے وہاں سے علما بھیجے گئے۔ یہ علما اصحاب مہدیؑ میں داخل ہو گئے اور شاہ بیگ شیخ الاسلام کو مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دی جیسا کہ بدایونی کے بیان سے بھی ثابت ہے۔ اہل فراہ نے تحقیق مہدیت میں ایک سال صرف کر دیا تو اطلاع کا فراہ سے ہرات بھیجا جانا اور ہرات سے علما کا فراہ آنا پھر ان کا شاہ بیگ کو پیام بھیجنا اگر اس میں ایک سال کا گزرنا تسلیم کریں تو مرزا سلطان حسین کا سنہ ۹۱۰ھ میں وفات پانا ثابت ہوتا ہے۔ بندگی میاں عبدالرحمٰنؓ کے مولود میں صرف مہدی علیہ السلام کی زندگی میں مرزا سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے لیکن مطلع الولایت میں مرزا سلطان حسین

[1] صاحب انتخاب المواليد نے باب ہفتم میں اسی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

کی وفات کے واقعہ کے بعد یہ مذکور رہے کہ بندگی میاں سید سلام اللہؓ نے بندگی میاں سید محمودؓ کو فراہ آنے کے لئے گجرات خط لکھا۔ بندگی میاں سید محمودؓ اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے فراہ آنے کے تقریباً چھ ماہ بعد مہدی علیہ السلام کی رحلت واقع ہوئی ہے خط کے لکھے جاتے اور ان کے آنے میں چار پانچ ماہ گزرنا بھی تسلیم کرلیں تو مرزا سلطان حسین کا اسی سال وفات پانا ثابت ہوتا ہے جس سال کہ امام مہدی علیہ السلام نے وفات پائی ہے یعنی سنہ ۹۱۰ھ۔

سنین کا اختلاف مرزا سلطان حسین کے سال وفات سے متعلق کتب مہدویہ و غیر مہدویہ میں کسی قدر اختلاف ہے اور یہ تعجب خیز نہیں اس لئے کہ یہ دو علٰحدہ جماعتیں ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ ایک ہی جماعت کے مختلف افراد روایت کرتے ہیں لیکن ان میں شدید اختلاف ہوتا ہے۔ کتب نفسیات میں حافظہ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ وہی امر زیادہ یاد رہتا ہے جو زیادہ اہم ہو مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بڑھ کر کونسا حادثہ دردناک ہوسکتا تھا اس کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ عام طور پر آپ کی وفات کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول بیان کی جاتی ہے لیکن محدثین نے دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے اور شیعوں کی روایت سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہ صفر میں وفات پانا ثابت ہوتا ہے اسی طرح آنحضرت صلعم سے متعلق دیگر امور میں بھی اختلاف ہے۔

رسول اللہ صلعم کی زندگی (۱) ایک روایت کے بموجب آپ کی عمر کا ساٹھ سال ہونا ثابت ہے عن عروہ ابن زبیر قال بعث رسول اللہ صلعم وھو ابن اربعین ومات وھو ابن ستین[۱]۔ یعنی عروہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور ساٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔

(۲) دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ عن ابن عباس قال قبض النبی علیہ السلام وھو ابن خمس وستین[۲]۔ یعنی حضرت ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی

(۳) تیسری روایت کے بموجب آپ کی عمر ۶۳ سال قرار پاتی ہے۔ عن سعید بن

[۱] تاریخ طبری الجزء الرابع صفحہ ۱۸۳۶ [۲] تاریخ طبری الجزء الرابع صفحہ ۱۸۳۵

المسیب انزل علی رسول اللّٰہ صلعم وھو ابن ثلث واربعین سنۃ واقام بمکۃ عشرا وبالمدینۃ عشرا وتوفی وھو ابن ثلاث وستین[۱] یعنی سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم پر ۴۳ سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی آپ نے دس سال مکہ میں اقامت کی اور دس سال مدینہ میں اور آپ نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی پہلی روایت میں آپ کا چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہونا مذکور ہے اور اس روایت میں ۴۳ سال کی عمر میں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں آپ کا مکہ معظمہ میں دس سال اقامت کرنا مذکور ہے لیکن ابن عباس کی دوسری روایت کے مطابق مکہ معظمہ میں ۱۳ سال مقیم رہنا ثابت ہوتا ہے۔ ابن عباس کی روایت یہ ہے۔ عن ابن عباس قال اقام رسول اللّٰہ بمکۃ ثلث عشرۃ سنۃ یوحی علیہ وبالمدینۃ عشرا ومات وھو ابن ثلث وستین سنۃ[۲]۔

واقعہ کربلا کربلا کا واقعہ بہت مشہور ہے لیکن اس کے سنہ میں بھی اختلاف ہے۔ بدرالدین صاحب داستان غم نے لکھا ہے

قول مشہور وصحیح آن است کہ شہادت آن امام روز جمعہ دہم محرم سال شصت ویک ہجری است واقدی وغیرہ ائمہ فن نیز ہمیں جزم کردہ اند وبعضی گویند کہ در ماہ صفر واقع گشت۔ ہشام بن کلبی گوید کہ شہادتش در سال شصت ودو واقع شد وگویند شصت وسہ وبقولے شصت[۳]	مشہور اور صحیح یہی ہے کہ امام حسین کی شہادت جمعہ کے دن دسویں محرم سنہ ۶۱ھ میں ہے واقدی وغیرہ ائمہ فن نے اسی جزم کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شہادت ماہ صفر میں ہوئی ہشام بن کلبی کا بیان ہے کہ آپ کی شہادت سنہ ۶۲ھ میں ہوئی بعض کہتے ہیں سنہ ۶۳ھ اور بقولے سنہ ۶۰ھ

اس روایت سے ظاہر ہے کہ واقعہ کربلا کے سنین یہ ہیں۔ ۶۰ھ، ۶۱ھ، ۶۲ھ، ۶۳ھ۔ لیکن ترجیح ۶۱ھ کو ہے بعض نے شہادت کو ماہ صفر سے متعلق کیا ہے لیکن ترجیح ماہ محرم کو دی گئی ہے ایسے اہم اور مشہور واقعات کے سنین میں اختلاف ہوتا ہے تو مرزا سلطان حسین کی وفات سے متعلق کتب مہدویہ وغیر مہدویہ میں اختلاف ہونا تعجب خیز نہیں لیکن ترجیح کتب مہدویہ کو دی جائیگی

[۱] تاریخ طبری الجزء الرابع صفحہ ۱۸۳۵ [۲] تاریخ طبری الجزء الرابع صفحہ ۱۸۳۴ [۳] داستان غم طبع مدراس صفحہ ۱۶۵ - ۱۶۶

مورخین ہند کی غلط بیانی تاریخ ہند سے چند ایسے امور کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں مورخین نے مہدویوں کی تاریخ سے متعلق کر دیا ہے اور وہ خلاف واقعہ ہیں

(الف) تاریخ فرشتہ میں امام مہدی علیہ السلام کی دعوت کا سنہ ۹۶۰ھ مذکور ہے ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں جہاں اس تاریخ کا متن اور ترجمہ شایع ہوا ہے اس میں بھی یہی سنہ مذکور ہے ذیل میں چند حوالے دیے جاتے ہیں

(۱) باید دانست کہ مہدوی را اعتقاد آن است کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر سنہ ۹۶۰ ستین و تسعمایہ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام و چون بعضی آثار و علامات کہ در مہدی آخر الزمان علیہ السلام قرار دادہ اند در وی بود تصدیق قول او نمودند و آن اظہر من الشمس است (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۵۰ طبع نول کشور سنہ ۱۲۸۱ھ) یعنی جاننا چاہیے کہ مہدویوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حنفی مذہب سید محمد نام ایک شخص نے ہندوستان میں سنہ ۹۶۰ھ میں یہ دعوی کیا کہ میں ہی لسان شرع میں مہدی موعود ہوں چونکہ بعض علامتیں جو امام مہدی کے باب میں قرار دی گئی ہیں ان میں پائی جاتی تھیں اس لیے لوگوں نے ان کے قول کی تصدیق کی اور وہ اظہر من الشمس ہے۔

(۲) مہدویہ را اعتقاد آن است کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر سنہ ستین تسعمایہ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام الی آخرہ (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۹۰، طبع بمبئی سنہ ۱۸۳۲ء)

(۳) مہدویہ را اعتقاد آن است کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر ستین تسعمایہ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام الی آخرہ (تاریخ فرشتہ قلمی ذکر اسمعیل بن برہان نظام شاہ تاریخ فارسی نمبر ۹۹۸ کتب خانہ آصفیہ)

(۴) واضح ہو کہ مہدوی کا اعتقاد یہ ہے کہ ایک شخص حنفی مذہب سید محمد نام نے ہندوستان میں سنہ ۹۶۰ھ نو سو ساٹھ ہجری میں دعوی کیا کہ میں مہدی موعود بلسان شرع ہوں الی آخرہ (ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۲۳، طبع نول کشور سنہ ۱۳۳۲ھ)

(۵) ناظرین کو معلوم ہے کہ فرقہ مہدویہ سید محمد جونپوری صاحب کی طرف منسوب ہے سید صاحب

حنفی المذہب، نیچے جنہوں نے ۹۶۰ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود ہوں الی آخرہ (ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۸۰۲ طبع دار الطبع عثمانیہ سرکار عالی)

ان حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ تاریخ فرشتہ کے تمام نسخوں میں حضرت مہدی علیہ السلام کے دعوے کا سال ۹۶۰ھ ہے اور یہ آپ کے سال رحلت ۹۱۰ھ کے پچاس سال بعد ہے اور آج تک کسی مصحح یا کسی مترجم نے اس تاریخی غلطی کی تصحیح نہیں کی۔ اس تاریخی غلطی کے دو اسباب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ فرشتہ ہی نے غلطی کی ہو یا ناقلوں نے نقل کرتے کرتے ۹۶۰ھ کر دیا ہو۔ قطع نظر اس کے فرشتہ مہدویوں سے اچھی طرح واقف تھا یہ احمد نگر میں رہا ہے اور احمد نگر مہدویوں کا زبردست مرکز تھا۔ تاریخ فرشتہ میں اسمٰعیل بن برہان نظام شاہ کے حالات میں مذکور ہے "راقم حروف نیز در نوزدہم صفر ۹۹۸ھ ثمان و تسعین و تسعمائۃ از احمد نگر بہ بیجاپور آمدہ"[۱] راقم حروف یعنی فرشتہ ۱۹ صفر ۹۹۸ھ کو احمد نگر سے بیجاپور آیا۔ مہدویوں سے واقف ہونے کا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ فرشتہ مہدویوں کے ہاتھوں قید بھی ہوا تھا، فرشتہ کی نسبت مہدویوں کو یقین آگیا تھا کہ اس میں انسانیت نہیں رہی جس کی بنا پر قید کرنے کی ضرورت پڑی۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حالات میں لکھا ہے

این مولف کہ در آن معرکہ چند زخم برداشتہ از کثرت ضعف ہمراہی رکاب شہریار نہ نمودہ در آن قصبہ ماندہ بود گرفتار مہدویہ گشتہ بہ لطائف الحیل از دست ایشان خلاصی یافت ؎ ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت[۲]

اس مولف کو اس معرکہ میں چند زخم آئے ضعف کی کثرت سے شہریار کی رکاب میں جا نہ سکا اسی قصبہ میں رہ گیا اور مہدویوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا تھا لطائف الحیل کے ذریعہ ان کے ہاتھوں سے خلاصی پائی۔ ع رسیدہ بود بلائے ولی بخیر گذشت۔

مہدویوں سے واقف ہونے کے باوجود اگر فرشتہ نے سنہ غلط لکھا تو اور زیادہ تعجب خیز ہے۔

(ب) مآثر الامرا۔ صاحب مآثر الامرا نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی دعوت کا سال ۹۶۰ھ لکھا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ اس نے مہدوی مذہب کے ایک مقتدا سے بھی ملاقات کی تھی[۳]۔

(ج) مراۃ سکندری تاریخ گجرات ہے اس میں ۹۶۱ھ تک کے واقعات درج ہیں، دیباچہ میں مصنف نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ گجرات کی اکثر و بیشتر تاریخیں حقیقی احوال پر مشتمل نہیں ہیں مصنف کے بیان سے ضمناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے صحیح صحیح واقعات لکھے ہیں سلطان محمود بیگڑہ کے احوال کے

[۱] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۵۰ [۲] تاریخ فرشتہ (طبع نول کشور ۱۳۰۱ھ) جلد دوم صفحہ ۹۴ [۳] مآثر الامرا جلد اول (طبع کلکتہ) صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵ [۴] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۱۹) میں قاضی حسین زرگر قندہاری کا یہ مصرع تاریخی ہے۔ ۲۰ گفتا کہ بروز شیخ کن استغفار

ذیل میں حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں اور آپ کی وفات کا سنہ اس طرح بیان کیا ہے۔
"وکان ذلک فی سنۃ سبع عشر وتسعمایۃ" یعنی وہ واقعہ سنہ ۹۱۷ھ میں ہوا۔ یہ مہدی علیہ السلام کی رحلت کے سات سال بعد ہے۔ یہ تو گزشتہ زمانہ کی تاریخوں کا حال تھا اب ہم ایک ایسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں جو سنہ ۱۹۲۳ء میں لکھی گئی ہے۔

(د) ابو الحسنات ندوی نے شیخ علائی کو جو مبلغ مہدویہ تھے بانی فرقہ مہدویہ قرار دیا ہے ابو الحسنات کی عبارت یہ ہے۔ "آج سے تقریباً چار سو برس پیشتر سلطان سلیم شاہ کے عہد حکومت میں شیخ علائی بانی فرقہ مہدویہ اور علماے وقت میں مہدویت کی نسبت مناظرہ پیش آیا تو اس کے حکم ایک بھاری عالم شیخ طیب بدہمن تھے"۔ لطف یہ ہے کہ یہ کتاب سید سلیمان ندوی کے مشورہ سے لکھی گئی ہے کتاب کی ابتدا میں یہ کہتے ہیں۔ "بالآخر میرے اشارہ اور مشورہ سے برادر عزیز مولوی ابو الحسنات ندوی نے اس کی جمع و ترتیب کا کام شروع کیا اور اس کو کامیابی کے ساتھ انجام دیا"۔

(ہ) سید مناظر احسن گیلانی نے تو میاں شیخ علائی کو حضرت مہدی علیہ السلام کا خلیفہ قرار دیا ہے "یہ شیخ علائی سید محمد جونپوری کے خلفا سے ہیں۔ مخدوم الملک سلطان پوری کے اشارے سے سلیم شاہ نے شیخ علائی کو کوڑے سے پٹوایا، کمزور آدمی تھے چند کوڑے کے بعد روح پرواز کر گئی"[۳]۔ حالانکہ منتخب التواریخ اور طبقات اکبری میں ان کا میاں عبد اللہ نیازی کے خلفا سے ہونا مذکور ہے۔ سید مناظر احسن نے یہ لکھدیا کہ کمزور آدمی تھے اور یہ بیان نہیں کیا کہ طاعون میں مبتلا تھے اور حلق میں ایک گہرا زخم آ گیا تھا جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے اس کی تفصیل مبلغین مہدویہ کے ذیل میں دیجائیگی۔ صاحب تاریخ فرشتہ، صاحب مراۃ سکندری، ابو الحسنات ندوی اور سید مناظر احسن گیلانی کے بیان سے کتب مہدویہ کے مندرجات کی نفی نہیں کیجا سکتی۔ مرزا سلطان حسین کی وفات کے باب میں کتب مہدویہ کو ہی ترجیح دیجائیگی کیونکہ مرزا سلطان حسین کا مصدق مہدیؑ ہونے کے اعتبار سے ان کتابوں میں خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے، قدیم ترین کتب سیرت یعنی بندگی میاں عبد الرحمٰن کے مولود سے ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی زندگی میں سلطان حسین نے وفات پائی ہے۔ میاں عبد الرحمٰن کا عام مہاجرین میں شمار ہے جیسا کہ صاحب

[۱] مراۃ سکندری (طبع بمبئی) صفحہ ۱۳۸ [۲] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں (طبع امرتسر) صفحہ ۴۹
[۳] ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت جلد اول (طبع محبوب المطابع دہلی) صفحہ ۳۸۲

تذکرۃ الصالحین نے باب یازدہم میں بیان کیا ہے حضرت مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد آپ کے اصحاب ایک سال تک فراہ میں مقیم تھے۔ مرزا سلطان حسین کی وفات سے متعلق قدمائے مہدویہ کی شہادت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ کتب غیر مہدویہ میں مرزا سلطان حسین سے متعلق دو قدیم ماخذ ہیں ایک بابر نامہ[1] اور دوسرا روضۃ الصفا

بابرنامہ

بابر نامہ کا سب سے قدیم اور مستند ترکی متن گب میموریل سیریز کے ذیل میں ۱۹۰۵ء میں شائع ہوگیا ہے۔ یہ نواب سالار جنگ بہادر کے ہاں کے نسخے کا عکس ہے اس کے ورق نمبر ۱۶۳ کی پشت پر دوسری اور تیسری سطر میں یہ عبارت مذکور ہے۔ "آخری ذالحجہ آئی وا سلطان حسین مرزا شیبانی خان نیک اوستیکا چریک تارتیب بابا اہی غہ تیباندر تینگری رحمتی غہ باردی"[2]۔ یعنی سال کے آخر میں ذی الحجہ کے مہینے میں سلطان حسین نے جب کہ اس نے شیبانی خان پر لشکرکشی کی تھی بابا اہی میں وفات پائی۔ ترکی متن میں جہاں سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے۔ وہاں سال وفات مذکور نہیں اور اس کے ماقبل ومابعد جہاں جہاں سنہ لکھا جانا چاہیے جگہ خالی اور معرا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

(الف) ورق ۱۵۶ کی پشت پر دوسری سطر میں جگہ خالی ہے، یہاں سنہ لکھا جانا چاہیے تھا۔

(ب) ورق ۱۸۳ کی آخری سطر، یہاں بھی سنہ کی جگہ خالی ہے۔

مذکورہ اوراق کے درمیان یعنی ورق ۱۶۳ پر سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے لیکن سنہ مذکور نہیں۔ یہی نہیں بلکہ بابر نامہ کے فارسی ترجمہ میں جہاں سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے سنہ مرقوم نہیں بابر نامہ کے فارسی ترجمہ میں مذکور ہے۔ "در اواخر سال در ماہ ذالحجہ سلطان حسین در وقتی کہ بر سر شیبانی خان لشکر کشید در بابا اہی رسیدہ بود برحمت حق پیوست"[3]۔ یہاں ماہ ذی الحجہ کا ذکر ہے سال کا ذکر نہیں اس نسخہ کے صفحہ ۹۹ پر سال کے واقعات کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کے ذیل میں سلطان حسین کی وفات کا ذکر آجاتا ہے لیکن جہاں سال کا آغاز ہوتا ہے ماہ مذکور ہے سال نہیں۔ بابر نامہ کی عبارت یہ ہے۔ "در ماہ محرم با درمن قتلق نگار خانم مرض حبہ عارض شد فصد کرد ناقص واقع شد"۔ یعنی ماہ محرم کے مہینہ میں میری ماں قتلق نگار خانم کو مرض حبہ لاحق ہوا۔ فصد لیا گیا مگر ناقص واقع ہوا۔ حاصل یہ کہ بابر نامہ کا قدیم ترکی متن اور اس کا فارسی ترجمہ مرزا سلطان حسین کے سال وفات کے باب میں ساکت ہے کسی اور

[1] بابر نامہ تاریخ فارسی نمبر ۴۸۴ کتب خانہ آصفیہ [2] بابر نامہ فارسی (طبع بمبئی) صفحہ ۱۰۳ [3] موسوم بہ تزک بابری

نسخہ میں سنہ وفات کی تصریح ہو تو قدیم متن کے مقابلہ میں قابل حجت نہ ہوگی قطع نظر اس کے ترکی متن میں ان سنین کے واقعات ہی درج نہیں ہیں سنہ ۹۱۵ھ سے سنہ ۹۲۴ھ تک سنہ ۹۲۷ھ سے سنہ ۹۳۱ھ تک جس طرح سنہ ۹۱۵ھ اور اس کے بعد کے واقعات چھوٹ گئے ہیں اسی طرح اس کے ماقبل کے واقعات کا چھوٹ جانا ممکن ہے خصوصاً جب کہ سنین ہی مکتوب نہ ہوں اور جگہ خالی ہو جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے ترکی متن اور اس کے فارسی ترجمہ میں سنین کے اعتبار سے زمین آسمان کا فرق ہے۔ ترکی متن میں جو واقعات سنہ ۹۲۵ھ کے ذیل میں درج کئے گئے ہیں فارسی ترجمہ میں سنہ ۹۱۵ھ کے تحت لائے گئے ہیں۔ ذیل میں اس کی توضیح کی جاتی ہے۔ "دوشنبہ کونی محرم آئی نیک غرہ سید اچنداول جلکاسی نیک ریا غید اقایق زلزلہ بولدی اندین کیم امتدادی یاریم ساعت نجومیغہ یاقین لاشتی الی آخرہ (بابرنامہ ترکی طبع لندن ورق ۲۱۶) بیورج نے بابرنامہ (ترکی) کے مقدمہ کے آخر میں جو فہرست سنین مرتب کی ہے اس کے لحاظ سے مذکورہ عبارت سنہ ۹۲۵ھ کے واقعات کے ذیل میں آجاتی ہے لیکن بابرنامہ کے فارسی ترجمہ میں اس عبارت کا ترجمہ سنہ ۹۱۵ھ کے واقعات کے ذیل میں دیا گیا ہے، فارسی ترجمہ کی عبارت یہ ہے۔ "وقائع سنہ ۹۱۵ھ خمس عشر و تسعمایہ روز دوشنبہ غرہ ماہ محرم در پایان جلکاری چنداول زلزلہ محکم شد چنانچہ امتداد آن تا نیم ساعت نجومی نزدیک رسید"[1] ترکی متن اور اس کے فارسی ترجمہ میں ایسا شدید اختلاف ہو تو سنین کے تعین میں بابرنامہ سے استدلال کرنا ہی بے بنیاد ہے۔

روضۃ الصفا اب رہی تاریخ روضۃ الصفا تو اس میں مرزا سلطان حسین کا سال وفات ۹۱۱ھ[2] مذکور ہے لیکن کتب مہدویہ کے مقابلہ میں تاریخ فرشتہ اور مراۃ سکندری کے بیان کی طرح غیر صحیح متصور ہوگا کون کہہ سکتا ہے کہ مصنف کے دستخطی نسخہ میں بھی یہی سنہ مذکور تھا۔ کتب مہدویہ کی تصحیح کتب غیر مہدویہ سے کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی ائمہ حدیث کی روایت کو غیر محدثین کے احتمالات سے جانچے مثلاً مسلمان یہ کہتے ہیں کہ فاران مکہ میں ہے۔ یہودیوں اور نصرانیوں کا یہ ادعا ہے کہ وہ شام میں ہے حاصل یہ کہ پروفیسر محمود شیرانی کا یہ کہنا کہ مرزا سلطان حسین نے سنہ ۹۱۲ھ[3] میں وفات پائی نہ تو کتب مہدویہ سے ثابت ہے اور نہ غیر مہدویہ سے۔

[1] بابرنامہ فارسی (طبع بمبئی) صفحہ ۱۳۷ [2] روضۃ الصفا جلد ہفتم صفحہ ۱۲۵ (طبع نولکشور سنہ ۱۳۰۱ھ) [3] اورینٹل کالج میگزین بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء صفحہ ۳۱

ابوالکلام آزاد کے بیان سے بھی سلاطین وقت کا امام مہدی علیہ السلام سے بیعت کرنا ثابت ہے

تذکرہ کی عبارت یہ ہے "متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی" (تذکرہ صفحہ ۳۷)

امراء و وزرا

(۱) زبدۃ الملک حاکم جالور۔ یہ عثمان خان حاکم جالور ہیں۔ زبدۃ الملک ان کا خطاب ہے ان کے آباء و اجداد صوبہ بہار کے حاکم تھے۔ جب حضرت مہدی علیہ السلام ۹۰۶ھ یا ۹۰۷ھ میں جالور تشریف لے گئے تو انہوں نے بیان قرآن سن کر دین مہدئی کی تصدیق کی' ان کے ساتھ ان کی تمام رعیت اور تمام فوج نے مہدوی مذہب قبول کیا' اس جگہ تقریباً نو سو ۹۰۰ علما بعد تحقیق تصدیق سے مشرف ہوئے موجودہ فرمانروائے ریاست پالن پور انہیں کی اولاد سے ہیں اور ان کا مذہب بھی مہدوی ہے۔

(۲) دریا خاں مدار المہام ٹھٹھہ (تتہ)۔ صاحب تحفۃ الکرام نے بیان کیا ہے کہ دریا خاں کا نام پہلے قبولہ تھا' اصل میں یہ سید زادہ ہیں' حوادث زمانہ سے قید ہو گئے تھے' جام نظام الدین دیوان نے انہیں خرید لیا تھا۔ ایک دفعہ جام نظام الدین شکار کے لئے نکلا دھوپ تیز تھی اور جام تھکا ہوا تھا پینے کے لئے پانی مانگا' قبولہ پانی لایا اور اس میں خس ڈال کر جام کو دیا تاکہ جام آہستہ آہستہ پی لے' دریافت کرنے پر کہا کہ میں نے خس اس لئے ڈالا تھا کہ جام اس حرارت میں پانی ایک دم نہ پی لے کیوں کہ یہ ضرر رساں ہوتا' اس وقت جام نے قبولہ کو دریا خان کا خطاب دیکر اپنے ہاں رکھا' اس کے بعد صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بیان کیا ہے۔

دریاخانش خواند و بمعائنہ جوہر ذاتی تربیت یافتہ بہ مرتبہ بلند تصاعد نمودہ' بدولت و وزیر و سائر امرا تفوق یافتہ مدار المہام و امیر الامرا گردید' مبارک خان خطابش شد' چون میر سید محمد جونپوری وارد ٹھٹھہ گردید باآنکہ جام بتحریک علما معتقدانہ پیش آمدہ نکردہ' بتصمیم ارادت آن بزرگوار کمر بست و بہرۂ وافی از رضائے خاطر آن صاحب زماں یافتہ [1]

جام نظام الدین نے اس کو دریا خان کا خطاب دیا اس نے جوہر ذاتی کی وجہ سے تربیت پا کر بلند مرتبے حاصل کئے' دولت و وزیر اور تمام امراء پر برتری حاصل کر کے مدار المہام اور امیر الامرا ہوا۔ مبارک خاں بھی اس کو خطاب دیا گیا' جب میر سید محمد جونپوری تتہ میں آئے باوجودیکہ جام علما کی تحریک پر معتقدانہ پیش نہیں آیا لیکن یہ خلوص دل سے ان کا مرید ہو گیا اور اس صاحب الزماں کی رضائے خاطر سے بہرۂ وافی حاصل کیا۔

[1] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد سوم صفحہ ۵۴

(۳) شاہ بیگ حاکم قندہار۔ یہ میر ذوالنون کا بیٹا ہے مرزا سلطان حسین نے اس کو قندہار کا حاکم مقرر کیا تھا، جب حضرت مہدی علیہ السلام قندہار تشریف لیگئے تو وہاں کے بعض علما نے شاہ بیگ سے کہا کہ انہیں جامع مسجد میں بلا کر تحقیق کرنی چاہئے۔ سرکاری آدمیوں نے بلانے میں حضرت مہدی علیہ السلام اور آپکے اصحاب کے ساتھ سخت برتاؤ کیا آپ جامع مسجد میں جاکر قبلہ رو صف اول میں بیٹھ گئے "شاہ بیگ بھی آیا لیکن وہ مست و مخمور تھا۔ امام مہدی علیہ السلام سے آپکے اصحاب نے عرض کی یہ مست و مخمور ہے ذرا نرمی سے کلام فرمائیے۔ آپ نے کہا بندہ کے سامنے مستان دنیا آکر ہوشیار ہو جاتے ہیں یہ مستی کس شمار میں ہے جب شاہ بیگ علما و فضلا آپکے روبرو آئے تو علما نے سخت و سست کہنا شروع کیا قریب تھا کہ زد و کوب کی نوبت آئے شاہ بیگ نے علما سے کہا ذرا ان کی دلیل تو سن لو امام مہدی علیہ السلام نے آیہ افمن کان علی بینۃ کا بیان شروع کیا پہلے تو شاہ بیگ حیرت زدہ رہ گیا تین آیتوں کا بیان ختم ہوا تو بسمل کی طرح تڑپنے لگا اور نہایت ادب سے معافی چاہی تمام رکوع بیان ہونے تک حضرت مہدی علیہ السلام نے اس کی طرف التفات نہیں کیا اس کے بعد وہ آپکے قدموں پر گر پڑا امام مہدی علیہ السلام نے اس کے سر کو اٹھایا اور معاف فرمایا پھر شاہ بیگ نے آپکے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کی اور فرودگاہ تک ساتھ آکے تلقین ہوا۔ شاہ بیگ کے متعلق فرشتہ نے لکھا ہے "شاہ بیگ از فضائل علمی بہرۂ وافی داشت چنانکہ شرحے بر عقائد نسفی و شرح بر کافیہ و حاشیہ بر مطلع (مطالع) منطق نوشتہ است"[1] یعنی شاہ بیگ فضائل علمی سے بہرۂ وافی رکھتا تھا چنانچہ اس نے عقائد نسفی اور کافیہ کی شرح لکھی ہے اور مطالع منطق کا حاشیہ لکھا ہے۔ شاہ بیگ کا بیٹا مرزا شاہ حسن بھی مہدوی تھا اس نے مہدویوں کو قاضی مقرر کیا تھا اس سے قبل دیگر اہل اللہ و علما کے ذیل میں (صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲) ثابت کیا گیا ہے کہ قاضی شیخ محمد اوچہ اور قاضی قاضن مہدوی تھے۔ مرزا شاہ حسن نے قاضی شیخ محمد اوچہ کو ٹھٹہ (٩٣٠ھ) کا قاضی مقرر کیا تھا۔ محمد معصوم نامی نے قاضی مذکور کے متعلق یہ لکھا ہے

قاضی شیخ محمد اوچہ از مشاہیر علمائے زماں بود بعد از فترات اوچہ و ملتان بہ بکھر توطن نمود بعد چندگاہ مرزا شاہ حسن التماس ہمو بتقلید قضا ٹھٹہ تکلیف نمودند[2]	قاضی شیخ محمد اوچہ اپنے زمانے کے مشہور عالموں میں سے تھے اوچہ و ملتان کے ہنگاموں کے بعد انہوں نے بکھر کو اپنا وطن بنایا تھوڑے زمانے کے بعد مرزا شاہ حسن نے انہیں شہر ٹھٹہ کا قاضی مقرر کیا۔

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) جلد دوم صفحہ ۳۲۱ [2] تاریخ سندھ قلمی ورق ۹۹، تاریخ فارسی نمبر ۱۳۷۳ کتب خانہ آصفیہ

اسی طرح صاحب تحفۃ الکرام نے قاضی شیخ محمد آوچہ کے متعلق لکھا ہے

وقتی کہ قاضی شکر اللہ شیرازی استعفای خدمت قضائے
سنہ چنانچہ سبق یافت درخواست میرزا شاہ حسن حسب
تجویز قاضی میر مذکور کہ در وطن قدیم ہرات ہم از اسلاف
رابطۂ خاصے داشتند بر بنائے آن واسطہ اینجا نیز قرب
مفاخر (ظاہر) و پیوند صورت یاب گردیدہ وی را
طلبیدہ بآن منصب جلیل القدر مختص فرمود و بہ برکت
قدیم نجابتش و دعائے میران سید محمد مہدی جونپوری
آن منصب بتوارث وقف اولادش ہست[1]

جب قاضی شکر اللہ شیرازی نے شہر ٹھٹہ کے منصب قضا سے مستعفی ہونا چاہا
جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا تو میرزا شاہ حسن نے قاضی شکر اللہ کی تجویز پر
انہیں یعنی شیخ محمد آوچہ کو بلا کے اس جلیل القدر منصب سے مختص کیا۔ قاضی شکر اللہ
اور قاضی شیخ محمد آوچہ کے اسلاف قدیم سے خاصے روابط رکھتے تھے اس بنا
پر ان دونوں میں یہاں یعنی ٹھٹہ میں قرب ظاہری و باطنی ظہور میں
آیا۔ ان کی قدیم نجابت کی برکت سے اور میران سید محمد جونپوری
کی دعا سے وہ منصب بطور توارث کے ان کی اولاد میں
وقف ہے۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی شکر اللہ شیرازی بھی مہدوی تھے اسی وجہ سے انہوں نے قاضی شیخ محمد آوچہ کا نام منصب قضا کے لئے پیش کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ تحفۃ الکرام کی تالیف (۱۱۸۱ھ) تک قاضی شیخ محمد آوچہ کی اولاد منصب قضا پر مامور تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے تک وہاں مہدوی آبادی تھی صاحب تحفۃ الکرام نے اپنی کتاب کی تاریخ یہ کہی ہے۔

سال تمامیت چو نمودم از خرد سوال   اینک چہ منتخب زدل آمد مرا پیام

اسی طرح مرزا شاہ حسن نے قاضی قاضن کو بکر کا قاضی مقرر کیا تھا، محمد معصوم نامی نے قاضی قاضن کے حالات میں لکھا ہے

بعد فوت شاہ بیگ ازین مرحلہ فانی منظور نظر
عاطفت اثر میرزا شاہ حسین گشتہ بلوازم قضاے بلدہ
فاخرہ بکر و نواحی آن قیام می نمود و قضایاے شرعیہ
کہ تحقیقات او مرافعہ می کردند کمال احتیاط و دینداری
ظاہر ساختہ در کبر سن از آن امر خطیر استعفا نمودہ دامن

شاہ بیگ کے اس منزل فانی سے کوچ کرنے کے بعد قاضی قاضن میرزا شاہ حسن
کے مورد الطاف قرار پاکے بکر اور نواحی بکر کے جلیل القدر منصب قضا
کے کام انجام دیتے تھے۔ جو مقدمے ان کے ہاں پیش ہوتے ان کا
تصفیہ انتہا درجہ احتیاط اور دینداری سے کرتے، بڑھاپے
میں قاضی قاضن اس بڑے کام سے مستعفی ہوئے اور وہ عہدہ

[1] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۶

منصب بہ برادرش قاضی نصراللہ قرار یافت[1]	ان کے بھائی قاضی نصراللہ کو دیا گیا۔

مہدوی قاضیوں کے مامور ہونے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خواص تو خواص عوام بھی مہدوی تھے حاصل یہ کہ میرزا شاہ حسن اپنے باپ شاہ بیگ کی طرح مہدوی تھا۔

(۴) میر ذوالنون حاکم فراہ۔ یہ مرزا سلطان حسین کے سپہ سالار تھے اور اس کے بیٹے بدیع الزماں کے اتالیق، فراہ کی حکومت ان کے سپرد تھی، اس سے قبل ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ فراہ میں بے شمار مخلوق حضرت مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہوگئی تھی اور شیخ الاسلام کا ہرات سے علما کو بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ فراہ کے علما آپ کے مرید ہو چکے تھے۔ نیز بدایونی کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ شیخ الاسلام کے بھیجے ہوئے علما بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے اصحاب میں داخل ہوگئے تھے۔ دوسرے مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کے پوتے نے مہدوی قاضیوں کو اپنے علاقہ میں منصب قضا عطا کیا تھا، دوسرے جلیل القدر امرا کی تصدیق کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں جیسے فرمانروائے ریاست پالن پور۔ ریاست رادھن پور کا خاندان بھی پہلے مہدوی تھا۔ ایسی صورت میں کتب مہدویہ کی روایت ماننے میں کوئی تامل نہیں کرنا چاہیے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میر ذوالنون گورنر فراہ تزک و احتشام کے ساتھ مخالفانہ نیت سے وہاں آیا جہاں امام مہدی علیہ السلام قرآن کا بیان کر رہے تھے جب آپ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا جہاں جگہ پاؤ بیٹھ جاؤ، میر ذوالنون وہیں بیٹھ گیا اور بیان قرآن سن کر تصدیق سے مشرف ہوا، میر ذوالنون نے ازراہ امتحان کہ مہدی پر حربہ کارگر نہ ہوگا تلوار چلائی، ہاتھ شل ہوگیا حضرت نے فرمایا کہ تلوار کا کام کاٹنا ہے اور آگ کا کام جلانا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی مہدی پر غالب نہ ہوگا (اس کا حوالہ اخلاق مہدی[2] توکل کے ذیل میں صفحہ ۸۵ پر دے چکے ہیں)

(۵) میاں الہداد حمید[3]۔ یہ سلطان غیاث الدین خلجی کے امراء سے تھے، ان کا ذکر سلطان غیاث الدین کے حالات کے ضمن میں ہو چکا، ان کا دیوان غیر منقوط موسوم بہ "کلام الہداد" ان کے متبحر عالم اور مہدوی ہونے کی دلیل ہے۔ دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ترکیب بند مکہ معظمہ میں لکھا گیا ہے، ایک بند کا مطلع یہ ہے۔

[1] تاریخ سندھ قلمی ورق ۹۸ - ۹۹ [3] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۷

الحمد للصمد کہ امام اولی الامم   اہلاً و سہلاً آمدہ لسال ورحرم

(اولی الامم میں بحالت اضافت یائے تحتانی غیر ملفوظ ہی رہیگی۔)

میاں الہداد کے شاگرد حضرت جہری کا دیوان بھی صنایع و بدایع سے پُر ہے۔ یہ دیوان بھی مقبول عام رہا ہے۔ صاحب اخبار الاسرار نے راقم کے جد امجد بندگی میاں سید اشرف بن بندگی میاں سید عبداللطیف کے باب میں یہ لکھا ہے "صاحب علم بودند و از دیوان جہری اکثر حفظ بود الی آخرہ"۔[1] یعنی یہ صاحب علم تھے دیوان جہری کا اکثر و بیشتر حصہ انہیں ازبر تھا۔

(۶) فرہاد الملک و سلیم خاں۔ جب حضرت مہدی علیہ السلام چاپانیر تشریف لائے تو سلطان محمود بیگرہ نے اپنے دو معتمد امرا فرہاد الملک اور سلیم خاں کو معہ دو علما کے تحقیق امر کے لئے بھیجا، جس وقت یہ لوگ آئے ہیں بہت سی مخلوق مسجد اور اس کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی، بیان قرآن سننے میں اس قدر محو تھی کہ کسی نے ان کی طرف توجہ نہیں کی، یہ بات علما کو شاق گزری۔ فرہاد الملک اور سلیم خاں نے بعد تحقیق تصدیق کی، ان معتمد امرا کے بیان پر سلطان محمود مہدی علیہ السلام کا گرویدہ ہو گیا تھا اور ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے تو سلطان محمود بیگرہ کا بھی امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا ثابت ہوتا ہے اس روایت کا اس سے قبل (صفحہ ۱۲۵ پر) حوالہ دیا گیا ہے۔

(۷) مبارز الملک۔ مبارز الملک ملک یعقوب کے بیٹے ہیں، ملک یعقوب، ملک سلیمان باڑی دال کے داماد ہیں، ملک سلیمان پٹن علاقہ گجرات کے صوبہ دار تھے، پٹن انکی تنخواہی جاگیر تھی اور دو ہزار سوار ان کے ملازم خاص تھے، زندگی ہی میں ملک سلیمان نے اپنے منصب کو اپنے اکلوتے داماد کے نام منتقل کر دیا تھا، پٹن کے شمال میں پاٹی پال دروازے کے باہر ندی کے کنارے ملک سلیمان کا مقبرہ اس وقت تک موجود ہے، ان کے قبیلہ کے تمام افراد اور ان کے بنی اعمام پٹن ہی میں مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہو چکے تھے، خود مبارز الملک نے بھی مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے، بندگی میاں سید خوندمیرؓ انہیں کے نواسے ہیں۔

اس سے قبل ہم نے تحفۃ الکرام کی عبارت پیش کی ہے کہ ایک دنیا نے حضرت سید محمد جونپوری

[1] اخبار الاسرار قلمی باب دوم فضیلت (تفصیل) ہنم

کو مہدی موعود تسلیم کیا۔ بعد فراہ کے واقعات کے سلسلہ میں ملا عبدالقادر بدایونی کا قول نقل کیا ہے کہ بے شمار مخلوق امامنا مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہوگئی تھی۔ کتب مہدویہ میں جن علما، امرا، حکام، اہل اللہ وغیرہم کا ذکر کیا گیا ہے بہت مختصر ہے، صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۶ میں مہاجرین کے مشہور تابعین کے نام لکھنے کے بعد یہ بیان کیا ہے

بدانید و آگاہ باشید کہ این اسامی نوشتہ شد از ہزار یکی واز بسیار اند کے نوشتہ شد واگر سر بسر نوشتہ شود کتاب مطول می شود۔

جاننا چاہئے کہ یہ نام جو لکھے گئے ہزار میں سے بمشکل ایک ہیں اگر نام کے تمام لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے۔

ہم نے یہاں صرف چند نام پیش کئے ہیں اور یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگوں نے آپ کو مہدی موعود مانا ہے اس میں سلاطین، سپاہی، سرلشکر، عالم، اہل اللہ، امرا، حکام سب شامل ہیں۔ جب ایک جاہل اعرابی کا یہ کہنا کہ "ماھذا بوجہ کذاب" (یہ چہرے سے جھوٹا نہیں معلوم ہوتا) رسول اللہ صلعم کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان مختلف طبقوں کے افراد کا تصدیق کرنا آپ کی مہدیت کی دلیل کیوں نہ ہوگا خصوصاً جب کہ تصدیق کی طرف مائل کرنے کے لئے نہ تو خوف شمشیر تھا اور نہ طمع مال۔

باب پنجم

دائرہ مہدویہ

مہدوی و مہدوی مذہب، مہدوی مبلغین

دائرہ مہدویہ نظام الدین احمد بخشی صاحب طبقات اکبری نے شیخ علائی کے حالات میں یہ لکھا ہے

شیخ عبداللہ نیازی افغان کہ از مریدان نامدار شیخ سلیم چشتی بود از سفر مکہ معاودت نمود و روش مہدویہ کہ بعقیدہ ایشان سید محمد جونپوری مہدی موعود است اختیار کردہ در بیانہ رحل اقامت انداخت شیخ علائی را وضع خوش آمد فریفتہ صحبت او گشت و طریقہ آبا و اجداد را ترک دادہ خلایق را بروش مہدویہ دعوت می نمود، و بر رسم این طائفہ در بیرون شہر (در) ہمسایگی شیخ عبداللہ توطن اختیار نمود با جمعے کثیر از احباب و اصحاب خود کہ بوی گرویدہ بود بطریق تجرد بسر می بود و ہر روز در وقت نماز تفسیر قرآن مجید بہ نوعے می گفت کہ ہر کس کہ در مجلس او حاضر می بود اصلاً پی کار خود نمی رفت و ترک اہل و عیال کردہ داخل دائرہ مہدی میگشت و یا از معاصی تائب شدہ بہ مجاز سید محمد مریدی میکرد، و اگر گشت یا

شیخ عبداللہ نیازی افغان جو شیخ سلیم چشتی کے مشہور خلفا میں سے تھے مکہ معظمہ کے سفر سے واپس آے اور طریق مہدویہ (جن کے عقیدہ کے مطابق سید محمد جونپوری ہی مہدی موعود ہیں) اختیار کرکے بیانہ میں مقیم ہوے، شیخ علائی کو ان کی وضع پسند آئی اور ان کی صحبت پر فریفتہ ہو گئے۔ اپنے آبا و اجداد کے طریقہ کو چھوڑ کر مہدوی طریقہ پر تبلیغ کرتے تھے، مہدوی گروہ کے طریقہ پر شہر کے باہر شیخ عبداللہ کی ہمسائیگی میں سکونت اختیار کی اور اپنے احباب اور ساتھیوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ جو ان کے معتقد ہو گئے تھے بطریق تجرد زندگی بسر کرتے تھے۔ روزانہ نماز کے وقت قرآن مجید کی اس طرح تفسیر کرتے تھے کہ جو شخص ان کی مجلس میں داخل ہوتا اپنے کاروبار کی طرف متوجہ نہوتا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر دائرہ مہدویہ میں داخل ہو جاتا یا معاصی سے تائب ہو کر حضرت سید محمد کیلئے لوگوں

زراعت و تجارت میکرده ده یک در راه خدا صرف
می نمود۔ پس ہمچنان شده کہ پدر از پسر و زن از شوہر
مفارقت گزیده راه فقر و فنا پیش گرفتند و در نذور
و فتوح کہ با و می آمد خورد و کلاں علی السویہ شریک بود
و اگر چیزے ہم نمی رسید تا دو سہ روز بہ فاقہ می گزرانیدند
و اظہار نمی نمودند و بہ پاس انفاس اوقات خود مصروف
می داشتند و شمشیر و سپر و سائر اسلحہ ہمہ وقت ہمراه
داشتہ در شہر و بازار ہر جا نامشروع میدیدند اولاً
برفق و مدارا منع نموده و اگر پیش نمی رفت قہراً و جبراً
تغییر آن نامشروع میداد و از حکام شہر ہر کہ موافق
او می بود در امداد او میکوشید و ہر کہ منکر بود قدرت
مقاومت نداشت۔[1]

کو مرید کرتا اور اگر زراعت یا تجارت کرتا تو عُشر یعنی دسواں
حصہ اللہ کی راہ میں صرف کرتا پس اس طرح ہو گیا کہ باپ
بیٹے سے اور بیوی شوہر سے جدا ہو کر فقر و فنا کا طریقہ اختیار
کرتے نذر اور فتوح جو کچھ بھی آتے چھوٹے اور بڑے سب
علی السویہ (برابر برابر) اس میں شریک ہوتے اور اگر کوئی چیز بھی
نہ ہوتی تو دو دو تین تین دن فاقہ میں بسر کرتے لیکن اس کا
اظہار نہیں کرتے اور پاس انفاس میں اپنا وقت بسر کرتے تھے
تلوار، سپر اور تمام ہتھیار ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے شہر اور
بازار میں اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھتے تو پہلے نرمی سے منع کرتے
اور اگر اس سے کام نہ چلتا تو جبراً اور قہراً اس نامشروع کو روکتے
شہر کے حکام میں جو انکے موافق ہوتا تو ان کی مدد کرتا اور جس کو
انکار ہوتا تو مقابلہ کی قدرت نہ رکھتا۔

اسی طرح ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے۔

شیخ علائی چوں روش او را دید بسیار خوش کرد و
باصحاب خویش گفت کہ دین و ایمان این است کہ
میاں عبداللہ نیازی دارد و روشے کہ ما گرفتار آنیم
جز بت پرستی و زنار داری نیست۔

رُباعی:۔ تا یک سر موے از تو ہستی باقی است
اندیشہ کار بت پرستی باقی است
گفتی بت و زنار شکستم رستم
این بت کہ ز پندار پرستی باقی است

شیخ علائی نے جب انکی روش دیکھی تو بہت پسند کیا اور اپنے ساتھیوں سے
کہا کہ دین و ایمان یہ ہے جو میاں عبداللہ نیازی رکھتے ہیں اور وہ
طریقہ جس میں ہم گرفتار ہیں بت پرستی اور زنار داری کے سوا
کچھ بھی نہیں۔

رباعی:۔ تا یک سر موے از تو ہستی باقی است
اندیشہ کار بت پرستی باقی است
گفتی بت و زنار شکستم رستم
این بت کہ ز پندار پرستی باقی است

[1] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۲۲۷

وطریقہ آبا واجداد خود را ترک دادہ دکان مشیخت

ومقتدائی را برہم زدہ وپا بر سر پندار وغرور نہادہ در پئے

استرضائے اقربائے خویش گشت وبطریق فروتنی و

خواری کفش پیش پائے جماعۂ کہ ایشان را سابق آزردہ

بودمی نہاد ومدد معاش ولنگر وخانقاہ گذاشتہ دو اوی

ترک وتجرید پیش گرفتہ آنچہ اسباب دنیوی تا کتب

ہم کہ داشت ہمہ را بر فقرا ایثار کرد وبا حلیلۂ خویش

گفت کہ مرا درد طلب حق گریبان گیر گشتہ اگر بر فقر وفاقہ

صبر می توانی کرد ہمراہ من باش بسم اللہ وگرنہ حصہ خود

ازاین اموال بر آورد وزمام اختیار بر دست خود بگیر وبرو

مصرع، داری سرما وگرنہ دور از برما

او خود براین شیوہ اشد رضا داشت۔

بیت:۔ کار دیں بعضے زناں شاید بہ از مرداں کنند

در دلیری شیر مادہ بہتر از شیر نر است

ودر جوار میاں عبداللہ آمدہ از وبطریق پاس انفاس

تلقین ذکر بردشتے کہ میاں این طائفہ مقرر است

گرفت معانی قرآن ونکات ودقائق وحقایق آن

بآسانی براو مکشوف گشت وجمع کثیر از احباب واصحاب

کہ باوے جہت اتحاد واعتقاد داشتند بعضے مجرد

وبعضے متاہل صحبت اورا بجان اختیار کردہ راہ سلوک

را بقدم توکل سپردہ سعید خانہ وار مردم بے کسب و

اپنے آباو اجداد کے طریقے کو ترک کرکے اور اپنی مشیخت اور مقتدائی

کی دکان درہم برہم کرکے اور غرور و پندار کو ٹھکرا کر اپنے اقربا

کی دلجوئی میں کوشش کی اور عاجزی سے ان لوگوں کے سامنے

جوتیاں جوڑتے جنھیں انہوں نے اس سے قبل آزردہ کیا تھا

مدد معاش لنگر، خانقاہ سب کچھ انہوں نے چھوڑ دیا اور

ترک و تجرید کا راستہ اختیار کیا، تمام اسباب دنیوی یہاں

تک کہ کتابیں بھی غریبوں میں تقسیم کردیں اور اپنی بیوی سے کہا

کہ طلب حق کے درد نے میرا گریبان پکڑ لیا ہے، اگر تم فقر و فاقہ

پر صبر کرسکتے ہو تو میرے ساتھ رہو ورنہ اپنا حصہ اس مال میں

سے لے لو۔ اختیار کی لگام اپنے ہاتھ میں لے لو اور جاؤ۔

مصرع، داری سرما وگرنہ دور از برما

انکی بیوی خود اس طریقہ سے بہت راضی تھیں۔

بیت:۔ کار دیں بعضے زناں شاید بہ از مرداں کنند

در دلیری شیر مادہ بہتر از شیر نر است

میاں عبداللہ کی ہمسائگی میں آکر بطریق پاس انفاس

جہد و بوک طریقہ پر ذکر کی تلقین پائی اور کلام اللہ کے معانی انکے

نکات، حقایق اور دقایق آسانی سے ان پر منکشف ہوگئے

ان کے ساتھیوں اور دوستوں کی ایک کثیر جماعت نے جنھیں

ان سے اتحاد اور اعتقاد تھا، جن میں بعض مجرد اور بعض

متاہل تھے انکی صحبت دل و جان سے اختیار کرکے سلوک

کا راستہ توکل کے قدم سے طے کیا، تین سو گھرانے بغیر کسی

تجارت و زراعت و حرفت دیگر بسر می بردند هر گاه
چیزے از غیب می رسید۔ قسمت به رؤس افراد
بطریق سویت و عدالت میکردند و بمخواے کریمہ رجال
لاتلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله را
شعار خود ساخته اگر از گرسنگی می مردند هم دم نمی زدند
اگر کسے ترک عزیمت بموجب قرارداد ایشان داد و
کسبی میکرد البته ده یک در راه خدای تعالیٰ صرف
می نمود و دو وقت بعد از نماز فجر و نماز دیگر صغار و
کبار در آن دائره جمع آمده بیان قرآن می شنیدند
و شیخ علائی را نفس گیرائی موثر چنان بود که در وقت
تفسیر قرآن مجید از وهر کسے که می شنید اکثر خود دست
از کار و بار دنیوی باز داشته آن صحبت اختیار میکردند
و ترک خانمان و عیال و اطفال نموده و بر شدت
فقر و فاقه و مجاهده صبر کرده دیگر پیرامون کسب
و کار خود نمی گشتند و اگر آن همت نمی بود لا اقل توبه
از معاصی و ملاہی و مناہی خود هیچ جا نرفته بود بسیارے
را خود چنان دیده شد که شب از لوازم خانه و ظروف
و آلات طبخ را حتی از نمک و آرد و آب هم خالی
ساخته سرنگون می ماندند و هیچ چیزے از اسباب
معیشت با خود از نهایت اعتماد بر رزاقی حق تعالیٰ
نمی گذاشتند و روز نو روزی نو دستور العمل ایشان بود

کسب و تجارت و زراعت کے زندگی بسر کرتے تھے جو کچھ
غیب سے پہنچ جاتا سب پر بطریق سویت (برابر برابر) تقسیم کرتے
اور آیہ رجال لاتلهیهم (وہ لوگ کہ نہیں غافل کرتی انکو تجارت
اور نہ بیچنا اللہ کے ذکر سے) کے مضمون کو اپنا شعار بنا لیا تھا
اگر بھوک سے مر بھی جاتے تو دم نہ مارتے۔ مہدویوں کے طریقہ پر
اگر کوئی شخص ترک عزیمت یعنی کسب کرتا تو عشر یعنی دسواں حصہ
اللہ کی راہ میں صرف کرتا، نماز فجر اور نماز عصر کے بعد چھوٹے بڑے
سب دائرہ میں جمع ہو کر بیان قرآن سنتے تھے اور شیخ علائی کے
بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جو شخص ان سے تفسیر قرآن سنتا تو اکثر کاروبار
دنیوی سے کنارہ کش ہو کر انکی صحبت اختیار کرتا، خانماں و اطفال
و عیال کو چھوڑ کر فقر و فاقہ اور مجاہدہ پر صبر کرتا اور اپنے کسب
اور کام کی طرف توجہ نہ کرتا اور اگر اس کی ہمت نہ ہوتی تو کم
از کم معاصی و مناہی سے توبہ کر لیتا۔ بہت سے لوگ دیکھنے
میں آئے جو رات کو لوازم خانہ، برتن اور آلات طبخ کو آٹا
نمک یہاں تک کہ پانی سے بھی خالی کر کے اوندھے رکھ دیتے
خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر انتہا درجہ اعتماد ہونے کی وجہ سے
اسباب معیشت میں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہ رکھتے
ان کا دستور عمل یہ تھا روز نو کے ساتھ روزی نو، اس
جماعت کے حالات میں نے نجات الرشید میں لکھے ہیں
اس میں دیکھنا چاہیے۔ اس کے باوجود مخالفوں کی
مدافعت کے لئے اسلحہ اور آلات حرب ہمیشہ اپنے ساتھ

"شمہ از احوال این طائفہ در کتاب نجات الرشید ایراد یافتہ آنجا باید دید و باوجود این اسلحہ و آلات حرب برائے دفع مخالفان ہمیشہ با خود میداشتند تا اگر کسے بحقیقت معاملہ ایشان اطلاع نمیداشت خیال میکرد کہ ایشان اغنیا اند یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف و ہر جا در شہر و بازار نامشروعے و منہی میدید بجبراً و قہراً رفتہ احتساب میکردند و ملاحظۂ از حاکم نمیداشتند و اغلب اوقات غالب بودند و از حکام شہر ہر کہ موافق مذہب مشرب ایشان بود در امداد می کوشیدند و ہر کہ منکر بود تاب مقاومت نداشت و کار بجائے کشید کہ پدر از پسر و برادر از برادر و شوہر از زن مفارقت گزیدند و در دائرہ مہدویہ درآمدہ راہ فقر و فنا پیش می گرفتند"[1]

رکھتے۔ اگر کوئی ان کی حقیقت کار سے مطلع نہ ہوتا تو یہ خیال کرتا کہ یہ لوگ اغنیا ہیں "جاہل انہیں پرہیزگاری کی وجہ سے غنی سمجھتا ہے" شہر اور بازار میں جہاں کہیں کوئی امر خلاف شرع دیکھتے تو جبراً اور قہراً اس کو روکتے اور حاکم کی پروا نہ کرتے اور اکثر یہ غالب رہتے۔ شہر کے حکام میں سے جو ان کے مذہب اور مشرب کے موافق ہوتا تو انکی امداد کرتا اور جو ان کا مخالف ہوتا تو ان کی مقاومت کی تاب نہ لاتا۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ باپ بیٹے سے بھائی بھائی سے اور شوہر بیوی سے جدا ہو کر دائرہ مہدویہ میں داخل ہوتا اور فقر و فنا کا طریقہ اختیار کرتا۔

ملا عبدالباقی نہاوندی نے بھی مآثر رحیمی میں شیخ علائی اور دائرہ مہدویہ کا بالکل یہی حال لکھا ہے[2] یہ اس دائرۂ مہدویہ کی کیفیت ہے جو شیخ علائی نے شہر بیانہ میں قائم کیا تھا۔ صاحب طبقات اکبری نے بیان کیا ہے کہ اس دائرے میں چھ سات سو گھرانے تھے۔ طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے "شیخ علائی بہمان وضع و حالت کہ داشت با ششصد و ہفت صد خانہ دار مردم متوجہ آن سفر گشت"[3] یعنی شیخ علائی اسی وضع اور حالت میں چھ سات سو خاندانوں کے ساتھ اس سفر کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ کیفیت تبع تابعی کی ہے اس لئے کہ شیخ عبداللہ نیازی نے اصحاب مہدیؑ سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس سے اصحاب مہدی اور حضرت مہدی علیہ السلام کے بیان قرآن کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ صاحب خاتم سلیمانی کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبداللہ نیازی نے گجرات یا دکن میں اصحاب مہدی یا تابعین مہدیؑ کے ہاتھ پر دین مہدی کی تصدیق کی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ بندگی میاں شاہ نعمتؓ سے تلقین پائی ہے اور بروایتے میاں

[1] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۹۶ تا ۳۹۸ [3] طبقات اکبری (طبع نولکشور) صفحہ ۲۳۷
[2] مآثر رحیمی جلد اول (طبع کلکتہ) صفحہ ۶۳۸ - ۶۴۰

خوند شیخ مہاجر سے [1]

طبقات اکبری اور منتخب التواریخ کے اقتباسات سے دائرہ مہدویہ کی یہ خصوصیتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) نماز جماعت کی سخت پابندی تھی یہاں تک کہ چھوٹے بڑے سب دائرے میں نماز کے لئے لازماً جمع ہو جاتے تھے۔

(۲) دن میں دو دفعہ بیان قرآن ہوتا ایک فجر کی نماز کے بعد دوسرے عصر کی نماز کے بعد اور بیان قرآن بھی ایسا کہ دلوں کو دنیا سے پھیر دینے والا۔

(۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خود سخت پابند تھے اور دوسروں کو بھی پابند کراتے تھے نرمی و ملائمت سے ہو یا آلات حرب کی مدد سے اس میں انہیں حکام شہر کی بھی پروا نہیں تھی۔

(۴) توکل علی اللہ میں یہ آپ اپنی نظیر تھے۔

(۵) کلام اللہ کے حقایق اور دقایق ان پر مکشوف ہو جاتے تھے اور ان کا بیان قرآن انتہا درجہ موثر تھا۔

(۶) جو کچھ غیب سے پہنچ جاتا وہ اہل دائرہ میں علی السویہ تقسیم ہو جاتا' یہ حدیث نبوی "یقسم المال صحاحا" کے بموجب تھا۔

(۷) جو لوگ کسب یا تجارت کرتے تھے عشر یا دسواں حصہ اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے اور یہ عمل بھی قرآن و حدیث کے مطابق تھا۔

عشر کی توضیح یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض (البقرۃ رکوع) اے مومنو! اپنی کمائی کی پاک چیزوں میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

اس آیت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ کمائی کی چیزوں میں سے کتنا خرچ کیا جاے اور جو زمین سے اگتا ہے اس میں سے کتنا صرف کیا جاے۔ البتہ حدیث سے اس کی تصریح ہو جاتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ بیان کیا ہے کہ عشر کے باب میں امام ابو حنیفہؒ نے اس حدیث سے تمسک کیا ہے ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر [2] یعنی جو زمین سے اگے اس میں سے عشر لیا جاے۔ اس حدیث

[1] خاتم سلیمانی (قلمی) گلشن نہم چمن چہارم [2] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد دوم صفحہ ۱۴ و ۱۵

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین سے جو اُگے اس میں سے عشر یعنی دسواں حصہ لیا جائے' مذکورہ آیت میں ما اخرجنا کا عطف ما کسبتم پر ہے معطوف علیہ اور معطوف دونوں ایک ہی حکم میں ہیں' اس لحاظ سے آیت مذکورا اور حدیث مذکور کی مطابقت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح خدا کی طرف سے اگائی ہوئی چیزوں میں عشر دیا جاتا ہے اسی طرح انسان کی کمائی ہوئی چیزوں میں سے بھی عشر دیا جائے۔ قطع نظر اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی ہے۔

عن علی قال جاء الرجل الی رسول اللّٰہ فقال کانت لی مایۃ اوقیۃ تصدقت منھا بعشرۃ اواق وقال آخر یا رسول اللّٰہ کانت لی مایۃ دینار فتصدقت منھا بعشرۃ دنانیر وقال آخر یا رسول اللّٰہ کانت لی عشرۃ دنانیر فتصدقت منھا بدینار فقال کلکم قد احسن وانتم فی الاجر سواء تصدق کل رجل منکم بعشر مالہ ثم قرء رسول اللّٰہ صلعم لینفق ذوسعۃ من سعتہ[1]

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ میرے پاس سو اوقیہ تھے میں نے اس میں سے دس اوقیہ صدقے میں دے دیئے دوسرے نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس سو دینار تھے میں نے اس میں سے دس دینار صدقہ میں دیئے ایک اور شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے پاس دس دینار تھے میں نے اس میں سے ایک دینار صدقہ دیا' پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم سب نے اچھا کیا اور تم سب اجر میں برابر ہو اس لئے کہ تم سب نے اپنے مال کا عشر یعنی دسواں حصہ صدقہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی لینفق ذوسعۃ من سعتہ (وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے)

مذکورہ آیت اور مذکورہ روایت سے بھی انفاق کی توضیح عشر سے کی گئی ہے۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ "انفقوا من طیبات" میں انفاق سے زکوٰۃ مراد ہے اس لئے کہ دوسری آیت میں آیا ہے "ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیۃ (جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا) یہاں انفاق والدین اور قریبی رشتہ داروں سے متعلق کیا گیا ہے اور زکوٰۃ ان لوگوں کو نہیں دی جا سکتی۔ حاصل یہ کہ انفاق جدا ہے اور زکوٰۃ جدا ہے۔ قطع نظر اس کے اسلامی دور میں مسلمانوں سے خراج نہیں لیا جاتا تھا صرف عشر لیا جاتا تھا اگر زراعت پیشہ نہ ہوتے مثلاً

[1] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد سوم صفحہ ۳۱۰

پارچہ باف ہوتے تو کپڑے اور صاحب مواشی ہوتے تو مواشی (مویشی) دیتے۔ واضح ہو کہ عشر مہدویوں کے ہاں زکوٰۃ کے سوا ہے، زکوٰۃ کا بدل نہیں۔ حدیث نبوی میں آیا ہے اِنَّ فی المال حقاً سوی الزکوٰۃ یعنی مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔

دائرہ مہدویہ اور اشتراکیت عام طور پر دنیا یہ سمجھتی ہے کہ اشتراکیت کا بانی کارل مارکس ہے جو جرمنی میں ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ یہ شخص فرانس سے نکالا گیا اور ۱۸۴۵ء سے آخر تک اس نے انگلستان میں زندگی بسر کی۔ اس کے نظام میں جس کو روس میں بالفعل عملی صورت دی گئی ہے تین نقائص پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ مذہب کو وہاں کسی قسم کی اہمیت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ وہاں مالی مساوات پھیلانے کے لئے بے حد خوں ریزی کی گئی۔ تیسرے یہ کہ صدر جمہوریہ کو عوام الناس پر معاشری لحاظ سے برتری حاصل ہے۔ برخلاف اس کے دائرہ مہدویہ میں مذہب کی سخت پابندی تھی۔ یہاں عصر اول کا اسلام پیش ہو رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ مالی مساوات پھیلانے کے لئے خونریزی نہیں کی گئی۔ دائرہ میں ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگ موجود تھے جو کچھ ہوا بیان قرآن سے ہوا۔ تیسرے یہ کہ دائرہ میں جو کچھ تقسیم ہوتا تھا علی السویہ (برابر برابر) تقسیم ہوتا۔ صاحب دائرہ کو اہل دائرہ پر مالی حیثیت سے ترجیح حاصل نہیں تھی۔

مارگولیت انگلستان کے مشہور مستشرق نے "مہدیین اور مہدیت" پر ۸ر ڈسمبر ۱۹۱۵ء کو ایک مقالہ پڑھا تھا۔ یہ مقالہ چھپ گیا ہے، اس میں حضرت مہدی علیہ السلام اور قوم مہدویہ کے حالات ملا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ کے حوالہ سے لکھے ہیں اس میں شیخ علائی کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

"According to the Contemporary historian he started a sort of Com-munistic Society, bestowing all his worldly possessions, even to his books, upon the poor (On Mahdis and Mahdiism by D. S. Margoliouth) P. 17

یعنی ہم عصر مورخ کے بیان کے مطابق اس نے (یعنی شیخ علائی نے) ایک قسم کی اشتراکی جماعت قائم کی تھی اپنا تمام مال و اسباب یہاں تک کہ کتابیں غربا میں تقسیم کردیں۔ حاصل یہ کہ مارگولیت نے بھی یہ تسلیم کیا ہے

لہ مشکوٰۃ المصابیح جلد ثانی صفحہ ۵۶

کہ دائرہ مہدویہ میں اشتراکیت تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی ہاشم میں قسمت بالسویہ (برابر کی تقسیم) کا عمل تھا صاحب العقد الفرید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس طرح مخاطب فرمایا۔

ونحن واللّٰہ اعطی للآخرۃ منکم للدنیا واعطی فی الحق منکم فی الباطل واعطی علی التقوی منکم علی الھوی والقسم بالسویۃ والعدل فی الرعیۃ الی آخرہ[۱]	اور ہم خدا کی قسم جتنا تم دنیا کے لئے دیتے ہو اس سے زیادہ ہم آخرت کے لئے دیتے ہیں اور جتنا تم باطل میں دیتے ہو اس سے زیادہ ہم حق میں دیتے ہیں اور تم خواہش نفسانی میں جتنا خرچ کرتے ہو اس سے بہت زیادہ ہم تقویٰ میں خرچ کرتے ہیں اور برابر برابر کی تقسیم کرتے ہیں اور رعیت کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم نے بھی امام مہدیؑ کے متعلق یہی خبر دی ہے یقسم المال صحاحا بالسویۃ (مال برابر برابر تقسیم کریگا) حاصل یہ کہ دائرہ مہدویہ میں حدیث نبوی کے مطابق عمل تھا۔

مارگولیت نے غلطی سے شیخ عبداللہ نیازی افغان کو امام مہدی علیہ السلام کا شاگرد قرار دیا ہے۔

نیز مارگولیت کا یہ کہنا کہ ابن تومرت (وفات سنہ ۵۲۴ھ) کے طریق زندگی اور اس کے بعد جتنے بھی مدعیان مہدیت عالم اسلام میں گزرے ہیں انکے طریق زندگی میں بہت کم فرق ہے صحیح نہیں اس لئے کہ ابن تومرت کے متعلق حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں یہ لکھا ہے۔ بل دخل فی امور منکرۃ دفعل امورا حسنۃ[۲] یعنی ابن تومرت نے بُرے کام بھی کئے اور اچھے کام بھی کئے۔ اسی کتاب میں ابن تومرت کے متعلق دوسرے مقام پر یہ لکھا ہے وکان فیہ مایحمد وکان فیہ مایذم[۳] یعنی ابن تومرت میں اچھی باتیں بھی تھیں اور مذموم باتیں بھی تھیں۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے امام مہدی علیہ السلام کے حالات آپ کی رحلت کے تقریباً سو سال بعد لکھے ہیں۔ شروع سے آخر تک امور محمودہ کا ذکر ہے (اس کی تفصیل مہدوی و مہدوی مذہب کے ذیل میں آئیگی) مہدوی نہ ہونے کے باوجود ملا عبدالقادر بدایونی نے حضرت مہدی علیہ السلام کی نسبت کوئی قابل اعتراض امر بیان نہیں کیا جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے ابن تومرت کے متعلق بیان کیا ہے۔

[۱] العقد الفرید (طبع مصر سنہ ۱۲۹۳ھ) الجزالثانی صفحہ ۱۰۸ [۲] منہاج السنۃ (طبع مصر ۱۳۲۱ھ) الجزالثانی صفحہ ۱۳۳
[۳] منہاج السنۃ الجزالرابع صفحہ ۲۱۲

تقسیم مال اور عہد رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم مال کے متعلق شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں یہ لکھا ہے۔

بالجملہ ہرچہ بدست آمدے بداوے وچناں بداوے کہ از فقر وتنگی نترسیدے ونہ اندیشیدے ۱؎

مختصر یہ کہ جو کچھ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ آتا آپ اس کو دیدیتے اور اس طرح دیتے کہ نہ تو فقر وتنگی سے ڈرتے اور نہ اندیشہ کرتے

اس کی توضیح کے لئے چند روایتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخر شیئا لغد (ترمذی باب الزہد)

یعنی حضرت انسؓ سے روایت کی گئی ہے کہا کہ نبی علیہ السلام آنے والے دن کے لئے کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔

(۲) ترمذی روایت کردہ است کہ آوردہ شد نزد آنحضرت نود ہزار درم پس نہادہ شد بر حصیرے پس قسمت کرد ہمہ را ورد نکرد ہیچ سائلے را تا فارغ شد از آن ۲؎

ترمذی نے روایت کی ہے کہ نود ہزار درہم آنحضرت صلعم کے پاس لائے گئے پس وہ ایک حصیر پر رکھدئے گئے پس رسول اللہ صلعم نے سب درہم بانٹ دیئے اور آپ نے کسی سائل کو رد نہیں فرمایا یہاں تک کہ ان تمام دراہم سے فارغ ہو گئے۔

(۳) در صحیح بخاری از حدیث انس آمدہ کہ آوردہ شد نزد آنحضرت مالے از بحرین فرمود بریزید آن را در مسجد پس بیرون آمد بسوے مسجد ونگاہ کرد جانب آن وچوں برگشت از نماز آمد ونشست بر آن مال وندید ہیچ کس را مگر آنکہ داد بوے از آن مال...... پس برخاست آنحضرت وباقی نماند یک درم ۳؎

صحیح بخاری میں حدیث انسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال دو پس آپ مسجد کی طرف تشریف لائے اور اس کی طرف نظر ڈالی جب نماز سے ہوئے تو مال کے پاس آئے اور بیٹھ گئے کسی شخص کو آپ نے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس مال میں سے اس کو کچھ دیا...... پس آنحضرت اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک درم بھی باقی نہیں رہا۔

بحرین سے آیا ہوا مال کتنا تھا اس کی توضیح ذیل کی روایت سے ہوتی ہے۔

در روایت ابن ابی شیبہ آمدہ است کہ مال صد ہزار درہم بود فرستادہ بود آں را علاء بن الحضرمی از خراج

ابن ابی شیبہ کی روایت میں آیا ہے کہ مال ایک لاکھ درہم تھا علاء بن الحضرمی نے بحرین کے خراج سے روانہ کیا تھا

۱؎ مدارج النبوۃ (طبع نولکشور ۱۲۸۱ھ) جلد اول صفحہ ۴۹ ۲؎ مدارج النبوۃ (طبع نولکشور) جلد اول صفحہ ۴۴ ۳؎ مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۹

بحرین و آن اول مال بود کہ آوردہ شدہ بود نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [۱]	اور یہ مال سب سے پہلی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں لایا گیا تھا۔

تقسیم مال اور خلافت راشدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی طرح حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں جو مال آتا تھا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے بعد کو فتوحات کی تنظیم کے لئے بیت المال قائم کیا۔ مقصود یہ تھا کہ نادار مسلمانوں کی مدد کیجائے، اغنیا کی طرح ذخیرہ اندوزی پیش نظر نہیں تھی۔ یہ بھی واضح رہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المال قائم کرنا چاہا تو اصحاب رسول نے اس کی مخالفت کی تھی اور اس کو سنت نبوی کے خلاف قرار دیا تھا کیونکہ اس میں ذخیرہ اندوزی کا شائبہ پایا جاتا تھا۔

بوذر غفاریؓ کا مذہب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے

ابوذر از زہاد صحابہ و کبرائے ایشان بود بمذہب وے ادخار حرام است اگرچہ بعد از ادائے زکوٰۃ باشد [۲]	حضرت ابوذر زہاد و کبرائے صحابہ میں سے تھے۔ مال کا ذخیرہ کرنا ان کے مذہب میں حرام ہے اگرچہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ذخیرہ اندوزی حضرت بوذر غفاریؓ کے مذہب میں حرام تھی چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات کے بعد ان کی چار بیویوں میں سے ایک بیوی کو جسے انہوں نے حالت مرض میں طلاق دی تھی اسّی ہزار درم دے گئے تو حضرت ابوذرؓ نے انہیں دوزخی قرار دیا۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے مذکورہ روایت بیان کرنے کے بعد یہ لکھا ہے۔ "از بشارت پیغمبر در حق او غفلت ورزید و حکم بناری بودن فرمود"[۳] یعنی حضرت ابوذر نے اس بشارت سے غفلت برتی جو رسول اللہ صلعم نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے حق میں دی تھی اور ان کے دوزخی ہونے کا حکم لگایا۔

صاحب کیمیائے سعادت نے (رکن سوم اصل ششم میں) یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب رسول کی ایک جماعت حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے مال کثیر چھوڑ جانے کو اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ کیمیائے سعادت کی عبارت یہ ہے "چون عبدالرحمٰن عوف فرمان یافت بسیار مال ازوے باز ماند بعضے از صحابہ گفتند ما بر وے می ترسیم"[۴] یعنی جب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے وفات پائی تو انہوں نے بہت سا مال چھوڑا بعض اصحاب رسول نے کہا کہ

۱ مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۹۴ ۲ مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۸۴ ۳ تحفہ اثنا عشریہ (طبع مطبع ثمر ہند) باب دہم مطاعن عثمانؓ صفحہ ۵۰۹
۴ کیمیائے سعادت (طبع نولکشور ۱۲۹۱ھ) صفحہ ۳۳۹

ان کے مال کثیر چھوڑ جانے سے ہمیں ان کے خاتمہ کا ڈر ہے۔ اسی مذہب کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے حضرت ابوذرؓ کو شام میں رہنے نہیں دیا اور اسی کی وجہ سے یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں نہ رہ سکے

صاحب تاریخ طبری نے لکھا ہے

قام ابوذر بالشام وجعل يقول يا معشر الاغنيا واسوا الفقرا بشر الذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله بمكاو من نار تكوى بها جباههم وجنوبهم وظهورهم فما زال حتى ولع الفقراء بمثل ذلك واوجبوه على الاغنيا حتى تشكا الاغنيا ما يلقون من الناس فكتب معاوية الى عثمان ان اباذر قد اعضل به وقد كان من امره ذيت وذيت الى آخره۔[۱]

پس اٹھے ابوذر شام میں اور کہنے لگے کہ اے اغنیا کے گروہ چارہ گری کرو فقرا کی بشارت دو ان لوگوں کو جو سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کرتے آگ سے داغ دینے کی، داغی جائیں گی آگ سے ان کی پیشانیاں ان کے پہلو اور ان کی پشت۔ ابوذر ایسا ہی کہتے رہے یہاں تک کہ فقرا بھی اس کی حرص کرنے لگے اور انفاق مال کو اغنیا پر واجب قرار دینے لگے یہاں تک کہ اغنیا بھی عوام الناس کی شکایت کرنے لگے۔ پس حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ ابوذر نے مجھے اس طرح مشکل میں ڈال دیا ہے اس کا معاملہ ایسا اور ایسا تھا الی آخرہ۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے حکم کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے حضرت ابوذرؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیا یہاں بھی انہوں نے حضرت عثمانؓ سے یہی کہا حضرت عثمانؓ نے یہ جواب دیا لا اجبرهم على الزهد[۲] یعنی میں اغنیا کو زہد پر مجبور نہیں کرتا۔ حضرت ابوذرؓ نے مدینہ منورہ میں رہنا پسند نہیں کیا اور حضرت عثمانؓ سے کہہ دیا فاذن لي في الخروج فان المدينة ليست لي بدار یعنی آپ اجازت دیجئے کہ میں مدینہ سے نکل جاؤں اس لئے کہ یہ میرے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوذرؓ ربذہ نامی مقام پر رہنے لگے جو مدینہ منورہ سے چار منزل کے فاصلہ پر ہے۔

شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے

در عہد عثمان دولت و ثروت و اموال عظیمہ بدست

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دولت و ثروت اور بہت مال

۱؎ تاریخ طبری جلد پنجم صفحہ ۲۸۵۹ ۲؎ تاریخ طبری جلد پنجم صفحہ ۲۸۶۰

اہل اسلام آمد و ہر ہمہ از مہاجرین صاحب لکوک شدند ابوذر زبان طعن در حق جمیع مالداران دراز نمود اول با معاویہ گفتگو کرد و این آیہ را متمسک ساخت "والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم" و کسانیکہ گنج میکنند زر و نقرہ را و خرچ نمی کنند آن را در راہ خدا پس بشارت دہ ایشان را بعذاب درد دہندہ و انفاق کل مال را فرض قرار داد و ہر چند معاویہ و صحابہ دیگر او را فہمانیدند کہ مراد انفاق قدر زکوۃ است نہ کل مال و شاہد برین ارادہ آیت میراث و فرائض است زیرا کہ اگر انفاق کل مال واجب می بود تقسیم متروکہ وجہی نداشت، اصرار بر معتقد خود نمود[1]

مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور مہاجرین لاکھوں کے مالک ہو گئے حضرت ابوذر نے ان مالداروں پر طعنہ زنی شروع کی، پہلے حضرت معاویہ سے گفتگو کی اور اس آیت سے تمسک کیا "وہ لوگ جو سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے پس ان کو عذاب دردناک کی بشارت دو" اور تمام مال کے خرچ کرنے کو فرض قرار دیا۔ ہر چند حضرت معاویہ اور دوسرے صحابہ نے انہیں سمجھایا کہ انفاق سے انفاق بقدر زکوۃ مراد ہے نہ کہ تمام مال، اس پر وہ آیتیں شاہد ہیں جو ترکہ اور فرائض پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر تمام مال کا خرچ کرنا واجب ہوتا تو تقسیم متروکہ کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ لیکن ابوذر اپنے عقیدہ پر مصر رہے

واضح ہو کہ انفاق مال اور متروکہ میں کوئی تضاد نہیں ہے، خود شاہ عبدالعزیز کے بیان سے ظاہر ہے کہ مہاجرین لاکھوں کے مالک ہو گئے تھے اور حضرت ابوذر کا یہ مذہب تھا کہ اسلام میں سرمایہ داری نہ ہو زکوۃ دینے سے سرمایہ داری کہاں تمام ہوتی ہے، سونے چاندی کے خزانے جو جمع کئے گئے ہیں وہ تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ جب دولت مسلمانوں میں تقسیم ہو جائیگی تو وہ حصہ ان کی اولاد کو بطور ترکہ کے مل جائیگا، ہاں سونے چاندی کے خزانے بطور ترکہ کے نہیں مل سکتے، حضرت ابوذرؓ یہ چاہتے تھے کہ سونا چاندی کنز (خزانہ) کی صورت میں اغنیا کے ہاں جمع نہ رہے کہ فی سبیل اللہ اس کے خرچ ہونے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے۔ یہاں کنز کی نفی کیجا رہی ہے متروکہ کی نہیں۔ حضرت ابوذر غفاری کا مذہب بلاذری کی ان روایتوں سے بھی واضح ہو جاتا ہے۔

(۱) قالوا لما اعطا عثمان مروان بن الحکم

راویوں نے کہا کہ جب حضرت عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو دیا جو کچھ

[1] تحفۂ اثنا عشریہ مطبوعہ مطبع ثمر ہند باب دہم صفحہ ۵۰۸ - ۵۰۹

ما اعطاه و اعطی الحارث بن الحکم بن ابی العاص ثلاثہ مایۃ الف درھم و اعطی زید بن ثابت الانصاری مائۃ الف درھم جعل ابوذر یقول بشر الکانزین بعذاب الیم ویتلو قول اللہ عزوجل الذین یکنزون الذھب والفضۃ الآیۃ فرفع ذلک مروان بن الحکم الی عثمان فارسل الی ابی ذر ناتلا مولاہ ان انتہ عما یبلغنی عنک فقال أینھانی من قراۃ کتاب اللہ و عیب من ترک امر اللہ فواللہ لأن أرضی اللہ بسخط عثمان احب الی وخیر لی من ان اسخط اللہ برضاہ۔[1]

کر اس کو دیا اور حارث بن الحکم بن ابی العاص کو تین لاکھ درہم دئے اور زید بن ثابت انصاری کو ایک لاکھ درہم دئے تو حضرت ابوذر کہنے لگے بشارت دو ذخیرہ کرنے والوں کو دردناک عذاب کی اور تلاوت کرتے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی "الذین یکنزون الذھب والفضۃ الآیۃ" (وہ لوگ جو سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں الی آخرہ) پس مروان بن حکم نے حضرت عثمانؓ کو اس کے باب میں لکھا پس حضرت عثمانؓ نے اپنے غلام ناتل کو روانہ کیا تاکہ حضرت ابوذر کو ان امور سے روکے جن کی اطلاع حضرت عثمان کو پہنچ رہی ہے۔ پس حضرت ابوذر نے کہا کیا عثمان مجھے کتاب اللہ کی تلاوت اور تارک امر اللہ کا عیب کرنے سے روکتے ہیں، واللہ عثمان کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب اور بہتر ہے اس سے کہ اللہ کو ناراض کروں عثمان کو راضی کر کے۔

(۲) وبنی معاویۃ الخضراء بدمشق فقال یا معاویۃ ان کانت ھذہ الدار من مال اللہ فھی الخیانۃ، ان کانت من مالک فھذا الاسراف فسکت معاویۃ وکان ابوذر یقول واللہ لقد حدثت اعمال ما اعرفھا واللہ ماھی فی کتاب اللہ ولا سنۃ نبیہ واللہ انی لأری حقا یطفا وباطلا یحیی وصادقا یکذب واثرۃ بغیر تقی وصالحا مستاثرا علیہ۔[2]

حضرت معاویہؓ نے دمشق میں خضرا نامی محل بنایا۔ پس حضرت ابوذرؓ نے کہا اے معاویہ اگر یہ گھر اللہ کے مال سے ہے تو وہ خیانت ہے اور اگر یہ مال تمہارا ہے تو یہ اسراف ہے پس حضرت معاویہ نے خاموشی اختیار کی اور حضرت ابوذر کہتے تھے واللہ تحقیق ایسے اعمال نکلے ہیں جنھیں میں جانتا پہچانتا ہی نہیں، نہ تو یہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ سنت رسول میں، واللہ تحقیق میں دیکھتا ہوں کہ باطل کا احیا ہو رہا ہے اور حق بجھایا جا رہا ہے۔ سچائی کی تکذیب کی جا رہی ہے اور صلاح و تقویٰ پر غیر صلاح و تقویٰ کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

[1] انساب الاشراف بلاذری (مطبوعہ جامعہ عبرانیہ بیت المقدس سنہ ۱۹۳۶ء) جز خامس صفحہ ۵۲ [2] انساب الاشراف جز خامس صفحہ ۵۳

اس سے ظاہر ہے کہ سرمایہ داری حضرت ابوذر کے نزدیک قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے اور وہ خدا کی ناراضی کا سبب ہے۔ حضرت ابوذر کے متعلق رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لھجۃ من ابی ذر یعنی آسمان نے سایہ نہ ڈالا اور نہ زمین نے ایسے شخص کو اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔ یہ حدیث طبقات ابن سعد[1] اور ترمذی[2] میں مروی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے اصحاب تاروں کے مانند ہیں جس کسی کی تم اقتدا کروگے راہ پاؤگے۔ یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ نے رزین کی روایت سے درج کی ہے[3]۔

حاصل یہ کہ عہد رسالت، خلافت راشدہ کے ابتدائی دور اور حضرت ابوذر غفاری کے مذہب کی طرح دائرہ مہدویہ میں ذخیرہ اندوزی نہیں تھی اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ارشاد "مومن ذخیرہ نہ کند" (مومن ذخیرہ نہیں کرتا) کے مطابق عمل تھا۔ رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی بلال وعندہ صبرۃ من تمر فقال ماھذا یا بلال قال شیء ادخرتہ لغد فقال اما تخشی ان تری لہ غدا بخارا فی نار جھنم یوم القیمۃ انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا[4]۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم حضرت بلال کے ہاں آئے اور ان کے پاس تھیلی تھی جس میں کھجوریں بھری تھیں۔ پس رسول اللہ نے فرمایا کہ اے بلال یہ کیا ہے۔ کہا یہ وہ چیز ہے جو میں نے کل کے لئے جمع کر رکھی ہے۔ پس رسول اللہ نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں کہ دیکھیں تم اس کا دھواں کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں خرچ کرو اے بلال اور صاحب عرش سے اپنی تنگدستی کا خوف کر

علمائے غیر مہدویہ کا عمل اس کے برعکس تھا۔ صاحب طبقات اکبری نے ملا عبداللہ سلطان پوری المخاطب بہ مخدوم الملک کے متعلق یہ لکھا ہے "بعد از فوت او سہ کرور زر از خزانہ او برآمد" (طبقات اکبری صفحہ ۳۹۰ طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) یعنی ملا عبداللہ سلطان پوری کے مرنے کے بعد اس کے خزانہ سے تین کروڑ کا سونا نکلا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے مخدوم الملک کی زراندوزی کے متعلق یہ بیان کیا ہے۔

مخدوم الملک در احمدآباد درگذشت در نہصد و نود

مخدوم الملک احمد آباد میں سنہ ۹۹۰ھ میں مرگیا۔ قاضی علی اس کے

[1] طبقات ابن سعد (طبع لیڈن) الجزء الرابع من القسم الاول صفحہ ۱۶۷ [2] ترمذی طبع نولکشور جلد ثانی صفحہ ۲۳۱ مناقب ابی ذر غفاری [3] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد رابع صفحہ ۶۲۳ [4] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۶۸

قاضی علی از فتح پور بہ جہت تحقیق اموال او نامزد شدہ بہ لاہور آمد و چندان خزائن و دفاین او پدید گشت کہ قفل آن را بہ کلید وہم نتوان کشاد، از آن جملہ چند صندوق خشت طلا از گورخانہ مخدوم الملک کہ بہ بہانہ اموات دفن کردہ بود ظاہر شد و آنچہ پیش مردم ماند عدد آن را جز آفریدگار عز شانہ دیگر کسی نداند و آن ہمہ خشت ہا با کتب وے کہ نیز حکم خشت داشت داخل خزانہ عامرہ گردید (منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد دوم صفحہ ۳۱۱)

اموال کی تحقیق کے لئے نامزد ہو کر فتح پور سے لاہور آیا۔ اس قدر خزانے اور دفینے نکلے کہ ان کے قفل کو وہم کی کنجی کے بغیر نہیں کھول سکتے۔ ان میں سے سونے کی اینٹوں سے بھرے ہوئے چند صندوق نکلے جو مردوں کے بہانے سے اپنے گھر میں دفن کر رکھے تھے اور جو لوگوں کے پاس رہ گیا اس کو خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ تمام اینٹیں اس کی کتابوں کے ساتھ جو اینٹوں ہی کا حکم رکھتی تھیں خزانہ عامرہ میں داخل ہو گئیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص چالیس صبح اللہ کے لئے خاص کر دیتا ہے تو اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۶۰) مہدویوں کے ہاں چالیس صبح کا تو کیا ذکر ساری زندگی اللہ کے لئے خاص کر دی گئی تھی۔ اسی بنا پر انصاف پسند مورخین مثلاً صاحب طبقات اکبری، صاحب منتخب التواریخ و نجات الرشید، صاحب جونپور نامہ، صاحب تحفۃ الکرام اور صاحب تذکرۃ الواصلین نے (اس کتاب کا حوالہ مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ کے صفحہ ۴۱ پر دیا ہے۔) مہدوی مذہب کی تائید میں لکھا ہے۔ مہدویوں کا تقویٰ ان کے مخالفین کے ہاں بھی مسلم تھا، اس زمانہ میں مسلمان ہونا آسان تھا اور مہدوی ہونا دشوار۔

مہدوی مذہب اور عالمگیر بادشاہ جب عالمگیر بادشاہ نے تقریباً ۱۰۹۴ھ میں احمد نگر کو اپنا مستقر قرار دیا تو مخالفین مہدویہ نے اس سے بیان کیا کہ یہاں مہدوی کثرت سے آباد ہیں، عالمگیر کے حکم کی بنا پر قاضی ابوسعید نے موضع چھونڈ علاقہ احمد نگر سے مہدوی علما مثلاً میاں شیخ ابراہیم و شیخ اعظم و ابوالقاسم وغیرہم کو بلا کر مہدوی مذہب کے باب میں بحث کی، اس بحث کی روداد ابوالقاسم نے لکھی ہے اور اس کے آخر میں قاضی ابوسعید نے مہدویوں کے بارے میں جو بادشاہ سے کہا قاضی ابوسعید ہی کی زبانی لکھا ہے

پادشاه فرمود از عقیدهٔ مهدویان واقف شدید و مذهب ایشان تحقیق کردید؟ قاضی گفت ایشان بر یگانگیٔ خدای تعالیٰ و بر تبلیغ رسالت قائل اند و چهار یاران را دوست میدارند و چار مذهب برحق میدارند و اہل سنت جماعت هستند و امام مهدی آخر الزمان را آمد و گذشت میگویند، پادشاه پرسید که بر ایشان چیزے از شرع می آید؟ قاضی گفت که بر ایشان نه حدے و نه قتلے و از حبس و اخراج به حکم شرع هیچ لازم نیاید۔ پادشاه گفت ما خوب میدانیم که ایشان متشرع و عالم و عامل اند و سوال و جواب بدلیل آیات و احادیث و اقوال بزرگان دین میسازند و کلمه گوے پیغمبر ما اند و خلاف شرع روا نه دارند و بر موافقت حکم خدا و رسول عمل میکنند و اعتقاد اہل سنت و جماعت میدارند و اینکه مهدی را آمد و گذشت میگویند ازین سخن هیچ حکم شرع شریف بر ایشان لازم نیاید اوشان را رخصت کنید چون قاضی بجاے خود آمد ما یان را از درگاه شاه شریف مجذوب طلب داشته حقیقت مجلس پادشاه ظاهر کرد و گفت که پیش پادشاه رخصت ایشان حاصل شده است باید که بر مکان خود بروند پس بکسان از قاضی ابو سعید رخصت گرفته از روضه شاه شریف به موضع پوچھونڈ رسیدیم[1]

بادشاہ نے کہا کیا تم مہدویوں کے عقیدہ سے واقف ہو گئے اور ان کے مذہب کی تحقیق کی تو قاضی نے جواب دیا کہ مہدوی خدا کی توحید اور رسالت کی تبلیغ کے قائل ہیں، چاروں صحابہ کو عزیز رکھتے ہیں اور چاروں مذاہب کو برحق سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت ہیں اور کہتے ہیں کہ امام مہدی آخر الزمان آئے اور گزر گئے، بادشاہ نے پوچھا کیا از روئے شرع کوئی چیز ان پر لازم آتی ہے تو قاضی نے کہا کہ ان پر بحکم شرع حد قتل حبس اخراج کچھ بھی لازم نہیں آتا، بادشاہ نے کہا ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ لوگ متشرع اور عالم باعمل ہیں، سوال و جواب قرآن، حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے کرتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر کے کلمہ گو ہیں، شریعت کا خلاف روا نہیں رکھتے۔ خدا و رسول کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ مہدی آئے اور گزر گئے اس سے شرع کا کوئی حکم ان پر لازم نہیں آتا۔ ان لوگوں کو جانے کی اجازت دے دو جب قاضی اپنی جگہ آیا تو ہم لوگوں کو (یعنی علمائے مہدویہ کو) شاہ شریف مجذوب کی درگاہ سے بلایا اور بادشاہ کی مجلس کی حقیقت ہم پر ظاہر کی اور کہا کہ بادشاہ سے ان کے جانے کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے، اب یہ اپنی جگہ جائیں پس آدمیوں کے ذریعہ قاضی ابو سعید سے اجازت لے کر ہم شاہ شریف کے روضہ سے موضع پوچھونڈ پہنچے۔

[1] مباحثہ عالمگیری صفحہ ۹ (طبع قومی پریس بازار سدی عنبر حیدرآباد دکن)

سن رسیدگی بھی انسان میں عقل اور سنجیدگی پیدا کر دیتی ہے۔ عالمگیر نے صوبہ داری کے زمانہ میں بندگی میاں سید راجو کو علمائے مخالف کے فتوے پر نواحی احمد آباد میں شہید کرا دیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۰۵۶ھ کا ہے۔ صاحب مراۃ احمدی نے لکھا ہے "از نقل کہن سالان و لیعہد مسموع شد کہ قتل سید راجو کہ الحال راجو شہید مشہور و معروف است۔ در ایام صوبہ داری بامر بادشاہ زادہ بہ عمل آمدہ[1]" یعنی ولیعہدی کے سن رسیدہ لوگوں سے سننے میں آیا کہ سید راجو جو اب راجو شہید مشہور ہیں صوبہ داری کے زمانہ میں بادشاہ زادے کے حکم سے قتل کئے گئے۔ اس عبارت میں بادشاہ زادہ سے عالمگیر مراد ہے۔

عقائد مہدویہ اور صاحب فرہنگ آصفیہ مولوی سید احمد صاحب دہلوی صاحب فرہنگ آصفیہ نے اولیائے ہند کے ذیل میں میراں سید محمد جونپوری کے عنوان سے حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں اس میں عقائد مہدویہ کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ "فرقہ مہدویہ کے عقائد کا مدار امور ذیل پر ہے۔ مہدوی مذہب کا معتقد ہونا، صدق دل سے توبہ کرنا، غیر از ریا حسن عمل کرنا، ذکر دوام، عبادت الٰہی، منع سوال، ترک احتیاج ضروریات سے جو کچھ بچے اس کی خیرات، آیندہ کے واسطے جمع دولت سے احتراز الی آخرہ[2]"

مہدوی اور مہدوی مذہب مہدوی مذہب وہی ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے یعنی "کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ صلعم" اور اس مذہب کی اشاعت کا راز بیان قرآن ہے، جس طرح قرآن کریم رسول اللہ صلعم کو بہ طور برہان کے عطا ہوا تھا اسی طرح بیان قرآن امام مہدی علیہ السلام کو بہ طور برہان کے عطا کیا گیا۔ ہر شخص کے مقابلہ میں آپ نے اسی برہان کو پیش کیا اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو نصرت عطا فرمائی کوئی مباحثہ کے لئے آتا تو بیان قرآن کے ضمن میں مخالف کے شبہات رفع ہو جاتے، اگر کوئی ضرر پہنچانے کی نیت سے آتا تو بیان قرآن سن کر آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ مہدوی مذہب کا مرکز دائرہ تھا اور اس دائرہ میں عصر اول کا اسلام پیش ہو رہا تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ بڑے بڑے علما نے حرمین شریفین عراق خراسان وغیرہ کا سفر کرنے کے بعد بھی دائرہ مہدویہ کو اختیار کیا تھا، اس کے یہ معنی ہوئے کہ دین جس طرح اصلی رنگ میں یہاں پیش ہو رہا تھا اس کی نظیر عالم اسلام میں نہیں تھی۔ ایمان و اسلام کی تجدید کے ساتھ ساتھ یہاں احسان کی تکمیل و تعمیم جاری تھی۔ اس سے پیشتر تحفۃ الکرام کے حوالہ سے قاضی قاضن کے حالات میں

[1] مراۃ احمدی (طبع مطبع فتح الکریم بمبئی) جلد اول صفحہ ۲۳۲ [2] فرہنگ آصفیہ (طبع لاہور ۱۹۱۵ء) جلد اول صفحہ ۳۲۰

(صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ پر) ہم نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے بڑی سیر و سیاحت کی تھی، حرمین شریفین بھی گئے تھے، علوم و فنون میں ماہر تھے، علم باطن بھی حاصل تھا اس کے باوجود انہیں دائرہ مہدویہ کے سوا تسلی نہیں ہوئی اس کی تائید بندگی میاں شاہ نظامؒ کے حالات سے بھی ہوتی ہے، اسی طرح شیخ عبداللہ نیازی افغان شیخ سلیم چشتیؒ کے مرید نامدار نے مکہ معظمہ کے سفر سے واپس ہونے کے بعد مذہب مہدویہ اختیار کیا تھا جیسا کہ نظام الدین احمد بخشی صاحب طبقات اکبری نے بیان کیا ہے (اس کا حوالہ صفحہ ۱۴۲ پر دیا جا چکا ہے)

ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں علمائے ہرات کا یہ قول نقل کیا ہے "این مرد آیتے است از آیات خدا" یعنی یہ شخص اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس سے قبل اس کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اسی طرح صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں "خواجہ سید محمد" کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے "آیتے بود از آیات الٰہی و معجزے از معجزات رسالت پناہی" یعنی خواجہ سید محمد (مہدی علیہ السلام) اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے اور رسول اللہ صلعم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ۔

امام مہدی علیہ السلام آپ کے اصحاب اور تابعین کا حال ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں اس طرح بیان کیا ہے

متقدمین مہدویہ

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ

..... در عہد سلطان سکندر افغان بقدم توکل و تجرید با جمعے از متوکلان و طالبان عازم حج اسلام شدہ و ہر کس بہ صحبت شریف او پیوست اکثر این بود کہ از اہل و عیال گسستہ و از دنیا بر آمدہ در آن حلقہ داخل می شد و الا کمترین پایہ آن توبہ از معاصی و مناہی بود و اشتغال بذکر الٰہی و تصرف میر مذکور در قلوب عباد اللہ بمثابہ بود کہ بعضے از قطاع الطریق مشہور شمشیر خون چکان آمدہ ملازمت کردہ و چون بیان قرآن مجید شنیدہ اند صحبت او اختیار کردہ بدرجہ

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ ..... سلطان سکندر افغان کے زمانہ میں توکل و تجرید کے قدم سے متوکلوں اور طالبان حق کے ایک گروہ کے ساتھ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ جو شخص[1] آپ کی صحبت شریف میں داخل ہوتا تو اکثر یہ ہوتا کہ وہ اہل و عیال سے منقطع ہو کر اور دنیا کو چھوڑ کر اس حلقہ میں داخل ہوتا اور اگر نہیں تو کمترین درجہ یہ ہوتا کہ وہ معاصی اور مناہی سے توبہ کر لیتا اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا۔ بندگان خدا کے دلوں میں میر مذکور کا تصرف اس درجہ تھا کہ بعض مشہور رہزن خونچکاں شمشیر کے ساتھ آکر آپ کے ساتھ رہے اور بیان قرآن سن کر آپ کے اصحاب میں داخل ہوئے اور ولایت کے درجہ کو

[1] جو آپ سے ملتا

ولایت رسیدہ اند وچند از اہل اللہ از دامن ایشان بہ کمال رسیدہ۔ چنانچہ الشیخ الفانی والباقی بہ برہان الدین مشہور ساکن کالپی سہ روزہ در صحبت شیخ الہداد ساکن قصبہ باری رسید واز مقربان درگاہ کبریا گشتہ وہمچنیں شیخ الہداد از طالبان میاں دلاور بودہ کہ در ابتدائے حال چوں فضیل عیاض قطع طریق می نمود و بر دست میر مشار الیہ تائب شدہ از اکمل اولیا گشتہ وچندین از کاملان مکمل و واصلان موصل در صحبت او تربیت یافتہ اند[1]

پہنچے اور ان اصحاب کے دامن سے چند اہل اللہ اٹھے ہیں چنانچہ فانی فی اللہ باقی باللہ برہان الدین جو مشہور ہیں اور ساکن کالپی تھے تین دن شیخ الہداد ساکن قصبہ باری کی صحبت میں رہ کر مقرب بارگاہ الٰہی ہو گئے اسی طرح میاں الہداد میاں دلاور کے طالبین میں سے تھے جو اوائل میں فضیل عیاض کی طرح رہزنی کرتے تھے اور میر مذکور کے ہاتھ پر تائب ہو کر منجملہ اکمل اولیا ہو گئے اور اور کئی تکمیل کرنے والے کاملین اور اللہ سے ملانے والے واصلین نے انکی صحبت میں تربیت پائی ہے۔

اس عبارت میں ملا عبدالقادر بدایونی نے قطع طریق (رہزنی) کو بندگی میاں شاہ دلاورؓ سے متعلق کر دیا ہے حالانکہ بندگی میاں شاہ نعمتؓ تصدیق مہدیؑ سے قبل رہزنی کرتے تھے۔ بعد کو وہ درجہ کمال حاصل کیا کہ قاضی منتجب الدین مصنف مخزن الدلائل (عربی) جیسے فاضل نے آپکے دامن میں تربیت پائی ہے کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ بندگی ملک الہدادؓ[2] سلطان محمود بیگرہ کے نامی امراءمیں سے تھے۔ امام علیہ السلام جب پٹن تشریف لائے تو یہ تصدیق و تلقین سے مشرف ہوئے۔ بندگی میاں سید محمودؓ کے بعد یہ بندگی میاں شاہ نظامؓ اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی صحبت میں رہے۔ بدایونی کی عبارت کے آخری دو جملے تابعین سے متعلق ہیں یعنی اصحاب مہدیؑ کے دامن میں "کاملان مکمل" اور "واصلان موصل" نے تربیت پائی ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنے زمانہ کے مہدویوں کے متعلق جو لکھا ہے ذیل میں درج کیا جاتا ہے واضح ہو کہ بدایونی کا سال پیدایش ۹۴۷ھ ہے اور سنہ وفات ۱۰۰۴ھ ہے۔[3] اس لحاظ سے اس کے معاصرین زیادہ تر تابعین اور تبع تابعین ہو سکتے ہیں ان کے بارے میں نجات الرشید میں یہ لکھا ہے

جمعے را ازین سلسلہ ملازمت کردہ ام و اخلاق رضیہ و اوصاف مرضیہ ایشان را در فقر و فنا بہ مرتبہ عالی دیدہ و بیان قرآن و اشارات آن و دقایق

اس سلسلہ (یعنی سلسلہ مہدویہ) کے بہت سے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں میں نے ان کے پسندیدہ اخلاق اور ان کے پسندیدہ اوصاف کو فقر و فنا میں مرتبۂ عالی پر پایا اگرچہ انہوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا لیکن قرآن کا ...

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۵۰ (نمبر ۱۵۶۳ تصوف فارسی) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ [2] قوم مہدویہ میں بندگی ملک الہداد "خلیفہ گروہ" کے مبارک خطاب سے مشہور ہیں۔ [3] دربار اکبری صفحہ ۷۳۳ و ۷۶۱

حقایق و معارف لطائف بے کسب علوم رسمی چنان شنیده ام کہ اگر خواہند مجلے از آنہا در قید کتابت آرند تذکرۃ الاولیاے دیگر باید نوشت[1]

بیان اور اس کے اشارات، حقایق کی باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات ان سے اس قدر سنے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو اور ایک تذکرۃ الاولیا لکھنا چاہیے

ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان کی تائید جونپور نامہ کی عبارت سے ہوتی ہے۔ صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں "خواجہ سید محمد" کے عنوان کے ذیل میں لکھا ہے

آیتے بود از آیات الٰہی و معجزے از معجزات رسالت پناہی مستفیدانش ہمہ بامر بالمعروف و نہی عن المنکر علانیہ مشغول، در جہاد فی سبیل اللہ جانباز و در نصرت شرع سرفروش، ہرچہ دست داد باہمہ علی السویہ قسمت کردند و ذخیرہ برائے فردا نگاہ نداشتند، تیغ در دست و قرآن برسر بودن خاصۂ ایشان است، در فروع تقلید امام اعظم کنند اما در اتباع حدیث تشدد دارند و در این باب قیاس را مسلم نمی شمارند جز بہ ہدایت حق کار ندارند و جز خواجہ سید محمد دیگرے را مہدی نمی پندارند[2]

خواجہ سید محمد اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے اور رسول اللہ صلعم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ، جن لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں علانیہ مشغول رہتے، فی سبیل اللہ جہاد کرنے میں جانباز، دین کی نصرت میں سرفروش، جو کچھ ملتا سب پر علی السویہ تقسیم کرتے اور دوسرے دن کے لئے ذخیرہ نہ رکھتے، ہاتھ میں تلوار اور سر پر قرآن رکھنا ان کا خاصہ ہے فروع میں امام اعظم کی تقلید کرتے ہیں لیکن حدیث کی اتباع میں تشدد سے کام لیتے ہیں اور اس باب میں قیاس کو تسلیم نہیں کرتے ہدایت حق کے سوا کسی چیز سے سروکار نہیں رکھتے اور سوائے خواجہ سید محمد کے دوسرے کو مہدی نہیں سمجھتے

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۹۰ [2] جونپور نامہ کا جا بجا حوالہ دیا گیا ہے اس لئے اس کے متعلق ایک نوٹ دینا مناسب ہے، جونپور نامہ کا نسخہ راقم کے ہاں ہے ملک محمد ساکن محلہ نظام شہر جونپور کے ہاں سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس نسخہ کے کاتب بھی وہی ہیں، ابتدا میں کاتب نے ایک نوٹ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جونپور نامہ کے تین نسخے متداول ہیں 'مطول' 'متوسط' اور 'مختصر' آخری دو قسم کے نسخوں میں باب پنجم نہیں ہے جس میں علما کا ذکر کیا گیا ہے 'مطول نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے اور یہ قاضی القضاۃ مفتی اسد اللہ الہ آبادی کے کتب خانہ کا ہے' کاتب یعنی ملک محمد نے حکیم عبدالعزیز کے ذریعہ وہ نسخہ حاصل کر کے یہ نقل کی تھی' یہ نقل تقریباً تیس برس پہلے کی گئی ہے۔ جونپور نامہ کے مصنف مولوی خیر الدین محمد صاحب الہ آبادی ہیں' اس کتاب کا تاریخی نام 'شہرستان عقل' ہے اور جونپور کے شیخ ابراہیم ولند کی فرمایش پر لکھی گئی ہے' ذیل میں اس کتاب کے ابواب درج کئے جاتے ہیں ۱۲۱۶ھ

مقدمہ درباب شہرت و عزت جونپور' باب اول در احوال سلاطین جونپور و حکام آن از عہد فیروز شاہ باب دوم در ابتدائے تعمیر ہر یکی از اماکن باستانی باب سوم در خانہ آبادی ہر یکے از محلات این شہر و برخے از حالات کدخدایان آن' باب چہارم در بیان محلات قدیم سرکاری جونپور و پرگنات کہ الحال شامل این ضلع شدہ' باب پنجم در ذکر علما و مشائخ کہ افاضۂ علم و حکمت کردہ اند۔ (ابو الحسنات ندوی نے اپنی تالیف "اسلامی قدیم درسگاہیں" (ملخص از نسخہ صفحہ ۲۵) میں اور نریندر ناتھ لا نے اپنی کتاب Promotion of Learning in India during Mohammadan Rule کے صفحہ ۱۰۱ پر جونپور نامہ کا حوالہ دیا ہے)

خود مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے۔

والحق از روے ہدایت این خطاب شایان است کہ خودش مامور بہ ہدایت عام وارشاد کافۂ انام بود۔	سچ یہ ہے کہ ہدایت کے رو سے مہدی کا خطاب ان کے شایان ہے کہ خود ہدایت عام اور کافۂ انام کے ارشاد کے لئے مامور ہیں۔

میر محمد حسین آزاد نے قدماے مہدویہ کے متعلق یہ لکھا ہے "البتہ یہ لوگ اتقا اور پرہیزگاری میں حد سے گزرے ہوے تھے" (دربار اکبری طبع لاہور ۱۸۹۸ء صفحہ ۸۱۳) مولوی ابوالکلام آزاد نے حضرت مہدی علیہ السلام اور متقدمین مہدویہ کے متعلق بعض علما کے اقوال اس طرح نقل کئے ہیں۔ "چنانچہ اکثر اہل اللہ اور علماء حق کی نسبت منقول ہے کہ سید محمد جونپوری اور ان کی جماعت سے حسن ظن رکھتے تھے یا اقلاً ان کے بارے میں توقف و سکوت کو کام میں لاتے تھے۔

حضرت شیخ داود جہنی وال اور مولانا جمال الدین کی راے پہلے گزرچکی ہے[1]۔ شیخ وجیہہ الدین گجراتی جو اس وقت کے بڑے عالم تھے اور جن کا ترجمہ اخبار الاخیار اور مآثر الکرام وغیرہ میں موجود ہے' ان کے سامنے جب سید موصوف اور ان کے بعض اتباع کی تکفیر کا فتوی پیش کیا گیا تو دستخط کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ جو جماعت دنیا کو چھوڑ کر وقف حق پرستی ہے' میرا قلم اس کی مخالفت میں نہیں اٹھ سکتا۔ شیخ علی متقی نے اگرچہ مہدویہ کے غلو و محدثات کے رد میں رسالہ لکھا لیکن خود سید موصوف کی نسبت لکھتے ہیں کہ کف لسان اولی ہے شیخ بڈھا دانا پوری کہ اس عہد کے استاذ الاساتذہ تھے' اور سید رفیع الدین محدث کہ بیک واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے اور ان کا حال اوپر گزرچکا' شیخ عبدالقادر بدایونی انکی نسبت لکھتے ہیں کہ "با مہدویہ حسن ظن داشتند" حضرت شاہ ولی اللہ کا قول شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے" (تذکرہ طبع البلاغ پریس کلکتہ صفحہ ۴۰)

قدماے مہدویہ سے متعلق خود ابوالکلام آزاد کا یہ بیان ہے۔ "ان لوگوں کے طور طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے' عشق الہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی خانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر

[1] اس سے قبل صفحہ ۱۵۹ پر مولوی ابوالکلام آزاد ہی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ مولوی جمال الدین نے حضرت مہدی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولایت کے اثبات میں ایک کتاب لکھی تھی۔

قربان کردیا تھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن گئے تھے۔ امیر و فقیر اعلیٰ و ادنیٰ سب ایک حال اور ایک رنگ میں رہتے اور بجز خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجرا و قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے" (تذکرہ صفحہ ۲۷، ۲۸)

اسی کتاب میں دوسری جگہ مہدویوں کے احوال اس طرح بیان کئے ہیں

"سید موصوف کے انتقال کے بعد انکی جماعت اور زیادہ پھلی پھولی اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں داخل ہوئے از انجملہ شیخ عبداللہ نیازی اور ان کے مرید شیخ علائی رحمہما اللہ تھے جنھوں نے بیانہ میں قیام کیا اور اپنے علم حق اور اخلاص و ایثار فی اللہ کی تاثیر سے سینکڑوں جانبازوں اور حق پرستوں کو معتقد و مرید کر لیا جو حالات نامور قدر و معتمد مورخوں نے لکھے ہیں اگر وہ سچ ہیں تو یہ لوگ انسان نہیں تھے ملا اعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جن کو خدا نے اپنی زمین کی طہارت کے لئے آدمیوں کے ہیکل میں بھیج دیا تھا اور جب کبھی دنیا کی سعادت و برکت کے دن آتے ہیں تو خدا زمین کے انسانوں ہی سے آسمانی فرشتوں کا کام لیتا ہے۔ آسمان کے فرشتے تو کبھی انسانی آبادیوں میں آکر نہیں بسے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں اور نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں کے مفصل حالات لکھے ہیں مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں بہ ضمن حالات حضرت شیخ داود ملتی ہے اور اس کو پڑھ کر قلب پر ایک عجیب عالم وجد و محویت طاری ہو جاتا ہے اور بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ساری باتوں کو چھوڑ کر صرف انہی پاکان حق کا ذکر کیجئے کہ اذا راؤا ذکر اللہ

وجد تنی یا سعد عنہا فزدتنی   جنونا فزدنی من حدیثک یا سعد

صدیاں گزر گئیں، عشاق حق کے ذکر میں یہ تاثیر ہے، نہیں معلوم ان کی پاک صورتوں اور پاک صحبتوں کی گیرائیوں اور دلربائیوں کا کیا حال ہوگا؟

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(تذکرہ ملخصاً ۴۱، ۴۲)

سوسطین مہدویہ | صاحب جوہر نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں اپنے زمانے کے مہدویوں کے متعلق یہ لکھا ہے

جمعے را کہ بر این عقیدہ بودند با دلہائے بریان و چشمان گریان یافتم کہ جز بہ قرآن کارے ندارند و بغیر تدبر و تفکر شعارے ندارند و نیزۂ ایشان امر معروف است و نہی منکر و زینت ایشان تیغ است و خنجر اللّھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے اس عقیدہ کے بہت سے لوگوں کو دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ پایا۔ سوائے قرآن کے کسی سے کام نہیں اور سوائے تدبر و تفکر کے ان کا کوئی شعار نہیں، امر معروف و نہی منکر ان کا نیزہ ہے اور تیغ و خنجر ان کی زینت ہے۔ خداوند تعالیٰ مدد دے ان کو جو رسول اللہ صلعم کے دین کی مدد کرتے ہیں۔

متاخرین مہدویہ

قدما و متوسطین مہدویہ کا ذکر تو ہو چکا، اب متاخرین مہدویہ سے متعلق ایک مخالف کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے قیام حیدرآباد کے زمانہ میں (جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ) مہدوی علماء وغیرہم سے بھی ملاقات کی تھی، ان کے مذہبی حالات دریافت کئے اور کچھ مذہبی کتابیں بھی حاصل کیں اپنے وطن جاکر قادیانیوں کے پرچہ ریویو آف ریلی جنز (مطبوعہ ماہ شوال ۱۳۴۱ھ) کا ذکر کرتے ہوئے اخبار اہل حدیث (جلد ۲۰ نمبر ۳۵ مورخہ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۲۳ء) میں مہدویوں کے بارے میں یہ لکھا ہے

"ان دونوں فرقوں سے گو ہم کو برابر کا اختلاف ہے مگر ہم خدا لگتی کہنے سے باز نہیں آسکتے کہ فرقہ مہدویہ کا رجحان زہد و ترک لذات کی طرف پہلے تو بہت تھا اب بھی اس کے آثار پائے جاتے ہیں برخلاف اس کے قادیانی امت میں مناظرانہ بلکہ مجادلانہ جوش زیادہ ہے زہد و تقویٰ نصیب اعدا الی آخرہ"

مہدویوں کا امتیازی وصف

مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں لکھا ہے

"اس زمانہ میں عام طور پر علماء دولت و مشائخ دنیا کا یہ حال تھا کہ صرف اپنی نفس پروریوں اور حکمرانیوں کی فکر رکھتے تھے، ہدایت و تذکیر امت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ولولہ باقی نہ رہا تھا حضرت شیخ محمد جونپوری اور ان کے پیروؤں نے اپنی دعوت کی بنیاد اس رکن اعظم شریعت کے احیاء پر رکھی اور وقت کا مقتضی دیکھ کر ساری طاقتیں اس میں خرچ کر دیں، ان کے طریقہ کی پہلی شرط یہ تھی کہ جس حال میں ہو اور جہاں ہو برائی کو روکو اور شریعت کے احکام کی تبلیغ کرو، چونکہ عام علماء کا حال اس کے بالکل برعکس تھا اس لئے رفتہ رفتہ یہ چیز مہدویہ کی ایک بہت بڑی پہچان ہو گئی۔ جس کام کو سب نے چھوڑ رکھا ہو ایک ہی جماعت کرنے لگے تو قدرتی طور پر وہ اس کی علامت اور خاصہ بن جائیگا۔" (تذکرہ طبع البلاغ پریس صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱)

اسی لئے مہدویوں کی حمایت کرنا اور تائید کرنا تقویٰ کا معیار سمجھا جاتا تھا۔ مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ جمال الدین اور شیخ داود رحمہما اللہ کے علم و عمل اور بزرگی و تقدس کے شواہد تاریخ میں موجود ہیں اگر ان میں سے ایک بھی ہمارے سامنے نہ ہوتا اور صرف اتنا ہی معلوم ہوتا کہ انہوں نے مخدوم الملک کی مخالفت اور شیخ نیازی و علائی کی حمایت کی تھی اور میر سید محمد جونپوری کی توصیف و توثیق میں علانیہ ایک کتاب لکھی تھی تو ان کی بڑی سے بڑی بزرگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ عظمت حقانی و عزت جاودانی کے لئے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا"[1]

چند مہدوی مبلغین جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے مہدوی مذہب کی اشاعت کا مرکز دائرہ تھا یہاں کے مبلغین کی کامیابی کے اسباب یہ تھے۔ ایک یہ کہ ان کا زہد و تقویٰ مسلم تھا، ان کا سخت سے سخت مخالف بھی اس کو تسلیم کرتا تھا جیسا کہ شیخ علی نے رسالۂ الرد میں لکھا ہے کہ لوگ مہدویوں کا زہد و تقویٰ دیکھ کر ان کے دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں (سراج الابصار صفحہ ۴۲، ۴۳) دوسرے یہ کہ ان کا بیان قرآن بہت موثر تھا مخالفین نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ امام مہدی کی علامتوں میں کثرت سے اختلاف تھا اس بنا پر زبردست سے زبردست عالم بھی ان کو بدعتی ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھے یہ کہ دسویں صدی ہجری میں مہدیؑ کے ظہور کا عام انتظار تھا۔ امر پنجم یہ کہ معاندین مہدویہ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے فضل و شرف کے معترف تھے۔ دنیا پرست علما خلق خدا کو دائرہ مہدویہ سے باز رکھنے میں کامیاب نہ ہو کر حکومت کی پناہ لیتے تھے، یہ بیان کرتے تھے کہ فلاں سپہ سالار اور اس کی تمام فوج نے مہدوی مذہب قبول کر لیا ہے ایسا نہ ہو کہ سلطنت ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ اس طرح مبلغین مہدویہ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ یوں تو تمام اصحاب مہدی علیہ السلام مبلغ تھے حتیٰ کہ ہر مہدوی ہی مبلغ تھا لیکن یہاں چند ایسی مثالیں دی جاتی ہیں جن کا ذکر کتب غیر مہدویہ میں بھی ہے۔

میاں شیخ علائی سلیم شاہ کے زمانہ میں جب شیخ علائی نے مہدوی مذہب کی تبلیغ شروع کی تو مخدوم الملک نے سلیم شاہ کو جو باور کرایا ملا عبدالقادر بدایونی نے اس طرح بیان کیا ہے

[1] تذکرہ (طبع البلاغ پریس کلکتہ) صفحہ ۸۵، ۸۶

مخدوم الملک خاطر نشان سلیم شاہ ساختہ بود کہ مبتدع دعوی مہدویت میکند و مہدی خود بادشاہ روے زمین خواہد بود چون سر خروج دارد واجب القتل است [1]

مخدوم الملک نے یہ بات سلیم شاہ کے خاطر نشان کردی تھی کہ یہ بدعتی مہدیت کا دعوی کرتا ہے چونکہ خروج کا خیال رکھتا ہے واجب القتل ہے۔

یہ تدبیر اس لئے اختیار کی گئی کہ شیخ علائی کو مناظرہ میں شکست نہیں دی جا سکتی تھی۔ شیخ علائی ایک طرف دہلی و آگرہ کے علما ایک طرف، مناظرہ کا حال خود بدایونی سے سنئے۔

"بقوت حدت طبع و صفاے باطن بہ ہر کدام ایشان در بحث غالب آمد" [2] یعنی شیخ علائی طبیعت کی تیزی اور صفاے باطن کی قوت سے ہر ایک پر بحث میں غالب آے۔

بدایونی کے قول کی تائید صاحب طبقات اکبری کے بیان سے بھی ہوتی ہے

بموجب طلب سلیم خان در مجلس او حاضر آمدہ برسمیات و آداب ملوک مقید نشد سلام شروع بہ سلیم خان گفت و او علیک السلام بکرہ گفت، این معنی بہ مقربان او دشوار آمد ..... سلیم خان میر سید رفیع الدین و ملا جلال بہیم دانشمند و ملا ابو الفتح تھانیسری و دیگر علماے آن وقت را احضار فرمودہ تشخیص این قضیہ حوالہ ایشان نمود، در این مجالس بحث شیخ علائی بہر کدام ایشان بقوت طبع غالب و گاہ گاہے کہ تفسیر و بیان قرآن میکرد در سلیم خان اثر کردہ باوے میگفت یا شیخ ازین دعوی باز آے کہ تا من در قلمرو خود محتسب گردانم تا این زمان بے حکم من امر میکردی حالا باذن من میکردہ باش شیخ علائی این معنی قبول نکرد [2]

سلیم خاں (سلیم شاہ) کے طلب کرنے پر شیخ علائی مجلس میں آئے شاہانہ آداب اور رسوم کی پابندی نہ کر کے سلیم خاں کو سلام مسنون کیا اور سلیم خاں نے کراہت سے علیک السلام کہا۔ یہ بات اس کے مصاحبوں کو شاق گزری ..... سلیم خاں (سلیم شاہ) نے میر سید رفیع الدین، ملا جلال بہیم دانشمند ملا ابو الفتح تھانیسری اور اس زمانہ کے دوسرے علما کو بلا کر اس قضیہ کی تشخیص ان کے ذمہ کر دی، بحث کی مجلسوں میں شیخ علائی قوت طبع سے سب پر غالب آتے اور جب کبھی قرآن کا بیان اور اس کی تفسیر کرتے تو سلیم خاں کے دل پر اثر ہوتا اور کہتا اے شیخ اس دعوے سے باز آ تا کہ میں تجھ کو اپنے قلمرو کا محتسب بنا دوں، اب تک میرے حکم کے بغیر حکم دیتا تھا۔ اب میری اجازت سے حکم دیا کرنا۔ شیخ علائی نے یہ بات قبول نہ کی۔

صاحب مآثر رحیمی نے بھی یہی لکھا ہے "رفیع الدین و ملا جلال و ملا ابو الفتح تانیسری را حاضر ساختہ احتجاج

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۵۱۰ [2] طبقات اکبری (طبع نولکشور سنہ ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۲۳۸

تفسیر حوالہ بایشان نمود، در مجلس شیخ علائی برہمہ ایشان غالب می آمد وگاہ گاہے کہ تفسیر وبیان قرآن میکرد در سلیم خان اثر کردہ بود" (آثر رحیمی جلد اول طبع کلکتہ صفحہ ۶۳۹) شیخ علائی کا بیان قرآن ایسا تھا کہ سلیم شاہ اور اس کے امرا قسی القلب ہونے کے باوجود اس سے متاثر ہو گئے جیسا کہ ملا عبد القادر بدایونی نے بیان کیا ہے

پیش از انعقاد مجلس بحث شیخ علائی بموجب عادت معہود خویش چند آیت قرآنی را تفسیر کردہ وچنان وعظے نافع بہ عبارتے بلیغ مشتمل بر ذکر مذمت دنیا و احوال قیامت و اہانت علمائے زمان وسائر خطابیات گفت کہ سلیم شاہ ودیگر امرائے حضار مجلس باآن قساوت قلب بسیار متاثر افتادہ وآب در چشم کردہ حیران ماندند وسلیم شاہ از مجلس برخاستہ وخود متقید شدہ از اندرون محل سرا طعام برائے شیخ وہمراہانش فرستاد وشیخ نہ خود از آن طعام تناول نمود ونہ ہنگام آمدن سلیم شاہ تعظیم او بجا آورد وبہ یاران خود ہمین قدر گفت ہر کرا خوش آید بخورند وچون از وے پرسیدند کہ سبب امتناع از طعام خوردن چہ بود جواب داد کہ طعام تو حق مسلمانان است کہ بخلاف شرع زیادہ از حق خود متصرف شدہ (منتخب التواریخ مطبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۰۰)

مجلس کے انعقاد سے پہلے شیخ علائی نے اپنی عادت کے موافق چند قرآنی آیتوں کی تفسیر کی اور ایسا بلیغ اور مفید وعظ کیا جو دنیا کی مذمت، احوال قیامت، علمائے زماں کی اہانت اور تمام خطابیات پر مشتمل تھا کہ سلیم شاہ اور اس کے امرا جو مجلس میں حاضر تھے قساوت قلبی کے باوجود اس سے متاثر ہو گئے اور آبدیدہ ہو کر حیران رہ گئے" سلیم شاہ مجلس سے اٹھا اور محل میں چلا گیا اور وہاں سے شیخ اور ان کے ساتھیوں کے لئے طعام بھیجا۔ شیخ نے نہ تو کچھ طعام میں سے کھایا اور نہ سلیم شاہ کے آنے کے وقت اس کی تعظیم کی اپنے ساتھیوں سے صرف اس قدر کہا جسے پسند آئے کھائے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ تھی تو شیخ علائی نے جواب دیا کہ تیرا کھانا مسلمانوں کا حق ہے جو شرع کے خلاف اپنے حق سے زیادہ متصرف ہو گیا ہے۔

شیخ علائی کے علم ظاہر کی یہ کیفیت تھی کہ ملا جلال بھیم دانشمند جیسا فاضل ان کے سامنے بات نہیں کر سکتا ملا عبد القادر بدایونی نے بیان کیا ہے

در اثنائے بحث روزے ملا جلال بھیم دانشمند آگرہ آن حدیث را کہ در باب حلیہ وعلامات مہدی موعود ورود یافتہ چنین خواندہ اجل الجبهة بفتح جیم وتشدید لام

اثنائے بحث میں ایک دن ملا جلال بھیم دانشمند آگرہ نے وہ حدیث جو مہدی موعود کے علامات اور حلیہ کے باب میں آئی ہے اس طرح پڑھی اجل الجبهة (بفتح جیم وتشدید لام بصیغہ تفضیل

بصیغہ تفضیل مشتق از جلال شیخ علائی تبسمے کردہ گفت کہ سبحان اللہ درمیان عوام الناس خود را بأعلم العلماء شہرت دادہ و ہنوز عبارت درست نمی توانی خواند چہ جائے نکات و اشارات و دقایق علوم حدیث نمی دانی کہ عبارت اجلی الجبھۃ است کہ افعل التفضیل از جلا است نہ از جلال کہ نام تو باشد او منفعل شدہ دیگر دم نزد (منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۰۱)

مشتق از جلال) شیخ علائی نے مسکرا کے کہا سبحان اللہ عوام الناس میں خود کو بڑا عالم مشہور کر رکھا ہے اور اب تک عبارت درست نہیں پڑھ سکتا چہ جائیکہ علوم حدیث کے دقایق، اشارات اور نکات (سمجھ سکے) کیا یہ نہیں جانتا کہ عبارت اجلی الجبھۃ ہے جو جلا سے افعل التفضیل ہے نہ جلال سے جو تیرا نام ہے وہ شرمندہ ہو کر پھر دم نہ مارا۔

مخزن افغانی معروف بہ تاریخ خان جہانی میں مذکور ہے۔ "شیخ علائی در مجالس متعددہ بحث بہر کدام ایشان میکرد و بقوت طبع غالب می شد"[1] یعنی شیخ علائی متعدد مجالس میں ان میں سے ہر ایک سے بحث کرتے اور طبیعت کی قوت سے ان پر غالب آتے۔

(مخزن افغانی جہانگیر کے عہد میں ۱۰۲۰ھ میں تالیف ہوئی ہے) مآثر الامرا میں بھی مذکور ہے کہ شیخ علائی بحث میں علما پر غالب آ گئے۔

ملا عبد اللہ او را بہ ابتداع و خروج متہم ساختہ سلیم شاہ را بر آن داشت کہ از بیانہ طلبیدہ با علما مذاکرہ فرمود شیخ علائی غالب آمد[2]

ملا عبد اللہ نے ان کو بدعت اور خروج سے متہم کر کے سلیم شاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ انہیں بیانہ سے طلب کر کے علماء سے مباحثہ کرنے کا حکم دیا، شیخ علائی غالب آ گئے

دہلی اور آگرہ کے علما پر شیخ علائی غالب آ گئے تو سلیم شاہ نے انہیں شیخ بدہ طبیب ساکن بہار کے ہاں بھیجا خود بدایونی نے لکھا ہے "عالمے دیگر را از علمائے دہلی و آگرہ قابل تشخیص این بحث نمی یافت"[3] یعنی سلیم خان دہلی اور آگرہ کے علما میں سے کسی کو اس بحث کی تشخیص کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔ آگے چل کے لکھتا ہے

شیخ علائی را درین مرتبہ حکم کرد تا در بہار پیش شیخ بدہ طبیب کہ شیر خان از نہایت اعتقاد کفش پیش پائے او می نہاد و بر ارشاد قاضی شرح معتبر نوشتہ

سلیم شاہ نے اس مرتبہ حکم دیا کہ شیخ علائی کو بہار میں شیخ بدہ طبیب کے ہاں بھیجیں۔ شیر خاں شیخ بدہ کا بے حد معتقد تھا اور اس کی جوتیاں جوڑتا تھا۔ ارشاد قاضی (کتاب الارشاد تصنیف قاضی شہاب الدین)

۱؎ مخزن افغانی علمی ورق ۱۲۶ تاریخ فارسی نمبر ۱۰۵۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ ۲؎ مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ (۲۸۳)
۳؎ منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۴۰۶

و مشہور است فرستند[1]

دولت آبادی) پر اس نے معتبر شرح لکھی ہے اور وہ مشہور ہے

مخزن افغانی میں مذکور ہے کہ شیخ بدہ اور شیخ علائی میں احادیث کے باب میں مباحثہ ہوا

چوں شیخ بہ بہار رسید تا چند گاہ مباحثہ علم احادیث درمیان بود[2]

جب شیخ علائی بہار پہنچے تو ایک مدت تک علم حدیث کی بحث باہم ہوتی رہی۔

شیخ بدہ نے یہ فیصلہ کیا

اختلاف بسیار درباب تعیین علامات مہدی واقع است بنابراں حکم بہ کفر و فسق شیخ علائی نمی تواں کرد[3]

مہدی کے علامات کے تعین میں بہت اختلاف واقع ہے اس لئے شیخ علائی کے کفر اور فسق کا حکم نہیں دے سکتے

لیکن شیخ بدہ اپنے بیٹوں کے مشورے سے یہ بات سلیم شاہ کو نہ لکھ سکا۔ بیٹوں نے یہ اندیشہ بتایا اگر تم اس طرح لکھو گے تو ممکن ہے اس سلسلہ میں مخدوم الملک تمہیں دہلی و آگرہ طلب کرے۔ شیخ بدہ کے بیٹوں نے باپ کی طرف سے یہ لکھ دیا کہ مخدوم الملک عالم محقق ہے اور اس کا فتویٰ بھی قوی ہے جیسا کہ بدایونی نے بیان کیا ہے[4]

شیخ علائی نے ہنڈیہ علاقہ مالوہ، خواص پور علاقہ جودھپور، بہار، دہلی، آگرہ، پنجاب میں دین مہدی کی تبلیغ کی (اس کی تفصیل مہدوی مذہب کی تبلیغ کے ذیل میں آئے گی۔) لیکن دلائل کا جواب تازیانوں سے دیا گیا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں ان کے متعلق یہ لکھا ہے

از آں جملہ منصور وقت و بایزید عصر و عین القضاۃ روزگار و شبلی زمانہ شیخ علائی بیانہ بود کہ اسلام خان افغان سور بہ سعی مخدوم الملک سلطان پوری در سنہ نہصد و پنجاہ و ہفت اور ا تازیانہ چند فرمود و جان پاک او بہ سہ تازیانہ از قالب خاکی بجانب عالم علوی و روضۂ رضوان ابدی خرامید و سقاھم ربھم شرابا یک تاریخ او و ذاکر اللہ تاریخ دیگر او یافتہ شدہ بود مجملے از احوال او در منتخب التواریخ خلاصہ تاریخ نظامی

منجملہ ان کے منصور وقت، بایزید عصر، عین القضاۃ روزگار و شبلی زمانہ شیخ علائی ساکن بیانہ تھے جن کو اسلام خان افغان سور نے مخدوم الملک سلطان پوری کی کوشش سے ۹۵۷ھ میں چند تازیانے لگانے کا حکم دیا تھا اور ان کی جان پاک تین ہی تازیانوں میں قالب خاکی سے عالم علوی اور ابدی روضہ رضوان کی طرف چلی گئی و سقاھم ربھم شرابا اس کی ایک تاریخ اور ذاکر اللہ دوسری تاریخ نکالی گئی۔ ان کے احوال منتخب التواریخ میں جو مرزا نظام الدین احمد کی تاریخ نظامی کا خلاصہ ہے اور

[1] منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۴۰۷ [2] مخزن افغانی قلمی ورق ۱۱۷ [3] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۴۰۷
[4] " " " " " " " "

تالیف سیر زے مرحومی مغفوری مبروری نظام الدین احمد که باعث و بانی جمع این اوراق بود ثبت یافته رحمه الله رحمة واسعة و این قصه طویل الذیل است و فرصت اطناب نیست[1]

جو اس کتاب کی تصنیف کے باعث ہیں، مجمل طور پر لکھے گئے ہیں۔ یہ قصہ بہت طویل ہے اور یہاں طول دینے (تفصیل) کا موقع نہیں۔

تازیانے لگائے گئے بھی تو کس حالت میں فرشتہ سے سنئے

درآن اثنا شیخ را مرض طاعون که درآن وقت شائع بود عارض شده در حلق او جراحتے افتاد که مقدار یک انگشت فتیله می رفت در رنج سفر علاوه آن گشته۔ (تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۳۳)

اس زمانہ میں مرض طاعون کا شیوع تھا شیخ بھی اس میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کے حلق میں اتنا زخم ہو گیا تھا کہ ایک انگل بتیلہ اس میں سماتا تھا اور سفر کی تکلیف اس کے سوا تھی۔

مولوی ابو الکلام آزاد نے تذکرہ میں شیخ علائی کے احوال میں لکھا ہے "افسوس مرنے کے بعد بھی ظالموں کو تسکین نہ ہوئی اور اس فنافی الحق کی نعش کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو بدر و احد کے مقتول کفار کے ساتھ بھی نہیں کیا گیا تھا بدایونی کہتے ہیں کہ ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر نعش کو چروایا گیا اور اس کے ٹکڑوں کی تمام لشکر میں تشہیر کی۔ پھر حکم دیا کہ دفن نہ کی جاے اور اس غرض سے پہرہ بٹھا دیا گیا (تذکرہ صفحہ ۹۱) اس واقعہ کے تھوڑی ہی دیر بعد تیز آندھی چلنی شروع ہوئی۔ راتوں رات میں ان کی لاش پر اس کثرت سے پھولوں کی بارش ہوئی کہ جنازہ چھپ گیا اور گویا یہی انکی قبر ہو گئی۔ ملا عبد القادر بدایونی کی عبارت یہ ہے "تا شب چندان خرمن گلہا بر قالب شیخ ریختہ شد که درآن پنہاں گشت حکم قبر پیدا کردہ بود (منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۰۶)

علما جب شیخ علائی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو بھلا اصحاب مہدی و امام مہدی علیہ السلام کا کیا مقابلہ کرتے ہونگے۔ مبلغین مہدویہ سب ایسے ہی تھے بعض کا ذکر کتب تاریخ میں آگیا ہے اور بعض کا نہیں۔ اسی وجہ سے مہدوی مذہب بہت پھیلا اگرچہ لوگوں کو اس طرف مائل کرنے کے لیئے نہ تو شمشیر کا خوف تھا اور نہ مال کی طمع جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔

شیخ علی نے مہدوی مذہب کی بہت مخالفت کی گجرات سے مکہ معظمہ اور مکہ معظمہ سے گجرات کا سفر کیا۔

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۹۱

یہاں کے علما کے فتووں کو مہدویوں کی تبلیغ کے مقابلہ میں غیر موثر پاکر اس نے علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف فتوے حاصل کئے اور ہندوستان بھیجے۔ یہ فتوے بھی موثر ثابت نہیں ہوے اسلئے اس نے بادشاہ گجرات کے نام مہدویوں کو قتل کرانے کے لئے لکھا۔ بادشاہ گجرات نے اس کے لکھنے کے مطابق مہدویوں کو قتل کرایا لیکن بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے تشدد سے بھی مہدویوں کا جوش کم نہ ہوسکا۔ شیخ علی کے شاگرد ملا محمد بن طاہر فتنی کی بھی یہی حالت تھی اس کی کوشش بھی مہدویوں کے خلاف کارگر نہ ہوئی۔ غلام علی آزاد نے مآثر الکرام میں شیخ محمد بن طاہر الفتنی کے احوال میں لکھا ہے

وا و در شکست بواہیر مہدویہ کہ ہم قوم او بودند و اقتدائے سید محمد جونپوری میکردند مثل استاد خود کمر بربست و عہد کرد کہ تا داغ بدعت از پیشانی این طائفہ نشوید دستار را بر سر نہ بندد[1]

شیخ محمد بن طاہر فتنی نے مہدوی بوہروں کو شکست دینے پر جو اس کے ہم قوم تھے اور سید محمد جونپوری کی اقتدا کرتے تھے اپنے استاد کے مانند کمر باندھی اور عہد کیا کہ جب تک بدعت کا داغ اس قوم کی پیشانی سے نہ دھوڈالے اپنے سر پر دستار نہ باندھیگا۔

شیخ کا اس طرح دستار پھینک دینا اس کے عاجز آجانے کی دلیل ہے اور اس کی ساری کوششیں میاں شیخ مصطفی پٹنی گجراتی کے مقابلہ میں بیکار ثابت ہوئیں۔ پروفیسر محمود شیرانی نے شیخ مصطفی گجراتی کے احوال میں مثنوی فیض عام (مصنفہ سنہ ۱۱۴۱ھ) کے حوالہ سے یہ لکھا ہے "اس جگہ تمام علما بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوے ان کے پیشوا نے جسے میاں سے قدیمی عداوت تھی بادشاہ کے سامنے اپنی پگڑی اتار کر پھینک دی اور بولا کہ مصطفی مہدوی نے ہماری پگڑیاں اتار دی ہیں۔ بادشاہ نے اسے تسلی دی اور اپنی کمر کا پٹکا کھولکر اس کے سر پر بندھوا دیا اور بولا کہ بس میں اسے مارتا ہوں"[2]۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علما کا پیشوا شیخ محمد بن طاہر پٹنی ہے اور اکبر نے پٹکا اسی کے سر باندھا تھا۔ میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے

بادشاہ دستار بدست خود بر سر شیخ بپیچید و فرمود باعث ترک دستار بہ سمع رسیدہ نصرت دین متین بر وفق ارادہ شما بذمہ معدلت من است[3]

بادشاہ (اکبر) نے اپنے ہاتھ سے شیخ کے سر پر دستار باندھی اور کہا کہ دستار ترک کردینے کا سبب ہم نے سنا ہے دین متین کی نصرت جیسا کہ تم چاہتے ہو میرے عدل و انصاف کے ذمہ ہے۔

[1] مآثر الکرام (طبع آگرہ) دفتر اول صفحہ ۱۹۵ [2] اورینٹل کالج میگزین (بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۰ء) صفحہ ۴۹
[3] مآثر الکرام (طبع آگرہ) دفتر اول صفحہ ۱۹۵

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی

میر غلام علی آزاد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی سال گجرات کی حکومت خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کو دیگئی اس کے دور میں مہدویوں کو بہت نقصان پہنچا آزاد کی عبارت یہ ہے۔

درآں سال حکومت گجرات بہ خان اعظم میرزا کوکہ تفویض یافت و بہ اعانت خان اعظم اکثر رسوم بدعت برانداختہ شد[1]

اس سال گجرات کی حکومت خان اعظم میرزا کوکہ کے تفویض ہوئی اور خان اعظم کی مدد سے بہت سے رسوم بدعت مرتفع ہوگئے

آزاد نے مہدویت کی تبلیغ کے لئے جو عین اسلام ہے بدعت کا لفظ استعمال کیا ہے بہرحال اس عبارت سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ خان اعظم میرزا کوکہ نے بھی مہدویوں پر ظلم کیا ہے۔ عبداللہ محمد بن عمر مکی نے ظفر الوالہ بمظفر وآلہ میں بیان کیا ہے کہ خان اعظم عزیز کوکہ کے زمانہ میں سنجر خاں نے بندگی میاں عبدالرشیدؓ اور ان کے ساتھیوں کو ضیافت کے بعد قتل کرا دیا۔ ظفر الوالہ کی عبارت یہ ہے

فتلقاه سنجر خان وهيأ له ضيافة وكانت آخر زاده من دنياه فانه لما اجتمع به سأله عن المذهب ومن صاحب المذهب فلما ابرز ضميره آمنا من جانبه سكت عنه الى ان افرغ من اكله ثم قتله بسائر اصحابه ما سوى ولده مصطفى[2]

پس سنجر خاں نے ان سے (یعنی میاں عبدالرشیدؓ سے) ملاقات کی اور ان کے لئے ضیافت کا انتظام کیا اور یہ ان کے لئے دنیا کا آخری زاد تھا اور جب یہ ساتھیوں کے جمع ہوگئے تو سنجر خاں نے مذہب اور بانی مذہب کے بارے میں سوال کیا اور جب انہوں نے سنجر خاں سے مطمئن ہوکر اپنے دل کی بات کہی تو سنجر خاں نے خاموشی اختیار کی یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوگئے۔ پھر ان کو اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا سوائے ان کے بیٹے مصطفیٰ کے۔

بندگی میاں سید قاسمؓ مجتہد گروہ نے رسالہ اسامی مصدقین میں لکھا ہے

میاں عبدالرشید عالم عامل صالح کامل از مشاہیر علمائے عصر خویش بودند بر ثبوت مہدویت رسالہ نوشتہ اند بعضی منقولات حضرت امام علیہ السلام نیز جمع کردہ اند ... از دست ظالمان با چند مرداں دیگر شربت شہادت چشیدند۔

میاں عبدالرشید اپنے زمانہ کے مشہور عالم عامل اور صالح کامل تھے۔ اثبات مہدیت میں ایک رسالہ لکھا ہے امام علیہ السلام سے کچھ منقولات جمع کئے ہیں۔ ظالموں کے ہاتھوں سے مع چند آدمیوں کے آپ نے شہادت پائی ہے۔

[1] مآثر الکرام (طبع آگرہ) دفتر اول صفحہ ۱۹۵ [2] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۶

اس واقعہ کی طرف میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے بھی اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے

نہ دیدہ کس بدنیاں دل ستانے — کہ ہر لحظہ نماید نو نت نے
گہے چوں میرزا در گفت و در پیچ — گہی در خشم چون خان کلانے
گہے بدخوی چوں قلیچی محمد — گہے شیرین زباں چوں شیر خانے
گہے چوں خواجہ سنجر بر سر قتل — گہے مرغوب شکل میربانے
گہے بدخوے ہمچوں میر نولک — گہی خوش خوے چوں حلوا نشانے
گہی چوں نقطہ ظاہر جسینے — گہے چوں مرتضائے مہربانے
گہے ملا صفت در بحث و در جنگ — گہے درویش رو شیریں زبانے
گہی با خشت اندر حبس و زنداں — گہے ہمچو محبت پاسبانے[1]

چوتھا شعر بندگی میاں عبدالرشیدؒ کی شہادت سے متعلق ہے۔ ان اشعار کے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے۔ "میاں مصطفیٰ اپنی بربادی اور قید و بند کو اس محبوب ازلی کی ایک ادا سمجھتے ہیں اور اپنے مدعیوں اور آزار دہندوں کے افعال کی اس ہمہ اوستی انداز میں ترجمانی کرتے ہیں...... میاں کے یہ تبرک جو اشعار کی شکل میں اوپر درج ہیں سب سے بڑا وصف ان کا یہ ہے کہ حالی ہیں نہ خیالی[2]"

ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ تذکرہ علما کے ذیل میں میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے احوال میں یہ لکھا ہے

میاں مصطفیٰ گجراتی اصل او طائفہ بوہرہ است کہ در گجرات بہ سود و سودا مشغول اند یکی از یاران بیواسطہ میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ پیوستہ طریقہ فقر و فنا پیش گرفتہ تا آخر عمر در آن استقامت ورزید چون خلیفۃ الزمانی بعد از تسخیر ولایت بنگ پٹنہ مراجعت نمودہ باجمیر رسیدند آصف خان ثانی میر بخشی

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی اصل میں بوہروں کی جماعت سے ہیں جو گجرات میں تجارت کرتی ہے۔ میر سید محمد جونپوری کے ایک صحابی سے مل کر فقر و فنا کا طریقہ اختیار کیا تھا اور اخیر عمر تک اس پر مستقیم رہے جب خلیفہ ثانی یعنی اکبر ولایت بنگ و پٹنہ کو مسخر کرنے کے بعد اجمیر آئے تو آصف خان ثانی میر بخشی انہیں یعنی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کو حسب الحکم گجرات سے اپنے

[1] اورینٹل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء) صفحہ ۶۲
[2] " " " " "

اورا بہ حسب از گجرات ہمراہ آوردہ شبے در صحن دیوان خانہ علماء الطلبیدہ از شیخ مصطفیٰ تحقیق مسئلہ مہدویت نمود او مجیب بود مناظرہ یا ممتد او کشید حاجی ابراہیم سرہندی در بحث بموجب شیمۂ سیئہ خویش تحکمات میکرد شیخ را آزار داد۱؎

ساتھ لائے ایک رات دیوان خانہ کے صحن میں علما کو بلا کے شیخ مصطفیٰ سے مسئلہ مہدیت کی تحقیق کی، میاں شیخ مصطفیٰ جواب دیتے تھے۔ مناظرہ طول پکڑا، حاجی ابراہیم سرہندی اپنی بری خصلت کے مطابق بحث میں تحکمات کرتا تھا، اس نے شیخ کی دل آزاری کی۔

یہ وہی میاں شیخ مصطفیٰ ہیں جن کی تبلیغ سے عاجز آکر شیخ محمد بن طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے اپنی دستار پھینک دی تھی۔ میاں شیخ مصطفیٰ بھی پٹنی ہیں۔ تبلیغ مہدویہ کے سلسلہ میں ان کے والد بندگی میاں عبدالرشید رحمہ دس جان نثاروں کے سنجر خاں کے حکم سے ان کے سامنے شہید کئے گئے لیکن ان کی استقامت وہی تھی جو پہلے تھی۔

ملا عبدالقادر بدایونی کا گواہی دینا کہ ابراہیم سرہندی تحکمات کرتا تھا صاف بتا رہا ہے کہ اس کا استدلال کمزور پڑ گیا تھا اور "علماء الطلبیدہ" سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں شیخ مصطفیٰ کا ایک جماعت سے مقابلہ تھا بدایونی نے صرف ایک شب کے مناظرہ کے چشم دید حالات بیان کئے ہیں، مناظرہ سے پہلے اور مناظرہ کے بعد میاں شیخ مصطفیٰ کو طرح طرح کی اذیت دیجاتی تھی اس کے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے" ادھر میاں مصطفیٰ اور میاں جی مبارک کو شکنجہ میں کس دیا جس سے ان کے بدن کا جوڑ جوڑ ٹوٹنے لگا مگر دونوں اپنے عقیدہ میں راسخ رہے۲؎" کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ فتح پور کے قیام کے زمانہ میں مناظرہ سے پہلے اور مناظرہ کے بعد آپ کو ایک آہنی خاردار تنگ پنجرے میں رکھا جاتا تھا۔ انہیں کے متعلق بدایونی نے لکھا ہے "مکتوباتے وارد کہ از آن بوے غربت وفنا می آید۳؎" یعنی ان کے مکاتیب سے غربت وفنا کی بو آتی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مکاتیب ان کی زندگی ہی میں عام ہو چکے تھے (ان کی اردو تصنیفیں ہیں۔ ایک میاں شیخ مبارک ناگوری کے سوالات کا جواب، دوسرے رسالہ ناسخ و منسوخ۔ شیخ مبارک ناگوری کے جواب میں رسالہ لکھنے کے واقعہ کو صاحب خاتم سلیمانی نے بھی گلشن پنجم چمن چہارم میں درج کیا ہے)۔ مناظرہ کیلئے اکبر انہیں فتح پور بھی لے گیا تھا، بدایونی نے یہ بیان کیا ہے

۱؎ منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۵۰، ۵۱ ۲؎ اورینٹل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۳ء) صفحہ ۵۹
۳؎ 〃 〃 (〃) 〃 صفحہ ۵۱

"ولبعد از رسیدن فتح پور اوراز موده که چند روز بخانه خواجه عبدالصمد مصور شیریں قلم باشند[1]" یعنی فتح پور پہنچنے کے بعد اکبر نے حکم دیا کہ وہ یعنی میاں مصطفیٰ گجراتی چند روز خواجہ عبدالصمد مصور شیریں قلم کے گھر میں رہیں۔ حاصل یہ کہ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے گجرات، اجمیر اور فتح پور میں علما کی ایک جماعت کے ساتھ مناظرہ کیا اور مناظرہ کی یہ حالت تھی کہ حاجی ابراہیم سرہندی کو تحکمات کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ آپ کی وفات سے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے "چند روز کے بعد میاں بادشاہ سے رخصت ہو کر بیانہ کی طرف روانہ ہوئے ..... میاں کے جسم پر قید و تشدد کی کافی علامات موجود تھیں بدن میں طاقت مطلق نہیں رہی تھی، ان کو پلنگ پر لٹایا اور لے نکلے۔ ذی القعدہ کی ۱۴ کو فتح پور سے چلے، بیانہ پندرہ کوس تھا ..... ۱۹ کو مہدی علیہ السلام کے عرس کے روز سوا پہر دن چڑھے ۹۸۴ھ میں باون برس کی عمر میں میاں مصطفیٰ جنت کو سدھارے۔ جب دفن سے فراغت ملی اس وقت قبیلہ کے لوگ فتح پور سے پہنچے"[2]

میاں شیخ مبارک ناگوری ان کے جد اعلیٰ یمنی ہیں، یہ ناگور میں ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے، احمد آباد گجرات میں خطیب ابوالفضل گازرونی وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا۔ ۹۵۰ھ سے آگرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں تقریباً پچاس سال افادہ علم میں گزار دیے، ان کے فضل و کمال کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ابوالفضل اور فیضی (صاحب سواطع الالہام تفسیر بے نقط) جیسے متبحر علما نے جو کچھ حاصل کیا انہیں کے سامنے زانوئے ادب طے کر کے۔ ابوالفضل نے کہا ہے "دہ سال و پنج پیش پدر کار قرین برا تحصیل کردہ ام ز علوم متقری"[3]۔ فیضی نے میاں شیخ مبارک کے متعلق یہ لکھا ہے

از صاحبان فضل و ہنر اوست صاحبم — از سروران علم و ادب اوست سرورم[4]

بدایونی نے بیان کیا ہے کہ تفسیر کبیر کی طرح چار ضخیم جلدوں میں انہوں نے ایک تفسیر لکھی تھی موسوم بہ منبع نفائس العیون[5]۔ ان کا مہدوی ہونا اس زمانہ کے مہدویوں اور غیر مہدویوں سب کے ہاں متعارف تھا۔

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے

عبدالنبی و مخدوم الملک و سائر علما متفق اللفظ والمعنی شدہ بعرض رسانیدند کہ شیخ مبارک مہدوی نیز اہل بدعت است[6]	عبدالنبی مخدوم الملک اور سب علما نے بالاتفاق یہ عرض کی کہ شیخ مبارک مہدوی بھی اہل بدعت سے ہے

[1] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۵۱ [2] اورینٹل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۳۰ء) ص ۳۲ [3] ابوالفضل دفتر سوم (طبع نولکشور ۱۳۰۸ھ) صفحہ ۲۲۱
[4] دیوان فیضی قلمی (دواوین فارسی نمبر ۸۶) کتب خانہ آصفیہ۔ [5] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۷۴ [6] منتخب التواریخ جلد دوم صفحہ ۱۹۸

(۲) خود بدایونی نے نجات الرشید میں انہیں مہدوی تسلیم کیا ہے، حضرت مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے احوال کے ذیل میں یہ لکھا ہے "یکی از کبرائے این طائفہ شیخ مبارک ناگوری باشد"[1] یعنی مہدوی جماعت کے اکابر سے شیخ مبارک ناگوری بھی ہیں۔

(۳) شیخ مبارک ناگوری نے امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کی جو تاریخ کہی ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مہدی علیہ السلام کو امام زماں مانتے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے ۹۱۰ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے "و ہم شیخ مبارک بلفظ "مضی مہدی" تاریخ یافت"[2] اور شیخ مبارک نے بھی "مضیٰ مہدی" کے الفاظ سے مہدی علیہ السلام کی رحلت کی تاریخ نکالی ہے۔ "مضی مہدی" سے ۹۰۹ کا عدد حاصل ہوتا ہے "ی" پر الف دیکے ۹۱۰ حاصل کرنے کے عوض "مضی مہدیا" بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۴) میاں شیخ مبارک ناگوری نے جو مکتوب عالم باللہ صاحب سراج الابصار کے نام لکھا ہے اس میں کیفیت مہدی کے باب میں چند استفسارات کئے ہیں، طریق استفسار رہا ہے کہ گفتگو بطریق اعتساف نہیں ہے۔ میاں شیخ مبارک کی عبارت یہ ہے

معروض آنکہ شبہ چند بہ این نامراد درد مند از رہگذر انصاف نہ از ممر تعصب و اعتساف عارض می شوند رفع آنہا ملتمس گردد

عرض ہے کہ اس نامراد درد مند کو چند شبہات پیش آئے ہیں بسبیل انصاف نہ کہ از روئے تعصب و اعتساف ان کے رفع کرنے کے لئے التماس کیجاتی ہے۔

شیخ مبارک کے اس مکتوب کی تفصیل میاں عالم باللہ کی تصانیف کے ذیل میں دیجائیگی۔

(۵) محمود خاں مہدوی کو شیخ مبارک نے سیف اللہ کا خطاب دیا تھا۔ میر محمد حسین آزاد نے ملا عبدالقادر بدایونی کے حوالہ سے لکھا ہے "محمود خاں ایک دوست کہ سلیم شاہ کے عہد سے میرا یار تھا اور ان دنوں شیخ علائی کی برکت سے اس جوش کی دینداری اس میں سمائی تھی کہ ہر مجمع و ہر محفل میں الجھ پڑتا تھا اور جہاں شیخ کا ذکر آتا تھا شمشیر برہنہ بن کر سامنے ہوجاتا تھا۔ شوخ طبع شیخ مبارک نے اسے سیف اللہ خطاب دیا تھا (دربار اکبری طبع لاہور ۱۸۹۸ء صفحہ ۸۱۲) ملا عبدالقادر بدایونی کے الفاظ یہ ہیں "شیخ مبارک او را در زمان کشاکش شیخ علائی سیف اللہ خطاب دادہ بود"[3] یعنی شیخ مبارک نے شیخ علائی کی کشاکش کے زمانہ میں محمود خاں کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا۔

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۹ [2] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۱۹ [3] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد سوم صفحہ ۴۶

(۶) اس دور کے مہدویوں کے ہاں بھی شیخ مبارک کا مہدوی ہونا متعارف تھا چنانچہ عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندی نے ان کے مکتوب کا اس طرح ذکر کیا ہے

لما جاء منشو من الاخ الصالح العالم التحریر[۱] المتورع الساکن فی بلدۃ اکرہ الذی ھو فرید دھرہ و وحید عصرہ المتحلی[۱] بالمنقول والمعقول جعلہ اللہ کاسمہ مبارکا مشتملا اسولۃ فی مشکلات فی کیفیۃ المھدی الموعود الی آخرہ[۳]	جب برادر صالح، عالم متبحر و متقی ساکن شہر آگرہ (جو اپنے زمانہ کے یکتا اور یگانہ ہیں منقولات و معقولات سے منور ہیں) کی جانب سے خط آیا (خدا ان کو ان کے نام کی طرح[۲] مبارک بنائے) جو کیفیت مہدی موعود کے مشکلات مسائل پر مشتمل ہے۔

اس عبارت میں عالم باللہ نے شیخ مبارک کو اپنا برادر دینی تسلیم کرتے ہوئے ان کے لئے "الاخ الصالح" (نیک بھائی) اور "المتورع" (پرہیزگار) کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ مبارک مہدوی تھے

(۷) اسی طرح صاحب تاریخ سلیمانی نے شیخ مبارک کے احوال میں لکھا ہے

"بامیان شیخ علائی کہ بہ حضور سلیم شاہ بحث دین با علما شدہ معاونت نمودہ اند و تعب ہا دیدہ اند کشیدہ ...... خالص مہدوی و صاحب کمال بودند (گلشن ہشتم چمن چہارم) یعنی سلیم شاہ کے حضور جو دینی بحث ہوئی ہے اس میں شیخ مبارک نے شیخ علائی کی مدد کی ہے اور بہت تکلیفیں اور سختیاں اٹھائی ہیں ...... خالص مہدوی اور صاحب کمال تھے۔

(۸) ان کے مہدوی ہونے کی شہرت اس وقت ہوئی جب کہ انہوں نے سلیم شاہ کے دربار میں شیخ علائی کی تائید کی تھی۔ بدایونی کے الفاظ یہ ہیں "شیخ مبارک را میگویند کہ دراین مجلس مدد شیخ علائی بود و از آن روز باز بہ مہدوی مشہور است[۴]" یعنی شیخ مبارک کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس مجلس میں شیخ علائی کے مددگار تھے اور اس روز سے مہدوی مشہور ہیں۔

(۹) مآثر الامرا میں بھی یہی مذکور ہے "چون در آن مجلس شیخ مبارک ممد او بود نیز بمہدوی شہرت گرفت[۵]" چونکہ اس مجلس میں شیخ مبارک شیخ علائی کے ممد تھے اس بنا پر یہی مہدوی مشہور ہو گئے۔ واضح ہو کہ عبدالنبی اور مخدوم الملک دونوں شیخ علائی کے تشنہ خوں تھے ایسی حالت میں شیخ علائی کی تائید کرنا

[۱] المتحلی [۲] اس کو ان کے نام کی طرح [۳] منہاج التقویم قلمی [۴] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۰۲
[۵] مآثر الامرا طبع کلکتہ جلد سوم صفحہ ۲۵۳

اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا تھا اور ظاہر ہے کہ سوائے مہدوی کے شیخ علائی کی تائید اور کون کرتا۔ مولوی ابو الکلام آزاد نے مخدوم الملک کے متعلق لکھا ہے "اس عہد میں مخدوم الملک کے خلاف کسی چھوٹی سی چھوٹی بات کا بھی زبان سے نکالنا موت کی دعوت اور تباہی کا بلاوا تھا (تذکرہ طبع کلکتہ صفحہ ۸۶) اس کے باوجود مہدویت جیسے اہم مسئلہ میں میاں شیخ مبارک نے مخدوم الملک کا خلاف اور میاں شیخ علائی کی تائید کی۔

اکبر کے ابتدائی دور میں عبد النبی اور مخدوم الملک بڑے با اثر تھے لیکن شیخ مبارک کی حکمت عملی نے ان کے اثر کو زائل کر دیا۔ شیخ مبارک کا مقصد صرف متعصبین کا اثر زائل کرنا تھا تاکہ مہدوی مذہب کی تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو ان کی یہ نیت نہ تھی کہ مذہب میں ضعف پیدا ہو البتہ اکبر نے اس سے بیجا استفادہ کیا لیکن عام رواداری کی فضا پیدا ہو گئی اس لئے مولوی شبلی نے فیضی کے حالات میں لکھا ہے

"ان کارروائیوں نے متعصب مولویوں کا زور توڑ دیا اور اکبر کو موقع ملا کہ وہ ایک ایسی وسیع اور آزادانہ حکومت قائم کرے جس کے سایہ میں ہندو، مسلمان، یہود، نصاریٰ سب آزادی کے ساتھ اپنے اپنے فرائض مذہبی ادا کر سکیں اور یہی طرز حکومت خلفائے راشدین نے قائم کیا تھا"[1]

(۱۰) سرسید احمد خاں نے بھی اپنے مقالہ مہدی آخر الزماں میں شیخ مبارک کو مہدوی تسلیم کیا ہے

"یہاں تک کہ ایک فرقہ مہدویہ قائم ہو گیا جس کا اعتقاد یہ ہے کہ مہدی موعود آیا اور گزر گیا شیخ مبارک ابو الفضل کا باپ بھی مہدویہ فرقہ میں سے تھا"[2]

شیخ مبارک کے بیٹوں میں صرف فیضی کو مہدویوں سے دلچسپی تھی۔ بیجاپور کے سفر میں فیضی نے صاحب مطلع الولایت سے ملاقات کی تھی تو حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات دریافت کئے تھے مطلع الولایت میں تالیف کے اسباب میں یہ درج ہے

برہان نظام شاہ مردے جہاں دیدہ و طرار بود چنانکہ با ما ملاقات کرد و قصہ حضرت میراں از مولود و بعثت تا رحلت از ما پرسیدہ استماع نمودہ و شیخ فیضی کہ علامہ زماں و ماہر مذاہب و ادیان بود

برہان نظام شاہ اک جہاں دیدہ اور چالاک آدمی تھا جب اس نے ہم سے ملاقات کی تو امام مہدی علیہ السلام کے واقعات ولادت اور بعثت سے لیکر رحلت تک ہم سے دریافت کئے اور سُنے اور شیخ فیضی جو اپنے زمانہ کا علامہ اور مذاہب و ادیان میں ماہر تھا

[1] شعر العجم (طبع علی گڑھ) حصہ سوم صفحہ ۵۷ [2] تہذیب الاخلاق (طبع لاہور) جلد دوم صفحہ ۳۹۸

او ہم ملاقات از ما کردہ ہمچنین التماس داشتہ | اس نے بھی ہم سے ملاقات کی تو یہی التماس کی تھی

مطلع الولایت کا سال تالیف ۱۰۱۶ھ ہے۔ فیضی کے اس شعر سے تو اس کی مہدویت پہ استدلال ہو سکتا ہے

فیضی نہ شود خاتمہ ما بہ ہدایت[1]   تا ختم اماماں ہدا را نشناسیم

حاصل یہ کہ شیخ مبارک کی حکمت عملی نے علمائے سُو کے جتھے کو توڑ دیا اور مہدوی مذہب کی تبلیغ میں سہولت پیدا کر دی۔

---

[1] دیوان فیضی قلمی اردو اوین فارسی نمبر ۸۶، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

باب ششم
اثبات فرائض

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان الذی فرض علیك القرآن لرآدك الی معاد (القصص رکوع ۹)

(جس خدانے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو اصلی وطن میں پھر پہنچائیگا) سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلعم پر فرض تھا اسی طرح آپ کی امت پر بھی فرض ہوگا اور جو احکام قرآن کریم سے ثابت ہونگے وہ بھی فرض ہونگے۔ امام فخر رازی نے "فرض علیک القرآن" کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے

قال ابو علی الذی فرض علیك احکامه وفرائضه[۱] | ابو علی نے کہا کہ جس نے فرض کیا تجھ پر اس کے احکام اور اس کے فرائض کو

مثلاً خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو کسی امر سے منع فرمایا تو اس امر کا ترک کر دینا مسلمانوں پر فرض ہے ذیل میں اس کی چند مثالیں درج کیجاتی ہیں۔

(۱) فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون (البقرۃ ع ۳)۔ پس مت مقرر کرو واسطے اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو

(۲) ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون۔ (البقرۃ ع ۵) حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور حق کو مت چھپاؤ اور تم جانتے ہو۔

(۳) ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروھن (البقرۃ ع ۲۳)۔ پھر رات تک روزہ کو پورا کرو اور ان (عورتوں) سے مباشرت مت کرو

(۴) ولا تنکحوا المشرکٰت حتیٰ یؤمن (البقرۃ ع ۲۷) اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لاویں

(۵) ولا تکتموا الشھادۃ (البقرۃ ع ۳۹) اور مت چھپاؤ شہادت کو

(۶) یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفة (آل عمران ع ۱۴) اے ایمان والو سود مت کھاؤ دونا دگنا کیے ہوئے۔

(۷) لا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء الا ما قد سلف۔ (النساء ع ۳) اور نکاح مت کرو اس کو جو نکاح کیا ہے تمہارے آبا نے عورتوں سے مگر جو بات گزر گئی گزر گئی۔

[۱] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزا السادس صفحہ ۶۲۳

(۸) ولا تقتلوا انفسکم (النساء ع) اور تم ایک دوسرے کو قتل مت کرو۔

(۹) یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری۔ (النساء ع) اے ایمان والو نماز کے نزدیک مت جاؤ ایسی حالت میں کہ تم مست ہو۔

(۱۰) ولا تقتلوا اولادکم من املاق (الانعام ع۱۹) اور مت مار ڈالو اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے۔

(۱۱) ولا تکونن من المشرکین (یونس ع) اور مت ہو مشرکین سے۔

(۱۲) ولا تنقصوا المکیال والمیزان (ہود ع) اور ناپ تول میں کمی مت کیا کرو۔

(۱۳) ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ (بنی اسرائیل ع) اور زنا کے نزدیک مت جاؤ تحقیق وہ بے حیائی ہے۔

(۱۴) یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا (النور ع) اے ایمان والو مت داخل ہو گھروں میں سوائے اپنے گھروں کے یہاں تک کہ اجازت لو اور سلام کرو ان کے رہنے والوں پر۔

(۱۵) ولا تطع الکفرین والمنفقین (احزاب ع) اے نبی ڈر اکر اللہ سے اور اطاعت نہ کر کافروں اور منافقوں کی

(۱۶) یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (محمد ع) اے ایمان والو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو مت باطل کرو۔

(۱۷) یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (الحجرات ع) اے ایمان والو تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے مت بلند کیا کرو۔

(۱۸) ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا (الحجرات ع) اور جاسوسی نہ کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔

(۱۹) ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن (البقرۃ ع) اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

(۲۰) ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا (النحل ع) اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے نہ توڑو۔

(۲۱) ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (النساء ع) اور مت مدد کرو گناہ اور ظلم کی۔

ان مثالوں سے واضح ہوگیا کہ خداوند تعالیٰ نے جس امر سے منع فرمایا ہے اس کا ترک کردینا فرض ہے اور جس امر کی سزا خداوند تعالیٰ نے جہنم قرار دی ہو ظاہر ہے کہ اس کا ترک کرنا بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔

ہجرت تارکین ہجرت کے لئے خداوند تعالیٰ نے وعید نازل کی ہے اس لحاظ سے ترک ہجرت کا

ترک کر دینا یعنی ہجرت کرنا فرض ہوگا۔

ان الذین توفھم الملائکة ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللّٰہ واسعة فتھاجروا فیھا فاولٓئک ماوٰھم جھنم (النساء ع ۱۴)

بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض مغلوب تھے وہ کہتے ہیں کیا خدائے تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہیے تھا سو ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

(۱) صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

وھذا دلیل علی ان الرجل اذا کان فی بلد لا یتمکن فیه من اقامة امر دینه کما یجب لبعض الاسباب والعوائق عن اقامة الدین لا تنحصر او علم انه فی غیر بلده اقوم بحق اللّٰہ وادوم علی العبادة حقت علیه المھاجرة [۱]

اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ انسان اگر کسی شہر میں ہو جہاں بعض اسباب و موانع کی وجہ سے جیسا کہ چاہیے اقامت امر دین ممکن نہ ہو تو وہیں رہنے پر انحصار نہ ہونا چاہیے یا اس کے علم میں ہو کہ کسی دوسرے شہر میں اللہ کے حقوق زیادہ خوبی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے اور عبادت پر مداومت کر سکتا ہے تو اس پر ہجرت لازم ہو جاتی ہے۔

(۲) صاحب تفسیر بیضاوی نے "فتھاجروا فیھا" کے ذیل میں یہ لکھا ہے

وفی الآیة دلیل علی وجوب الھجرة من موضع لا یتمکن الرجل فیه من اقامة دینه [۲]

اس آیت میں اس امر کی دلیل ہے کہ اس جگہ سے ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے جہاں انسان اپنا دین اچھی طرح قائم نہیں کر سکتا۔

کشاف اور بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث بھی درج کی گئی ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے "من فر بدینه الی آخرہ" اس کی تفصیل بعد کو آئیگی۔

(۳) امام زاہد نے تفسیر زاہدی میں الذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

قال بعضھم الھجرة باقیة غیر منسوخة واحتجوا بقول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم

بعض نے کہا ہے کہ ہجرت باقی و غیر منسوخ ہے انہوں نے رسول اللہ کے اس قول سے دلیل لی ہے کہ ہجرت قیامت

[۱] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۱۵ [۲] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۲۲۱

الهجرة باقية الى يوم القيامة[1] | حکم باقی ہے۔

(۴) ا۔ صاحب تفسیر مدارک نے فتهاجروا فيها کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

والآية تدل على من لم يتمكن من اقامة دينه في بلد كما يجب وعلم انه يتمكن من اقامته في غيره حقت عليه المهاجرة وفي الحديث من فر بدينه من ارض الى ارض وان كان شبرا من الارض استوجبت له الجنة وكان رفيق ابيه ابراهيم ونبيه محمد صلى الله عليه وسلم[2]

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص کے لئے کسی شہر میں اپنا دین قائم کرنا ممکن نہ ہو جیسا کہ چاہئے اور اس کے علم میں یہ بات ہو کہ دوسری جگہ اس کے دین کی اقامت ممکن ہے تو اس پر ہجرت فرض ہو جاتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے دین کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا اگرچہ بالشت بھر زمین ہی کیوں نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور اپنے باپ ابراہیم اور اپنے نبی محمد صلعم کا رفیق ہوگا

ب۔ مدارک میں فالذين هاجروا کے ذیل میں یہ مرقوم ہے۔

هي المهاجرة عن اوطانهم الى الله بدينهم الى حيث يامنون عليه فالهجرة كائنة في آخر الزمان كما كانت في اول الاسلام[3]

اور وہ ہجرت کرنا ہے اپنے وطن سے اللہ کی طرف اپنے دین کے لئے جہاں دین کے لئے امن مل جائے پس ہجرت آخر زمانہ میں اسی طرح ہوگی جس طرح کہ اول اسلام میں تھی۔

(۵) صاحب تبصیر الرحمن نے "الم تكن ارض الله واسعة" کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے

فهي واجبة على كل من لا يمكنه اظهار الدين بمكان الى مكان يمكنه فيه[4]

پس ہجرت کرنا واجب ہے ہر اس شخص پر جو دین کا اظہار نہ کر سکے ایک جگہ سے دوسری جگہ جہاں اظہار دین ممکن ہو۔

ہجرت اور فتح مکہ | شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فهجرته الى ما هاجر اليه کے ذیل میں یہ لکھا ہے

وآنکہ در حدیث آمدہ است کہ لا هجرة بعد الفتح مراد بدان ہجرت از مکہ است زیرا کہ مکہ بعد از فتح

اور جو حدیث میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے تو اس سے مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا مراد ہے اس لئے کہ مکہ

[1] تفسیر زاہدی (قلمی) صفحہ ۱۲۶ (تفسیر فارسی نمبر ۲۷۳ کتب خانہ آصفیہ) [2] تفسیر مدارک (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) المجلد الاول صفحہ ۱۶۴
[3] تفسیر مدارک (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۱۵۹ [4] تبصیر الرحمن (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۳۱۸

دارالاسلام شد و ہجرت یعنی انتقال از دار الکفر علی العموم[عہ] ہر کرا بران قدرت بود باقی ماند تا روز قیامت و این استمرار بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا تنقطع الہجرۃ حتی تنقطع التوبۃ منقطع نمی شود ہجرت و برطرف نمیگردد حکم وے تا منقطع نگردد توبہ وبستہ نگردد درہاے آن یعنی تا روز قیامت[۱]۔

فتح کے بعد دارالاسلام ہوگیا اور ہجرت علی العموم دارالکفر سے منتقل ہونے کے معنی میں جس کسی کو اس پر قدرت ہو قیامت تک باقی ہے اور آنحضرت صلعم کے قول کی یہی مراد ہے "ہجرت منقطع نہیں ہوتی ہے جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو" یعنی منقطع نہیں ہوتی ہے ہجرت اور اس کا حکم دور نہیں ہوتا جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہوجائے اور اس کے دروازے بند نہ ہوجائیں یعنی قیامت کے دن تک

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے

ان الہجرۃ تھدم ما کان قبلہا وان الحج یھدم ما کان قبلہ[۲]

تحقیق کہ ہجرت اپنے سے پہلے گناہوں کو منہدم کردیتی ہے اور حج ڈھا دیتا ہے ان گناہوں کو جو اس سے قبل تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے ڈھا دینے میں ہجرت اور حج دونوں برابر ہیں۔ حاصل یہ کہ سبب ہجرت موجود ہو تو ہجرت فرض ہوجاتی ہے۔

ترک دنیا اللہ تعالیٰ نے مرید حیات دنیا کی سزا بھی دوزخ قرار دی ہے

من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک لیس لھم فی الآخرۃ الا النار (ھود ع۲)

جو کوئی حیات دنیا و زینت دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم ان لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پورے دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے جامع البیان میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے

حدثنا المثنی قال ثنا سوید قال اخبرنا ابن المبارک عن وھیب انہ بلغہ ان مجاھدا کان یقول فی ھذہ الآیۃ ھم اھل الریا ھم اھل الریا[۳]

حدیث بیان کی ہم سے مثنی نے کہا سوید نے کہ خبر دی ہمیں ابن مبارک نے وہیب سے کہ ان کو خبر ملی کہ مجاہد اس آیت کے باب میں کہتے تھے کہ یہ لوگ اہل ریا ہیں اہل ریا ہیں

(۲) امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے

[۱] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۶، ۳۷ [۲] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۶۰ [۳] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الثانی عشر صفحہ (۱۷)

[عہ] بعض صحابہ نے رسول اللہ صلعم کی اجازت سے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور حبشہ دارالاسلام نہ تھا۔

(والقول الثانی) وھو ان نجری الآیۃ علی ظاہرھا فی العموم ونقول انہ یندرج فیہ المومن الذی یاتی بالطاعات علی سبیل الریاء والسمعۃ ویندرج فیہ الکافر الذی ھذا صفتہ وھذا القول مشکل لان قولہ اولئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار لایلیق بالمومن الا اذا قلنا المراد اولئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار بسبب ہذہ الاعمال الفاسدۃ والافعال الباطلۃ المقرونۃ بالریاء۔[1]

اور قول ثانی یہ ہے کہ ہم آیت کو اس کے ظاہر معنی پر عام رکھیں اور کہیں کہ اس میں وہ مومن بھی داخل ہے جو دکھانے اور سنانے کے لئے اطاعت کرتا ہے اور اس میں وہ کافر بھی شامل ہے جس کی یہ صفت ہے اور یہ قول مشکل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "نہیں ہے ان کے لئے آخرت میں مگر دوزخ" مومن کے لائق نہیں ہے مگر یہ کہ ہم کہیں کہ وہ لوگ جن کے لئے دوزخ کے سوا کچھ نہیں ہے ان اعمال فاسدہ اور افعال باطلہ کی وجہ سے جو ریا سے نزدیک ہیں۔

حاصل یہ کہ امام فخر رازی نے من کان کو بطور عموم رکھا کافروں سے مختص نہیں کیا۔

(۳) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے "والآیۃ فی اھل الریاء"[2] یعنی یہ آیت اہل ریا کے باب میں ہے۔

(۴) صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے "در زاد المسیر آوردہ کہ عام است مر جمیع مردمان را"[3] یعنی زاد المسیر میں یہ روایت کی ہے کہ عام ہے سب لوگوں کے لئے۔

(۵) صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں یہ روایت کی ہے

نقل است کہ در شہر نہروالہ از علماء کہ نام او رکن بود برائے ملاقات حضرت میران آمد حضرت میران این آیت من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا الآیۃ بیان کردند ولفظ من را بر وجہ عموم داشتند پس آن عالم مذکور گفت کہ من را مفسران خاص بر کافران داشتہ اند میران فرمودند

روایت ہے کہ شہر نہروالہ میں ایک عالم جس کا نام رکن تھا حضرت میران علیہ السلام کی ملاقات کے لئے آیا حضرت میران نے آیۃ من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا کا بیان فرمایا اور لفظ من کو بروجہ عموم رکھا پس اس عالم نے کہا کہ من کو مفسروں نے کافروں سے مختص کیا ہے حضرت میران علیہ السلام نے فرمایا

[1] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء خامس صفحہ ۶۵، ۶۶ [2] تفسیر بیضاوی (طبع یوروپ) جلد اول صفحہ ۴۳۰
[3] تفسیر حسینی (طبع نولکشور ۱۳۱۳ھ) صفحہ ۲۷۷

که خدای تعالیٰ من کان فرموده است یعنی هر که باشد خواه کلمه گو خواه غیر آن هر که در وے این صفت باشد او کافر است و این صفت جز در کافر نباشد، پس آن عالم گفت که اینجا قاضی و علما و بادشاه این صفت دارند حضرت میران فرمودند که خدای تعالیٰ من کان فرموده است ما هم من کان گوییم و اسم کسے مقید نه کنیم، پس آن عالم گفت که در من این صفت موجود است میران فرمودند که در مسلمان این صفت نباشد باز آن عالم کرت همین گفت که در ما این صفت موجود است، میران فرمودند شما کلمهٔ رسول الله میگوئید این صفت در شما چون باشد، باز آن عالم کرتِ سوم همان کلمهٔ مذکور گفت، پس حضرت میران فرمودند اگر در تو این صفت است و خود را بر آن قرار دادی پس خدای تعالیٰ ترا کافر می گوید۔

خداوند تعالیٰ نے من کان فرمایا ہے یعنی جو کوئی ہو خواہ کلمہ گو ہو خواہ کلمہ گو نہ ہو جس کسی میں یہ صفت ہو وہ کافر ہے اور یہ صفت کافر کے سوا کسی میں نہیں ہوتی، پس اس عالم نے کہا کہ اس جگہ قاضی علما اور بادشاہ یہ صفت رکھتے ہیں حضرت میران نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے من کان فرمایا ہے ہم بھی من کان (جو کوئی ہو) کہتے ہیں اور کسی کے نام کی قید نہیں کرتے، پس اس عالم نے کہا کہ مجھ میں یہ صفت موجود ہے حضرت میران نے فرمایا کہ یہ صفت مسلمان میں نہیں ہوتی پھر اسی عالم نے کہا کہ یہ صفت ہم میں موجود ہے۔ میران علیہ السلام نے فرمایا کہ تم رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہو یہ صفت تم میں کس طرح ہوگی۔ پھر اس عالم نے تیسرے مرتبہ وہی بات کہی۔ پس حضرت میران نے فرمایا اگر یہ صفت تجھ میں ہے اور تو نے خود کو اس پر قائم رکھا پس خدائے تعالیٰ تجھے کافر کہتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ من کان مطلق ہے کفار کے ساتھ مختص نہیں۔ مزید حیات دنیا کی سزا دوزخ ہے لہذا حیات دنیا اور اس کی زینت کا ترک کرنا فرض ہے رسول اللہ صلعم نے بھی یہی فرمایا ہے اترکوا الدنیا لاھلھا[1] یعنی دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو۔ دنیا میں وجود حیات دنیا اور متاع حیات دنیا دونوں شامل ہیں صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں یہ روایت کی ہے

حضرت میران فرمودند وجود حیات دنیا کفر است یعنی زیستن بجان این را هستی و خودی میگویند، اموال و اولاد و جز آن را متاع حیات دنیا نام کرده اند

حضرت میران نے فرمایا کہ وجود حیات دنیا کفر ہے یعنی جینا جان سے اس کو ہستی و خودی کہتے ہیں۔ اموال، اولاد وغیرہ کا متاع حیات دنیا نام رکھا ہے جیسے زن و فرزند

[1] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد دوم صفحہ ٣٨

چنانچہ زنان و فرزندان و اموال و زراعات و عمارات و ملبوسات و ماکولات و ہر کہ ایشان را مرید باشد و بدو مشغول گردد کافر است

مال، زراعت، عمارتیں، ملبوسات، ماکولات جو شخص ان کا مرید ہوگا اور ان میں مشغول ہوجائیگا وہ کافر ہے۔

وجود حیات دنیا کو حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر کہا ہے اور وجود حیات دنیا کی توضیح ہستی و خودی سے کی ہے پس ترک حیات دنیا کے معنی ہوئے ترک ہستی و ترک خودی۔ متاع حیات دنیا کی توضیح اموال، اولاد وغیرہ سے کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو اس کا مرید ہو اور اس میں مشغول ہوجائے وہ کافر ہے کیونکہ جو اموال و اولاد وغیرہ میں مشغول ہوگا وہ اللہ سے غافل ہوجائیگا۔ اموال، اولاد وغیرہ کی تخصیص نہیں جو چیز بھی طلب حق میں حائل ہو اس کا ترک کردینا فرض ہے۔ انصاف نامہ کی دوسری روایت سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

ملایان گفتند کہ شما از علم خواندن منع میکنید، فرمودند بندہ تابع محمد رسول اللہ است آنچہ محمد رسول اللہ منع نکردہ است بندہ چوں می کند، بندہ ذکر دوام فرض می گوید بامر اللہ و بحکم کتاب اللہ، ہر چہ مانع ذکر است آن ممنوع است، چہ علم خواندن و چہ کسب کردن چہ با خلق اختلاط کردن و چہ خوردن و چہ خسپیدن، غفلت حرام است و ہر چہ موجب غفلت است حرام است (انصاف نامہ باب پنجم)

ملاؤں نے کہا کہ آپ علم پڑھنے سے منع کرتے ہیں حضرت میراں نے فرمایا بندہ تابع محمد رسول اللہ ہے جو رسول اللہ نے منع نہیں فرمایا بندہ کس طرح منع کریگا۔ بندہ ذکر دوام کو فرض کہتا ہے خدائے تعالیٰ کے حکم سے اور کتاب اللہ کے حکم سے جو مانع ذکر ہے وہ ممنوع ہے کیا علم پڑھنا کیا کسب کرنا، کیا خلق سے اختلاط رکھنا، کیا کھانا، کیا سونا غفلت حرام ہے اور جو موجب غفلت ہے وہ حرام ہے۔

مخالفین مہدویہ کا یہ کہنا کہ مہدویوں کے ہاں ترک دنیا سے رہبانیت مراد ہے صحیح نہیں۔ رہبانیت میں طبعی خواہشوں مثلاً مناکحت وغیرہا کا ترک ہے اور ترک دنیا میں ارادی خواہشوں کا ترک کرنا ہے اور یہی زہد فی الدنیا ہے۔ اس سے قبل انصاف نامہ کی روایت جو ہم نے درج کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زن و فرزند میں مشغول ہوکر خدا سے غافل ہوجانا کفر ہے، صاحب زن و فرزند ہونا کفر نہیں۔ اب رہا

کسب تو صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں روایت کی ہے

باز ملایان سوال کردند کہ شما کسب را حرام میگوئید میران فرمودند کہ مومن را کسب حلال است مومن باید در قرآن تامل باید کرد کہ مومن کرا می گوئید ۔

پھر ملاؤں نے سوال کیا کہ آپ کسب کو حرام کہتے ہیں حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ مومن کے لئے کسب حلال ہے ۔ مومن ہونا چاہئے اور قرآن میں غور کرنا چاہئے کہ مومن کس کو کہتے ہیں ۔

ترک کسب کرکے تبلیغ دین کے لئے وقف ہو جانے پر بھی مخالفین مہدویہ کو اعتراض ہے حالانکہ یہ امر ثابت ہے کہ اعلان نبوت کے بعد رسول اللہ صلعم کا قیام مکہ معظمہ میں دس سال اور بروایتے تیرہ سال رہا لیکن کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ اس زمانہ میں آپ کا ذریعہ معاش کیا تھا ۔

طلب دیدار خدا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (الکہف ع۱۲)

پس جو شخص اپنے پروردگار کے دیدار کا آرزومند ہے پس اس کو عمل صالح کرنا چاہئے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے

اس آیت کے ذیل میں امام فخر رازی نے یہ لکھا ہے

واصحابنا حملوا لقاء الرب علی رویتہ[1]

اور ہمارے ساتھیوں نے لقاء رب کو رویت پر محمول کیا ہے

بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے یامل حسن لقائہ[2] یعنی اللہ کے حسن لقاء کا آرزومند ہے ۔

دوسری آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے دیدار کی آرزو نہ کرنے والے کا بھی ٹھکانا دوزخ ہے ۔

ان الذین لا یرجون لقاءنا و رضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمئنوا بہا والذین ہم عن آیٰتنا غٰفلون اولٰئک ماوٰہم النار بما کانوا یکسبون (یونس ع۱)

جو لوگ ہمارے دیدار کی آرزو نہیں رکھتے اور حیات دنیا سے راضی ہوگئے اور اسی پر مطمئن ہوگئے اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے ۔

امام فخر رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں رجا سے امید ہی مراد ہے

واعلم ان حمل الرجاء علی الخوف بعید لان

اور جاننا چاہئے کہ رجا کا خوف پر محمول کرنا بعید ہے اسلئے کہ

[1] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الخامس صفحہ ۷۶۱ [2] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۵۵

تفسیر الضد بالضد غیر جائز ولا مانع ههنا من حمل الرجاء علی ظاهرہ البتہ[1]	ضد کی تفسیر ضد سے کرنا جائز نہیں اور یہاں رجا کو اس کے ظاہر معنی پر محمول کرنے کے لئے کوئی مانع نہیں ہے بیشک۔

اس سے قبل ہم نے اس امر کی توضیح کی ہے کہ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو کسی امر سے منع فرماتا ہے تو اس کا ترک کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ یہاں اللہ کے دیدار کی آرزو نہ رکھنا حیات دنیا سے راضی ہونے اور اللہ کی نشانیوں سے غافل ہو جانے کے برابر ہے لہذا اس کی سزا بھی دوزخ ہے۔ دیدار کی آرزو نہ رکھنے کی سزا آتش دوزخ ہو تو اس کا ترک کرنا کس طرح فرض نہ ہوگا پس طلب دیدار فرض ہوگی۔

انسان تو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر عبادت کرنے کے لئے عبادت کیسی ہونی چاہیئے خود رسول اللہ صلعم نے فرما دیا ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنی اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اس سے تو یہ مستفاد ہوتا ہے کہ انسان دیدار حق ہی کے لئے پیدا ہوا ہے ایسی صورت میں دیدار حق کا طلب کرنا کس طرح فرض نہ ہوگا۔

خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو کسی امر سے منع فرمایا تو اس کا ترک کرنا فرض ہو جاتا ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو کسی امر کا حکم دے تو اس پر بھی عمل کرنا فرض ہوگا ذیل میں اس کی چند مثالیں دیجاتی ہیں۔

(۱) یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم (البقرۃ ع) ۔ اے لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا۔

(۲) وان قٰتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکافرین (البقرۃ ع) ۔ پس اگر تم سے لڑیں پس مارو ان کو کافروں کی سزا اسی طرح ہے

(۳) فاعتزلوا النساء فی المحیض (البقرۃ ع) ۔ تو حیض میں عورتوں سے علٰحدہ رہا کرو۔

(۴) فلا تخشوھم واخشونی (البقرۃ ع) ۔ پس نہ ڈرو ان سے اور مجھ سے ڈرتے رہو۔

(۵) وآتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ (النساء ع) ۔ اور خوشی سے عورتوں کے مہر دے دیا کرو۔

(۶) یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود (المائدہ ع) ۔ اے ایمان والو عہدوں کو پورا کرو۔

(۷) وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ ع) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو امید ہے کہ تم فلاح پاؤ۔

[1] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الرابع صفحہ ۸۰۲

(۸) فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولاتکفرون (البقرۃ ع ۱۸)۔ پس تم مجھ کو یاد کرو میں یاد کرونگا تم کو اور شکر کرو میرے لئے اور کفر نہ کرو۔

(۹) اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم (الاعراف ع ۱)۔ تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔

(۱۰) واوفوا الکیل والمیزان بالقسط (الانعام ع ۱۹)۔ اور پورا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ۔

(۱۱) ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لایحب المعتدین (الاعراف ع ۷)۔ اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چھپا کر دعا کیا کرو تحقیق وہ نہیں دوست رکھتا حد سے نکل جانے والوں کو۔

(۱۲) وذروا ظاھر الاثم وباطنہ (الانعام ع ۱۴)۔ ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو۔

(۱۳) وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ (التوبۃ ع ۵)۔ اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

(۱۴) فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (النحل ع ۶)۔ اگر تم کو علم نہیں تو (دوسرے) اہل علم سے پوچھ دیکھو۔

(۱۵) فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (الحج ع ۴)۔ پس کنارہ کش ہو بتوں کی ناپاکی سے اور بچو جھوٹ بولنے سے۔

(۱۶) یا ایھا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم (الاحزاب ع ۲)۔ اے ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو۔

(۱۷) یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا (الاحزاب ع ۹)۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ستوار بات کہو۔

(۱۸) یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (البقرۃ ع ۳۷)۔ اے ایمان والو خرچ کیا کرو اپنی پاک کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔

(۱۹) وتعاونوا علی البر والتقوی (المائدہ ع ۱)۔ اور مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں۔

(۲۰) یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (المائدہ ع ۶)۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ۔

(۲۱) وارکعوا مع الراکعین (البقرۃ ع ۵)۔ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

امام جصاص حنفی (المتوفی ۳۷۰ھ) نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے۔ اپنی کتاب احکام القرآن میں "وبذلک امرت" کے ذیل میں کہتے ہیں "والامر یقتضی الوجوب"[۱] یعنی امر وجوب کا مقتضی ہے۔ اسی لئے آیہ وارکعوا مع الراکعین کے ذیل میں یہ کہا ہے

فذکر رکنا من ارکانھا ھو من فروضھا ولم پس اللہ تعالی نے ارکان نماز میں سے ایک رکن کا ذکر کیا اور

[۱] کتاب احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ ۱۳۳۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۲۷

به علی ان ذلک فرض فیها[1]	وہ اس کے فرائض میں سے ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ رکوع نماز میں فرض ہے

یہی نہیں بلکہ خبر کو بھی اس نے متضمن امر قرار دیا ہے آیۂ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ کے ذیل میں یہ کہا ہے

یتضمن الامر بالصلوٰۃ والزکاۃ لانه جعلهما من صفات المنفقین[2]	اللہ تعالیٰ کا قول متضمن ہے صلوٰۃ و زکوٰۃ کے امر کو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صفات متقین سے قرار دیا ہے

جب خبر متضمن امر ہو کر فرضیت پر دلالت کرتی ہے تو جہاں اللہ تعالیٰ نے صریحاً بصیغۂ امر حکم دیا ہے وہ کس طرح فرضیت پر دلالت نہ کریگا۔

واضح ہو کہ رکوع صلوٰۃ کا صرف ایک رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہ صیغۂ امر مسلمانوں کو رکوع کرنے کے لئے حکم دیا تو رکوع کرنا فرض ہوگیا پس اللہ کا ذکر کرنا اور اللہ پر توکل کرنا اور صادقین کی صحبت اختیار کرنا بھی فرض ہوگا اس لئے کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے بصیغۂ امر مسلمانوں کو حکم دیا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی

صحبت صادقین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللّٰه وکونوا مع الصادقین	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔

(۱) آیہ کونوا مع الصادقین کی تفسیر میں صاحب کشاف نے لکھا ہے

هم الذین صدقوا فی دین اللّٰه نیةً وقولاً وعملاً[3]	یہ وہی لوگ ہیں جو صادق ہیں دین میں نیت میں قول اور عمل میں

ایسے لوگ جو نیت قول اور عمل میں صادق ہوں قیامت تک ہو سکتے ہیں نیز کلام اللہ کے احکام ہمیشہ کے لئے ہیں کسی خاص زمانہ کے لئے مختص نہیں لہذا بعض مفسرین کا صادقین سے صرف اصحاب اور مہاجرین مراد لینا صحیح نہیں۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے

قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدری اوله خیر ام آخره[4]	حضرت انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال بارش کی جیسی ہے نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔

[1] کتاب احکام قرآن (طبع قسطنطنیہ ۱۳۳۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۲۰۴ [3] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ ۱۸۵۶ء) جلد اول صفحہ ۵۶۹
[2] " " " " " " [4] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۷۵۳

اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہ امر نہیں بیان کیا جا سکتا کہ امت کا کون حصہ بہتر ہے اول امت یا آخر امت یعنی اول امت و آخر امت کی فضیلت کا تعین کرنا دشوار ہے، دوسرے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ تمام امت اول سے آخر تک خیر ہی خیر ہوگی۔ حدیث کے معنی خواہ کچھ بھی لیں لیکن یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب رسول کی طرح بعد کو بھی صادقین ہونگے۔ رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے

من اشد امتی لی حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لو رأنی باھلہ ومالہ[۱]	مجھ سے محبت رکھنے میں زیادہ شدید میری امت کے وہ لوگ ہونگے جو میرے بعد ہونگے ان میں سے ہر ایک چاہیگا کہ کاش مجھکو اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کے ساتھ دیکھتا۔

(۲) اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے

بدانکہ ظاہر این حدیث و بعضے احادیث کہ در این باب آید دلالت دارد برآنکہ تواند کہ بعد از صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کسے بیاید کہ مساوی باشد ایشان را در فضل یا افضل باشد از ایشان و ابن عبدالبر کہ از مشاہیر علمائے حدیث است باین جانب رفتہ وتمسک باین احادیث نمودہ است[۲]	جاننا چاہیے کہ اس حدیث کے ظاہری معنی اور بعض دوسری حدیثیں جو اس باب میں آئینگی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ممکن ہے اصحاب کرام کے بعد ایسے لوگ آئیں جو فضیلت میں صحابہ کے برابر ہونگے یا ان سے بھی بڑھ کے اور ابن عبدالبر جو مشاہیر علمائے حدیث سے ہیں ان کا یہی مذہب ہے اور انہیں احادیث سے تمسک کیا ہے

ثلۃ من الآخرین اور قلیل من الآخرین سے یہی لوگ مراد ہیں، بہر حال اتنا تو ثابت ہے کہ اصحاب رسول کے بعد بھی صادقین ہونگے۔

(۳) امام فخر رازی بھی صادقین کو اصحاب رسول سے مختص نہیں کرتے کونوا مع الصادقین کی تفسیر میں کہتے ہیں

المراد منہ الکون مع مجموع الامۃ وذلک یدل ان قول مجموع الامۃ حق وصواب ولا معنی لقولنا الاجماع حجۃ الا ذلک[۳]	اس سے مراد مجموع امت کے ساتھ رہنا ہے اور یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مجموع امت کا قول حق اور صواب ہے اور اسکے سوا ہمارا اس قول کے کوئی معنی نہیں کہ اجماع حجت ہے۔

۱؎ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۵۴۲، ۳؎ تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الرابع صفحہ ۷۶۰
۲؎ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ صادقین کی اصحاب رسول سے تخصیص نہیں ہے دوسرے یہ کہ امام رازی نے کونوا سے وجوب کے معنی لئے ہیں اب رہا فخر رازی کا یہ کہنا کہ مجموع امت کے ساتھ رہنا ہے تو صادقین امت ہی مراد ہونگے غیر صادقین نہیں۔

(۴) صاحب تفسیر مدارک نے بھی کونوا میں امر بمعنی وجوب لیا ہے

والآیۃ تدل علی ان الاجماع حجۃ لانہ امر بالکون مع الصادقین فلزم قبول قولہم[۱]

اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اجماع حجت ہے اس لئے کہ صادقین کے ساتھ رہنے کے لئے حکم ہے پس ان کے قول کا قبول کرنا لازم ہوگیا۔

(۵) صاحب تبصیر الرحمن نے اس آیت کی تفسیر میں صحبت صادقین کو واجب قرار دیا ہے

(وکونوا) للاستعانۃ علی استدامۃ التقوی (مع الصادقین) ولوجوب التقوی وملازمۃ الصادقین[۲]

اور رہو مداومت تقوی کی استعانت کے لئے صادقین کے ساتھ اور تقوی وصحبت صادقین کے واجب ہونے کی وجہ سے۔

اگر یہ کہا جائے کہ کونوا مع الصادقین سے صادقین کی اتباع مراد ہے تو جواباً کہا جائیگا کہ بہترین اتباع بھی اسی صورت میں ممکن ہوگی جب کہ صادقین کی معیت حاصل ہو جائے۔ اس سے قطع نظر کان یکون یا اس کے دوسرے صیغوں کے ساتھ "مع" آئے تو اس سے معیت ہی مراد ہوگی اتباع نہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے

حدثنا عبد اللہ بن یزید قال اخبرنی ابن عباس ان اناسا من المسلمین کانوا مع المشرکین یکثرون سواد المشرکین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[۳]

حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن یزید نے کہا کہ خبر دی مجھ کو ابن عباس نے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکین کے ساتھ رہتے تھے، مشرکین کے سواد کو بڑھاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف۔

اس حدیث میں "کانوا مع المشرکین" سے مشرکین کی معیت مراد ہے۔ مشرکین کی اتباع نہیں دوسری حدیث میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے

من احبنی کان معی فی الجنۃ[۴]

جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

[۱] تفسیر مدارک (طبع مصر ۱۳۰۲ھ) المجلد الاول صفحہ ۳۵۶، ۳۵۷ [۲] تبصیر الرحمن (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۳۱۷
[۳] صحیح بخاری (طبع مطبع مصطفائی ۱۳۰۵ھ) المجلد الثانی صفحہ ۱۰۴۹ [۴] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۴۳

اس حدیث میں بھی کان معی سے رسول اللہ صلعم کی معیت مراد ہے۔ تعلیم دین کی اساس یہی ہے کہ بُروں کی صحبت سے بچایا جائے اور اچھوں کی صحبت میں رکھا جائے۔ کلام اللہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیت اللہ یکفر بہا ویستہزا بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلہم (النساء ع)	اور تحقیق اللہ تعالیٰ تم پر نازل کر چکا ہے کہ جب اللہ کی نشانیوں کے ساتھ استہزا اور کفر ہوتا ہو اسنو تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی انہیں کے جیسے ہو جاوگے۔

فلا تقعدوا معہم (پس مت بیٹھو ان کے ساتھ) سے ظاہر ہے کہ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ استہزا کرنے والوں کی صحبت ترک کرنا فرض ہے اور آیہ کونوا مع الصادقین صحبت صادقین کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلعم کا یہ خبر دینا کہ اول امت کے جیسے لوگ آخر امت میں ہونگے یا یہ کہ میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ ہونگے جو میرے بعد ہونگے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں پاؤ تو ان کی معیت حاصل کرو ورنہ محض اتباع کے لیے رسول اللہ صلعم اور صادقین اصحاب رسول کی زندگی تو موجود ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ان لوگوں کی معیت حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جنہیں زہد فی الدنیا اور کم گوئی حاصل ہو۔

اذا رأیتم الرجل قد اعطی زھدا فی الدنیا وقلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ[1]	جب تم ایسے شخص کو دیکھو جسے زہد فی الدنیا اور کم گوئی عطا کی گئی ہے تو تم اس کے نزدیک ہو جاؤ کیونکہ اس کو حکمت ملی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی فرض اسلامی کی تکمیل جیسا کہ چاہیے صحبت صادقین کے بغیر نہیں ہوسکتی اور جس کے بغیر کسی فرض کی تکمیل نہ ہوسکے وہ بھی فرض ہے۔

ذکر دوامی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم (النساء ع ۱۵)	پس اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی بیٹھے اور لیٹے بھی

(۱) اس آیت کے ذیل میں محمد ابن جریر طبری نے تفسیر جامع القرآن میں یہ روایت کی ہے

[1] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد دوم صفحہ ۳۸

حدثنی المثنی قال ثنا ابوصالح قال ثنا معاویه عن علی بن ابی طلحه عن ابن عباس قوله فاذکروا الله قیاما یقول لا یفرض الله علی عباده فریضة الا جعل لها جزأ معلوما ثم عذر اهلها فی حال عذر غیر الذکر فان الله لم یجعل له حدا ینتهی الیه ولم یعذر احدا فی ترکه الا مغلوبا علی عقله فقال فاذکروا الله قیاما وقعودا وعلی جنوبکم باللیل والنهار فی البر والبحر وفی السفر والحضر والغنی والفقر والسقم والصحة والسر والعلانیة وعلی کل حال[1]

حدیث بیان کی مجھ سے مثنی نے انہوں نے کہا کہ ابو صالح نے بیان کیا کہا کہ معاویہ نے علی بن ابی طلحہ سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کا قول فاذکروا اللہ قیاما الی آخرہ' اس کے بارے میں ابن عباس کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کوئی فرض فرض نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ اس کے لئے کوئی جزو معین کیا' پھر اس کے عذر کرنے والے کا عذر قبول کیا سوائے ذکر کے اور کسی کو معذور نہیں رکھا ذکر میں بجز ایسے شخص کے جو فاتر العقل ہو گیا ہو اللہ نے فرمایا ذکر کرو اللہ کا اٹھنے میں بھی' بیٹھنے میں بھی' لیٹنے میں بھی' رات کو بھی' دن کو بھی' خشکی میں بھی' تری میں بھی' سفر میں بھی حضر میں بھی' دولت مندی میں بھی' فقر میں بھی' بیماری میں بھی' تندرستی میں بھی' پوشیدگی میں بھی' علانیہ بھی' ہر حال میں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ذکر الٰہی ہر جگہ ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے۔

محمد ابن جریر طبری نے آیہ اذکروا اللہ ذکرا کثیرا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

یقول تعالی ذکره یا ایها الذین صدقوا الله ورسوله اذکروا الله بقلوبکم والسنتکم وجوارحکم ذکرا کثیرا فلا تخلوا ابدانکم من ذکره فی حال من احوال الی آخره[2]

اللہ تعالیٰ کہتا ہے اے وہ لوگو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے اپنے دلوں سے' زبانوں سے اور بقیہ اعضا سے اللہ کا بہت ذکر کرو' تمہارا جسم کسی حالت میں بھی اس کے ذکر سے خالی نہ رہے۔

اس آیت کے ذیل میں بھی محمد ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس کی وہ روایت درج کی ہے جس میں ذکر الٰہی کا فرض ہونا بیان کیا گیا ہے

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الخامس صفحہ ۱۵۴

[2] " الثانی والعشرون صفحہ ۱۱، ۱۲

(۲) امام جصاص نے کتاب احکام القرآن کے جزء اول میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے "باب وجوب ذکر اللہ تعالیٰ[1] اور "لذکر اللہ اکبر" کے ذیل میں یہ لکھا ہے "اکبر من فعل الصلوٰۃ[2] یعنی ذکر نماز سے بھی بڑھ کر ہے۔ نماز فرض ہے اور جو فرض سے بڑھ کر ہوگا وہ بھی بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔

(۳) صاحب معالم التنزیل نے الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا کی تفسیر میں لکھا ہے

وقال سائر المفسرین اراد به المداومة علی الذکر فی العموم الاحوال لان الانسان قل ما یخلو من احدی هذه الحالات الثلث نظیره فی سورة النساء فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم[3]

اور تمام مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد ذکر دوام ہے تمام حالات میں اس لئے کہ انسان ان تین حالتوں میں سے بہت کم خالی رہتا ہے اس کی نظیر سورۂ النساء میں ہے جہاں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کی یاد کرو، کھڑے بھی بیٹھے بھی، اور لیٹے بھی۔

صاحب معالم التنزیل نے آیہ اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[4] کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت درج کی ہے جو اس سے قبل ہم نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک جگہ طبری نے "لا یفرض اللہ" لکھا ہے اور معالم التنزیل میں "لم یفرض اللہ" کے الفاظ آئے ہیں۔ دوسری جگہ معالم التنزیل میں حدا معلوما آیا ہے اور طبری کی روایت میں جزءً معلوماً ہے۔ حضرت ابن عباس کی روایت کے بعد صاحب معالم التنزیل نے یہ روایت کی ہے

قال المجاهد الذکر الکثیر ان لا تنساه ابدا | مجاہد نے کہا ہے کہ ذکر کثیر یہ ہے کہ تو خدا کو کبھی نہ بھولے

(۴) صاحب کشاف نے بالغدو والآصال کی تفسیر میں یہ لکھا ہے "او اراد الدوام[5]" یا اس سے دوام مراد ہے اور "بکرة واصیلا" کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے

ای فی کافة الاوقات قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ذکر اللہ علی فم کل مسلم

یعنی بکرۃ واصیلا کے معنی تمام اوقات ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ کا ذکر ہر مسلم کی زبان پر ہے اور روایت

[1] احکام القرآن جزء اول صفحہ ۹۲
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۹۳
[3] معالم التنزیل (طبع مطبع فتح الکریم بمبئی سنہ ۱۳۰۹ھ) جلد اول صفحہ ۲۰۵
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ الجلد الثالث صفحہ ۱۷۸
[5] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۲۹۸

وروی فی قلب کل مسلم[1]

کی گئی ہے کہ ہر مسلم کے دل میں ہے۔

(۵) امام فخر رازی نے یذکرون اللہ قیاما وقعودا کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے

للمفسرین فی ھذہ الآیۃ قولان الاول ان یکون المراد منہ کون الانسان دائم الذکر لربہ فان الاحوال لیست الا ھذہ الثلاثۃ ثم لما وصفھم بکونھم ذاکرین فیھا کان ذلک دلیلا علی کونھم مواظبین علی الذکر غیر فاترین عنہ البتۃ والقول الثانی ان المراد بالذکر الصلاۃ ..... والحمل علی الاول اولی لان الآیات الکثیرۃ ناطقۃ بفضیلۃ الذکر[2]

اس آیت کے باب میں مفسرین کے دو قول ہیں، قول اول یہ ہے کہ اس سے مراد انسان کا اپنے پروردگار کی یاد میں ہمیشہ منہمک رہنا ہے اس لئے کہ حالتیں تین ہی ہیں، جب خداوند تعالیٰ نے انہیں ذاکر ہونے سے موصوف کیا تو یہ اس امر پر دلیل ہے کہ وہ ذکر دوام کے مواظب رہیں بیشک اور قول ثانی یہ ہے کہ ذکر سے مراد نماز ہے ..... اور پہلے قول پر محمول کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ کثیر آیتیں ذکر کی فضیلت پر ناطق ہیں۔

فخر رازی نے آیہ لاتکن من الغافلین کے ذیل میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت درج کی ہے

عن ابن عباس انہ قال فی قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم لوحصل لابن آدم حالۃ رابعۃ سوی ھذہ الاحوال لامر اللہ بالذکر عندھا والمراد منہ انہ تعالیٰ امر بالذکر علی الدوام[3]

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر ابن آدم کو ان حالتوں کے سوا چوتھی حالت حاصل ہوتی تو اس میں بھی ذکر کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ ضرور حکم دیتا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر دوام کے لئے حکم دیا ہے

ابن عباس کی روایت درج کرنے کے بعد امام فخر رازی نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ذکر دوام ہر وقت واجب ہے۔

قولہ بالغدو والآصال دال علی انہ یجب ان یکون الذکر حاصلا فی کل الاوقات

اللہ تعالیٰ کا قول بالغدو والآصال اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہر وقت ذکر کا حاصل رہنا واجب ہے، اور اللہ تعالیٰ کا قول لاتکن

[1] کشاف (طبع کلکتہ) جلد دوم صفحہ ۱۱۳۴ [2] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الثالث صفحہ ۱۷۳ [3] تفسیر کبیر الجزء الرابع صفحہ ۵۰۶

وقوله لا تکن من الغافلین یدل علی ان الذکر القلبی یجب ان یکون دائما وان لا یغفل الانسان لحظة واحدة عن استحضار جلال اللہ وکبریائہ بقدر الطاقة البشریة والقوۃ الانسانیة[1]

من الغافلین (مت ہو غافلین میں سے) اس پر دلالت کرتا ہے کہ ذکر قلبی کا دوامی ہونا واجب ہے اور یہ کہ انسان ایک لحظہ کے لئے بھی خداوند تعالیٰ کے جلال اور کبریائی سے بقدر طاقت بشری وقوت انسانی غافل نہ رہے

(۶) بیضاوی میں "واذکر اسم ربك" کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے "ودم علی ذکرہ لیلا ونہارا"[2] اور مداومت کرو اللہ کے ذکر پر رات اور دن۔ صاحب تفسیر بیضاوی نے فاذکروا اللہ قیاما وقعودا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے فدوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال[3] پس مداومت کرو ذکر الٰہی پر تمام حالات میں۔ اسی تفسیر میں الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا کے ذیل میں یہ آیا ہے ای یذکرونہ دائما علی الحالات کلھا قائمین وقاعدین ومضطجعین[4] یعنی اللہ کا ذکر کرتے ہیں ہمیشہ سب حالتوں میں کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی

(۷) صاحب تفسیر مدارک نے آیہ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا کے ذیل میں یہ لکھا ہے

اوالمراد الذکر علی کل حال لان الانسان لا یخلو عن ھذہ الاحوال وفی الحدیث من احب ان یرتع فی ریاض الجنة فلیکثر ذکر اللہ[5]

یا اس سے مراد ہر حال میں ذکر کرنا ہے اس لئے کہ انسان ان تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا اور حدیث میں آیا ہے باغ جنت سے جو لطف اٹھانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اللہ کی یاد کثرت سے کرے۔

تفسیر مدارک میں اذکروا اللہ ذکرا کثیرا کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے دموا علی ذکر اللہ فی جمیع الاحوال[6] مداومت کرو ذکر الٰہی پر تمام حالات میں اور بالغدو والآصال کی تفسیر میں یہ لکھا ہے "قیل المراد ادامة الذکر باستقامة الفکر"[7] یعنی کہا گیا ہے کہ اس سے

---

[1] تفسیر کبیر الجزء الرابع صفحہ ۵۰۶ [2] بیضاوی (طبع یورپ) جلد دوم صفحہ ۳۶۵ [3] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۲۲۸ [4] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۱۹۰ [5] تفسیر مدارک (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۲۰۵ [6] تفسیر مدارک جلد اول صفحہ ۱۹۵ [7] تفسیر مدارک (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۳۱۴

مراد ذکر کی مداومت ہے استقامت فکر کے ساتھ۔ آیہ اذکر اسم ربک کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے "ودم علی ذکرہ فی اللیل والنہار"[1] یعنی مداومت کر اس کے ذکر میں دن اور رات۔

(۸) صاحب تبصیر الرحمٰن نے بالغدو والآصال کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

(ولاتکن فیما بین ذلک (من الغافلین) بالکلیۃ بل لابد وان تکون ذاکرا بالقلب وان اشتغل لسانک بالغیر[2]	اس کے درمیان تو بالکل غافلین سے مت ہو بلکہ ضروری ہے کہ تو دل سے ذکر کرے اگرچہ تیری زبان غیر میں مشغول ہو۔

ان حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ محمد بن جریر طبری (المتوفی سنہ ۳۱۰ھ) کے زمانہ سے لے کے علی مہائمی (المتوفی سنہ ۸۳۵ھ) صاحب تبصیر الرحمٰن کے زمانہ تک معتبر مفسرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مذکورہ صدر آیتوں میں جہاں ذکر الٰہی کرنے کا حکم ہے اس سے ذکر دوام مراد ہے۔ حکم بصیغہ امر ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا فرض ہوا۔ اس سے قطع نظر آیہ اذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کا حکم دیا ہے پھر اس کے بعد مصدر لاکر اس کو موکد فرمایا پھر کثیر کہہ کے اور بھی تاکید عظیم فرمادی۔ اگر ایسے موکد حکم سے ذکر الٰہی کی فرضیت ثابت نہ ہو تو واذکعوا مع الراکعین سے نماز میں رکوع کرنا کس طرح فرض ہوگا یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر قلیل کو منافقوں کی علامت قرار دی ہے آیہ لایذکرون اللّٰہ الا قلیلا[3] اس پر شاہد ہے۔

(۹) حدیث نبوی سے بھی ذکر دوام کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا لایزال لسانک رطبا من ذکر اللّٰہ[4] تو ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر زبان رہ۔

دوسری روایت میں یہ آیا ہے

یارسول اللّٰہ ای الاعمال افضل قال ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللّٰہ[5]	یارسول اللہ کون سا عمل افضل ہے تو فرمایا کہ تو دنیا کو چھوڑ دے اس حالت میں کہ تو ذکر الٰہی سے تر زبان رہے۔

شیخ عبدالحق نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے "یا کنایت است مداومت بہ ذکر" یا یہ کنایہ ہے

[1] تفسیر مدارک جلد ثانی صفحہ ۲۰۶ [2] تبصیر الرحمٰن (طبع مصر سنہ ۱۲۹۵ھ) جلد اول صفحہ ۲۷۷ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۱۸۹ [4] اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ ۱۸۷ [5] النساء رکوع ۲۱

مداومت ذکر کی طرف۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا۔ صاحب معالم التنزیل نے آیہ فاذکروا اللّٰہ قیاما وقعودا الآیۃ کے ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے قالت کان رسول اللّٰہ یذکر اللّٰہ علی کل احیانہ[1]۔ عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم اپنے تمام احوال و اوقات میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔ امام مسلم نے بھی یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت کی ہے[2]

عزلت عن الخلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اذکر اسم ربك وتبتل الیہ تبتیلا (اپنے پروردگار کا نام یاد کرو اور اس کی طرف منقطع ہو جا جیسا کہ منقطع ہونا چاہیے) اس آیت میں رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے لیکن باعتبار مفہوم کے یہ حکم عام ہے۔ امام جصاص نے آیہ فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

علینا اتباع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما امرہ اللّٰہ بہ[3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ان تمام امور میں ہم پر فرض ہے جن کا اللہ نے حضرت کو حکم دیا ہے۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے تبتل الیہ تبتیلا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

انقطع الیہ انقطاعا لحوائجك وعبادتك دون سائر الاشیاء غیرہ وھو من قولھم تبتلت ھذا الامر ومنہ قیل لام عیسی ابن مریم البتول لانقطاعھا الی اللّٰہ ویقال للعابد المنقطع عن الدنیا واسبابھا الی عبادۃ اللّٰہ قد تبتل[4]	اپنی حاجتوں کے لئے بھی اور اپنی عبادت کے لئے اسی کے ہو رہو دوسری تمام غیر اللہ اشیاء سے منقطع ہو جاؤ اور اس کا شاہد یہ قول عرب ہے، تبتلت ھذا الامر یعنی منقطع ہو گیا میں اس امر کی جانب یعنی اسی کا ہو رہا اسی لئے مریم کو جو عیسیٰ کی والدہ تھیں بتول کہا گیا کیونکہ وہ سب سے منقطع ہو کر اللہ ہی کی ہو رہی تھیں اور اس عابد کے لئے جو دنیا اور اس کے اسباب سے منقطع ہو کے اللہ ہی کی عبادت کا ہو رہے تبتل استعمال کیا جاتا ہے

(۲) صاحب معالم التنزیل نے تبتل الیہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے

قال ابن زید التبتل رفض الدنیا وما فیھا والتماس ما عند اللّٰہ[5]	ابن زید نے کہا ہے کہ تبتل کے معنی دنیا و ما فیھا کے ترک کرنے اور اللہ کے پاس جو ہے اس کے طلب کرنے کے ہیں۔

[1] معالم التنزیل (طبع بمبئی ۱۳۰۹ھ) جلد اول صفحہ ۲۵۴ [2] ترجمۃ الملک جلد اول صفحہ ۲۳۷ [3] احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثالث صفحہ ۴
[4] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء التاسع والعشرون صفحہ ۸۲ [5] معالم التنزیل (طبع بمبئی) المجلد الرابع صفحہ ۱۹۴

(۳) امام فخر رازی نے تبتل الیہ تبتیلا کے ذیل میں یہ روایتیں درج کی ہیں۔

قال الفراء يقال للعابد اذا ترك كل شئ واقبل على العبادة قد تبتل اى انقطع عن كل شئ الى امر الله وطاعته وقال زيد بن اسلم التبتل رفض الدنيا مع كل مافيها والتماس ماعند الله۔[1]

فراء نے کہا ہے کہ عابد کیلئے تبتل کا لفظ کہا جاتا ہے جب کہ وہ ہر چیز کو ترک کر دے اور عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے یعنی ہر چیز سے منقطع ہو کر اللہ کے حکم اور طاعت کی طرف متوجہ ہو گیا زید بن اسلم نے کہا ہے کہ تبتل کے معنی ہیں دنیا و مافیہا کو ترک کر دینا اور جو اللہ کے پاس ہے اس کا طلب کرنا ہے۔

(۴) تبتل الیہ تبتیلا کی تفسیر میں بیضاوی میں یہ بیان کیا گیا ہے

وانقطع اليه بالعبادة وجرد نفسك عما سواه[2]

اور منقطع ہو جا اللہ کی طرف عبادت کے ساتھ اور علٰحدہ کر اپنے کو ما سوا سے

(۵) صاحب مدارک نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

(وتبتل اليه) انقطع الى عبادته عن كل شئ والتبتل الانقطاع الى الله تعالى بتأميل الخير منه دون غيره وقيل رفض الدنيا ومافيها والتماس ماعند الله (تبتيلا) فى اختلاف المصدر زيادة تاكيد الى آخره۔[3]

ہر چیز سے منقطع ہو جا اس کی عبادت کی طرف اور تبتل کے معنی ہیں منقطع ہو کر اللہ کی طرف ہو جانا اور صرف اللہ ہی سے خیر کی امید رکھنا اور کہا گیا ہے کہ تبتل کے معنی دنیا و مافیہا کو چھوڑ دینا اور جو اللہ کے پاس ہے اس کو طلب کرنے کے ہیں مصدر کے مختلف لانے میں تاکید کی زیادتی ہے (یعنی تبتلا کی جگہ تبتیلا لانے میں)

معتبر مفسرین نے تبتل کے معنی انقطاع الی اللہ اور رفض الدنیا کے لکھے ہیں اس لئے جو تارک دنیا ہوگا اس کے لئے تبتل الی اللہ بھی ثابت ہو جائیگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وذر الذين اتخذوا دينهم لعبا ولهوا وغرتهم الحيوٰة الدنيا (الانعام ع)

ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا ہے اور حیات دنیوی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے انقطاع کیا جائے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے

[1] تفسیر کبیر (طبع استنبول) الجزء الثامن صفحہ ۳۳۸ [2] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد دوم صفحہ ۳۶۵ [3] تفسیر مدارک (طبع مصر ۱۳۰۶ھ) المجلد الثانی صفحہ ۲۶۰

امام علیہ السلام نے بھی وجود حیات دنیا کو کفر کہا ہے ایسی صورت میں ان لوگوں سے کس طرح عزلت اختیار نہ کیجائیگی جنھیں حیات دنیا نے دھوکے میں رکھا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے قال علیک بالعزلۃ فانھا عبادۃ[۱] یعنی کہا کہ تجھ پر عزلت لازم ہے اس لئے کہ وہ عبادت ہے۔ صاحب العقد الفرید نے یہ روایت کی ہے قال لا تدعوا حظکم من العزلۃ فان العزلۃ لکم عبادۃ[۲] یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم اپنا بہرہ عزلت نہ چھوڑو اس لئے کہ عزلت تمہارے لئے عبادت ہے۔

توکل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین (آل عمران ع)	پس اللہ پر توکل کر تحقیق کہ اللہ تعالیٰ متوکلین کو دوست رکھتا ہے

(۱) محمد ابن جریر طبری نے وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

ولکن علی ربھم ایھا المومنون فتوکلوا دون سائر خلقہ الی آخرہ[۳]	لیکن اے مومنو اپنے رب پر بھروسہ کرو اس کے سوا جتنی مخلوق ہے سب کو چھوڑ کے۔

(۲) صاحب معالم التنزیل نے وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے

قیل التوکل ان لا تعص اللہ من اجل رزقک وقیل ان لا تطلب لنفسک ناصرا غیر اللہ ولا لرزقک خازنا غیرہ ولا لعملک شاھدا غیرہ[۴]	کہا گیا ہے کہ توکل یہ ہے کہ تو اللہ سے سرکشی نہ کرے رزق کے لئے اور کہا گیا کہ نہ طلب کرے تو اپنے نفس کے لئے کوئی مددگار سوائے اللہ کے اور نہ اپنے رزق کے لئے کوئی خازن سوائے اللہ کے اور نہ اپنے عمل کے لئے کوئی شاہد سوائے اللہ کے

(۳) کشاف میں وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کی تفسیر میں یہ مذکور ہے

ولیخص المومنون ربھم بالتوکل والتفویض الیہ لعلمھم انہ لا ناصر سواہ ولان ایمانھم یوجب ذلک ویقتضیہ[۵]	اور چاہیے کہ مومنین اپنے رب کو توکل اور تفویض کے لئے مختص کریں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے سوا ان کا کوئی ناصر نہیں ہے کیونکہ ان کا ایمان اس کو واجب کرتا ہے اور اس کا مقتضی ہے۔

[۱] کنز العمال (طبع حیدرآباد) جلد دوم صفحہ ۱۶۰ [۲] العقد الفرید (طبع مصر ۱۲۹۳ھ) جزاول صفحہ ۳۹۲ [۳] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الرابع صفحہ ۹۵، ۹۶ [۴] معالم التنزیل (طبع بمبئی) جلد اول صفحہ ۱۹۴ [۵] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۲۴۵

لان ایمانھم یوجب ذلك (کیونکہ ان کا ایمان اس کو واجب کرتا ہے) سے ظاہر ہے کہ توکل علی اللہ صاحب کشاف کے نزدیک واجب ہے۔ اسی طرح فمن الذی ینصرکم (پس وہ کون ہے جو تمہاری مدد کرے) کے ذیل میں یہ لکھا ہے

فھذا تنبیہ علی ان الامر کلہ للہ علی وجوب التوکل علیہ	یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ کام بالتمام اللہ ہی کے لئے ہے اور اس پر توکل کرنا واجب ہے۔

اس سے بھی توکل علی اللہ کا واجب ہونا ثابت ہے

وتوکل علی اللہ کی تفسیر میں کشاف میں یہ بیان کیا گیا ہے

واسند امرک الیہ وکلہ الی تدبیرہ (وکیلا) حافظا موکولا الیہ کل امر[1]	اپنے معاملہ کو اس پر منحصر کردو اور اس کی تدبیر پر بھروسہ کرو اس کو وکیل بناؤ یعنی ایسا حافظ بناؤ کہ تمہارے معاملات اس کے سپرد ہوں

(۴) امام فخر رازی نے وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

وجب ان لا یتوکل المومن الا علیہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون یفید الحصر ای علی اللہ فلیتوکل المومنون لا علی غیرہ[2]	واجب ہے کہ مومن توکل نہ کرے مگر اللہ پر اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد اللہ پر مومنین توکل کرتے ہیں مفید حصر ہے یعنی مومنین اللہ ہی پر توکل کریں کسی غیر پر نہیں۔

کسی امر کا واجب ہونا نص قرآن سے ثابت ہو تو وہ بھی فرض ہے

(۵) تفسیر بیضاوی میں فتوکل علی اللہ کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے

فی امضاء امرک علی ما ھو اصلح لک فانہ لا یعلمہ سواہ[3]	پس توکل کر اللہ پر اپنے اجرائے امر میں جس طریقہ پر کہ تیرے لئے زیادہ شایان ہو تحقیق کہ اس کو نہیں جانتا ہے سوائے اللہ کے۔

اسی تفسیر میں وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کے ذیل میں یہ مذکور ہے

فلیخصوہ بالتوکل علیہ لما علموا ان لا ناصر سواہ وآمنوا بہ[4]	پس چاہئے کہ خاص اس پر توکل کریں جب ان کو معلوم ہو چکا کہ ان کے سوا ان کا کوئی ناصر نہیں ہے اور اس پر ایمان لائے،

وعلی ربھم یتوکلون مومنین کی صفت میں بیان کیا گیا ہے جو ایمان کی صفت ہے اور

[1] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد دوم صفحہ ۱۱۶۸ [2] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الثالث صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳
[3] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۱۸۲ [4] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۱۸۱

جس پر حصول ایمان موقوف ہو اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ توکل تو فرض ہے لیکن اس کے مدارج مختلف ہیں۔ اس سے قبل صفحہ ۱۵۶ پر حضرت ابوہریرہ رضؓ کی ایک روایت پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت بلالؓ کے ہاں کھجوروں کی تھیلی دیکھ کر فرمایا اے بلال کیا تمہیں اس کا ڈر نہیں کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں اس کا دھواں دیکھیں خرچ کرو اور تنگدستی کا خوف نہ کرو۔ اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے

این ارشاد است بہ مقام توکل و اعتماد بر حق سبحانہ تعالیٰ[1]	یہ ارشاد ہے جو مقام توکل اور اعتماد علی الحق سے متعلق ہے

دائرہ مہدویہ میں بھی یہی عمل تھا جیسا کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں بیان کیا ہے

ہیچ چیزے از اسباب معیشت باخود از غایت اعتماد بر رزاقی حق تعالیٰ نمی گذاشتند و روز نو و روزی نو دستور العمل ایشان بود[2]	خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر انتہا درجہ اعتماد ہونے کی وجہ سے اسباب معیشت میں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں رکھتے تھے ان کا دستور العمل یہ تھا روز نو کے ساتھ روزی نو

مذکورہ فرائض دو قسم کی آیتوں پر مبنی ہیں۔ بعض میں کسی امر کے کرنے کی سزا آتش دوزخ ہے لہذا اس امر کا ترک کرنا فرض ہوا۔ بعض آیتوں میں مسلمانوں کو بہ صیغہ امر حکم دیا گیا ہے اور کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے لہذا ان احکام پر بھی عمل کرنا فرض ہوا' اس کو مستحب کہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حرام کو مکروہ قرار دینا۔ مثلاً خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے" ولا تقتلوا انفسکم " (اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو) ایک دوسرے کو قتل کرنا حرام ہے' کیا کوئی اس کو مکروہ قرار دے سکتا ہے؟

اصول فقہ اور امر کی قسمیں احادیث نبوی میں فرض اور واجب میں کوئی اصطلاحی فرق نہیں رکھا گیا ہے دونوں ایک معنی میں ہیں' دوسری بات یہ ہے کہ کلام اللہ میں احکام بہ صیغہ امر یا بہ صیغہ نہی آتے ہیں' امر و نہی دونوں مستلزم وجوب ہیں۔ قدما نے اس میں تشقیق نہیں نکالی تھیں۔ علمائے اصول اب بھی قائل ہیں کہ جو حکم بہ صیغہ امر یا بہ صیغہ نہی کلام اللہ میں ہو اور اس میں کوئی خفا نہ ہو ہر حیثیت سے ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہو وہ امر یا وہ نہی مفید وجوب ہے جیسا کہ صاحب منار نے المؤل والظاہر کی بحث میں بیان کیا ہے

اما الظاهر فاسم لكلام ظهر المراد به للسامع	لیکن ظاہر نام ہے اس کلام کا جس سے سننے والے کے لئے

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۴۸ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۸

بصیغتہ وحکمہ وجوب العمل بالذی ظهر منہ علی سبیل القطع والیقین[1]

مطلب ظاہر ہو جائے اسی صیغہ سے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جو مفہوم اس سے ظاہر ہوا اس پر قطعی اور یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

کلام اللہ میں بیشتر ایسی آیتیں ہیں جن کا مدلول ظاہر ہے، کنایات و استعارات و تشبیہات کے سہارے ان کے مفہوم میں تبدیلی نہیں پیدا کیجا سکتی، انہیں آیتوں سے احکام مستنبط ہوتے ہیں، اصطلاح قرآن میں انہیں آیات محکمات کہتے ہیں۔

واخر متشبھات، دوسری متشابہ آیتیں وہ ہیں جن میں بدیں وجہ جیسے تاویل طلب الفاظ آئے ہیں ایسی آیتیں استنباط احکام کے کام میں نہیں لائی جاتیں۔ برخلاف اس کے وہ تمام آیتیں جن پر فرائض مذکورہ مبنی ہیں محکمات سے ہیں مثلاً کونوا مع الصادقین، فتوکل علی اللہ، فاذکروا اللہ، کیا سامع ان آیتوں کے ظاہری مفہوم کے سوا اور کچھ سمجھ سکتا ہے؟

اصول فقہ کی کتابوں میں امر کی متعدد قسمیں بیان کی گئی ہیں، صاحب نور الانوار نے امر کی بحث میں یہ لکھا ہے

الامر یستعمل لستۃ عشر معنی کالوجوب والاباحۃ والندب والتھدید والتعجیز والارشاد والتسخیر وغیر ذلک[2]

امر سولہ[16] معنی کے واسطے مستعمل ہوتا ہے جیسے کہ وجوب اور ندب اور اباحت اور تہدید اور تعجیز اور ارشاد اور تسخیر وغیرہ۔

صاحب قمر الاقمار نے مذکورہ عبارت پر جو حاشیہ[3] لکھا ہے اس میں امر کے پندرہ معنی کی توضیح آیات قرآنی سے کی ہے اور ایک معنی کی توضیح میں حدیث نبوی پیش کی ہے۔ ذیل میں امر کی مختلف قسمیں درج کر کے ہر ایک کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

(۱) **الوجوب**۔ واقیموا الصلوٰۃ (اور قائم کرو نماز کو)

نماز کا قائم کرنا ایک امر دینی ہے جس کا تعلق عبادت سے ہے، اسی طرح جس امر دینی کے لئے بصیغہ امر حکم دیا جائے اس پر عمل کرنا بھی فرض ہوگا۔

(۲) **الاباحۃ**۔ یا ایھا الذین آمنوا

اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی، اور نہ حرمت

[1] نور الانوار (طبع مطبع مصطفائی ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۷۰ [3] قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار (طبع مطبع مصطفائی) صفحہ ۲۱

[2] 〃 〃 〃 〃 ۲۱

لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدى ولا القلائد ولا آمين البيت الحرام يبتغون فضلا من ربهم ورضوانا وإذا حللتم فاصطادوا (المائدہ ع)

والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں، اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں اور جب تم احرام سے باہر آؤ تو شکار کرو

"جب تم احرام سے باہر آؤ تو شکار کرو"۔ یہاں شکار کرو سے شکار کرنے کی اباحت معنی لینے والوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا احرام سے قبل شکار کی ممانعت ہے؟ اگر احرام سے قبل بھی شکار کی اجازت ہے تو احرام کے بعد شکار کی اجازت کی تخصیص کس لئے؟ تمام آیت پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں شکار کی اجازت نہیں دے رہا ہے بلکہ اس امر کی تاکید فرما رہا ہے کہ حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے اور اس کا ترک فرض ہے۔

(۳) الندب۔ فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیرا (النور ع۴)

ان کو مکاتب بنایا کرو اگر ان میں بہتری پاؤ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکاتب بنانے کے لئے ایک شرط بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ ان میں یعنی غلاموں میں بہتری پائی جائے۔ جب شرط یعنی بہتری موجود ہو تو اس کی جزا یعنی مکاتب بنانا واجب ہو جاتا ہے۔ امام جصاص نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

روی عن عطا قال ما اراه الا واجبا وهو قول عمرو بن دینار[1]

عطا سے روایت کی گئی ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں اس کو مگر واجب اور یہ عمرو بن دینار کا قول ہے۔

(۴) التهدید۔ اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصیر (حٰم السجدہ ع۵)

جو چاہے کر لو تحقیق کہ وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ جو چاہے کر لو اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ برے اعمال کا ترک کرنا اور نیک اعمال کا اختیار کرنا ان پر واجب ہے، اور اگر وہ اس طرح نہ کریں گے تو ان کا عذاب میں مبتلا ہونا لازمی ہے۔

[1] احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثالث صفحہ ۳۲۱

(۵) التسخیر۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین (البقرۃ ع) | اور تم جانتے ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تجاوز کیا یوم ہفتہ کے باب میں سو ہم نے کہدیا کہ تم بندر ذلیل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے یوم سبت کے بارے میں تجاوز کرنے والوں سے کہا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ گزشتہ زمانے میں جو حکم دیا گیا تھا اس کی یہاں صرف خبر دی گئی ہے اس کے باوجود صیغۂ امر میں وجوب مضمر تھا یعنی اللہ کے حکم کی بنا پر ان کا بندر ہونا واجب ہو گیا اور وہ مسخ ہو گئے۔

(۶) الارشاد۔ واشھدوا ذوی عدل منکم (الطلاق ع) | اور گواہ بنالو دو صاحب عدل کو آپس میں سے

اس آیت سے ثابت ہے کہ گواہوں کا صاحب عدل یعنی عادل ہونا واجب ہے

(۷) التعجیز۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (البقرۃ ع۳) | اگر تم شک میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی ہے تو لے آؤ اس کے جیسی ایک سورت۔

یہ آیت ہماری بحث سے متعلق نہیں ہے، ہم تو ان آیتوں کے باب میں گفتگو کر رہے ہیں جن میں مسلمانوں کو کوئی خاص حکم دیا گیا ہے، یہاں تخاطب کفار سے ہے، اس کے باوجود اس میں وجوب ثابت ہے یعنی کلام اللہ میں شک نہ رکھنا واجب ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو اس پر واجب ہوگا کہ کلام اللہ کی جیسی سورتیں ہیں ویسی ہی کم از کم ایک سورت تو پیش کردے۔

(۸) الامتنان۔ کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن (الانعام ع) | جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو صاف بتا رہا ہے کہ کھانے میں بھی دوسرے امور کی طرح شیطان کی پیروی نہ کی جائے یعنی جو کچھ کھایا جائے اس کا حلال ہونا واجب ہے۔ یہاں امتنان نہیں ہے بلکہ حلال کا وجوب ہے صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے

بخورید از انچہ روزی داد خدای وحلال کرد بر شما[1] | کھاؤ اس میں سے جو کچھ کہ خدا نے تمہیں روزی دی اور تمہارے لئے حلال کیا

جو لوگ کلوا میں امر امتنانی ہونے کے قائل ہیں ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے کیا مسلمان رزق الٰہی سے متمتع نہیں ہوتے تھے اور اگر ہوتے تھے تو پھر اب کھاؤ کہنے کے کیا معنی؟

[1] تفسیر حسینی (طبع نولکشور ۱۳۱۳ھ) جلد اول صفحہ ۱۷۵

آیت میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی پیروی سے منع فرما رہا ہے تاکہ اس کی پیروی میں حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

(۹) الاکرام۔ ان المتقین فی جنت وعیون ادخلوھا بسلم اٰمنین (الحجر ع)	بیشک متقین باغوں اور چشموں میں ہونگے کہینگے ان کو سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہو

اس آیت میں آئندہ کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ متقین باغوں اور چشموں میں ہونگے اور انہیں کہا جائیگا کہ باغوں اور نہروں میں امن کے ساتھ داخل ہو۔ اس میں بھی وجوب پوشیدہ ہے یعنی جب متقین کو باغوں میں داخل ہونے کے لئے کہا جائیگا تو باغوں میں داخل ہونا ان پر واجب ہو جائیگا اور وہ داخل ہو جائیں گے "مستحب سمجھ کر ترک نہ کر سکیں گے۔ دوسرے یہ کہ "بسلم اٰمنین" سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امن اور سلامتی سے داخل ہونا متقین پر واجب ہے۔

(۱۰) التسویہ۔ اصلوھا فاصبروا اولا تصبروا سواء علیکم انما تجزون ماکنتم تعملون (الطور ع)	اس میں داخل ہو پس صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تمہارے لئے جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائیگا۔

اس آیت میں آئندہ کے متعلق خبر دی گئی ہے یہاں کافروں کے صبر کرنے اور نہ کرنے کو برابر قرار دینا مقصود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ کافروں کا دوزخ کی آگ میں جانا ناگزیر ہے خواہ وہ اس پر صبر کر سکیں یا نہ کر سکیں۔ جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا یہاں کافروں سے تخاطب ہے اور یہ آیت ہماری بحث سے متعلق نہیں کیونکہ ہماری بحث تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو کوئی حکم بصیغۂ امر دیتا ہے تو اس پر عمل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

(۱۱) الدعا۔ ربنا اغفر لی (ابراھیم ع)	اے ہم سب کے پروردگار تو مجھے بخش دے

یہاں بھی گزشتہ زمانہ کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مغفرت کیلئے دعا کی ہے۔ یوں بھی یہ آیت ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے کیونکہ ہم ان آیتوں سے بحث کر رہے ہیں جن میں پروردگار مسلمانوں کو کسی خاص کام کے لئے بصیغۂ امر حکم دیتا ہے اور یہاں ایک نبی پروردگار کی

بارگاہ میں عرض کر رہا ہے۔

(۱۲) التمنی۔ ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک قال انکم ماکثون (زخرف ع ۷)	اور پکارینگے اے مالک چاہیے کہ تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے۔ پر، وہ جواب دیگا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہوگے۔

اس آیت میں بھی آئندہ کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ دوزخی یوں کہینگے اور فرشتہ انہیں یوں جواب دیگا۔ فرشتہ کے جواب سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا دوزخ میں رہنا ناگزیر ہے۔

(۱۳) الاحتقار۔ قال لھم موسیٰ القوا ما انتم ملقون (یونس ع ۸)	کہا ان ساحروں سے موسیٰ علیہ السلام نے ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو۔

اس آیت میں بھی گزشتہ زمانہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں کو مخاطب کر کے یوں فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ساحروں کے سحر کا باطل اور بے اثر ہونا ناگزیر ہے اور مومنین مخلصین پر بجائے خود مستقیم رہنا کسی شعبدہ سے متاثر نہ ہونا اور بربنائے قوت ایمانی اس کا مقابلہ کرنا واجب ہے اور انہیں یہی کرنا چاہیے۔

(۱۴) التکوین۔ انما قولنا لشیٔ اذا اردنٰہ ان نقول لہ کن فیکون (النحل ع ۵)	ہم جس چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کو یہ کہتے ہیں کہ تو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

اس آیت سے امر الٰہی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز سے کہتا ہے کہ ہو جا تو اس کا ہو جانا واجب ہو جاتا ہے اور وہ ہو جاتی ہے' ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کسی کام کا حکم بصیغہ امر دے تو اس پر عمل کرنا فرض ہو جائیگا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا (اللہ کو بہت یاد کرو) کیا کوئی اس امر وجوبی کو مستحب قرار دے کر اس سے بچ سکتا ہے؟

(۱۵) التادیب۔ قولہ علیہ السلام لابن عباس رضی اللہ عنہما کل مما یلیک	نبی علیہ السلام کا ارشاد ابن عباسؓ سے "کھاؤ جو تیرے نزدیک ہے۔"

صاحب قمر الاقمار نے امر ندبی کی توضیح کے لئے آیت کی جگہ حدیث نبوی[1] پیش کی ہے۔ عرب ایک ہی برتن میں مل کر کھانا کھاتے تھے' یہ دینی امر نہیں ہے بلکہ ایک معاشرتی فعل ہے' رسول اللہ صلعم کے ارشاد

[1] حاشیہ نور الانوار طبع مصطفائی ۱۲۹۳ھ صفحہ ۲۱

"کھاؤ جو تیرے نزدیک ہے" میں بھی وجوب پایا جاتا ہے یعنی مل کر کھانا کھانے والے پر اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے واجب ہے کہ اپنے نزدیک جو کھانا ہے وہی کھائے دوسروں کے سامنے سے لے کر نہ کھائے۔

(۱۶) الاھانۃ۔ ذق انک انت العزیز الکریم | چکھ تو بڑا معزز و مکرم ہے

اس آیت کا تعلق بھی اخبار سے ہے یعنی دوزخ میں دوزخی سے کہا جائیگا کہ یہ عذاب دوزخ چکھ اور چکھنا اس کے لئے ناگزیر ہوگا۔ امر کے مختلف معنی کی ہم نے جو توضیح کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اصول فقہ میں صرف امر کے صیغہ کو پیش نظر رکھ کر مختلف نام دے گئے ہیں۔ تمام آیت کے معنی پر غور کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی کہ آخر خداوند تعالیٰ کیا بیان کرنا چاہتا ہے۔

مذکورہ بالا آیتوں میں سے بعض میں آئندہ و گزشتہ کی خبر دی گئی ہے۔ بعض میں صرف کافروں سے تخاطب ہے۔ بعض میں مسلمانوں کو مختلف احکام دے گئے ہیں، ان میں صرف صلوۃ سے متعلق وجوب تسلیم کیا گیا ہے حالانکہ دوسرے امور میں بھی وجوب ثابت ہے۔

جہاں اصول فقہ کے مطابق بہ ظاہر امر اباحی معلوم ہوتا ہے وہاں صاحب کشاف نے بھی وجوب بیان کیا ہے آیہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء (نکاح کرو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہو) کی تفسیر میں یہ لکھا ہے "ما حل لکم من النساء ولا تنکحوا ما حرم المحرمات"[۱] یعنی نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہارے لئے حلال ہیں اور حرام عورتوں کا[۲] قصد نہ کرو۔ اس لحاظ سے امر اباحی، امر ندبی وغیرہ کے ذیل میں جہاں ہم نے وجوب کا ہونا بیان کیا ہے کوئی نئی بات نہ ہوئی۔

اصول فقہ میں امر کی جو تقسیم ہے اس کو مان بھی لیں تو ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ آیہ کونوا مع الصادقین، فاذکروا اللہ قیاما وقعودا، تبتل الیہ تبتیلا، فتوکل علی اللہ میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس کی وجہ سے ان آیتوں میں صیغۂ امر کو وجوبی کے سوا امر کے بقیہ پندرہ معنی میں سے کسی ایک پر بھی محمول کیا جا سکے۔ کونوا مع الصادقین وغیرہ میں صیغۂ امر ایسا ہی ہے جیسا کہ اقیموا الصلوۃ میں۔

یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کے لئے آفت یا عذاب دردناک ہے۔

[۱] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۲۶۵ [۲] کے پیچھے نہ پھرو یا در پے نہ ہو۔

لاتجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم (النور ع ۹)

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو بلاتا ہے تحقیق اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں سے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت یا دردناک عذاب نازل ہو جائے

صحبت صادقین ذکر دوام وغیرہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے مہدویوں کے ہاں فرض ہو اور دوسروں کے ہاں فرض نہ ہو تو اس سے نسخ شریعت لازم نہیں آتا۔ اس قسم کا اختلاف مختلف مذاہب میں نہایت متعارف ہے مثال کے لئے صلوۃ عیدین کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے

صلوۃ عیدین فرض است بر قول امام ابوحنیفہ مثل جمعہ و در روایتے واجب است و تسمیہ او بہ سنت از جہت ثبوت او بہ سنت است نہ بکتاب و نزد صاحبیہ سنت است و نزد شافعی نفل است و گرد انیدہ اند او را افضل نوافل و در قولے سنت موکدہ است و مالک گفتہ است کہ سنت واجبہ است و شاید کہ وجوب بمعنی تاکد است و احتمال دارد کہ مراد چیزے باشد کہ در مذہب ابوحنیفہ گفتہ شد و مشہور نزد امام احمد فرض عین است چنانکہ مذہب ابوحنیفہ است و صحیح نزد وے فرض کفایت است مثل صلوۃ جنازہ و جہاد و در روایتے از ابوحنیفہ نیز ہمچنین آمدہ[1]

صلوۃ عیدین فرض ہے امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق مثل نماز جمعہ کے اور ایک روایت میں واجب ہے اور جو اسے سنت کہا جاتا تو اس کا ثبوت سنت سے ہونے کی وجہ ہے نہ کہ کتاب سے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک نفل ہے اور اس کو افضل نوافل بھی قرار دیا ہے اور بقولے سنت موکدہ ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ سنت واجبہ ہے اور شاید وجوب تاکید کے معنی میں ہے اور اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہو جو ابوحنیفہ کے مذہب میں بیان کی گئی اور مشہور یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک فرض عین ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور صحیح ان کے نزدیک فرض کفایہ ہے مثل نماز جنازہ اور جہاد کے اور ایک روایت میں ابوحنیفہ سے بھی ایسا ہی آیا ہے

اس سے ظاہر ہے کہ صلوۃ عیدین کو فرض عین، فرض کفایہ، واجب، سنت، سنت موکدہ، نفل، افضل النوافل سب کچھ کہا گیا۔ اسی پر وضو، ترتیب افعال وضو، نیز دوسرے مسائل دین کے اختلافات کا قیاس کر لو۔

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۵۹۷

اگر یہ کہا جائے کہ مذکورہ صدر فرائض کا فرض ہونا عصر اول میں ثابت نہیں ہے تو جواباً کہا جائیگا کہ اس کی اصل یعنی کلام اللہ موجود ہے اور کلام اللہ کا ذریعۂ بیان اس کی فرضیت اور وجوب کو ثابت کرتا ہے ۔ یوں بھی بعض آیتیں ایسی ملینگی جن کے باب میں رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت مروی نہیں ہے اس کے باوجود علماء نے اس سے احکام استنباط کئے ہیں (ملاحظہ ہو مدارج الابصار صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱) امام جصاص نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے

قال عمر ایضا ان آیۃ الربا من آخر ما نزل من القرآن وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبض قبل ان بینہ لنا الی آخرہ[1]

حضرت عمرؓ نے کہا کہ آیت ربا قرآن کریم کی آیتوں میں سب کے بعد نازل ہوئی اور رسول اللہ صلعم قبل اس کے کہ ہم سے اس کا مطلب بیان فرمائیں واصل بحق ہوگئے ۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ربا کا مطلب بیان نہیں فرمایا ، برخلاف اس کے فرائض مذکورہ یعنی صحبت صادقین ، ہجرت ، توکل ، ذکراللہ وغیرہ سے متعلق بکثرت روایتیں پائی جاتی ہیں ۔

مضمضہ اور استنشاق بعضوں کے ہاں فرض ہے کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ عصر اول میں انکی فرضیت ثابت تھی ۔ یہی حالت نماز وتر کی ہے بعض نے اس کو فرض تسلیم کیا ہے بعض نے نہیں ۔ غرض اختلاف مسائل نسخ شریعت نہیں ہے ۔

مخالفین مہدویہ کو مہدویت میں جب کوئی امر اسلام کے خلاف نہیں مل سکا تو ہجرت ، صحبت صادقین ، توکل وغیرہ[2] کی فرضیت کو پیش کرتے ہیں اور ادعا کرتے ہیں کہ یہ نسخ شریعت ہے حالانکہ یہ فرائض کلام اللہ کے صریح احکام پر مبنی ہیں ۔ اب رہی ان فرائض کی نسبت تو قدیم ترین کتب مہدویہ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بامر اللہ وبحکم کتاب اللہ ان کا فرض ہونا بیان فرمایا ہے ۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے بلاواسطہ حضرت مہدی علیہ السلام سے روایت فرمائی ہے ' عقیدۂ شریفہ کی ابتدا میں لکھتے ہیں

المقصود بندہ سید خوندمیر بن سید موسیٰ عرف چھجو[3] ...

مقصود یہ کہ بندہ سید خوندمیر ابن سید موسیٰ عرف چھجو نے

---

[1] احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ) الجزء الاول صفحہ ۴۶۴ ۔ [2] یہ فرائض قوم مہدویہ میں فرائض ولایت کے نام سے مشہور ہیں فرائض ولایت کہنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ احکام قرب باری حاصل کرنے کے خاص اسباب ہیں ۔ صاحب شرح عقیدہ (مطبوعہ) نے بیان کیا کہ بعض نے پانچ فرائض ، بعض نے چھ اور بعض نے دس فرائض لکھے ہیں ۔ یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ بعض نے فروع کو الگ لکھ کر احکام میں وضاحت کردی اور بعض نے صرف اصول کو لے لیا (صفحہ ۸۹) [3] صاحب شرح عقیدہ (مطبوعہ) نے لکھا ہے کہ چھجو اصل میں شجاع الملک تھا ۔

احکام از زبان سید محمد مہدی علیہ السلام شنیدہ است

یہ احکام حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کی زبان سے سنے ہیں

عقیدہ شریفہ کے آخر میں کہتے ہیں

معلوم باد کہ این احکام کہ مذکور است از اول تا آخر وقت رحلت آن ذات ما ولم کہ این بندہ در صحبت وے بود در ہیچ حکم از آن احکام تفاوت نیافتم[1]

معلوم ہو کہ ان احکام میں سے جو ذکر کئے گئے ہیں شروع سے آنحضرت کی رحلت کے وقت تک جب تک کہ بندہ آپ کی صحبت میں تھا کسی حکم میں فرق نہیں پایا۔

ان فرائض پر تمام مہاجرین کا اتفاق ہے میاں سید حسین نے عقیدہ شریفہ کی شرح میں یہ لکھا ہے

الغرض بر صحت احکام محکمات کہ در عقیدہ بندگی میاں وارد اند اتفاق ہمہ مہاجران شدہ است و ہیچ یکی از اینہا اختلاف نکردہ اند

الغرض بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے عقیدہ شریفہ میں جو احکام محکمات درج ہیں ان کی صحت پر تمام مہاجرین کا اتفاق ہے اور ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔

حاصل یہ کہ فرائض مذکورہ جیسا کہ امام مہدی موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے بحکم کتاب اللہ ثابت ہیں۔

[1] نیافتیم

باب ہفتم

مہدوی مذہب کی تبلیغ و اشاعت

مہدوی مذہب اور اعتدال اس سے قبل صفحہ ۹۶ و ۹۷ پر اس امر کی توضیح کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے دین کے تین ارکان بیان فرمائے ہیں۔ ایمان، اسلام اور احسان۔ بعض فرقوں نے صرف ایمان و اسلام پر توجہ کی وہ بھی رسوم، عادات اور بدعات کے ساتھ مگر احسان سے بے خبر رہے۔ ایمان و اسلام کی تعلیم احسان کے بغیر قالب بے جان ہے بعض جماعتوں نے احسان کو جو حدیث کا لفظ ہے چھوڑ دیا اور لفظ تصوف وضع کر کے اس میں اس قدر محو ہوئے کہ اسلام کی اہمیت سے غافل ہو گئے۔ غرض کوئی افراط میں ہے تو کوئی تفریط میں۔ جادۂ اعتدال یہ ہے کہ ایمان، اسلام اور احسان ہر ایک پر کما حقہٗ عمل کیا جائے۔

احسان کے معنی رسول اللہ صلعم نے یہ بیان فرمائے ہیں "اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے لیکن اگر تو دیکھ نہ سکے (تو یہ سمجھ) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔ اثبات فرائض کے ذیل میں (صفحہ ۱۸۹ پر) کلام اللہ کے حوالے سے ہم نے اس کی توضیح کی ہے کہ جو طالب دیدار الٰہی نہ ہو اس کی سزا آتش دوزخ ہے لہذا طلب دیدار الٰہی فرض ہوئی۔ حاصل یہ کہ مہدوی مذہب میں ایمان اور اسلام (جو رسوم عادات و بدعات سے پاک ہو) کی طرح احسان بھی فرض ہے اور یہی اعتدال ہے، مہدویت کی تبلیغ سے قبل عالم اسلام اس اعتدال سے روشناس نہیں تھا، یہی وجہ تھی کہ حکومت کی سرپرستی یا حکومت کی پناہ کے بغیر مہدوی مذہب کی کافی تبلیغ و اشاعت ہوئی اور اس زمانہ کے جلیل القدر علما، اہل اللہ، سلاطین، امرا، وزرا، سپہ سالار، سپاہی، عامی غرض ہر طبقہ کے افراد نے اس مذہب کو قبول کیا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔

عبد اللہ محمد بن عمر مکی نے ظفر الوالہ[1] "تاریخ گجرات" میں مہدوی مذہب کی اشاعت کے بابت میں یہ لکھا ہے:

---

[1] کتاب ظفر الوالہ کے مقدمہ میں مسٹر ڈینیسن راس نے جلد اول صفحہ ۷ پر یہ بیان کیا ہے کہ عبد اللہ محمد بن عمر مکی سنہ ۹۴۶ھ ۱۵۴۰ء یعنی میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۵۵۰ء یعنی سنہ ۹۵۷ھ میں اپنے باپ کے ساتھ گجرات آیا۔ احمد آباد میں الغ خاں حبشی کی حکومت تھی اور وہ الغ خاں گجراتی کے ہاں ملازم ہوا

ولم تخل جهة فی الهند منهم واستمالوا الکثیر من اهلها ولم اتل تبعهم جهالها بل جاز تلبیسهم حتی علی عقالها ولما فشاء مذهبهم قال به الامراء والعسکر وبین شوکتهم وتجردوا لنصرة مذهبهم[1]	ان سے یعنی مہدویوں سے ہندوستان کی کوئی جہت اور کوئی سمت خالی نہیں ہے ہندوستان کے اکثر لوگوں کو انہوں نے اپنی طرف مائل کر لیا ان کے متبعین جاہل ہی نہیں تھے بلکہ ان کا فریب عاقلوں پر بھی چل گیا اور جب ان کا مذہب ظاہر ہوا تو امرا اور لشکر نے اس کو قبول کیا اور یہ اپنے مذہب کی نصرت کے لئے آمادہ ہوگئے۔

اسی طرح حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں لکھا ہے تبعہ جم غفیر من العوام ثم تسلسل الی الخواص[2] یعنی عوام کے ایک جم غفیر نے آپ کی پیروی کی اور یہ سلسلہ خاص خاص لوگوں تک بھی جاری ہوگیا۔

مہدویوں کے ایثار نفس کا اس طرح ذکر کیا ہے

وکان الواحد منهم فی نصرة مذهبهم یقوم مقام الجمع ویری بذل نفسه قربة یتمثل المهلکة والابالی وکانوا کالاسماعیلیة الفداویة[3]	مہدویوں میں کا ہر شخص اپنے مذہب کی نصرت میں ایک جماعت کا قائم مقام تھا اور اپنی جان دینے کو خدا کے قرب کا سبب سمجھتا تھا مہلکوں میں ور آتا تھا اور پروا نہیں کرتا تھا اور یہ لوگ اسمٰعیلی فدائیوں کے جیسے تھے۔

ابن عمر مکی کا مہدویوں کو فدائیوں سے تشبیہ دینا صحیح نہیں اس لئے کہ فدائی اسلام کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے اور مہدوی عصر اوّل کے اسلام کا احیاء‘ دوسرے یہ کہ فدائی ٹھگوں کی طرح چوری چھپے سے اکابر اسلام کو قتل کرتے تھے اور اقدام فدائیوں کی طرف سے تھا‘ برخلاف اس کے مہدویوں نے ہمیشہ مدافعت کی۔ علما جب دلیل و حجت سے مہدویوں کی تبلیغ کو روک نہیں سکتے تھے تو یہ فتوے دیتے تھے کہ مہدویوں کا قتل کرنا حلال ہے اور یہ قتل کئے جاتے‘ مہدوی بھی بہ فحوائے آیہ جزاء سیئة سیئة مثلها (برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے) اس کا جواب دینے پر مجبور تھے۔ شیخ علی نے رسالۃ الرد میں اور عبد اللہ محمد ابن عمر مکی نے ظفر الوالہ میں یہ لکھا ہے کہ مہدوی علما کو قتل کراتے تھے اور عبد القادر العیدروس نے النور السافر میں ”المهدویة القتالة[4]“ (بڑے قاتل مہدوی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور اس

[1] ظفر الوالہ بمظفر وآلہ جلد اول صفحہ ۳۵ [2] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۶ [3] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۵
[4] النور السافر عن اخبار القرن العاشر (قلمی) حصہ دوم ورق ۸۸ (تراجم عربی نمبر ۲۰۶ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن)

بات پر کوئی غور نہیں کرتا کہ مہدویوں کے قتل کو حلال قرار دینے والے بھی علما تھے مثلاً شیخ علی مولف کنز العمال کے استاد ابن حجر الہیتمی نے الفتاوی الحدیثیہ میں مہدویوں کے باب میں یہ فتویٰ دیا ہے

وقد قال الغزالی رحمه الله تعالی فی نحو هؤلاء الفرقة ان قتل الواحد منهم افضل من قتل مائة کافر[1]	امام غزالی نے ایسے ہی فرقہ کے باب میں لکھا ہے کہ ان میں سے ایک شخص کو قتل کرنا سو کافروں کو قتل کرنے سے افضل ہے۔

خود شیخ علی نے رسالہ الرد میں لکھا ہے کہ مہدویوں کے ساتھ جہاد کرنا کافروں کے ساتھ جہاد کرنے سے افضل ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۴۰) پس مہدویوں کا عمل مدافعت ہوگا اقدام نہیں۔

ابن عمر مکی کی عبارت جو اس سے قبل نقل کی گئی ہے اس سے تین امور ثابت ہوتے ہیں' ایک یہ کہ مہدوی مذہب ہندوستان کے ہر صوبہ میں پھیل گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہر مہدوی جانبازی میں ایک ایک جماعت کے برابر تھا' واضح ہو کہ یہ قول ایک عرب کا ہے کسی ہندوستانی کا نہیں۔ حضرت سید شاہ محمد صاحب نے مہدویوں کے عمل کو اس طرح بیان کیا ہے "مرنے کا کہاں غم ہے بلکہ ہمارے ہاں دستور ہے کہ اپنے اقربا کی شہادت کی خبر پاتے ہیں مبارکبادیاں اور خوشیاں مناتے ہیں اور شیرنی بٹواتے ہیں"[2] تیسرے یہ کہ مہدوی مذہب قبول کرنے والے امرا بھی تھے سپاہی بھی تھے' جاہل بھی تھے' عاقل بھی تھے۔ حاصل یہ کہ ایک پردیسی مخالف کے قول سے بھی عقلا اور امرا کا مہدوی مذہب اختیار کرنا ثابت ہوتا ہے۔

صاحب تحفۃ الکرام نے بیان کیا ہے کہ بہت سے اہل اللہ بھی اس مذہب میں داخل ہوگئے تھے امام مہدی علیہ السلام کے احوال میں لکھا ہے "بسا اہل اللہ بہ نسبت مریدیش رسیدند بہ انچہ رسیدند"[3] یعنی بہت سے اہل اللہ نے آپ کی مریدی کی نسبت سے وہ درجہ حاصل کیا جو انہیں حاصل کرنا تھا۔ اسی طرح مولوی ابو الکلام آزاد نے تذکرہ میں کہا ہے "سید موصوف کے انتقال کے بعد ان کی جماعت اور زیادہ پھیلی پھولی اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں داخل ہوگئے"[4] خواجہ محمد عباد اللہ اختر امرتسری نے لکھا ہے "فرقہ مہدویہ ہندوستان میں ایک زمانہ تک زوروں پر رہا اور ان میں ایسے ایسے اولوالعزم لوگ گزرے ہیں جن کا تذکرہ تاریخ میں کیا جاتا ہے"[5] جہاں جہاں مہدوی مذہب کی تبلیغ و اشاعت ہوئی ہے اس کی تفصیل مع حوالوں کے ذیل میں دی جاتی ہے

[1] الفتاوی الحدیثیہ (طبع مصر) صفحہ ۳۷ [2] ختم المہدی (طبع بنگلور) صفحہ ۴۲ [3] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد دوم صفحہ ۲۹
[4] تذکرہ صفحہ ۴۱ [5] مشاہیر اسلام (طبع لاہور ۱۳۳۶ھ) صفحہ ۱۸۹

بنگالہ تا ترکستان

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کا حال اس سے قبل ہم نے مہدوی مبلغین کے ذیل میں ملا عبدالقادر بدایونی اور پرو فیسر محمود شیرانی کے حوالہ سے بیان کیا ہے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ اکبر کے حکم کی بنا پر آصف خاں ثانی میر بخشی انہیں اجمیر لایا' اس کے بعد بیانہ شیخ پور گئے۔ یہ بحث مباحثہ جیسا کہ صاحب اسامی مصدقین نے لکھا ہے ڈیڑھ سال تک رہا۔ رسالہ اسامی مصدقین کی عبارت یہ ہے "آخر الامر در بحث مہدیت امام علیہ السلام نصرہ اللہ تعالیٰ علی جمیع علمار عساکر بادشاہ جلال الدین کما مشہور کہ تا ہژدہ ماہ مباحثہ شد" یعنی آخر کار جلال الدین اکبر بادشاہ کے عساکر کے تمام علما کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کی مہدیت کی بحث جیسا کہ مشہور رہے اٹھارہ ماہ رہی' اللہ نے ان کو تمام علمائے عساکر پر نصرت عطا فرمائی۔ اس مباحثہ کی صرف دو مجلسوں کی روئداد خود میاں شیخ مصطفیٰ نے مرتب کی ہے جو متداول ہے۔ صاحب اسامی مصدقین نے لکھا ہے" از آن دو مجلس کہ در قلم آمدہ اند دال بر بواقی حالات ایشان اند" یعنی ان مجلسوں میں سے صرف دو مجلسوں کی روئداد جو لکھی گئی ہے ان کے باقی حالات پر دلالت کرتی ہے لیکن مطبوعہ تحقیقات اکبری (یعنی مجالس بحث میاں شیخ مصطفیٰ) میں پانچ مجلسوں کا ذکر ہے مجلس اول کی روئداد میں میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے مناظرہ کے وقت علمائے مخالف کا قول الزام دینے کے لئے اس طرح دہرایا ہے

این زمان مارا می گفتید کہ شومی اضلال شما تا گور و پورب رفتہ است در آنجا ہزاران ہستند کہ بہ تقلید شما این عقیدہ را قبول کردہ اند[1]	ابھی تم کہتے تھے کہ تمہاری گمراہی کی شومی گور اور پورب تک پہنچ گئی ہے اور اس جگہ ہزاروں ایسے ہیں جنہوں نے تمہاری تقلید میں یہی عقیدہ قبول کیا ہے۔

گوڑ علاقہ بنگالہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدوی مذہب گور دارالملک بنگال تک پہونچ گیا تھا اور یہ بعید از قیاس نہیں اس لئے کہ سلطان حسین شرقی اور ان کی جماعت امام مہدی علیہ السلام کی بڑی معتقد تھی' ممکن ہے اسی سلسلہ کے لوگ ہوں یا دوسرے تابع حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہو۔ سلطان حسین شرقی کا جونپور سے بنگالہ جانا اس سے قبل جونپور نامہ کے حوالہ سے مذکور ہو چکا (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵' ۱۶) شارح مخزن الدلائل نے حدیث یملأ الارض کے ذیل میں یہ لکھا ہے " فی الواقعہ ایمان آرندگان مہران علیہ السلام

[1] تحقیقات اکبری (مطبوعہ) مجلس اول صفحہ ۹

از ہر دیار واز ہر ملک بودند۔ چنانچہ از ملک پورب و گور، مالوہ و گجرات و خاندیس و برار و دکھن و عرب و سند و خراسان و ہمچنان اہل بسیار دیاند“۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں اہل گوڑ بھی ہیں۔

بہار | سلیم شاہ کے حکم کی بنا پر شیخ علائی شیخ بڈہ طبیب کے ہاں بہار بھیجے گئے تھے، اس کا ذکر مہدوی مبلغین کے ذیل میں ہو چکا (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۹) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہار میں بھی مہدوی مذہب کی تبلیغ ہوئی ہے۔

جونپور | ل۔ رشیدیہ مناظرہ کی مشہور کتاب ہے، اس کے مصنف دیوان رشید مصطفیٰ شاہ جہاں کے معاصر ہیں ان کا یہ شعر متولیان خانقاہ رشیدیہ (واقع جونپور) کے زبان زد ہے۔

بارآست در مہدی وتاں در بدرانید
ما مہدویانیم شما مدعیانید

ب۔ صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں مہدویوں کے بارے میں یہ لکھا ہے ”جمعے را کہ براین عقیدہ بودند بادلہاے بریان وچشمان گریان یافتم“ یعنی اس عقیدہ کی ایک جماعت کو میں نے دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ پایا۔ صاحب جونپور نامہ نے اس بات کی صراحت نہیں کی کہ انہوں نے کہاں کے مہدویوں سے ملاقات کی۔ بہر حال جونپور مہدویت سے بیگانہ نہ تھا۔ صاحب جونپور نامہ نے ”عقائد نامہ سید میراں جیون میاں سید سلام اللہ“ من وعن نقل کیا ہے اور جونپور نامہ شہر جونپور ہی میں لکھا گیا ہے جیسا کہ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے۔ جو رسالہ صاحب جونپور نامہ نے نقل کیا ہے وہ حضرت سید میراں جی عرف سیدو میاں صاحب مرشد الزماں کا رسالہ فرائض ہے، جونپور نامہ کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس کے ۱۴۰ سطری سات صفحوں پر یہ رسالہ مشتمل ہے، واضح ہو کہ مرشد الزماں بندگی میاں سید نصرت مخصوص الزماں کے خلیفہ ہیں جن کا مدفن گلسگور ضلع اطراف بلدہ حیدرآباد دکن ہے اور حضرت سید میراں جی کا مدفن جل گاؤں علاقہ برار ہے اور سال وفات ۱۱۱۷ھ۔ رسالہ فرائض یا تو برار میں لکھا گیا ہوگا یا حیدرآباد میں۔ بہر حال جونپور نامہ کی تصنیف سے ایک سو سال پہلے اس کی تصنیف عمل میں آئی تھی۔

الہ آباد مولف مآثر الامرائے ابوالفتح خاں دکنی کے تذکرہ میں یہ لکھا ہے کہ سید الہداد کے فرزند سید ابوالفتح کو خانخاناں نے مانک پور کا جاگیردار اور الہ آباد کا صوبہ دار مقرر کیا تھا مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے

خانخانان مقدم او را گرامی داشتہ منصب پنج ہزاری تجویز فرمودہ صاحب طبل و نقارہ گردانید پس ازاں بہ تیولداری مانک پور و صوبہ داری الہ آباد مامور گشتہ دراں دیار نامے بہ شجاعت و مردانگی برآوردہ[1]

خانخاناں نے سید ابوالفتح کی تشریف آوری کو عزیز سمجھ کر پانچ ہزاری منصب تجویز کر کے صاحب طبل و نقارہ بنایا اس کے بعد مانک پور کی جاگیرداری اور الہ آباد کی صوبہ داری پر مامور ہو کر شجاعت اور مردانگی میں نام کیا۔

مولف مآثر الامرائے بیان کیا ہے کہ سید ابوالفتح خاں نے سال ہشتم جہانگیری یعنی سنہ ۱۰۲۳ھ میں تہانہ کو تہلیبر میں بیمار ہو کر پور ماندل میں وفات پائی۔ ابوالفتح خاں مہدوی تھے اس لئے مولف مآثر الامرائے ان کے حالات کے ذیل میں مہدوی مذہب کا بھی حال لکھا ہے مگر غلط مثلاً امام مہدی علیہ السلام کی وفات کا سال ۹۶۰ھ لکھا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ اس نے مہدوی مذہب کے ایک مقتدی سے بھی ملاقات کی تھی مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے۔ "مولف این اجزا را بایکی از مقتدایان این طائفہ اتفاق صحبت افتاد"[2] یعنی ان اجزا کے مولف کو اس جماعت کے ایک مقتدی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔

صاحب شواہد الولایت نے بھی باب ۳۴ میں ابوالفتح خان کا ذکر کیا ہے

میاں ابوالفتح کہ (از) امرائے پنج ہزاری حاتم زمان در سخاوت شدہ بودند و اکثر و اغلب لشکر ایشان مصدقان حضرت امام آخر زماں بودند۔

میاں ابوالفتح جو پنج ہزاری امراء تھے سخاوت میں حاتم زماں تھے ان کی اکثر اور اغلب فوج امام آخر زماں کی مصدق تھی۔

جائس علاقہ لکھنو ملک محمد جائسی ہندی کے مشہور شاعر بھی مہدوی تھے صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے

ملک محمد جائسی ..... لقب او محقق ہندی است مرید و خلیفہ شیخ الہداد خلیفہ محمد مہدی است آنچہ از کلام وے مفہوم میگردد ہمین است در کتب خود مدح او بسیار کردہ[3]

ملک محمد جائسی ان کا لقب محقق ہندی ہے محمد مہدی حضرت مہدی علیہ السلام کے خلیفہ شیخ الہداد کے مرید و خلیفہ ہیں ان کے کلام سے جو مفہوم ہوتا ہے یہی ہے اپنی کتابوں میں انکی بہت تعریف کی ہے

[1] مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۱۴۲ [2] مآثر الامرا۔ جلد اول صفحہ ۱۴۵ [3] خزینۃ الاصفیا (طبع مطبع نولکشور) جلد اول صفحہ ۴۲۳

صاحب خزینۃ الاصفیا کے بیان کے مطابق ملک محمد جائسی کا مہدوی ہونا خود ان کی کتابوں سے ثابت ہے۔ لیکن کتاب "ملک محمد جائسی" تصنیف سید کلب مصطفیٰ جو انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے سنہ ۱۹۴۱ء میں شایع کی گئی ہے اس میں ملک محمد جائسی کا مذہب صفحہ ۲۹ پر اور ان کے مذہبی معتقدات صفحہ ۳۱ پر مذکور ہیں مگر ان کی مہدویت پردہ خفا میں رکھی گئی۔

جائسی نے پدماوت میں اپنے مرشدوں کا سلسلہ اس طرح بیان کیا ہے

میر امعشوق سید اشرف اور پیر　　سکھائے اس نے مجھ کو راہ تاثیر

ہیں ان کے شیخ برہاں مرشد و پیر　　جو لائے راہ پر مجھ کو بہ تاثیر
وہ الہداد پیران کے نکو ہیں　　جو دنیاؤں میں روشن سرخرو ہیں
ہوے سید محمد ان کے مخدوم　　کیا صحبت نے کامل نیک مقسوم[۱]

تیسرے شعر میں میاں الہدادؒ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق ملا عبد القادر بدایونی نے نجات الرشید میں بیان کیا ہے کہ شیخ برہان کالپی کو تین دن میں مقرب بارگاہ الہی بنا دیا۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۶۱ پر دیا جا چکا۔

صاحب شجرۂ چشتیہ کے بیان سے بھی ان کا سلسلہ بندگی میاں الہدادؓ سے ملتا ہے۔ خزینۃ الاصفیا میں مذکور ہے۔

صاحب شجرۂ چشتیہ میگوید کہ وے بہ آخر عمر ارادت بخدمت الہداد آورد و در اندک زماں از کاملین وقت شد[۲]	صاحب شجرۂ چشتیہ کا بیان ہے کہ وہ یعنی ملک محمد جائسی اخیر عمر میں الہداد کے مرید ہوے اور تھوڑے ہی زمانہ میں کاملین وقت سے ہو گئے۔

جائسی کی شاعری عرفان کا مخزن مانی گئی ہے یہ سب مہدوی تعلیم کا اثر تھا۔

امیٹھی ملک محمد جائسی نے امیٹھی میں وفات پائی ہے اس لئے ان کے خاندان کا آخر عمر میں جائس سے امیٹھی جانا ثابت ہے۔ گوری سری سرن واستو نے ہندی کے نقش اولین کے عنوان کے ذیل میں جائسی کے متعلق یہ لکھا ہے "امیٹھی کے راجہ نے اس کی بہت قدر کی جائسی نے امیٹھی

۱؎ پدماوت ترجمہ اردو صفحہ ۳۸، ۴۰ (طبع نول کشور سنہ ۱۸۷۳ء) ۲؎ خزینۃ الاصفیا (طبع نول کشور) جلد اول صفحہ ۴۰۳

میں انتقال کیا وہاں اب تک اس کی قبر موجود ہے۔"[۵]

مراد آباد و علاقہ روہیلکھنڈ

سراج الابصار کا ایک نسخہ ہمارے پیش نظر ہے مراد آباد میں لکھا گیا ہے اس کا سال کتابت ۱۱۱۹ھ (بہادر شاہی سکہ) ہے اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "کاتب فقیر حقیر سید خضر ولد سید رستم ابن سید میاں جی مہدوی بخاری سکنہ مراد آباد" فقیر حقیر سید خضر کے الفاظ بتاتے ہیں کہ سید زادہ مذکور وہاں کے مرشدوں میں سے تھے، اس سے وہاں دائرہ مہدویہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے، کاتب نے سراج الابصار کی نقل کی ہے اس سے ان کا صاحب علم و صاحب استعداد ہونا بھی ظاہر ہے۔

رسالہ شردہ آیات مصنفہ میاں عبدالغفور سجاوندی کا ایک نسخہ بھی ہمارے پیش نظر ہے اس کے آخر میں یہ عبارت ہے

"کاتب فقیر حقیر اضعف عباد اللہ سید خضر ولد سید رستم ابن سید میاں مہدوی سکنہ بلدہ مراد آباد متصل حویلی نواب طاہر خان نبسہ نواب رستم خاں دکنی و متصل حویلی شیخ محمد مفتی بتاریخ بست و ششم از شعبان المعظم سنہ ۱۱۲۸ھ و جلوس فرخ شاہی ۵ سنہ"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مراد آباد میں مہدویوں کی حویلیاں تھیں، نواب رستم خان دکنی سید الیاس شرزہ خان بیجاپوری کے بیٹے ہیں جیسا کہ مآثر الامراء میں مذکور ہے (جلد ۲ صفحہ ۵۰۲، ۵۰۴) اور نواب طاہر خاں نواسے ہیں نواب رستم خاں دکنی کے۔ شہر مراد آباد میں دریائے رام گنگا کے کنارے جہاں گورنمنٹ اسکول ہے وہیں نواب رستم خاں کی حویلی تھی اور یہ مشہور ہے کہ رستم خاں کے محلات زیر زمین ہیں۔

سنبھل

صاحب تاریخ سلیمانی نے میاں سید کریم اللہ کے فرزند میراں صاحب میاں کے متعلق یہ لکھا ہے

میراں صاحب میاں نوکر بادشاہ دہلی بودند بایانصد سوار ضلع دار سنبھل مراد آباد یعنی بلاد مذکور در جاگیر و تصرف شان بود و ہم در آن ملک کار آمدند[۶]

میراں صاحب میاں بادشاہ دہلی کے نوکر تھے، پانسو سواروں کے ساتھ سنبھل مراد آباد کے ضلع دار تھے یعنی مذکورہ علاقہ ان کی جاگیر میں تھا اور ان کے قبضہ میں، اسی ملک میں وہ کام آئے۔

اس عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ شاہان دہلی نے بھی مہدویوں کو ذمہ دارانہ خدمت دی تھی۔

[۵] رسالہ اردو (جولائی سنہ ۱۹۲۳ء) صفحہ ۴۱۶ [۶] تاریخ سلیمانی (قلمی) ریاض اول، چمن چہارم، گلشن پنجم

بدایون | یہ بھی مہدویت سے بیگانہ نہیں تھا، ملا عبدالقادر بدایونی نے کتاب نجات الرشید میں مہدویوں کے حالات نہیں لکھے ہیں۔ میر محمد حسین آزاد نے ان کے احوال میں لکھا ہے "وطن میں جا کر ایک کتاب لکھی کہ "نجات الرشید" اس کا تاریخی نام ہے[1] اور یہ ان کی وفات ۱۰۰۴ھ سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے۔
۹۹۹ھ

آگرہ | (ا) میاں شیخ مبارک ناگوری نے برسوں آگرہ میں رہ کر علوم عربیہ کی تعلیم دی، آگرہ میں ان کا قیام ۹۵۰ھ سے ثابت ہے۔ یہ بھی مہدوی تھے اور اس کا ثبوت سلاطین مہدویہ کے ذیل میں دیا جا چکا۔ آگرہ میں مہدوی مذہب کی جو تبلیغ ہوئی ہے اس کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلیم شاہ سوری کے رشتہ دار بھی مہدوی ہو گئے تھے۔

(ب) فرشتہ نے لکھا ہے کہ ملا عبداللہ سلطان پوری نے سلیم شاہ سے یہ کہا "تمام لشکر تو یاو گرویدہ اند چنانچہ خویشاں تو نیز درخفیہ بمذہب او درآمدہ اند"[2] یعنی تیری تمام فوج شیخ علائی کی معتقد ہو گئی ہے چنانچہ تیرے رشتہ دار بھی پوشیدہ طور پر مہدوی ہو گئے ہیں۔

(ج) ملا عبدالقادر بدایونی نے بیان کیا ہے کہ اس نے عبداللہ قندہاری کے ساتھ دریا آگرہ کے اس طرف شیخ بہاء الدین مفتی کے محلہ میں شیخ ابوالفتح گجراتی سے ملاقات کی تھی انہوں نے حدیث "قوم یذکرون اللہ حفتھم الملائکۃ وعلیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فی من عندہ (ایسے لوگ ہوں گے جو ذکر الٰہی کریں گے، فرشتے ان کو گھیرے ہوئے ہوں گے ان کو طمانیت حاصل ہوگی اور اللہ ان کا ان میں ذکر کریگا جو اس کے پاس ہیں) پڑھی اور ذکر کی تلقین کی، بدایونی پر جو اثر ہوا اس نے اس طرح بیان کیا ہے

وچند گاہ چنین بود کہ ہر صدا و ندائے کہ بسمع مرا قراع میکرد ذکر پنداشتم	ایک مدت تک ایسا رہا کہ جو آواز اور ندا میرے کان سے ٹکراتی تھی اس کو میں ذکر سمجھتا تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ تاثیر سلسلہ مہدویہ کی تعلیم کی تھی۔ بدایونی جیسے شخص پر شیخ ابوالفتح کا اس طرح اثر ہوا تو عامۃ الناس پر کیا کچھ اثر نہ ہوتا ہوگا۔ شیخ ابوالفتح گجراتی کے متعلق بدایونی نے یہ بھی لکھا ہے

داماد حضرت سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ العزیز	حضرت سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ العزیز کے داماد ہیں

[1] دربار اکبری (طبع لاہور ۱۸۹۸ء) صفحہ ۲۵۳ [2] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) جلد اول صفحہ ۲۳۲

اما میر را ندیده و این نسبت بعد از رحلت میر واقع شده بسیار صاحب جلال و کمال بوده و بر روش سلسلهٔ مهدویه ثابت قدم و با استقلال بود[1]

لیکن میر کو نہیں دیکھا اور یہ نسبت میر موصوف کی رحلت کے بعد واقع ہوئی شیخ ابو الفتح بڑے صاحب جاہ و جلال اور صاحب کمال تھے سلسلۂ مہدویہ کے طریقہ پر راسخ ثابت قدم اور با استقلال تھے

(د) سلیم شاہ بھی مائل بہ مہدویت تھا اس کو غلط باور نہ کرایا جاتا تو وہ بھی مہدوی ہو جاتا مخدوم الملک نے سلیم شاہ کے خاطر نشین کر دیا تھا کہ شیخ علائی نے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا ہے حالانکہ یہ مہدوی مذہب کے ایک مبلغ تھے' ملا عبد القادر بدایونی کے بیان سے یہی مستفاد ہوتا ہے

سلیم شاہ فریفتۂ بیان و کلام او شدہ گفت کہ تفسیر معانی قرآن میکردہ باشی و پیغام بہ شیخ داد کہ ازین دعوی کہ مہدی موعودی باز آی و آہستہ در گوش من ازین سخن انکار کن کہ من ترا بر قلمرو خویش محتسب الہی میگردانم[2]

سلیم شاہ شیخ علائی کے بیان اور کلام پر فریفتہ ہو گیا اور کہا کہ معانی قرآن کی تفسیر کرتے رہو اور شیخ علائی کو پیام دیا کہ اس دعوے سے کہ میں مہدی موعود ہوں باز آؤ اور آہستہ میرے کان میں اس سے انکار کر دو تاکہ میں تمہیں اپنے قلمرو میں محتسب الہی بنا دوں۔

بیانہ شیخ عبد اللہ نیازی افغان نے بیانہ میں دائرہ مہدویہ قائم کیا تھا' صاحب منتخب التواریخ نے یہ لکھا ہے

چون شیخ سلیم مرتبۂ اول کہ از حج براہ خشکی رفتہ بود تشریف آوردہ رخصت مکہ معظمہ طلبیدہ شیخ طوماری مشتمل بر ذکر مشائخ و اہل اللہ کہ از ولایت عرب و عجم و ہند دیدہ بود نوشتہ داد و در اکثر بلاد سیر کردہ این طبقات مشائخ را دریافت و بہ صحبت یاران میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ کہ دعوی مہدویت کردہ بود بہ گجرات و دکن پیوستہ آخر ہمان طریقہ اختیار کردہ چندگاہے در بیانہ در عہد سلیم شاہ بطریقی کہ سابقاً مذکور گشت در زاویہ خمول و گمنامی بہ بے تعینی و بے تکلفی صرف نمودہ[3]

جب شیخ سلیم خشکی کے راستہ سے حج کر کے پہلے مرتبہ آئے تو شیخ عبد اللہ نیازی افغان نے ان سے مکہ معظمہ جانے کی اجازت چاہی' شیخ نے انہیں ایک طوماری دی جس میں عرب و عجم کے ان اہل اللہ اور مشائخ کا ذکر تھا جن سے شیخ سلیم نے ملاقات کی تھی' شیخ عبد اللہ نیازی افغان اکثر شہروں کی سیر کر کے ان مشائخ سے ملے' گجرات و دکن میں میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ (جنھوں نے مہدیت کا دعوی کیا تھا) کے اصحاب سے مل کر وہی طریقہ اختیار کیا اور کچھ مدت بیانہ میں سلیم شاہ کے زمانہ میں جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہوا گوشۂ گمنامی میں بے تعینی اور بے تکلفی سے بسر کی۔

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۱۷ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۴۰۸ [3] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۴۵

میاں شیخ علائی کی وجہ سے بیانہ مہدوی مذہب کی تبلیغ کا زبردست مرکز ہوگیا تھا اور سینکڑوں آدمی اپنے عزیز و اقربا سے جدا ہو کر دائرہ مہدویہ میں آنے لگے، شیخ علائی کے احوال کے ذیل میں ملا عبد القادر بدایونی نے یہ بیان کیا ہے

برادر از برادر و شوہر از زن مفارقت گزیدہ در دائرۂ مہدویہ در آمدہ راہ فقر و فنا پیش می گرفتند[1]	بھائی بھائی سے اور شوہر بیوی سے جدا ہو کر دائرہ مہدویہ میں آ کے فقر و فنا کا طریقہ اختیار کرتا تھا۔

صاحب طبقات اکبری کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیانہ کے بعض حکام بھی مہدوی ہوگئے تھے' طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے "از حکام شہر ہر کہ موافق او می بود در امداد او می کوشید[2]" یعنی شہر کے حکام میں جو ان کے موافق ہوتا انکی مدد کرتا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے اسی سلسلہ میں یہ لکھا ہے "از حکام شہر ہر کہ موافق مذہب و مشرب ایشان بود در امداد او می کوشیدند۔ یعنی شہر کے حکام میں سے جو ان کے مذہب و مشرب کے موافق ہوتا ان کی امداد کرتا (اس کا حوالہ صفحہ ۱۲۶ پر دیا جا چکا)

بساور ملا عبد القادر بدایونی نے یہیں شیخ علائی کو دیکھا تھا

زمانے کہ از بیانہ بہ قصبہ بساور آمد جامع این اوراق را پدر مرحوم بملازمت او بردہ از بس خورد سالی صورت او مانند خوابے و خیالے در متخیلہ من ماندہ[3]	جس زمانہ میں شیخ علائی بیانہ سے قصبہ بساور میں آئے ان اوراق کے جامع (یعنی ملا عبد القادر) کو والد مرحوم ان کی خدمت میں لے گئے بہت کم سن تھا اسی وجہ سے انکی صورت خواب خیال کے مانند ذہن میں رہ گئی ہے

دہلی (ا) ملا عبد القادر بدایونی کی روایت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ علائی نے شیخ عبد اللہ نیازی افغان کے ہاتھ پر دین مہدی عم کی تصدیق کی ہے لیکن صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن ہشتم چمن سوم میں شیخ علائی کے احوال میں بیان کیا ہے کہ جب بندگی میاں لاڑ شاہ رضی صحابی مہدی عم دہلی تشریف لے گئے ہیں تو شیخ علائی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ جب تک بندگی میاں لاڑ شاہ دہلی میں رہے شیخ علائی بھی انہیں کی خدمت میں تھے اور جب یہ گجرات آگئے تو شیخ علائی شیخ عبد اللہ نیازی افغان کے دائرہ میں آگئے۔ صاحب تاریخ سلیمانی کے الفاظ یہ ہیں "تا حضرت ایشاں آنجا تشریف داشتند پیوستہ در خدمت عالی فیض اندوز بودند و چوں حضرت در گجرات قدم سعادت لزوم

ا؎ منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۳۹۸ ۲؎ طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۲۳۰ ۳؎ منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۹

آوردند شیخ رجوع بدائرہ عبداللہ نیازی بردند" تاریخ سلیمانی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ علائی نے بحث و مباحثہ کے بعد مہدوی مذہب قبول کیا ہے ۔ سلیمانی کی عبارت یہ ہے

پس شیخ اینچہ سوال ہا و اشکال ہا پیش آوردند از آنحضرت جواب برجستہ و باصواب و ذہن نشین یافتند و بالکل یقین عالی درست شدہ در انکار موجب کفر دانستہ فی الفور تصدیق نمودہ (گلشن ہشتم چمن دوم)	جب شیخ علائی نے سوالات اور اشکالات پیش کئے تو بندگی میاں لاڑ شاہ رضؓ سے دل نشین، برجستہ اور باصواب جواب پائے جب انہیں پوری طرح یقین ہوگیا کہ انکار کفر کا موجب ہے فوراً تصدیق کرکے تلقین سے مشرف ہوئے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علائی نے دہلی میں مہدوی مذہب کی تبلیغ شروع کردی تھی چنانچہ شیخ علاء الدین دہلوی نے جو استفتا پیش کیا تھا وہ اور اس کا جواب جو شیخ علائی نے عربی میں دیا ہے قوم میں متداول ہے ۔

(ب) مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ علامہ جمال الدین دہلوی نے امام مہدی علیہ السلام کی ولایت کے اثبات میں ایک کتاب لکھی تھی ۔ تذکرہ کی عبارت یہ ہے "مولانا جمال الدین نے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل و شواہد قاطعہ سے ثابت کیا کہ حضرت سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے (صفحہ ۱۳) اور جمال الدین دہلی میں رہتے تھے ۔ تذکرہ میں ان کے باب میں مذکور ہے کہ "اس طرح گویا مولانا جمال الدین بدو واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے، مولانا موصوف دہلی میں رہتے تھے اور درس علوم نقلیہ و عقلیہ میں استاد وقت تسلیم کئے جاتے تھے علی الخصوص علوم دینیہ کی تدریس میں اپنا عدیل نہیں رکھتے تھے ۔ درس و تدریس کے ساتھ ارشاد و طریقت کا سلسلہ بھی ان سے قائم و جاری تھا اور دور دور سے لوگ آکر فیض یاب صحبت ہوتے تھے (تذکرہ صفحہ ۱۱، ۱۲)

(ج) شاہ برہان نے فراہ مبارک سے میاں سید نجم الدین مقیم نگریہ (علاقہ جے پور) کے نام ایک خط لکھا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دہلی میں بھی مہدوی آباد تھے ۔ مکتوب کی عبارت یہ ہے

از سامانہ بہ لاہور بتاریخ جمادی الاول رسیدیم و در آنجا خواستہ بودیم کہ جان خود بنام حضرت مہدی علیہ السلام	سامانہ سے لاہور ماہ جمادی الاول میں پہنچے اور اسی جگہ ہم نے چاہا تھا کہ اپنی جان حضرت مہدی علیہ السلام کے نام قربان کریں اور

کنیم کہ یک کتابت بادشاہ لاہور را بنویسیم بسبب آنکہ مصدقان آنحضرت را در دہلی منکران آزار رسانیدہ بودند لیکن خواست فقیر با تقدیر موافق نیامد پانزدہ روز در لاہور ماندہ بودیم۔

ایک خط بادشاہ لاہور کو لکھیں کیونکہ دہلی میں منکرین نے حضرت مہدی علیہ السلام کے مصدقین کو تکلیف دی تھی لیکن فقیر کی خواہش تقدیر کے موافق نہیں آئی۔ ہم پندرہ روز لاہور میں مقیم رہے۔

بندگی میاں شاہ برہان ۹۵۱ھ میں فراہ مبارک گئے ہیں اس لئے یہ خط اسی سال یا اس کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ اس زمانہ میں بھی دہلی میں مہدویوں کا ہونا ثابت ہوتا ہے

سرہند علاقہ پنجاب | شیخ عبداللہ نیازی افغان نے یہیں دائرہ مہدویہ قائم کیا تھا۔ بعض کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے دائرہ میں سویت حاصل کرنے والے اٹھارہ سو نفوس تھے۔

بن | شیخ علائی بن علاقہ پنجاب میں شہید کئے گئے۔ دربار اکبری میں مذکور ہے کہ سلیم شاہ پنجاب ہی میں دورہ کر رہا تھا بن کے مقام میں لوگ پہنچے۔ میاں کا سر بمہر خط پڑھ کر پھر شیخ علائی کو پاس بلایا... چپکے سے کہا کہ تنہا در گوش من بگو کہ ازین دعوی تائب شدم و مطلق العنان و فارغ باش۔ شیخ علائی نے جواب بھی نہ دیا جب اس نے کسی طرح نہ مانا تو مایوس ہو کر مخدوم سے کہا تو دانی و این۔ انہوں نے فوراً حکم دیا کہ ہمارے سامنے کوڑے مارو۔ بیماری کے سبب سے کوئی رمق ہی جان باقی تھی تیسرے ہی کوڑے میں اس بے گناہ کا دم نکل گیا (دربار اکبری طبع لاہور ۱۸۹۸ء صفحہ ۷۸۹)

ملا عبدالقادر بدایونی نے انہیں واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے

بعد ازان جثۂ نازک او را بہ پائے پیل بستہ پارۂ راہ در اردو گردانیدند و حکم فرمودند تا قالب او را دفن نسازند و موکلان گماشتند[1]

اس کے بعد ان کے نازک جسم کو ہاتھی کے پانوں سے باندھ کر کچھ دور لشکر گاہ میں گھمائے اور حکم دیا کہ ان کی لاش دفن نہ کی جائے اور اس پر آدمی متعین کر دیئے۔

"موکلان گماشتند" (آدمی متعین کر دئے) کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ سلیم شاہ کو اندیشہ تھا کہ وہاں کے مہدوی ان کو دفنا دیں گے۔

لاہور | بندگی میاں شاہ برہان کے عزیز نواح لاہور میں رہتے تھے۔ بندگی میاں شاہ برہان نے بندگی میاں

[1] منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۴۰۸

سید نجم الدین کے موسومہ خط میں لکھا ہے "اگر کتابت فرستادن می خواہید بہ لاہور بدیں الفاظ[۱] نزد برادرم عزیز مخلص عبدالمجید نوشتہ برسانند کہ در اینجا برسد"۔ اگر خط بھیجنا چاہتے ہو تو لاہور میں میرے عزیز اور مخلص عبدالمجید کے ہاں لکھ بھیجئے اس جگہ یعنی فراہ پہنچ جائیگا۔

جہنی علاقہ لاہور | شیخ داود جہنی کے رہنے والے تھے اسی لئے جہنی وال مشہور ہو گئے۔ مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں ان کے باب میں یہ لکھا ہے "لیکن تذکرۃ الواصلین کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ پر مہدوی ہونے کا بھی گمان کیا جاتا تھا اور مخدوم الملک نے اس کو بنائے مخالفت وفتنہ انگیزی قرار دیا تھا"۔ آگے چل کے کہتے ہیں۔ "علاوہ بریں حضرت شیخ عبداللہ نیازی اور شیخ علائی کے واقعہ میں بھی انکی رائے مخدوم الملک وغیرہ علمائے دربار کے موافق نہ تھی اور جو سلوک ان بزرگوں کے ساتھ کیا گیا اس کو سخت ظلم وفساد قرار دیتے تھے' اخبار الاخیار کے ایک اشارے سے بھی اس کی کچھ کچھ تصدیق ہوتی ہے[۲]

تذکرۃ الواصلین کے حوالہ سے مولوی ابوالکلام آزاد نے یہ بھی بیان کیا ہے "لیکن حضرت شیخ محمد داود کے حالات میں لکھتے ہیں کہ بعض علمائے وقت خصوصاً شیخ الاسلام مولانا عبداللہ سلطان پوری کو حضرت شیخ سے سخت حسد وعناد تھا' سبب اس کا یہ تھا کہ شیخ موصوف پر میر سید محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت منکشف ہوا تھا کہ وہ کبار اولیاء اللہ اور صاحب مدارج ومقامات عالیہ میں سے ہیں" (تذکرہ صفحہ ۱۳)

صاحب بحر زخار نے لکھا ہے کہ شیخ داود جہنی وال نے ۹۷۲ھ میں وفات پائی ہے اور ان کا مدفن شیر گڑھ نواح پنجاب میں خاص وعام کی زیارت گاہ ہے' ان کا طریق زندگی یہ تھا کہ نذر وفتوح جو گھر میں جمع ہوتی ایک دم اللہ کی راہ میں لٹا دیتے' بوریا اور مٹی کے کوزہ کے سوا اپنے ہاں کچھ نہ رکھتے[۳]۔

سامانہ | بندگی میاں شاہ برہان نے شواہد الولایت کے باب ۲۲ میں مہاجرین کے تابعین کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے "درسامانہ میاں علاء الدین و در موربی میاں شیخ مصطفیٰ بن عبدالرشید" میاں علاء الدین مہاجرین کے تابعین سے ہیں اس لحاظ سے ان کا سامانہ میں دائرہ قائم کرنا ضمناً ثابت ہو جاتا ہے۔

نارنول | بندگی میاں شاہ برہان نے نارنول سامانہ اور لاہور میں تبلیغ کی ہے۔ دفتر دوم کے آخر میں

[۱] موسومہ محمود ...نولیسی کی گئی ہے [۲] تذکرہ صفحہ ۲۰ [۳] بحر زخار (قلمی) صفحہ ۹۳۹ (تذکرہ فارسی نمبر ۲۳۸) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

اپنے حالات میں یہ لکھا ہے "از ملک گجرات تولا[1] آمارواڑ و از مارواڑ بہ ٹھونڈار و از ٹھونڈار بہ نارنول و از نارنول بہ ساماَنہ و از ساماَنہ بہ بلدہ لاہور آمدیم" یہی تفصیل میاں سید نجم الدینؒ کے موسومہ خط میں بھی ہے۔

ملتان (الف) صاحب انتخاب المولید نے باب یازدہم میں بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے احوال میں لکھا ہے:

پس بندگی میاں بعد از آمدن حج میاں حاجی را خلیفہ خود کردہ کتابت نوشتہ دادہ بہ ملتان فرستادند میاں مذکور چند سال در ملتان خلق را ارشاد کردند، ہژدہ علماء بعد از مطالعہ کتابت بندگی میاں روی تصدیق آوردند و از دست میاں حاجی تصدیق مہدی کردہ تلقین شدند و دیگر بسیار کسان از فیض میاں حاجی مستفیض شدند۔

پس بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے حج سے آنے کے بعد میاں حاجی کو اپنا خلیفہ بناکر ایک مکتوب لکھ کے ملتان روانہ فرمایا۔ میاں حاجی نے چند سال ملتان میں مخلوق کو ہدایت کی اٹھارہ علماء بندگی میاں کے مکتوب کا مطالعہ کرنے کے بعد تصدیق کی طرف متوجہ ہوئے، میاں حاجی کے ہاتھ پر امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی اور تلقین ہوئے اور دوسرے بہت سے لوگ میاں حاجی سے مستفیض ہوئے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت سنہ ۹۳۰ھ میں ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ مکتوب سنہ ۹۳۰ھ سے قبل ملتان بھیجا گیا تھا۔ صاحب شرح عقیدہ (مطبوعہ) نے لکھا ہے کہ یہ مکتوب سنہ ۹۲۸ھ میں لکھا گیا۔[2]

(ب) بندگی میاں شاہ برہانؒ شواہد الولایت کے باب۲۲ میں یہ لکھا ہے "در ملتان میاں شاہ جلال الدین کھکہ" یعنی ملتان میں میاں شاہ جلال الدین کھکہ رہتے تھے، یہ بھی مہاجرین کے تابعین میں ہیں۔ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کا ایک خط میاں شیخ محمد ملتانی کے نام ہے۔ (مکتوبات میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی مطبوعہ صفحہ ۱۹۔ مکتوب نہم) حاصل یہ کہ ملتان میں بھی مہدوی آباد تھے۔

کابل شواہد الولایت کے باب۳۵ میں مذکور ہے "میاں عبدالغنی کہ بہ طرف کابل ساکن بودند و بہ طرف قندہار قصد ایشان در محل آن یاد خواہم کرد" یعنی میاں عبدالغنی جو اطراف کابل میں مقیم ہوگئے تھے اور ان کا قندہار کی طرف جانا اپنے موقع پر ذکر کیا جائیگا۔ خود بندگی میاں شاہ نعمتؒ شہر کابل گئے ہیں اُن کا حوالہ ترکستان کے ذیل میں دیا جائیگا۔

بدخشان میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اپنے مباحثہ کی مجلس اول کی روئداد میں علمائے مخالف کا

---

[1] دفتر دوم، رکن دوازدہم، باب سیزدہم [2] شرح عقیدہ سید خوندمیر (طبع جبل پور) صفحہ ۱۳

یہ قول نقل کیا ہے "در بدخشان نیز فتنۂ شمار فتہ است[1]" بدخشاں میں بھی تمہارا فتنہ پہنچ گیا ہے۔ یعنی مہدوی مذہب بدخشاں تک پہنچ گیا ہے۔

ترکستان تاراس قماری

غور | بندگی میاں شاہ برہان نے بندگی میاں سید نجم الدین کے موسومہ خط میں لکھا ہے

یک شہرے است غور نام درمیان کابل و بلخ در آنجا رسیدیم از جہت معذوری مرکب با چہار پنج روز ماندیم خطیب غوری ملاقات کردہ محبت بسیار اظہار نمودہ بعد از اظہار معاملت مہدویت حضرت علیہ السلام یک شخص معتبر محمد حسین چغتہ و میاں سلیمان ہندی با فہم و ادراک تصدیق کردند

کابل اور بلخ کے درمیان غور نامی ایک شہر ہے۔ مرکب کی معذوری کی وجہ سے چار پانچ روز وہاں رہ گئے۔ خطیب غوری نے ملاقات کرکے بہت محبت کا اظہار کیا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا اظہار کرنے کے بعد ایک معتبر شخص محمد حسین چغتائی اور میاں سلیمان ہندی نے جو صاحب فہم و ادراک تھے امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی۔

بلخ علاقہ ترکستان | بندگی میاں شاہ برہان نے بلخ اور مارو جاق میں بھی مہدوی مذہب کی تبلیغ کی ہے۔ دفتر دوم کے آخر میں اپنے احوال میں لکھتے ہیں

مارو جاق | از کابل بہ شہر دار السلطنت ترکستان یعنی بلخ و از بلخ بہ مارو جاق و از مارو جاق بہ شہر ہریو..... آمدیم[2]

کابل سے ترکستان کے دار السلطنت یعنی بلخ میں آئے بلخ سے مارو جاق اور مارو جاق سے شہر ہرات میں آئے۔

اندخود | بندگی میاں شاہ برہان نے بندگی میاں سید نجم الدین کے موسومہ خط میں بیان کیا ہے

بعد از پنج یا شش روز بہ شہر اندخو (اندخود) رسیدیم در اینجا دو راہ می شود یکی بہ مشہد می رود و یکی بہ ہرآ.... در اینجا کم و زیاد ہژدہ روز اقامت کردہ شد' اینچہ حسب المدعا سوال و جواب در اثبات مہدویت

پانچ چھ دن کے بعد شہر اندخود میں پہنچے' اس جگہ دو راستے ہیں' ایک مشہد کو جاتا ہے اور ایک ہرات کو' وہاں کم و بیش اٹھارہ روز مقیم رہے حسب مدعا جو سوال جواب اثبات مہدیت میں اپنے حوصلہ کے موافق معلوم تھے اللہ کی مدد اور اس کے حسن توفیق اور امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے

[1] تحقیقات اکبری (مطبوعہ) مجلس اول صفحہ ۹ [2] دفتر دوم رکن دوازدہم باب مفدہم۔

بقدر حوصلۂ خود معلوم بود بعون اللہ وحسن توفیق بصدقہ حضرت مہدی علیہ السلام وصدیقین وے اظہار کردیم باوجود کم زیاد صد رسالہ حجت برابر فقیر بود در آنجا گذرانیدیم حق آگاہ است کہ بسیار منصفان از علماء وغیرہ بلا تعصب وعناد تفہیم شدہ تصدیق کردند واکثر واغلب ساکت ماندند وبعضی کسان مخالفت کردند، جواب دادن نتوانستند معلوم باد کہ در باب تصدیق امام علی التحقیق از یک راہ از اہل ہند وخراسان منصف ونرم یافتم

صدیقین کے صدقہ سے ہم نے ظاہر کئے" کم وبیش ایک سو رسالے اثبات مہدیت میں جو فقیر کے ساتھ تھے وہاں گزرانے خدا جانتا ہے کہ علما وغیرہم میں سے بہت سے انصاف پسندوں نے جن میں تعصب اور عناد نہ تھا سمجھ کر تصدیق کی، اکثر واغلب ساکت تھے بعض نے مخالفت کی لیکن جواب نہ دے سکے، واضح ہو کہ امام علی التحقیق کی تصدیق کے باب میں ایک حیثیت سے میں نے یہاں کے لوگوں کو ہندوستانیوں اور خراسانیوں کے مقابلہ میں انصاف پسند اور نرم دل پایا۔

ہرات اس سے قبل علمائے ہرات کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ ملا علی فیاض فراہ سے ہرات گئے اور ان کی گواہی پر ملا شاہ بیگ شیخ الاسلام اور مرزا سلطان حسین نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۰) میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے الزام دینے کے لئے علمائے مخالف کا قول اثنائے بحث میں اس طرح دہرایا ہے " این زمان ما را می گفتید ..... در ہریو وفراہ وقندہار این جماعت ہستند"[۱] یعنی ابھی تم ہم سے کہتے تھے کہ ہرات فراہ اور قندہار میں یہ جماعت ہے۔

بندگی میاں شاہ برہان بلخ سے مارو جاق گئے وہاں سے ہرات آئے، دفتر دوم کے آخر میں لکھتے ہیں

از ماروجاق بہ شہر ہریو واز شہر ہریو کہ دار السلطنت خراسان است بولایت فراہ آمدہ در یک ہزار و پنجاہ و دو سال ہفتم ماہ رمضان بوقت میان نماز شام و خفتن بشرف زیارت ..... ولایت پناہ حضرت امام محمد المہدی مشرف شدیم[۲]

مارو جاق سے شہر ہرات اور ہرات سے جو خراسان کا دار السلطنت ہے ولایت فراہ میں آئے ۱۰۵۲ھ رمضان کی ساتویں تاریخ، مغرب اور عشا کے درمیان ولایت پناہ حضرت امام محمد المہدی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

فراہ مبارک (ل) علمائے ہرات کے ذیل میں نجات الرشید کی عبارت درج کی جاچکی ہے جس سے فراہ کی بیشمار مخلوق کا حضرت مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہوجانا ثابت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۳) خود

۱؎ تحقیقات اکبری صفحہ ۹ ۲؎ دفتر دوم، رکن دوازدہم، باب ہفدہم

امام مہدی علیہ السلام کا قیام فراہ میں دو سال پانچ ماہ رہا جیسا کہ بندگی میاں عبدالرحمٰن رضؓ کے مولود میں مذکور ہے

(ب) حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد ایک سال تک بندگی میاں سید محمود رضؓ اور دیگر اصحاب مہدیؑ فراہ میں مقیم تھے' اس زمانہ میں بھی بے شمار مخلوق نے دین مہدیؑ کی تصدیق کی ہے

صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۵ میں یہ روایت کی ہے

بندگی میران سید محمود رضؓ مع جماعت اکثر صحابہ حضرت مہدی موعود در جوار روضۂ مبارک آن حضرت ساکن بودند و در زمانۂ آن حضرت بسیار کسان تصدیق امام آخرالزمان کردہ اند کہ عددش خدا داند۔

بندگی میاں سید محمود رضؓ اکثر اصحاب مہدیؑ کے ساتھ امام علیہ السلام کے روضۂ مبارک کی ہمسائیگی میں مقیم تھے' آپ کے زمانہ میں بہت سے لوگوں نے امام آخرالزماں کی تصدیق کی ہے جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

بندگی میاں شاہ برہان الدین نے شواہد الولایت کے باب ۳۶ میں ان تابعین مہاجرین کا ذکر کیا ہے جو فراہ میں مشہور تھے۔ "در ولایت فراہ امیر سید اسمٰعیل بن امیر سید خلیل اللہ ابن امیر سید احمد ابن امیر سید عبداللہ مشہور بودند و بندگی میاں قطب الدین کہ احوال خود بہ میاں شاہ دلاور نوشتہ بودند" یعنی ولایت فراہ میں امیر سید اسمٰعیل مشہور تھے اور بندگی میاں قطب الدین بھی جنہوں نے اپنے حالات بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ کے نام لکھ بھیجے تھے۔

(ج) بندگی میاں شاہ برہان کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے ایک زمانہ بعد بھی وہاں کے حکام بعض معتقد اور بعض مہدوی رہے ہیں۔ شواہد الولایت کے باب ۳۸ میں لکھا ہے کہ تقریباً سنہ ۹۸۱ھ میں بندگی میاں شہاب الحق کے دور میں شاہ قاسم عراقی حاکم فراہ نے گنبد مبارک کی تعمیر کا آغاز کیا' اس کے بعد یگان سلطان حاکم فراہ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور یگان سلطان کے بڑے بھائی شیخ برجی نے میاں محمد زکریا کے خلیفہ میاں محمد پشتوی کے ہاتھ پر دین مہدیؑ کی تصدیق کی اور ایک کتاب موسوم بہ مرآۃ العشاق تصنیف کی' شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے "برادر کلان یگان سلطان شیخ برجی تصدیق امام علی التحقیق کردہ بدست میاں محمد پشتوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ میاں محمد زکریا بودہ اند مرید شدہ کتاب مرآۃ العشاق تصنیف کردہ است"۔ صاحب شواہد الولایت نے بندگی میاں

سید نجم الدین کے موسومہ خط میں لکھا ہے کہ یہ مثنوی پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مرآۃ الحقائق میں حضرت مہدی علیہ السلام کی بڑی تعریف کی ہے۔

(د) بندگی میاں شاہ برہان نے شواہد الولایت کی ابتدا میں یہ لکھا ہے

قاضی ابوالقاسم مرحوم و مغفور و قاضی بدرالدین فراہی زاد اللہ محبتہ الی اللہ و استغناہ عما سوی اللہ باین فقیر احقر الناس بارہا بطریق التماس معلوم کردہ اند کہ اگر چند جزو بہرہ مند پسند باحق پیوند در باب سیر حضرت خاتم سرور امیر البر و البحر امام محمد مہدی موعود علیہ السلام بودے بہتر بودے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ قاضی ابوالقاسم اور قاضی بدرالدین فراہی نے حضرت سے التماس کی کہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے حالات لکھے جائیں اسی بنا پر کتاب شواہد الولایت لکھی گئی ابوالقاسم کے نام کے ساتھ "مرحوم و مغفور" لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی تصنیف کے وقت ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شاہ برہان کے زمانہ میں بھی فراہ کے علماء اور قاضی مہدوی تھے

(ہ) فراہ کے بعض علماء نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے اثبات میں رسالے لکھے ہیں۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۲ میں یہ لکھا ہے

واضح باد کہ از علمائے عامل و فقہائے کامل شیخ صدرالدین خراسانی تصدیق امام ربانی کردہ اند و نیز ملا حاجی محمد دہی کہ کامل بودند در باب اثبات مہدیت چند رسالہ ہا تصنیف فرمودند کہ یکی از آن رسالہ در باب حجت امام الابرار ہم در این دیار مشہور است۔

واضح ہو کہ شیخ صدرالدین خراسانی نے جو علمائے عامل اور فقہائے کامل سے تھے امام ربانی کی تصدیق کی ہے اور ملا حاجی محمد دہی نے بھی جو کامل تھے اثبات مہدیت میں چند رسالے لکھے ہیں ان میں سے ایک رسالہ حجت امام الابرار کی مہدیت کے اثبات میں ہے اس علاقہ میں مشہور ہے۔

(و) بندگی میاں شاہ برہان نے فراہ کے بعض چشم دید واقعات بیان کئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کے بعض شیعی حکام اور امرا بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے معتقد تھے شواہد الولایت کے باب ۳۵ کے اواخر میں مذکور ہے

اکثر امراء ملوک اثنا عشری معتقد این آستانہ شدند

اکثر اثنا عشری امرا اور ملوک اس آستانہ کے معتقد تھے گنبد

دکارہائے بزرگ چو گنبد علی منظر و حوض سرپوش و خانقاہ بزرگ و سنغایہ و در مسجد کلان بنا کردند و بندہ و غلام این جانب میگویانیدند و آنچہ معاملہ بہ حضور این فقیر حقیر سگ آستانہ حضرت امیر دیدہ شدہ است اگر تفصیل کنم عبارات دراز می شود مختصر کردیم	علی منظر، حوض سرپوش، بڑی خانقاہ، سنغایہ، دروازہ مسجد کلاں کی تعمیر کے جیسے بڑے بڑے کام انجام دیے ہیں خود کو اس آستانہ کا بندہ اور غلام کہتے تھے، جو معاملات اس حقیر فقیر یعنی سگِ آستانہ امیر نے دیکھے ہیں اگر تفصیل سے لکھے جائیں تو عبارت طویل ہو جاتی ہے اس لئے ہم نے مختصر کردیا

(۳) بندگی میاں شاہ برہان کے زمانہ تک اصحاب مہدیؑ کے مکانوں کے آثار فراہ مبارک میں باقی تھے، شواہد الولایت کے باب ۳۵ میں مذکور ہے

الکنون در این مکان نشان خانہ ہائے مہاجران و حجرہ ہائے ایشان علیہم الرضوان در اینجا ظاہر است و نشان خانہ ہائے بی بی ملکان رضی اللہ عنہا معروف و ظاہر است۔	اب اس زمانہ میں مہاجرین کے گھروں اور حجروں کے آثار اس جگہ پائے جاتے ہیں اور بی بی ملکانؓ کے گھر کے آثار مشہور اور ظاہر ہیں۔

شاہ برہان نے بی بی ملکانؓ کے گھر کی نشانیوں کے لئے 'معروف' کا لفظ استعمال کیا ہے، غالباً اس گھر کی شہرت اس بناء پر ہوگی کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے انہیں کے گھر میں وفات پائی ہے۔

بندگی میاں شاہ برہانؒ امام علیہ السلام کے روضہ کی تین دفعہ زیارت کی ہے 'تیسرے دفعہ جب گئے ہیں تو وہیں مقیم ہوگئے' خود کہتے ہیں

نعمت دیگر آنکہ ثم من بعد ذلک از قندھار بعون پروردگار سوم بار بشرف زیارت امیر الابرار امام صغار و کبار محمد المہدی علیہ السلام مشرف شدیم و چند روز در اینجا اقامت کردہ ایم[۱]۔	دوسری نعمت یہ کہ پھر اس کے بعد قندھار سے پروردگار کی مدد سے تیسرے مرتبہ امیر الابرار امام صغار و کبار محمد المہدی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور چند روز سے یہیں مقیم ہیں۔

بندگی میاں شاہ برہان نے اپنے معاصر میاں سید نجم الدین کو بھی فراہ مبارک آنے کا اس طرح شوق دلایا ہے "بایں موجب عرض کردہ می شود کہ اگر میسر شود البتہ قصد زیارت کنند کہ راہ نزدیک با من است بطرف ملتان شدہ بیایند کہ اندک راہ است کہ در این آمدن البتہ دین حق را نصرت عظیم است"

۱۔ فقرہ دوم رکن دوازدہم باب ہفدہم

(ح) صاحب ختم الہدیٰ (سال تصنیف ۱۲۹۱ھ) کے زمانہ میں بھی فراہ مبارک میں مہدویوں کا ہونا ثابت ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر یہ مرقوم ہے "بہت سے لوگ وہاں کے اطراف سے آئے ہوئے کہے کہ ہم امام کی مہدویت پر قائم ہیں مگر ان کو دین کے آئین معلوم نہ تھے"۔

(ط) ۱۳۲۱ھ میں جب حضرت فقیر حسین شاہ میاں صاحب اہل دائرہ نو فراہ گئے ہیں تو وہاں بعض مہدوی تھے ان کے سفرنامہ میں یہ مذکور ہے "حضرت حسین شاہ میاں صاحب قبلہ نے ان میں سے ایک سے دریافت فرمایا کہ آپ حضرت کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جواب میں انہوں نے کہا کہ میں حضرت کو بقاباللہ جانتا ہوں پھر میں نے (یعنی سفرنامہ مرتب کرنے والے نے) آگے بڑھ کر صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ جناب آپ مسئلہ مہدیت میں کیا کہتے ہیں کہا کہ حضرت کو مہدی موعود خلیفۃ اللہ آخرالزماں جانتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنے والد بزرگوار کی زبانی یہی سنا ہے"[1]

قندھار

(ی) بندگی میاں شاہ برہانؒ نے شواہد الولایت کے باب ۲۳ میں یہ بیان کیا ہے "در ولایت قندھار از تابعان میاں حاجی محمد مہاجر و میاں سید بڑے و میاں احمدی و از تابعان میاں احمدی میاں جمال محمد و میاں محمد پشتوی الی آخرہ"۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ قندھار میں تابعین میں سے میاں سید بڑے، حاجی محمد مہاجر اور میاں احمدی تھے اور میاں احمدی کے تابعین میں میاں جمال و میاں محمد پشتوی وغیرہم تھے۔ میاں سید بڑے کے متعلق صاحب شواہد الولایت نے اسی باب میں لکھا ہے "و نیز خلفائے بندگی میاں شاہ نعمتؓ بیشمار اند کہ خصوصاً میاں سید بڑے کہ در قندھار ساکن بودند" یعنی بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے بھی خلفاء بے شمار ہیں خصوصاً میاں سید بڑے جو قندھار میں ساکن تھے۔

خود بندگی میاں شاہ برہانؒ قندھار میں مہدوی مذہب کی تبلیغ کی ہے، دفتر دوم میں کہتے ہیں

از فراہ کہ خلاصہ ولایت خراسان است بطرف ہندوستان روانہ شدیم، ثم من بعد ذالک بقلعہ بُست رسیدیم و چند روز در آنجا اقامت کردہ بطرف قندھار روانہ شدیم و چند ماہ در قندھار مقام کردیم و در آنجا	فراہ سے جو ولایت خراسان کا خلاصہ ہے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر اس کے بعد قلعہ بُست میں پہنچے اس جگہ چند روز مقیم رہ کر قندھار کی طرف روانہ ہوئے اور چند مہینے قندھار میں مقام کیا اور اس جگہ امام مہدی علیہ السلام

[1] سفرنامہ فرہ مبارک (طبع مطبع نظام دکن حیدرآباد) صفحہ ۳۵

گفتگو درباب ثبوت مہدویت حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام وقوع یافت فاما ہیچ کس طاقت رد جواب نداشتند[1]

کی مہدیت کے اثبات میں گفتگو ہوئی۔ مگر کسی شخص میں جواب دینے کی طاقت نہیں تھی۔

(ب) میاں سید میراں کے ایک مکتوب سے ظاہر ہے کہ قندہار سے فراہ تک اکثر مہدوی آباد تھے ان کے مکتوب کی عبارت یہ ہے۔ ”واز قندہار تا فرہ مبارک اکثر مردمان مرید امام علیہ السلام ہستند“[2] میاں سید میراں کا زمانہ جیسا کہ سفرنامہ میں مذکور ہے حضرت مجتہد گروہ (وفات ۱۰۴۳ھ) کے زمانہ سے ربع صدی بعد کا ہے، انہوں نے فراہ مبارک کی زیارت کی ہے اور ایک سال تک وہیں مقیم رہے اور وہیں سے میاں سید یعقوب اور میاں سید شہاب الدین کے نام خط لکھا ہے۔ میاں سید میراں پوتے ہیں بندگی میاں سید علی کے جو مدک پلی علاقہ نظام آباد دکن میں مدفون ہیں۔

بلوچستان ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال میں لکھا ہے

یکی از اصحاب میر کہ شیخ محمد فراہی نام داشت ونسبت او وپدر او معلوم است بعد از فوت میر در طائفہ بلوچان بر بعضے اقطاعات استیلا پیدا کرد[3]

میر سید محمد جونپوری کی وفات کے بعد ان کے اصحاب میں سے شیخ محمد فراہی نام ایک شخص نے جس کے اور جس کے باپ کا نسب اور نسبت معلوم ہے بلوچوں میں بعض علاقوں پر غلبہ حاصل کرلیا۔

کیچ ومکران صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن دوازدہم چمن چہارم میں یہ بیان کیا ہے کہ کیچ ومکران کا سلطان بھی مہدوی تھا، میر محراب اس کے امراء تھے وہ بھی مذہباً مہدوی تھے۔ میر محراب کو عربی، فارسی، ترکی اور پشتو میں کمال حاصل تھا، خراسان کے سفر میں میر محراب کی ملاقات ان افغانوں سے ہوئی جو خلجی گھوڑے خریدنے کے لئے ڈھونڈلو علاقہ جے پور سے آئے ہوئے تھے، ان سے پالن پور کا نام سنا تھا، سندھ کی راہ سے پالن پور آئے اور اکابر قوم مثلاً میاں سید طاہر، میاں سید طیب، میاں سید شکر اللہ اور میاں سید کرم اللہ سے ملاقات کی، صاحب تاریخ سلیمانی کے دادا ملک شرف الدین سے بھی ملے، مولید انہیں پڑھنے کے لئے دیئے گئے ”کتاب سراج الابصار دی گئی تو اس کی نقل کرلی یہ ۱۱۳۲ھ کا واقعہ ہے۔

سندھ (ا) صاحب انصاف نامہ نے باب یازدہم میں یہ روایت کی ہے ”بندگی میاں نعمت

[1] دفتر دوم رکن دوازدہم باب ہفدہم [2] سفرنامہ فرہ مبارک صفحہ ۳ [3] نجات الرشید (قلمی) صفحہ ۹۰ (تصوف فارسی نمبر ۱۵۶ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

در ولایت سند با دائرہ ہم بودند" یعنی بندگی میاں نعمتؒ سندھ کے علاقہ میں دائرہ کے ساتھ تھے۔

ٹھٹہ
بکر
مکلی

(ب) اس سے قبل "دیگر علماء واہل اللہ" کے ذیل میں (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۹) تحفۃ الکرام کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ علاقہ سندھ میں مہدوی کثرت سے تھے۔ ٹھٹہ اور بکر میں مہدوی قاضی مقرر تھے مثلاً قاضی شیخ محمد اوچہ اور قاضی ناصر اسی طرح مکلی میں پیر آسات مجذوب رہتے تھے۔

(ج) صاحب شواہد الولایت نے باب ۲ میں لکھا ہے " در بکر ولایت، میاں عبداللہ بکری ومیاں زکریا بکری کہ مقتدائے کامل ومشہور الاشہر اند۔" "مقتدائے کامل" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ بکر میں میاں عبداللہ بکری اور میاں زکریا کی اقتدا کرنے والے بھی تھے اور "مشہور الاشہر" سے واضح ہے کہ انہیں بڑی شہرت حاصل تھی۔

(د) میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کا مکتوب ۲ ہم میاں عبداللہ بکری کے نام ہے۔ اس مکتوب کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

بہ پیرے رہنمائے مقتدائے | پیامے از فقیرِ بے نوائے

اس مکتوب میں میاں شیخ مصطفیٰ نے میاں عبداللہ کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں "آن معدن علوم اسرار وآن سر حلقۂ فرقۂ اخیار" (مکتوبات میاں شیخ مصطفیٰ مطبوعہ صفحہ ۲۰)

(ہ) صاحب مآثر الامرائے خدا یار خان مرزبان سندھ کے حالات میں بیان کیا ہے کہ ان کے آباد اجداد لباس درویشی میں بسر کرتے تھے اور سلسلہ طریقت حضرت سید محمد جونپوری سے حاصل کیا تھا۔ مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے " اجدادش در لباس درویشی بسری بردند وسلسلہ طریقت از سید محمد جونپوری نیز داشتہ اند"[1] ۔ یہ بھی بیان کیا ہے کہ فتح کلات کے بعد خدا یار خاں کو ثابت جنگ کا خطاب دیا گیا تھا صاحب مآثر الامرا کے الفاظ یہ ہیں

بعد ازیں فتح از پیشگاہ خلافت بخطاب خدا یار خان بہادر ثابت جنگ ومنصب پنج ہزاری باصل واضافہ وعطیہ نوبت وخلعت فاخرہ پیرایہ امتیاز پوشیدہ	اس فتح کے بعد دربار سلطنت سے خدا یار خان بہادر ثابت جنگ کے خطاب اور پنج ہزاری منصب، اصل واضافہ کے ساتھ عطائے نوبت ونقارہ وخلعت فاخرہ سے ممتاز ہوئے

[1] مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۸۲۵

در سنہ ہزار و یک صد و چہل و نہ ہجری حکومت صوبۂ ٹھٹھہ و بھکر کار تھکر نیز بوے مقرر شد و جمیع مملکت تزخانیاں مع شئی زوایدو در قبضۂ اقتدار او در آمد	۱۱۴۹ھ میں ٹھٹھہ اور بکر کی حکومت انہیں دی گئی اور تزخانیوں کی ساری مملکت کسی قدر زاید علاقہ کے ساتھ ان کے اقتدار میں آگئی۔

خدایار خاں اور ان کے خاندان کے حالات مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد اول میں صفحہ ۸۲۵ سے ۸۲۹ تک مرقوم ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ جب نادر شاہ بادشاہ ایران نے سندھ کے راستہ سے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہا تو خدایار خاں نے مقاومت کی، نادر کو ناچار کابل کا راستہ اختیار کرنا پڑا مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے "چون نادر شاہ قصد ہندوستان کرد بخدایار خان نوشت کہ از جانب ملک خود راہ دہد خدایار خان سرہاے زد و درہ ہاے کوہ را مضبوط ساخت، ناچار نادر شاہ از راہ کابل بہ ہندوستان رفت" (مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۸۲۸)

(۵) صاحب تحفۃ الکرام نے آدم شاہ (سندھی) کے متعلق یہ بیان کیا ہے "آدم شاہ..... مسند ارشاد مظہر اتم تحقیق واصل معرفت سرہدی میر سید محمد المعروف میراں محمد مہدی جونپوری کہ در جلد ثانی مذکور است روشن نمودہ"[۱] یعنی آدم شاہ نے میر سید محمد المعروف بہ میراں محمد مہدی جونپوری جو واصل معرفت الٰہی اور مظہر اتم تحقیق تھے، ان کے ارشاد کی مسند کو روشن کیا۔ صاحب تحفۃ الکرام کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نواب خانخانان آدم شاہ کا بڑا معتقد تھا اور ان سے دعا کا طالب ہوتا تحفۃ الکرام کی عبارت یہ ہے "در آن وقت نواب خانخانان نزد آدم شاہ باستمداد دعا آمدہ و التماس نذرے کرد"[۲] یعنی اس زمانہ میں نواب خانخانان آدم شاہ کے ہاں استمداد دعا کے لئے آیا اور نذر قبول کرنے کی التماس کی۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبد الرحیم خانخاناں بھی مہدوی مذہب کا حامی تھا شیخ محمد بن طاہر الفتنی کے احوال میں مذکور ہے

اما عنقریب صوبہ گجرات بر عبد الرحیم خانخانان قرار گرفت و بہ حمایت او طائفۂ مہدویہ باز از کمین بر جستند[۳]	لیکن عنقریب صوبہ گجرات کی حکومت عبد الرحیم خانخاناں کو دی گئی اور اس کی حمایت سے مہدوی جماعت پھر گھات سے نکلی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سندھ میں اب بھی مہدوی ہیں لیکن "ذکر الٰہی" کو اہمیت دینے کی وجہ سے ذکری یا ذکریہ کہلاتے ہیں۔

[۱] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۱۰۳ [۲] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۱۰۳ [۳] مآثر الکرام (طبع آگرہ) صفحہ ۱۹۵

موربی علاقہ کاٹھیواڑ | میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے والد بندگی میاں عبدالرشیدؓ یہیں مدفون ہیں ظفر الوالہ کے حوالہ سے آپ کی شہادت کا ذکر صفحہ ۱۲۳ پر کیا جا چکا۔

گجرات | یہاں کے دائروں کو بڑی شہرت حاصل تھی' ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے

شیخ علائی بہ ہان وضع وحالت کہ داشت باشش صد وہفت صد خانہ دار مردم بہ امید آنکہ دراین سفر شاید با عیان ومقتدایان این طائفہ صحبت داشتہ روش اہل دوائر بداند متوجہ گجرات شد۔[1]	شیخ علائی اسی وضع وحالت میں چھ سات سو خاندانوں کے ساتھ اس امید میں کہ اس سفر میں شاید اس جماعت کے اعیان اور مقتداؤں کی صحبت میں رہ کر دائرے والوں کی روش جانیں گجرات کی طرف متوجہ ہوئے۔

ریاست پالن پور | یہاں مہدوی کثرت سے آباد ہیں' یہاں کا فرماں روا بھی مہدوی ہے۔

ریاست بروده | یہاں بھی مہدوی آباد ہیں۔

صاحب ختم الہدی نے علاقہ گجرات کے ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں مہدوی آباد ہیں۔ سورت' بھڑوچ' بروده' ڈبوئی' احمد آباد' دہولقہ' چھالا' دلوانا' بڑگاؤں' کھمبایت' (ختم الہدی طبع بنگلور صفحہ ۴۰) اس کے سوا پہتوڑہ' جموسر' نگرہ میں بھی مہدوی آباد ہیں۔

سورت | یہاں راقم کے جدامجد بندگی میاں سید عبداللطیف بن بندگی میاں سید جلالؒ شہید مدفون ہیں۔ صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن ہفتم چمن سوم میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے" سالک اکمل متصوف آگاہ دل فصیح اللسان عذب البیان' مقتدائی لطیف میاں سید عبداللطیف"۔ صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم تفصیل نہم میں ان سے متعلق یہ روایت کی ہے

نقل است کہ از حکم مرشد در گجرات تشریف آوردند میاں سید راجو محمدی فرمودند کہ بندگی میاں سید عبداللطیف تیرے از ترکش من است کہ در گجرات فرستادہ ام۔	روایت کی گئی ہے کہ اپنے مرشد کے حکم سے گجرات میں تشریف لائے میاں سید راجو محمد فرماتے تھے کہ میاں سید عبداللطیف میرے ترکش کے ایک تیر ہیں جنھیں میں نے گجرات میں بھیجا ہے۔

آپ بندگی میاں شاہ برہانؒ کے معاصر ہیں' شاہ برہان نے اپنے دفتر میں آپ سے متعلق یہ لکھا ہے
"اخوی اعزی برگزیدہ ملک المتعال میاں سید عبداللطیف بن بندگی میاں سید جلال بن بندگی حضرت امیر

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۶

سید عبداللطیف ابن بندگی حضرت امیر تشریف اللہ ابن بندگی میاں صدیق مہدوی (از فرد دوم رکن دوازدہم، باب نازدہم) انہیں کے متعلق صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم تفصیل نہم میں لکھا ہے کہ سراج الابصار زبانی یاد تھی۔

بمبئی | اس شہر میں بھی مہدوی آباد ہیں۔

پونہ | شہر پونہ، محلہ شکروار پیٹھ میں مہدویوں کے چند گھر ہیں۔

بلگام | یہاں ان مقامات پر مہدوی آباد ہیں، حیدرگی، دیشور، پاچھاپور، سنکیشور۔

اکلکوٹ | یہ چھوٹی سی دیسی ریاست ہے۔ یہاں بھی مہدوی آبادی ہے۔

احمد نگر | (ا) احمد نگر میں مہدوی مذہب کس طرح پھیلا کچھ تو سلاطین کے ذیل میں برہان نظام شاہ کے بیان میں گزر چکا۔ اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی خود مہدوی تھا (صفحہ ۱۲۷ پر اسمٰعیل نظام شاہ کے باپ کا نام برہان نظام شاہ لکھا گیا ہے، اس سے مراد برہان نظام شاہ ثانی ہے) اس کے زمانہ میں مہدوی مذہب کو یہاں بہت فروغ ہوا۔ میدان جنگ اور میدان مباحثہ دونوں مہدویوں کے قبضہ میں تھے۔ فرشتہ نے اسمٰعیل نظام شاہ کے حالات میں لکھا ہے۔ "در اندک زمان از اطراف و جوانب ہندوستان طائفہ مہدویہ مجتمع گشتہ فدوی اسمٰعیل نظام شاہ شدند۱؎" یعنی تھوڑے ہی زمانہ میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے مہدوی جمع ہو کر اسمٰعیل نظام شاہ کے فدائی ہو گئے۔

(ب) منتخب اللباب میں سلطان اسمٰعیل شاہ نظام الملک کے احوال کے ذیل میں جمال خاں کے باب میں مذکور ہے "بادہ ہزار سوار کہ یک قلم از قوم مہدوی بودند و از دیگر قوم اصلاً در آن داخل نبود روانہ بیجاپور گردید۲؎" یعنی دس ہزار سوار کے ساتھ جو سب کے سب مہدوی تھے اور دوسری قوم کا کوئی اس میں داخل نہ تھا بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے۔

اب رہا میدان مباحثہ تو احمد نگر کے تمام علما مہدوی ہو گئے تھے۔ منتخب اللباب میں برہان شاہ نظام الملک کے حالات میں مذکور ہے "آخر معلوم شد کہ جمیع فضلا کہ دم از مذہب بر حق حنفی میزدند خفیہ مذہب مہدویہ داشتند۳؎" یعنی آخر معلوم ہوا کہ وہ تمام علما و فضلا جو حنفی مذہب کے برحق ہونے کا دم بھرتے تھے

۱؎ تاریخ فرشتہ (طبع نول کشور) جلد دوم صفحہ ۱۵۰۔ ۲؎ منتخب اللباب (طبع کلکتہ) حصہ سوم صفحہ ۲۴۴
۳؎ " " " " " ۱۶۲

پوشیدہ طور پر مہدوی مذہب رکھتے تھے۔ صاحب منتخب اللباب نے اسمٰعیل نظام شاہ کے احوال میں مہدویوں کی تبلیغ کے باب میں یہ لکھا ہے "بہ آواز طبل وکرنای تقویت در مذہب خود میکوشیدند"[1] مفہوم یہ کہ مہدوی بیانگ دہل اپنے مذہب کی تقویت کے لئے کوشش کرتے تھے۔

(ج) خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری نے یہ لکھا ہے "دکن میں مذہب مہدویہ بالاستقلال قائم ہوگیا سلطنت نظام شاہیہ میں تو کوئی ایسا شخص نہ تھا جو محمد (حضرت مہدی علیہ السلام) کا کلمہ نہ پڑھتا ہو (مشاہیر اسلام طبع لاہور سنہ ۱۳۳۶ھ صفحہ ۱۰۰) اب بھی مہدوی احمد نگر میں آباد ہیں۔

بیجاپور یہ بھی مہدویوں کا زبردست مرکز تھا، جو نسبت جمال خاں کو احمد نگر سے ہے وہی نسبت سید الیاس شرزہ خاں کو بیجاپور سے ہے۔ بیجاپور اور عادل شاہیوں کی کوئی تاریخ ایسی نہیں ملے گی جس میں شرزہ خاں مہدوی اور ان کے کارناموں کا ذکر نہ ہو۔

(ا) مآثر الامرا میں مذکور ہے "سید الیاس بدکن شتافتہ نوکری حکام بیجاپور اختیار نمودہ بہ خطاب شرزہ خاں نامور گشت"[2] یعنی سید الیاس نے دکن جاکر بیجاپور کے فرمان رواوں کی ملازمت اختیار کی اور شرزہ خاں کے خطاب سے نامور ہوے۔

(ب) بساطین السلاطین (طبع حیدرآباد دکن) کے باب ہفتم میں متعدد مقامات پر شرزہ خاں کا حال مذکور ہے مثلاً تاخت آوردن سید الیاس مخاطب شرزہ خاں بر صلابت خاں دہلوی (صفحہ ۲۱۰) یعنی حملہ کرنا سید الیاس شرزہ خاں کا صلابت خاں دہلوی پر۔

(ج) عالمگیر نامہ میں شرزہ خاں کا مہدوی ہونا اس طرح مذکور ہے "الیاس مہدوی مخاطب بہ شرزہ خاں کہ در جلادت و دلاوری و فنون سرداری و سپاہگری مسلم اہل دکن الی آخرہ"[3] یعنی الیاس مہدوی جس کا خطاب شرزہ خاں تھا جلادت و دلاوری، فنون سرداری اور سپاہگری میں اہل دکن کے ہاں مسلم تھا

(د) میاں سید اشرف حضرت تشریف الحقؒ کے پرپوتے ہیں، نواب شرزہ خاں انہیں کے مرید تھے صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم تفصیل نہم میں یہ لکھا ہے "میاں سید اشرف بن میاں سید میرانجی بن میاں سید عبدالوہاب بسا بزرگ شریعت وصحبت از پدر عالی قدر اند مرشد نواب شرزہ خان الی آخرہ

[1] منتخب اللباب حصہ سوم صفحہ ۲۳۰ [2] مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد دوم صفحہ ۵۰۳ [3] عالمگیر نامہ (طبع کلکتہ) صفحہ ۱۰۱۴

(ھ) صاحب اخبار الاسرار نے بندگی میاں سید سعد اللہ (وفات سنہ ۱۰۲۴ھ) کے احوال میں لکھا ہے "و آنگاہ آبادی بیجاپور بسیار رونق وافی داشت و در آن شاہی مدار المہام اکثر مہدویان بودند و در آنجا دائرہ آنحضرت بسیار وسیع شد و آن جاے را مہدوی واڑہ گویند"[1] یعنی اس زمانہ میں بیجاپور کی آبادی بہت رونق رکھتی تھی اور بیجاپور کی شاہی میں مدار المہام اکثر مہدوی تھے، اس جگہ حضرت کا دائرہ بہت وسیع ہوتا گیا اور اس کو مہدوی واڑہ کہتے ہیں۔

(و) مہدوی سلاطین بیجاپور کے بھی معتمد علیہ تھے صاحب اخبار الاسرار نے لکھا ہے "میاں سید ابراہیم بن میاں سید عبد الوہاب بسیار متقی و پرہیزگار بودند و از جملہ یازدہ اشرافان کہ چوکیداران بادشاہ بیجاپور عادل شاہ بودند"[1] یعنی میاں سید ابراہیم بن میاں سید عبد الوہاب بڑے متقی اور پرہیزگار تھے اور منجملہ ان گیارہ اشراف کے تھے جن کے ذمہ عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کی چوکی تھی۔ بعد کو میاں سید ابراہیم نے تمام مال و اسباب راہ خدا میں دے دیا، اخبار الاسرار کی عبارت یہ ہے۔ "کیسہ ہاے زر و جملہ اموال خانہ را براہ خدا بذل کردہ علاقہ از میاں سید طاہر بن میاں سید راجے محمد نمودند" یعنی اشرفیوں کی تھیلیاں اور گھر کا تمام مال و اسباب راہ خدا میں دے کے میاں سید طاہر بن میاں سید راجے محمد سے علاقہ کیا۔

(ز) راقم کے جد امجد بندگی میاں سید عبد اللطیف بن بندگی میاں سید شریف اللہ، بیجاپور میں بندگی میاں سید سعد اللہ کے خطیرہ میں مدفون ہیں، صاحب تاریخ سلیمانی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے "سیف اللسان، محبوب السبحان، کامل الکشف، بغایت الوصف مشتر صدیق و منظور پدر شریف بندگی میاں سید عبد اللطیف"[2]۔

گوکاک صاحب مطلع الولایت نے مطلع الولایت کی تصنیف کے اسباب میں یہ لکھا ہے

در سنہ ساوس عشر و الف مصطفیٰ خاں از اجماع این گروہ کہ در قصبۂ گوکاک مجتمع بودہ حجت مہدویت میران علیہ السلام طلبید۔	سنہ ۱۰۱۶ھ میں مصطفیٰ خاں نے اس گروہ کے اجماع سے جو قصبۂ گوکاک میں ہوا تھا حضرت میران علیہ السلام کی مہدیت کی دلیل طلب کی۔

عالمگیر کی لشکر کشی سے بیجاپور میں ابتری پھیل گئی تو اکثر مہدوی حیدرآباد دکن اور اس کے اطراف کے

[1] اخبار الاسرار (قلمی) باب دوم فضیلت نہم [2] تاریخ سلیمانی (قلمی) گلشن ہفتم، چمن دوم

علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ اب بھی بیجاپور اور گوکاک میں مہدوی آباد ہیں۔

دھاڑواڑ یہاں کے قاضی نے اثبات مہدیت سے متعلق استفسار کیا تھا عالم معروف میاں صاحب نے عالمانہ پیرایہ میں اس کا جواب لکھا اور دھاڑواڑ روانہ کیا آپ کا یہ رسالہ مشہور و معروف ہے۔ صاحب اخبار الاسرار نے بندگی میاں سید سعد اللہؒ کی اولاد کے ذیل میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "یگانۂ عصر عالم متبحر مشہور و اشہر میاں سید معروف عرف معروف میاں عالم (باب دوم)

سرینگ پٹن علاقہ میسور سرینگ پٹن میں مہدوی بڑے بڑے عہدوں پر تھے اور فرماں روائے وقت کے معتمد، صاحب نشان حیدری نے لکھا ہے "قلعہ داری دار السلطنت بہ سید محمد خان مہدوی کہ رفیق سلطان بود گذاشتہ بافوج خود از آنجا راہی شد" [۱] یعنی دار السلطنت کی قلعہ داری سید محمد خان مہدوی رفیق سلطان کے حوالہ کر کے اپنی فوج کے ساتھ وہاں سے چلا۔ اس عبارت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ سید محمد خاں مہدوی تھے دوسرے یہ کہ دار السلطنت کے قلعہ دار تھے۔ تیسرے یہ کہ مہدوی ہونے کے باوجود سلطان کے رفیق تھے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں میر آصف کی سازش سے مہدویوں کا سرینگ پٹن سے اخراج ہوا، صاحب نشان حیدری نے لکھا ہے کہ

ہم دراین سال یک ہزار دو صد دوازدہ ہجری آن نطفۂ شیطان اعنی صاحب دیوان المخاطب بہ میر آصف شرارت و بے وفائی قوم مہدوی کہ آنہا را دائرہ والے گویند اگرچہ آنہا بہ حسب ظاہر راست باز و نمک حلال بودند اما صاحب دیوان مذکور از آن قوم اندیشہ تمام داشت و پیش ازین اکثر جنگ ہا از ایشان بہ ظہور آمدہ معروض داشتہ مزاج وہاج بنوعے شورانید آنحضرت از آن قوم وسوسۂ بغاوت پیدا کردہ جملگی را با زن و بچہ اخراج فرمودند [۲]

اسی سال یعنی سنہ ۱۲۱۲ھ میں وہ شیطان کا نطفہ یعنی صاحب دیوان جس کا خطاب میر آصف ہے قوم مہدوی یعنی دائرے والوں کی شرارت اور بے وفائی کو سلطان سے عرض کر کے مزاج وہاج کو اس طرح برانگیختہ کیا کہ سلطان نے اس قوم سے بغاوت کا اندیشہ کر کے سب کو مع زن و بچہ خارج کر دیا اگرچہ یہ لوگ یعنی مہدوی علانیہ طور پر راست باز اور نمک حلال تھے لیکن دیوان مذکور کو اس قوم سے اندیشہ تھا کیونکہ اس سے قبل اکثر لڑائیاں انہیں کی مدد سے ظہور میں آئی تھیں۔

[۱] نشان حیدری طبع بمبئی صفحہ ۲۶۴   [۲] نشان حیدری طبع بمبئی صفحہ ۲۸۸

صاحب ختم الہدیٰ نے لکھا ہے کہ مہدویوں کا اخراج اس لئے عمل میں آیا کہ انہوں نے غداروں کا ساتھ نہیں دیا۔ ختم الہدیٰ کی عبارت یہ ہے "سرینگ پٹن کے فتوریوں نے مہدویہ کے سردار اپنے ساتھ نہ ملنے سے حیلہ انگیزی کرکے اخراج کروائے" (صفحہ ۴۰)

نشان حیدری کے بیان سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ سرینگ پٹن میں مہدویوں کی جو مخالفت کی گئی اس کی بنیاد سیاسی سازش ہی نہ تھی بلکہ مذہبی تعصب بھی تھا، یہاں کی غیر مہدوی سپاہ نے مہدویوں کو لیلۃ القدر کی عبادت کرنے سے روکا، چنانچہ صاحب شمس الہدیٰ نے لکھا ہے "سرینگ پٹن میں سرکار ٹیپو میں نوکر ہوے۔ جب ستائیسویں رمضان کو دوگانے کا آیا سپاہ اہل سنت اس کے برملا پڑھنے سے مانع ہوے جب صورت نزاع کی نظر آئی سلطان موصوف نے حکم کیا کہ آبادی سے باہر جاکر پڑھو" (صفحہ ۳۰)

مذکورہ بالا عبارت میں صاحب نشان حیدری نے "دائرہ والہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اب بھی یہ الفاظ مدراس و میسور میں مہدویوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ علائی کے احوال کے ضمن میں شمالی ہند میں دائرہ مہدویہ کا ذکر کیا اور تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہندوستان کے جنوب میں وہی لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ دائرہ کس قدر مشہور تھا۔

اب چن پٹن علاقہ میسور میں مہدویوں کا مرکز ہے اور وہاں متعدد دائرے ہیں اس کے سوا ان مقامات پر بھی مہدوی آباد ہیں، چیتل درگ، ہنور، کرگاول، بنگلور۔

چن پٹن میں راقم کے جد بندگی میاں سید راجے (راجو) محمد کا حظیرہ ہے صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم فضیلت (تفصیل) نہم میں یہ لکھا ہے "میاں سید راجے محمد عرف آجا میاں صاحب بن میاں سید عبداللطیف، صحبت از بندگی میاں سید میران غازی داشتند، حظیرہ آنحضرت در شہر چن پٹن۔

کرگاول میں راقم کے جد بندگی میاں سید اشرف بن بندگی میاں سید عبداللطیف[1] مدفون ہیں۔ صاحب اخبار الاسرار نے ان کے متعلق یہ لکھا ہے

صاحب علم بودند و از دیوان جہری اکثر حفظ بود	صاحب علم تھے۔ دیوان جہری سے انہیں اکثر حفظ تھا

[1] ثالث

در اکثر مجلس با غالب آمدندی بر ناجواز تاویل در نقل مہدی مدلل و مستحکم بودند مشہور و مدفون در گرگاؤں (باب دوم تفصیل نہم)	اکثر مجلسوں میں غالب آتے تھے نقل مہدی میں تاویل کے جائز نہ ہونے پر مدلل و مستحکم تھے مشہور ہیں اور گرگاؤں ان کا مدفن ہے۔

ملیبار (ا) بندگی میاں سید قاسم مجتہد گروہ نے رسالہ اسامی مصدقین میں بیان کیا ہے کہ میاں شیخ بھائی براری بادشاہ برار کے معتمد علیہ تھے مہدوی مذہب قبول کرنے کی وجہ سے ان کا بار ہا اخراج ہوا تبلیغ کرتے ہوے دائرہ کے فقرا کے ساتھ ملیبار پہنچے وہاں بہت سے لوگ تصدیق سے مشرف ہوے اور میاں شیخ بھائی اور انکے ساتھیوں کے لئے مکہ معظمہ تک سفر کرنے کا سامان فراہم کیا (ان کا ذکر شیخ علی کے احوال میں بھی آئیگا)

(ب) میاں سید عبدالقادر تورانی جو بندگی میاں سید سعد اللہ کے پوتے ہوتے ہیں کنگور علاقہ ملیبار میں مدفون ہیں (عرس نامہ مطبوعہ صفحہ ۱۰۹)

پالگھاٹ یہ جنوبی ملیبار ہے یہاں اب بھی مہدوی آبادی ہے۔

کوچین یہاں بھی مہدوی آباد ہیں۔

ٹراونکور جس زمانہ میں ٹراونکور کا دارالحکومت پدمنابھ پورم تھا اس سے دس میل کے فاصلہ پر بہ مقام وڈچیری (یہ شہر ناگر کوئل کا قصبہ ہے) حضرت سیدن میاں صاحب (محمودی) نے بارھویں صدی ہجری میں دائرہ قائم کیا تھا۔ یہاں صرف ایک بڑا حظیرہ بہ طور یادگار کے باقی ہے۔

جب ٹراونکور کا دارالحکومت تریوندرم قرار پایا تو بعض لوگ جدید دارالحکومت میں منتقل ہوگئے اور بعض پنگوڑی علاقہ تنے ولی چلے گئے۔ تیکاڈ علاقہ تریوندرم میں اب بھی مہدوی آباد ہیں۔

راس قماری تا فتح پور سیکری

پنگوڑی علاقہ راس قماری پنگوڑی علاقہ تنے ولی میں ہے۔ یہ تنے ولی سے تقریباً ۲۰ میل جنوب میں اور راس قماری سے تقریباً ۱۵ میل شمال میں واقع ہے۔ یہاں بھی متعدد دائرے ہیں اور مہدوی کثرت سے آباد ہیں۔ ہدیہ مہدویہ کا رد موسوم بہ ختم الہدی یہیں پایۂ تکمیل کو پہنچا جیسا کہ خود صاحب ختم الہدی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

تچنلور ترناولی سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں ایک بڑا خطیرہ بہ طور یادگار کے باقی تھا۔ اب صرف اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔

ترچناپلی یہ شہر کسی زمانہ میں مہدویوں سے بہت آباد تھا۔ راقم کے جد امجد بندگی میاں سید عبد اللطیف بن بندگی میاں سید راجح محمد یہیں مدفون ہیں۔ جیسا کہ صاحب اخبار الاسرار نے لکھا ہے "میاں سید عبد اللطیف عرف منجلے میاں صاحب علاقہ از میاں سید اشرف غازی رحلت در ترچناپلی کردند (باب دوم فضیلت تفصیل پنجم) اب بھی یہاں مہدوی آباد ہیں۔

ارکاٹ انگاڑ سے لے کے شہر ارکاٹ تک مہدوی آبادی تھی کسی زمانہ میں یہاں اٹھارہ دائرے تھے اور یہ امر بطور ضرب المثل کے مشہور ہے۔ اب بھی ترپاتور میں مہدوی آباد ہیں۔ یہ مقام جولارپیٹ جنکشن سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں بھی ریلوے اسٹیشن ہے۔

چتور ضلع چتور میں وائل پاڑ کے قریب ایک قریہ ہے جہاں تمام آبادی مہدوی ہے۔

کوئمبتور دریائے کاوری کے ایک جانب ہیرو ڈ ہے اور دوسری جانب پلی پالیم۔ ہیرو ڈ میں صرف خطیرہ بہ طور یادگار کے باقی ہے لیکن پلی پالیم میں ساری آبادی مہدوی ہے۔

سیلم اس ضلع میں پالکوٹ نامی مقام پر اب بھی مہدوی آباد ہیں۔

سدہوٹ یہ مقام کڑپہ سے بارہ میل ہے۔ یہاں بھی دائرے تھے۔ اسعد مکی کی کتاب شہب محرقہ کا جواب کنز الدلائل یہیں لکھا گیا اور میاں سید شہاب الدین جنہیں عبد الحلیم خان حاکم کڑپہ نے مع تین جاں نثاروں کے شہید کرا دیا یہیں مدفون ہیں[1]۔ یہ ۱۱۸۸ھ کا واقعہ ہے۔

کڑپہ یہاں بھی مہدوی آبادی ہے اور متعدد دائرے ہیں۔ سراج الابصار کی شرح موسوم بہ ضیاء القلوب کا تاریخی نسخہ یہیں سے حاصل کیا گیا۔

کرنول کسی زمانہ میں یہ بھی مہدویوں کا زبردست مرکز تھا۔ نواب منور خاں والی کرنول کے زمانہ میں انہیں خاصہ عروج تھا' عرفان نے مثنوی اخبار شہیداں میں مہدویوں کا حیدر آباد سے کرنول جانا بیان کیا ہے' اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

[1] عرس نامہ ص۶

کہاں تک صاحب عرفاں کرے طول | مسافر آئے چل نزدیک کرنول
منور خاں خبر سن کر کے ہو شاد | سوئے آں قافلہ قاصد فرستاد
کہا قاصد سے یوں جا جلد ہو کے | نہ کوئی چوکی ان لوگوں کو روکے

یہ واقعہ ۱۲۳۸ھ کا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں چودہ دائرے تھے ۱۲۵۵ھ میں کرنول سلطنت انگریزی میں شامل کر لیا گیا تو بہت سے مہدوی یہاں سے نکل گئے، کچھ نوکری پہ چلے گئے اور زیادہ تر حیدرآباد دکن آ گئے۔ ضیاء القلوب کا ایک نسخہ جو کرنول میں ۱۲۶۸ھ میں لکھا گیا تھا ہمارے پیش نظر ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی تسلط کے بعد بھی مہدوی وہاں آباد تھے اب بھی چند خاندان آباد ہیں۔ کرنول میں زہرہ پور مہدویوں کا مشہور محلہ رہا ہے، اب صرف حظیرے اور کھنڈر گزشتہ دور کی یادگار ہیں۔

مچھلی بندر عالمگیر کی لشکرکشی کے زمانہ میں بعض مہدوی حیدرآباد دکن سے مچھلی بندر چلے گئے تھے تاریخ سلیمانی کی عبارت یہ ہے "وقتی کہ اورنگ زیب بدارالجہاد حیدرآباد محاصرہ کرد قبائل اشراف ان از آنجا نقل مکان کردہ جائے امان رفتند تا قبائل حضرت مرشد الزماں میاں سید میرانجی بحوالہ میاں ملک شرف الدین نمودہ، مچھلی بندر عرف مرتضیٰ نگر بردند"[1] یعنی جب اورنگ زیب نے دارالجہاد حیدرآباد کا محاصرہ کیا تو شرفا کے قبائل وہاں سے امن کی جگہ منتقل ہو گئے اور حضرت مرشد الزماں میاں سید میرانجی کے قبائل میاں ملک شرف الدین کے حوالے ہوئے، ملک شرف الدین انہیں مچھلی بندر عرف مرتضیٰ نگر لے گئے۔

ادھونی میاں سید اشرف (نبیرہ بندگی میاں سید عبدالرحمٰن) ادھونی کے صوبہ دار تھے، صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم فضیلت (تفصیل) نہم میں یہ بیان کیا ہے "میاں سید اشرف را منصب عالی و فوج گراں و صوبہ داری بلدہ ادھونی بود" یعنی میاں سید اشرف منصب عالی اور بھاری فوج رکھتے تھے، یہ بلدہ ادھونی کے صوبہ دار تھے۔ ان کا مدفن بھی ادھونی ہے۔

پینڈیال یہاں کی آبادی بہ استثنا چند پیشہ ور وغیرہ سب مہدوی ہے، دائرے بھی متعدد ہیں سراج الابصار کے متعدد نسخے یہیں کے کتب خانوں سے حاصل کئے گئے۔

فرصت پٹن (بچواڑہ) یہاں بھی دائرہ مہدویہ ہے یہاں کے بعض لوگ پینڈیال منتقل ہو گئے ہیں۔

[1] تاریخ سلیمانی گلشن دوازدہم چمن چہارم

حیدرآباد (دکن) | (ل) مہدوی حیدرآباد میں سلطنت آصفیہ کے قیام سے پہلے آباد ہیں بنگری گورستان میں سید قاسم مجتہد گروہ جو یہاں مدفون ہیں ان کا سال وفات ۱۰۴۳ھ ہے اور یہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا زمانہ ہے۔ قطب شاہیوں کے دور میں بھی مہدوی بڑے عہدوں سے ممتاز تھے۔

(۱) حضرت سید قطب الدین صاحب پالن پوری مترجم چھند شریف نے ملک یوسف مصنف پریم سنگرام کے متعلق یہ لکھا ہے "پریم سنگرام اور دیگر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو شعر و سخن میں بڑا کمال تھا اور پراکرت بھاشا میں بھی اچھی مہارت تھی آپ تاناشاہ بادشاہ گولکنڈہ (حیدرآباد دکن) کے دربار میں ملازم تھے کسی ہندی شاعر کی آپ کے توسط بغیر دربار میں رسائی نہیں ہوتی تھی"[1]

(۲) عقب قلعہ گولکنڈہ ابراہیم باغ میں میاں سید عبدالقادر مدفون ہیں۔ موضع ملکاپور کے مغربی پہاڑ معروف بہ نورگھاٹ پر شاہ عبدالکریم نوری کا مزار ہے یہ مہدویوں کی مشہور زیارت گاہ ہے۔

(۳) قطب شاہیوں کی فوج میں غلزئی افغان کثرت سے تھے یہ سب مہدوی المذہب تھے۔

(ب) سلطنت آصفیہ کے قیام کے بعد بھی مہدوی معتمد و ممتاز رہے۔ صاحب ختم الہدی سبل السوی نے لکھا ہے "حیدرآباد کے تاریخ دانوں کو نیکو روشن ہے کہ مہدویہ ابتدائے حکومت آصفیہ سے عمدہ عمدہ خدمات پر مامور رہے ہیں چنانچہ راجہ چندولعل کے کئی مدت آگے بڑے بڑے امیر جیسے نواب دلدار خاں جی نواب میراں یار جنگ بہادر، نواب رسول یار جنگ بہادر، نواب سلطان الملک بہادر اور بہت سے جمعدار نامور بھی تھے بلکہ چندولعل کے وقت اُن اگلوں کی عزت کسی نے نہیں پائی"[2]

صاحب شمس الہدی نے یہ لکھا ہے "اور ریاست حیدرآباد میں ہم مہدوی قطب شاہی اور قلیوں کے بادشاہوں سے امارت اور مصاحبت کے منصبوں سے سرافراز ہوئے ہیں کہ حوالی گولکنڈہ کے مقابر و درگاہیں عالیشان اس وقت کے موجود ہیں خصوصاً ریاست آصفیہ کی بنیاد سے ہمراہ رکاب ہیں اور دولت نظامیہ کے بڑے معتمد سرکار کہ جن سکہ مہرے اور چوکیاں خاص در خلوت پر سفر و حضر میں ہیں مثل نواب محمد دلدار خاں بہادر مرحوم وغیرہ کے (شمس الہدی طبع مطبع نبوی صفحہ ۳۰، ۳۱)

صاحب شمس الہدی نے سردار خاں بہادر کے احوال میں یہ لکھا ہے۔ "جس کی نمک حلالی و عبت

[1] چھند شریف (طبع آگرہ) صفحہ ۴ [2] ختم الہدی سبل السوی (طبع بنگلور سنہ ۱۲۹۱ھ) صفحہ ۴۰، ۴۱

شہرۂ آفاق ہے اور نواب ناصر الدولہ بہادر اس نمک حلالی اور شجاعت کی قدردانی پر خان مرحوم کے نام لیوؤں کو اضافوں سے سرفراز فرمائے ہیں سو آج تک جاری ہیں (شمس الہدیٰ صفحہ ۳۰)

(ج) تاریخ گلزار آصفیہ میں مذکور ہے "بازار عیسٰی میاں المخاطب میراں یار جنگ مہدوی بسمت راست کوٹھی انگریز یست"[1] یعنی عیسٰی میاں المخاطب بہ میراں یار جنگ مہدوی کا بازار جو انگریزی کوٹھی کی داہنی جانب ہے۔

(د) تاریخ محبوب السلاطین میں یہ مذکور ہے

"نواب مشیر الملک کا مرہٹوں کے ہاں رہنا مرہٹوں ہی کے حق میں غیر مفید ہوا اس کے تھوڑے ہی زمانے کے بعد نواب مشیر الملک ایسی چال کھیل گئے کہ مرہٹوں کے مابین فتنہ برپا ہو گیا اور ان کی خفیہ درخواست پر عیسٰی میاں میراں یار جنگ اور محمد سبحان خاں بہادر اور راجہ جونت راو رنبھاو سردار الملک گھانسی میاں و مظفر الملک سید علی خاں بہادر مع فوج جرار سرکار نظام کی طرف سے ان کے پاس جا پہنچے اور اپنی تدبیروں سے نواب مشیر الملک مع الخیر مرہٹوں کے پنجے سے نکل کر سرکار نظام کے پاس چلے آئے اور مرہٹوں کو کف افسوس ہی ملنا پڑا"[2]

(ہ) کھرے نے مرہٹی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے موسوم بہ "اِتہاسک لکہ سنگرھا" یہ کئی جلدوں میں ہے۔ جلد دہم کے صفحہ ۵۰۹۲ اور ۵۱۰۳ پر صرف عیسٰی میاں کا اعظم الامرا کی مدد کے لئے فوج لے کر آنا مذکور ہے۔

(و) نواب میراں یار جنگ بہادر کا ذکر صاحب نشان حیدری نے بھی کیا ہے۔ "ملک عیسٰی خان میراں یار جنگ با فوج خود در تاختہ قلعہ گنجی کوٹہ و تار پتری و تار مری وغیرہ بہ سعی چند ماہ بہ ضبط خود در آورد"[3] یعنی ملک عیسٰی خاں میراں یار جنگ نے اپنی فوج کے ساتھ حملہ آور ہو کر قلعہ گنجی کوٹہ و تار پتری و تار مری وغیرہ پر چند ماہ کی کوشش میں قبضہ کر لیا۔

بہ ظاہر عیسٰی میاں اور ان کے خطاب میراں یار جنگ میں کوئی لفظی مناسبت نہیں معلوم ہوتی لیکن قومی روایت اس کی توضیح کر دیتی ہے وہ یہ کہ جب نواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی نے اپنا نہیں

[1] گلزار آصفیہ (طبع حیدرآباد دکن) صفحہ ۶۲۳ [2] محبوب السلاطین طبع حیدرآباد صفحہ ۲۱۲ [3] نشان حیدری (طبع بمبئی) صفحہ ۲۵۳

خطاب دینا چاہا تو عیسیٰ میاں نے عرض کی کہ میراں یار جنگ خطاب دیا جائے، سبب دریافت کرنے پر بیان کیا کہ ہمارے امام مہدی موعود کا لقب 'میراں جی' ہے۔ اس واقعہ سے عیسیٰ میاں کا جوش مذہبی اور آصف جاہ ثانی کی قدر دانی اور رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔

(ز) نواب رسول یاور جنگ بہادر میاں سید جی اہل دائرہ نو ہیں اور نواب سلطان الملک بہادر سلطان میاں اہل کھنڈیلہ کا خطاب ہے

(ح) صاحب گلزار آصفیہ نے جمعداران افغانان قوم مہدوی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ "ہر روز جمعداران ایشان برائے سلام و مجرا حاضر درباری شوند"[1] یعنی ہر روز مہدویوں کے جمعدار سلام کے لئے دربار میں حاضر ہوتے ہیں' اس سے ظاہر ہے کہ مہدوی جمعدار بھی حضور رس تھے۔

نواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی کے بعد بھی مہدویوں کو خطابات دئے گئے "مثلاً نواب نصیب یاور جنگ اول' نواب نصیب یاور جنگ ثانی' نواب کمال یار جنگ' نواب جنید یاور جنگ نواب بہادر یار جنگ۔

(ط) سکندرآباد میں اور نواح حیدرآباد کے ان محلوں میں متعدد دائرے ہیں۔ مشیرآباد' بیگم بازار' کاچی گوڑہ' قطبی گوڑہ' چنچل گوڑہ۔ اس کے علاوہ سلطنت آصفیہ کا کوئی ضلع ایسا نہیں ہے جہاں مہدوی آباد نہ ہوں

چنچل گوڑہ بندگی میاں سید راجے محمد چنچل گوڑہ میں مدفون ہیں ان کا سال رحلت ۱۰۶۸ھ ہے اس سے معلوم ہوا کہ چنچل گوڑہ سنہ ۱۰۶۸ھ سے قبل ہی مہدویوں سے آباد تھا۔ صاحب گلزار آصفیہ نے بیان کیا ہے کہ نواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی کے عہد میں یہاں کی آبادی میں اضافہ ہوا۔ گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

در عہد حضرت غفران مآب میر نظام علی خاں بہادر چون جمعیت پائگاہ بسرداری و سرگروہی شمس الامراء بہادر تیغ جنگ قریب دو ہزار سوار ملازم رکاب ظفر انتساب سرکار دولت مدار گردید دلدار خاں نامی جمعدار مہدوی	غفران مآب نواب میر نظام علی خاں بہادر کے عہد میں جب پائگاہ کی دس ہزار سوار کی جمعیت شمس الامراء تیغ جنگ بہادر کی سرکردگی میں سرکار دولت مدار میں رکاب ظفر انتساب کی ملازم ہوئی تو دلدار خاں نامی مہدوی جمعدار اپنے ہم قوم دو سو سواروں کے ساتھ

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۸۱

با دو صد سواران ہم قوم خویش نیز نوکر بہادر معز گشت و بالاے چنچل گوڑہ مسکن و مقام خود ساخت و ہر روز براے سلام حاضر دربار میگردید رفتہ رفتہ در چند مدت چنچل گوڑہ آن قدر آباد شد کہ ہمہ احتیاج در آنجا ہم رسیدہ سوداگران این قوم از ہر چہار طرف اجناس فروختنی آوردہ خوش حال گذران اوقات می نمودند و قریب چہار ہزار سوار ازین قوم با سرداران و جمعداران و سپاہیان بیش قرار نوکر سرکار در رسالہ ارسطو جاہ و دیگر امیران و راجایان گردیدند۔[1]

بہادر معز کے نوکر ہوے اور چنچل گوڑہ کو اپنا مقام اور مسکن بنایا اور ہر روز سلام کے لئے دربار میں حاضر ہوتے تھے رفتہ رفتہ تھوڑی ہی مدت میں چنچل گوڑہ اس قدر آباد ہو گیا کہ جملہ ضروریات کی چیزیں وہاں مہیا ہوتی تھیں اور اس قوم کے تاجر اجناس لا کے فروخت کرتے اور خوش حالی میں بسر کرتے اور اس قوم کے قریب چار ہزار سوار، سرداروں، جمعداروں اور بیش قرار سپاہیوں کے ساتھ سرکار ارسطو جاہ اور دیگر امیروں اور راجاؤں کے علاقہ میں مامور ہوے۔

یہ بستی شمالی ہند میں بھی مشہور ہے۔ چنانچہ حاجی زردار خاں رئیس اعظم قلمرو کرولی نے اپنی کتاب صولت افغانی میں چنچل گوڑہ کی جنگ (۱۲۳۸ھ) کا خاص طور پر ذکر کیا ہے[2] (چنچل گوڑہ کی شہادت سے متعلق قوم میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں؛ ایک مثنوی ناطق دوسری مثنوی عرفان موسوم بہ اخبار شہیدان) سراج الابصار کا مقدمہ یہیں یعنی چنچل گوڑہ میں لکھا گیا اور اس کے ساتھ جو متن ہے وہ بھی یہیں مرتب ہوا۔

برار سید امجد الملک برار کے سپہ سالار تھے۔ فرشتہ نے اسمٰعیل بن برہان نظام شاہ ثانی کے حالات میں لکھا ہے "بعد از قیل و قال بسیار قرار دادند کہ سید امجد الملک مہدویہ سر لشکر برار را با امراے آن حدود جہت مقابلہ راجہ علی خان و برہان شاہ معین گردانند۔"[3] یعنی بہت گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ سید امجد الملک مہدوی برار کے سپہ سالار کو اس علاقہ کے دوسرے امرا کے ساتھ راجہ علی خان اور برہان شاہ کے مقابلہ کے لئے متقرر کریں۔

بالاپور صاحب مآثر الامرا نے سید الیاس شہزہ خاں کے بیٹے سید رستم خاں دکنی کے حالات میں لکھا ہے "بالاپور و محالات دیگر از برار در تیول داشت"[4] یعنی بالاپور اور دوسرے علاقے برار کے ان کی جاگیر میں تھے۔ سید رستم خان دکنی کے بعد ان کے بیٹے موروثی جاگیر سے سرفراز تھے اور ان کی اولاد صاحب مآثر الامرا کے زمانہ تک جاگیر دار تھی۔ مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے "پسرانش ...... سید فتاح خان و سید الیاس خان

[1] گلزار آصفیہ (طبع حیدرآباد دکن) صفحہ ۱۱۱ [2] صولت افغانی (طبع نول کشور ۱۸۷۶ء) صفحہ ۶۳-۴۶۴ [3] تاریخ فرشتہ (طبع نول کشور ۱۳۰۱ھ) جلد دوم صفحہ ۱۵۱ [4] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۴۰۵

وسید عثمان خان اعقاب ہر یکی باقی است و بہ جاگیرداری محال ارث از صوبہ برار سرافرازند[1]" یعنی سید رستم خاں دکنی کے بیٹے سید فتاح خاں، سید الیاس خاں اور سید عثمان خاں ہیں، ہر ایک کی اولاد باقی ہے اور صوبہ برار کے علاقوں کی موروثی جاگیر سے سرافراز ہیں۔

جل گاؤں (جامود) راقم کے جد اعلیٰ بندگی میاں سید شریفؒ تشریف اللہ یہیں مدفون ہیں۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۹ میں ان کے متعلق یہ لکھا ہے

واضح باد کہ در حق میاں سید شریف بشارات بندگی میاںؓ بسیار است از آن جملہ بشارت خاص الخاص آن است کہ آن ذات را تشریف اللہ فرمودند	واضح ہو کہ میاں سید شریف کے حق میں بندگی میاںؓ کی بہت سی بشارتیں ہیں ان میں سے خاص الخاص بشارت یہ ہے کہ آپ کو بندگی میاں نے تشریف اللہ فرمایا۔

آپ کا سال وفات ۹۸۹ھ ہے جیسا کہ شواہد الولایت میں مذکور ہے " در سنہ نہ صد و ہشتاد و نہ در دیہ جل گانو عنقریب برہان پور در یازدہم رمضان المبارک ازین عالم در عالم باقی آسودہ اند" یعنی بندگی میاں سید تشریف اللہ نے ۹۸۹ھ میں برہان پور کے قریب جل گانو نامی قریہ میں گیارہویں رمضان المبارک کو اس جہان سے عالم باقی میں رحلت فرمائی۔ عرس نامہ مطبوعہ میں آپ کا سنہ رحلت ۹۸۸ھ مرقوم ہے

برہان پور راقم کے جد امجد بندگی میاں سید جلال شہید کا دائرہ برہان پور میں تھا صاحب اخبار الاسرار نے لکھا ہے " تذکرہ برگزیدہ لایزال بندگی میاں سید جلال بن بندگی میاں سید عبداللطیف، دائرہ آن ذات در برہان پور بود[2]" آگے چل کے لکھا ہے "مقبرہ متصل جامع مسجد است" یعنی بندگی میاں سید جلال شہید کا مقبرہ برہان پور کی جامع مسجد کے قریب ہے۔ صاحب تاریخ سلیمانی نے ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "مقتدائے الاشجعین مقتدای اتقین برگزیدہ حضرت لایزال میاں سید جلال را مناقب افضال بیشتر از آن است کہ بہ حصر خیال درآید الی آخرہ" (گلشن پنجم چمن دوم) یعنی شجاعوں کے مقتدا، اتقین کے مقتدا، برگزیدہ حضرت لایزال میاں سید جلال کی بزرگیوں کے مناقب اس سے بڑھ کر ہیں کہ حصر خیال میں آسکیں۔ جل گانو اور برہان پور میں اب بھی مہدوی ہیں۔ قطع نظر اس کے برار کے ان علاقوں میں مہدوی آبادی ہے ایلوت محل، امراوتی، پوسد، ناگپور، ایلچپور، ناندگانوں وغیرہ۔

[1] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۰۴ [2] اخبار الاسرار (قلمی) باب دوم تفصیل نہم۔

ھنڈیہ علاقہ مالوہ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے

بہ ہندیہ کہ سرحد دکن است رسیدہ و بہار خان الملقب بہ اعظم ہمایون شروانی حاکم آنجا او را چندے روز در لشکر خویش نگاہ داشت' در دائرہ او در آمدہ ہر روز بپائے وعظ او میرفت و نیمہ لشکر او بلکہ زیادہ ازاں باو گرویدند[1]	جب شیخ علائی ہندیہ پہنچے جو کہ دکن کی سرحد ہے تو بہار خاں وہاں کے حاکم نے جس کا لقب اعظم ہمایون شروانی تھا چند روز انہیں اپنے علاقہ میں رکھا' ان کے دائرہ میں آکر ہر روز ان کا وعظ سنتا' اس کا آدھا لشکر بلکہ اس سے زیادہ شیخ علائی کا معتقد ہوگیا تھا۔

صاحب مآثر رحیمی کے بیان سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بہار خاں اور اس کے تمام لشکر نے تصدیق مہدیت کی ہے "حکم باخراج او کردہ بجانب ھنڈیہ فرستاد بہار خاں شروانی با تمام لشکر خود کہ از جانب سلیم خان حاکم آنجا بود باو گرویدند[2]" یعنی سلیم شاہ نے شیخ علائی کے اخراج کا حکم دے کر انہیں ھنڈیہ کی جانب بھیجا' بہار خاں شروانی جو سلیم خان کی جانب سے وہاں حاکم تھا اپنی تمام فوج کے ساتھ ان کا معتقد ہوگیا

بھوپال صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن دوازدہم چمن چہارم میں یہ بیان کیا ہے "بور کھیڑہ در ملک خاندیس و پرگنہ بھوپال است از آنجا دو کروہ سمت شمال است' در آنجا بیشتر مصدقان بودند اکنوں یک خانہ مجاور است" یعنی بور کھیڑہ ملک خاندیس میں ہے اور بھوپال کا پرگنہ اور بھوپال وہاں سے دو کوس جانب شمال ہے ۔ وہاں اکثر و بیشتر مہدوی تھے اور اب ایک مجاور کا گھر ہے ۔

سہاگ پور علاقہ ہوشنگ آباد یہاں اب بھی مہدوی آباد ہیں ۔

اجمیر (۱) میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اجمیر میں علمائے مخالف سے مناظرہ کیا ہے' اکبر شاہ کے حکم کی بناء پر آصف خاں ثانی میر بخشی انہیں گجرات سے اجمیر لے گیا ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے حالات میں لکھا ہے

چوں خلیفۃ الزمانی بعد از تسخیر ولایت بنگ از پٹنہ مراجعت نمودہ باجمیر رسیدند آصف خان ثانی میر بخشی او را بحسب حکم از گجرات ہمراہ آوردہ[3]	جب خلیفۃ الزمانی نے ولایت بنگ فتح کرنے کے بعد پٹنہ سے مراجعت کی تو آصف خاں ثانی میر بخشی انہیں حسب الحکم گجرات سے ہمراہ لایا۔

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۴۰۳ - [2] مآثر رحیمی (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۶۴۰

[3] جلد سوم صفحہ ۵۰

(ب)[۱] صاحب مآثر الامرا نے سید رستم خان دکنی کے حالات میں لکھا ہے۔ "سید رستم خان دکنی پسر نثر زہ خان سید الیاس است، وطن نیاگانش بخارا است، یکی از آنہا بہ ہندوستان وارد گشتہ چندے در نواحی اجمیر جا گرفت و بہ صحبت سکنہ آنجا بہ مذہب مہدویان برآمد" یعنی سید رستم خان دکنی سید الیاس نثر زہ خان کے بیٹے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد کا وطن بخارا ہے، ان میں سے ایک ہندوستان آکر چند روز نواح اجمیر میں مقیم ہوئے اور وہاں کے باشندوں کی صحبت میں رہ کر مہدوی ہو گئے۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نواح اجمیر میں بڑے بڑے صاحبان اثر مہدوی تھے جن کی صحبت میں بخاریوں نے بھی مہدوی مذہب قبول کیا تھا۔

(ج) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں (کلام عربی نمبر ۶۶) سراج الابصار کا ایک نسخہ ہے، اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "کاتب الحروف لطف اللہ بن سید فیض اللہ ولد سید ملا مہدوی ساکن سانکانیر مضاف پرگنہ آبیر صوبہ دار الخیر حضرت اجمیر" اس عبارت سے بھی صوبہ اجمیر میں مہدویوں کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ناگور یہاں بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا دائرہ تھا۔ انصاف نامہ کے باب ششم میں مذکور ہے "نقل است کہ میاں علی دھولقہ در شہر ناگور در دائرہ بندگی میاں نعمت نقل شد" یعنی روایت کی گئی ہے کہ میاں علی نے جن کا وطن دولقہ تھا شہر ناگور میں بندگی میاں نعمتؓ کے دائرہ میں وفات پائی۔ ابو الفضل و فیضی کے باپ شیخ مبارک کا مولد یہی ہے۔

خواص پور علاقہ جودھپور (ا)[۲] ملا عبد القادر بدایونی نے شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے "چون بہ خواص پور نزدیک جودھپور رسید خواص خان کہ در آن سرحد نامزد بود اولاً باستقبال برآمدہ داخل زمرہ معتقدان شد" یعنی جب شیخ علائی خواص پور پہنچے جو جودھپور کے نزدیک ہے تو خواص خاں جو اس سرحد پر مامور تھا استقبال کے لئے آیا اور آپ کے معتقدین کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ حاکم کے اس طرح معتقد ہو جانے سے رعیت بھی معتقد ہو گئی ہوگی۔

(ب) صاحب ختم الہدیٰ کے بیان سے بھی جودھپور میں مہدویوں کا ہونا ثابت ہے۔ "آج ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے شہروں اور قریوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی مہدویہ آشکارا رہتے ہیں مثلاً جے پور، جودھپور، بمبئی، سورت وغیرہ" (صفحہ ۴۰)

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۰۲، ۵۰۳ [۲] منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۳۹۹

جالور جالور، گجرات سے گوشۂ مغرب وجنوب میں ۱۷۰ میل ہے۔ یہاں بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ کا بھی دائرہ رہا ہے۔ صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں لکھا ہے "نیز معلوم باد فقیر ولی یوسف از دائرہ بندگی میاں سید خوندمیر از برائے ملاقات میاں نعمتؓ در جالور رفتہ۔ نیز معلوم ہو کہ فقیر ولی یوسف بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے دائرے سے بندگی میاں نعمتؓ کی ملاقات کے لئے جالور گیا۔

صاحب سراج منیر نے لکھا ہے کہ "دسویں صدی کی ابتدا سے بارہویں صدی کے شروع تک بزرگان دین کے دائرے بلا انقطاع جالور میں رہے ہیں"[1]۔ جالور کے حکام بھی مہدوی ہو گئے تھے، انصاف نامہ کے باب ششم میں یہ روایت آئی ہے

نقل است در جالور روزے حیدر الملکؒ وقت عصر در حال بیان قرآن آمدہ بود ہیچ برادر دائرہ و ہیچ چاکر ملک مذکور ایستادہ نہ شد و نہ کسے نزدیک خوندمیر پس از حلقہ مردمان چند گز بطریق مربع نشست الی آخرہ

روایت کی گئی ہے کہ جالور میں ایک دن حیدر الملک عصر کے وقت آئے جب کہ بیان قرآن ہو رہا تھا۔ دائرہ کا کوئی بھائی اور نہ ملک مذکور کا کوئی نوکر (تعظیم کے لئے) اٹھا۔ لوگوں کے حلقہ کے پیچھے چند گز کے فاصلہ پر چار زانو بیٹھ گئے۔

ڈونگرپور علاقہ میواڑ بندگی ملک الہدادؓ نے یہاں بھی دائرہ قائم فرمایا تھا، اسی جگہ ہمایوں ہندال کامران اور مرزا عسکری چاروں بندگی ملک پیر محمد کے ساتھ بندگی ملک الہداد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے[2]

جے پور شہر جے پور اور علاقہ جے پور میں مہدویوں کی متعدد بستیاں ہیں، جے پور میں ایک علاقہ بارہ بستی ہے یہ تمام بستیاں مہدویوں سے آباد تھیں، اب بھی ان علاقوں میں مہدوی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ امرسر، تگریہ، نیوانہ، ہتنیرہ، اعظم نگر، رسول پورہ، آہنیر، ہنگونیہ، ہشیارہ، چوموں

کھنڈیلہ علاقہ جے پور کھنڈیلہ کے دائرے کے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے جو مقالہ لکھا ہے اس کا حوالہ ہم نے میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے حالات میں دیدیا ہے۔

کالپی (۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ برہان کالپی کے متعلق یہ لکھا ہے

برہان اہل زہد و توکل و تقویٰ و سلطان ارباب عزلت و تجرید و استغنا است می گویند کہ سہ روز صحبت میاں

شیخ برہان کالپی اہل زہد و توکل و تقویٰ کی برہان، ارباب عزلت و تجرید و استغنا کے سلطان ہیں۔ کہتے ہیں کہ میاں الہداد باری وال کی

[1] سراج منیر (طبع حیدرآباد دکن) صفحہ ۲۴۷ [2] زبدۃ الملک [3] شرح عقیدہ (طبع جبل پور) صفحہ ۱۰

الہدٰ[1] کو باری وال کہ بیک واسطہ بمیر سید محمد جونپوری مشہور قدس اللہ روحہ میرسد داشتہ این فیض حاصل کردہ وبدرجہ کمال رسیدہ مرتاض وباحضور بود..... درکالپی حجرۂ داشت بسیار تنگ وتاریک پیوستہ درآن بذکر وفکر ومراقبہ اشتغال داشتہ اوقات بہ پاس انفاس بطریق مہدویہ میگذرانید وباآنکہ علوم عربیہ ہیچ نخواندہ بود، تفسیر قرآن بوجہ بلیغ می گفت وصاحب کشف قلوب بود وفقیر در وقت مراجعت از سفر چپار در شہور سنہ ۹۶۷ نہصد وشصت وہفت در زمان حکومت عبداللہ خان اوزبک شبے بملازمت شیخ رسیدم سخنان بلند فرمود وپارۂ از اشعار ہندی خود کہ مشتمل بر وعظ ونصیحت وتصوف وذوق و توحید وتجرید بود بتقریب خواند[2]

سہ روزہ صحبت سے جو ایک واسطہ سے بمیر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ کے مرید تھے یہ فیض حاصل کیا اور درجہ کمال کو پہنچے، یہ صاحب ریاضت اور صاحب حضور قلب تھے..... کالپی میں ایک تنگ وتاریک حجرہ میں رہتے تھے۔ ذکر، فکر اور مراقبہ میں مشغول ہوکر مہدوی طریقہ پر پاس انفاس میں اوقات بسر کرتے تھے۔ اگرچہ علوم عربیہ سے کچھ بھی نہیں پڑھا تھا لیکن قرآن کی تفسیر بلیغ طریقہ پر کرتے تھے، فقیر (یعنی ملا عبدالقادر بدایونی) جب کہ سفر سے لوٹتے وقت سنہ ۹۶۷ھ میں (عبداللہ خاں اوزبک کی حکومت کے زمانہ میں) ایک رات ان کی خدمت میں حاضر ہوا، بلند پایہ باتیں کیں اور اپنے بعض ہندی اشعار جو وعظ، نصیحت، تصوف، توحید اور تجرید پر مشتمل تھے موقع کے لحاظ سے پڑھے۔

(ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں شیخ برہان الدین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے

بغایت مشغول ومرتاض بود گویند کہ وے در تصرف درجہ عالی داشت وکشف جلی داشت دوہرہ ہائے ہندی از وے در خلائق مشہور است اما بے گوشہ حالتے ودردے نیست[3]

شیخ برہان الدین بڑے مرتاض تھے اور ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ انہیں تصرف میں درجہ عالی حاصل تھا، یہ صاحب کشف جلی تھے۔ ان کے دوہرے خلائق میں مشہور ہیں اور کیفیت وسوز سے خالی نہیں۔

ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے بھی ان کا صاحب کشف ہونا ظاہر ہے۔

روز دیگر مہر علی..... بعد زفگی فقیر شرف ادراک ملازمت

دوسرے دن مہر علی..... فقیر (یعنی ملا عبدالقادر بدایونی) کی

---

[1] صفحہ ۱۶۱ پر کتب مہدویہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ جب امام علیہ السلام چمن تشریف لائے تو بندگی ملک الہدٰد تصدیق وتلقین سے مشرف ہوئے۔ [2] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۶ تا ۷، [3] اخبار الاخیار (مطبع مجتبائی سنہ ۱۳۰۹ھ) صفحہ ۲۷۶

شیخ را دریافت اتفاقاً چون پیش از آن یک ساعت
بعضے خدمتگاران و ملازمان خود را لت و لکد محکم و
مضبوط زدہ دشنام و فحش بسیار نامربوط بر زبان
راندہ سوار شدہ بود در آن مجلس اول کلمہ کہ بر زبان
شیخ گزشت این بود قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم المسلم من سلم المسلمون من یدہٖ
ولسانہ و بتقریب این نکات ارجمند و معارف
بلند فرمود، مہر علی بطریق عذر خواہی برپای خاست
و اظہار ندامت و خجالت نمودہ فاتحہ التماس کرد
و پارۂ نذرے گزرانید قبول نشد، عمر شریف شیخ
قریب بہ سنِ صد سالگی رسیدہ در سنہ نہصد و ہفتاد و
محمل رحلت بست و این تاریخ یافتم،
ع۔ "دل گفت کہ شیخ اولیا بود"[1]

رہنمائی میں شیخ کی ملاقات سے مشرف ہوا، اتفاقاً اس دن
سوار ہونے سے ایک گھڑی قبل مہر علی نے اپنے بعض خدمتگاروں
اور ملازمین کو بہت لاتیں مار کر سخت اور فحش گالیاں دی تھیں،
اس مجلس میں شیخ برہان کی زبان پر پہلے یہ کلمہ آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے
مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔ اس تقریب میں انہوں نے اچھے اچھے
نکات اور معرفت کی بلند باتیں بیان کیں، مہر علی بطریق
عذرخواہی اٹھ کھڑا ہوا ندامت اور شرمندگی کا اظہار کر کے
اس نے دعا کے لئے التماس کی اور کچھ نذر بھی گزرانی لیکن
قبول نہ ہوئی۔ شیخ نے تقریباً سو سال کی عمر پا کر ۹۷۰ھ میں وفات
پائی۔ میں (یعنی ملا عبدالقادر) نے ان کی یہ تاریخ کہی
ع۔ "دل گفت کہ شیخ اولیا بود"

عقل سلیم یہ باور نہیں کرتی کہ جہاں بدایونی جیسے شخص کو متاثر کر دینے والا صاحب تصرف و صاحب کشف مہدوی ہو وہاں اور مہدوی نہ ہونگے۔ جائس کے عنوان کے ذیل میں (صفحہ ۲۲۰) ہم نے بیان کیا ہے کہ ملک محمد جائسی کے مرشدوں میں میاں الہداد کے مرید شیخ برہان بھی ہیں۔ بدایونی کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ میاں الہداد سے فیض حاصل کرنے والے شیخ برہان کالپی ہیں، ایسی صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ کالپی میں پیری مریدی بھی کرتے تھے۔ شیخ عبدالحق نے شیخ برہان کالپی کے متعلق یہ بھی لکھا ہے "بعضی میگویند کہ اعتقاد مہدویہ داشت" (بعض کہتے ہیں کہ یہ عقیدۂ مہدویہ رکھتے تھے) شیخ عبدالحق کا "بعضی میگویند" (بعض کہتے ہیں) کہنا بے محل ہے کیونکہ ملا عبدالقادر بدایونی کی ذاتی شہادت سے شیخ برہان کا مہدوی ہونا ثابت ہے۔

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ،

فتح پور سیکری مبلغین مہدویہ کے ذیل میں ملا عبدالقادر بدایونی کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکبر کے حکم کی بنا پر آصف خاں ثانی میر بخشی میاں شیخ مصطفیٰ پٹنی کو گجرات سے اجمیر لے گیا، یہاں سے اکبر کے ساتھ یہ فتح پور گئے۔ بدایونی کی عبارت یہ ہے "و بعد از رسیدن فتح پور امر فرمودند کہ چندروز بخانۂ عبدالصمد مصور شیریں قلم باشد"[۱]۔ یعنی فتح پور پہنچنے کے بعد اکبر نے حکم دیا کہ میاں شیخ مصطفیٰ چند روز عبدالصمد مصور شیریں قلم کے گھر میں رہیں۔

پروفیسر محمود شیرانی نے میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے حالات میں لکھا ہے کہ

"لوگوں کے رجوع کی یہ حالت تھی کہ جمعرات کے دن فتح پور شہر میں مٹھائی نہیں ملتی تھی اگر حلوائی سے دریافت کرتے تھے وہ کہتا آپ کو معلوم ہو آج دنیا میاں مصطفیٰ کی خدمت میں تلقین ہونے لگی ہے اس لئے پان اور شیرینی نہیں ملتے' میاں کی یہ بڑھتی شہرت دیکھ کر عالموں کو حسد آیا اور شکایت لے کر عبدالنبی کے پاس پہنچے الی آخرہ"[۲]۔

"آج دنیا میاں مصطفیٰ کی خدمت میں تلقین ہونے لگی ہے" سے ظاہر ہے کہ فتح پور کی تقریباً تمام آبادی مہدوی ہوچکی تھی۔ نیز میگزین کے اسی صفحہ پر یہ بھی مرقوم ہے "جب بادشاہ فتح پور سیکری پہنچے میاں کو ساتھ لے گئے وہاں پہنچ کر علما کو بلایا اور میاں کو بلا کر مجلس مناظرہ منعقد کی' مناظرہ کئی روز تک جاری رہا اور اس کی تفصیل ایک رسالہ کی صورت میں خود میاں مصطفیٰ نے بیان کی ہے"

کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ فتح پور کے قیام کے زمانہ میں میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کو مناظرے سے پہلے اور مناظرہ کے بعد طرح طرح کی اذیت دی جاتی تھی۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کیا ہے' اس سے بھی کتب مہدویہ کے مندرجات کی ایک حد تک تائید ہوتی ہے' بدایونی کے الفاظ یہ ہیں "ضعف بسیار داشت در ہماں مجلس طشت آوردند و خون بسیار از دہان او ریخت"[۳] یعنی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی بہت کمزور ہوگئے تھے' اسی مجلس میں طشت لایا گیا' بہت سا خون ان کے منہ سے نکلا۔

۱؎ منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۵۰، ۵۱ ۲؎ اورینٹل کالج میگزین لاہور حصہ اول (بابتہ ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۰ء) صفحہ ۱۸
۳؎ " " صفحہ ۵۱

دیارِ عرب

مکہ معظمہ (الف) اس سے قبل دعوت مہدیت کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکن و مقام کے درمیان اپنی مہدیت کا اظہار فرمایا ہے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب دوازدہم میں یہ روایت کی ہے

حاصل الامر چند روز حضرت خاتم ولایت در شہر مکہ مبارک اقامت کردند در آنجا بسیار اہل عرب معتقد شدند سر بر آستانہ شریف نہادند

حاصل یہ کہ حضرت خاتم ولایت نے چند روز مکہ مبارک میں اقامت فرمائی اس جگہ بہت سے عربوں نے مطیع ہو کر آپ کے آستانہ شریف پر سر رکھ دیا۔

(ب) صفحہ ۲۱۹ پر مترجم مخزن الدلائل کی عبارت درج کی جاچکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں عرب بھی شامل ہیں۔

(ج) بندگی میاں سید قاسمؒ نے رسالہ اسامی مصدقین میں بیان کیا ہے کہ میاں شیخ بھائی برادر کی نے مکہ معظمہ میں ایک سال تک دین مہدیؑ کی تبلیغ کی ہے اور شیخ علی متقی کو جو اس زمانہ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا علم ظاہر و علم باطن سے ملزم گردانا۔ خود شیخ علی نے رسالہ الرد لکھنے سے قبل علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف فتوے حاصل کر کے ہندوستان بھیجے تھے۔ یہ فتوے شیخ علی کے رسالہ البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں کے تیرھویں باب میں درج ہیں۔ حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں صاحب نے "تنبیہات الفتاوی" میں ان فتووں کا رد لکھا ہے۔

(د) تاریخ سلیمانی کے بیان کے مطابق سراج الابصار کا مکہ معظمہ بھیجا جانا ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ سلیمانی کی عبارت یہ ہے "رومدیہ اتمام رسانیدہ موسوم بہ سراج الابصار لرفع الظلم عن اہل الانکار کردند و بہ مکہ معظمہ فرستادند" (گلشن نہم چمن سوم)

(ہ) صاحب ختم الہدیٰ نے مولف ہدیہ مہدویہ کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے "اور ہمارے کئی علما مکہ معظمہ میں کئی بار دعوت کئے پر کسی نے ان کا ایک بال بھی بینگا نہ کیا" (ختم الہدیٰ طبع بنگلور صفحہ ۷۰ ، ۷۱)

(و) سید جلال بن سید سعید خاں (خلیفۂ میاں سید زین العابدین بن میاں سید یعقوب از آن بندگی میاں سید قاسمؒ) علاقہ مدراس سے حیدرآباد دکن آرہے تھے۔ سید محمد مخدوم زادہ آپ کا ہم سفر تھا اس نے اثبات مہدیت میں آپ سے سوالات کئے، مخدوم زادہ کو جو جوابات دے گئے فارسی میں قلمبند کئے گئے ہیں، پانچویں سوال کے جواب میں مکہ معظمہ اور مہدوی مذہب کی تبلیغ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

میاں عبدالملک سجاوندی و شیخ بھائی براری و میاں سید حسن مکی این قسم کاملان این گروہ در مجلس تشریف بہ عالمان مکہ و بہ شیخ علی مغتری مباحثہ نمودہ ملزم ساختند، سوال و جواب در رسالہ چار سند مشہور است، در مکہ چون ظاہر نباشد[1]	میاں عبدالملک سجاوندی اور شیخ بھائی براری اور میاں سید حسن مکی جیسے اس گروہ کے کاملین نے تشریف مکہ کی مجلس میں علمائے مکہ اور شیخ علی مغتری سے مباحثہ کر کے انہیں ملزم گردانا۔ یہ سوال و جواب رسالہ چہار سند میں ہے جو مشہور ہے، مکہ معظمہ میں کس طرح ظاہر نہ ہوگا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علمائے مہدویہ نے مکہ معظمہ میں علمائے غیر مہدویہ سے مناظرہ کیا ہے اور ان مناظروں کا حال رسالۂ چار سند میں مرقوم ہے۔

مدینۂ منورہ

(ا) صاحب تاریخ سلیمانی نے میاں سید حسینؒ کے حالات میں لکھا ہے "در مدینۂ منورہ بر روضۂ سرور انبیا مباحثہ شدہ"[2] یعنی مدینۂ منورہ میں حضرت سرور انبیا کے روضہ میں علماء سے مباحثہ ہوا

(ب) محمد جی میاں صاحب نے مدینۂ منورہ میں امام مہدی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت کا جو اظہار کیا ہے اس کے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے

"محمد جی میاں کے حالات سے ہم واقف نہیں، ان کا ایک خط اہل دائرہ میں بہت مشہور ہے جو غالباً سنہ ۱۱۹۰ھ میں مدینہ منورہ سے جب ان کی عمر اسّی سال کی تھی بھیجا تھا جس کا عنوان یہ ہے "اظہار دعوت مہدی موعود علیہ السلام در مدینہ منورہ محمد جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اظہار کردہ بودند" اور ان فقروں سے شروع ہوتا ہے "حقیقت حرمین شریفین بطریق مختصر آنکہ چوں این ضعیف و میاں امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ و بابر بدفقیر و بختیار بھائی از برہان پور بہ طرف سورت روان شدند، در میان راہ بزیارت بندگی میاں شاہ دلاور مشرف شدیم"۔ اسی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۹۰ھ میں محمد جی میاں نے

[1] بیاض (قلمی) [2] تاریخ سلیمانی، گلشن ششم، چمن چہارم

حرم روضۂ رسول میں ایک روز مہدی موعود کے نام کی منادی کی تھی جس کو ہزاروں زائروں نے سنا، ان میں مکی، مدنی، شامی، بغدادی، مغربی، ہندی شامل تھے"[1]۔

خط کے عنوان "اظہار دعوت" سے مہدوی مذہب کی تبلیغ ثابت ہوتی ہے۔

(ج) صاحب القول المحمود نے بھی علماے مدینہ منورہ سے مناظرہ کیا ہے (القول المحمود صفحہ ۱۱۸)

دیگر بلادِ اسلام

صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن ششم چمن دوم میں یہ لکھا ہے

زبدۂ کاملان محققین قدوۂ عالمان متورعین میاں شاہ برہان الدین حیزاللہ فیضہ علی المصدقین در گروہ مہدی موعود علیہ السلام علماے بسیار و بیشمار بودہ اند امابعد از میاں عبدالملک در بحث و ثبوت دلائل مہدویت سامی صفات بمرتبہ اتم رسیدہ بود و اکثر سیر ربع مسکون نمودہ و اکثر علما و فقہا بخدمت عالی رسیدہ و بہ تصدیق مشرف شدہ اند۔

(کاملین محققین کے خلاصہ اور عالمان پرہیزگار کے پیشوا میاں شاہ برہان الدین (اللہ ان کا فیض مصدقین کو پہنچائے) اگرچہ گروہ مہدی موعودؑ میں بے شمار علما ہوے ہیں لیکن میاں عبدالملک سجاوندی کے بعد مہدیت کے دلائل کے بحث و مباحثہ میں یہ عالی صفات مرتبۂ اتم کو پہنچے ہوے تھے، ربع مسکون کے اکثر بلاد میں سیر کی اور اکثر علما و فقہا خدمت عالی میں پہنچ کر تصدیق سے مشرف ہوے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بندگی میاں شاہ برہانؒ نے دنیا کے اکثر ممالک میں سیاحت کی ہے اور مہدوی مذہب کی تبلیغ فرمائی ہے۔ بندگی میاں شاہ برہان نے فراہ پہنچنے کے بعد کعبۃ اللہ جانے کا اس طرح ذکر کیا ہے "عزم فقیر بطرف کعبۃ اللہ است از طرف شام و بیت المقدس"[2] یعنی فقیر کا ارادہ کعبۃ اللہ جانے کا ہے، شام اور بیت المقدس کی طرف سے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد دفتر دوم کے آخر میں کہتے ہیں "نعمت دیگر آن کہ ثم من بعد ذلک حق تعالیٰ بہ زیارت خانہ مبارک یعنی حضرت کعبۃ اللہ، نیز زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نیز زیارت آل کرام و اصحاب عظام ...... و اکثر اولیاے ذوالعز والاحترام مشرف گردانید الحمد للہ علی ذلک"[3] یعنی دوسری نعمت یہ ہے کہ پھر اس کے

[1] اورینٹل کالج میگزین حصہ اول (بابتہ فروری ۱۹۴۱ء) صفحہ ۳۳ [2] مکتوب موسومہ بندگی میاں سید نجم الدین
[3] دفتر دوم، رکن دوازدہم، باب ہفدہم۔

بعد حق تعالیٰ نے خانہ کعبہ اور رسول اللہ صلعم کی زیارت سے نیز آل کرام، اصحاب عظام اور اکثر اولیاء ذی عزت و احترام کی زیارت سے مشرف کیا، الحمد للہ علی ذلک۔

مختلف شہروں کے باشندے

اب یہاں ان شہروں اور علاقوں کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں مہدوی مذہب کی تبلیغ ہونے کا کوئی حوالہ تو نہیں ملتا لیکن وہاں کے رہنے والوں نے ہندوستان، خراسان یا ترکستان میں مہدوی مذہب اختیار کیا تھا

شروان صاحب اسامی مصدقین نے لکھا ہے "واز علماو فضلا ہروی ملا علی فیاض ملا محمد شروانی وملا مخدوم و ملا علی گل، القصہ وقتے کہ حضرت امام علیہ السلام بفرہ رسیدند اکثر علمائے آن جانب تصدیق آوردند و بعضی ساکت شدند"۔ یعنی ہرات کے رہنے والے علما میں ملا علی فیاض، ملا محمد شروانی، ملا مخدوم ملا علی گل القصہ جب امام مہدی علیہ السلام فراہ پہنچے تو اس علاقہ کے اکثر علما نے تصدیق کی اور بعض نے سکوت اختیار کیا۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ملا محمد شروان کے رہنے والے تھے۔

شیراز صاحب اسامی مصدقین نے میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کا اس طرح ذکر کیا ہے

میاں شیخ مصطفیٰ از علمائے شریعت و مقتدائے طریقت صاحب حالات و معاملات بودند، بسبب ایشان بسیار علما مثل ملا علاء الدین شیرازی کہ علامہ زمان بود و چند سال در حرم محترم درس دادہ بودند قاضی بخن و پیر محمد و بابا حسن جی و قیصر خان و میاں ناصر و مثل ایشان بسیار علما و خوانین و ملوک گجرات مانند عثمان خان سور کہ خواہر زادہ شیر شاہ بود و شیر خان پولادی امیر گجرات و مثل ایشان بسیار خلائق رو بہ تصدیق آوردند

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی، عالم شریعت، مقتدائے طریقت اور صاحب حال، صاحب کشف تھے، ان کی وجہ سے بہت سے علما مثل علاء الدین شیرازی جو اپنے زمانہ کے علامہ تھے اور چند سال حرم محترم میں بھی درس دیا تھا قاضی بخن، پیر محمد بابا حسن جی، قیصر خان، میاں ناصر اور ان کے جیسے بہت سے علما اور گجرات کے سردار و حکام مثل عثمان خان سور جو شیر شاہ کے بھانجے تھے اور شیر خان پولادی اور بہت سی مخلوق نے دین مہدی کی تصدیق کی۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کی تصدیق کرنے والوں میں علامہ علاء الدین شیرازی

بھی تھے، اُنہوں نے کئی سال حرم محترم میں درس دیا تھا۔

گازرون | صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم فضیلت (تفصیل) نہم میں میاں سید نصیر محمد گازرونی کا ذکر کیا ہے، گازرون[1] ایک شہر کا نام ہے جو شیراز کی مغرب میں واقع ہے۔

ہمدان | بندگی میاں عبدالرحمٰنؒ نے اپنے مولود میں جہاں ان علما کا ذکر کیا ہے جو ہرات سے مسئلہ مہدیت کی تحقیق کے لئے روانہ کئے گئے تھے عبدالصمد ہمدانی کا بھی نام لکھا ہے۔

مازندران | میاں حسام الدین مازندرانی منجملہ ان اکتالیس نفوس کے ہیں جو کھان بیل علاقہ گجرات میں ۱۲ ر شوال سنہ ۹۳۰ھ کو شہید ہوئے (عرس نامہ مطبوعہ صفحہ ۱۲۵)

بخارا | اجمیر کے عنوان کے ذیل میں اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ سید الیاس شترزہ خاں کے جد امجد بخاری تھے، ہندوستان آکر نواح اجمیر میں مہدوی مذہب قبول کیا۔

روم | بندگی میاں شاہ دلاورؒ کے خلفا میں میاں عبدو (عبدہ) شاہ رومی کا بھی نام ہے۔

مہدوی مذہب کی اشاعت اور خواجہ حسن نظامی

مہدوی مذہب کی اشاعت سے متعلق خواجہ حسن نظامی نے یہ لکھا ہے "ہندوستان میں سلیم شاہ سوری کے زمانے میں جون پور کے ایک بزرگ سید محمد صاحب نے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا لاکھوں مسلمانوں نے اس کو قبول کر لیا اور آج تک حیدرآباد، پالن پور و جے پور و میسور و سرحد میں ہزاروں پیرو ان[2] کے موجود ہیں" اس عبارت میں خواجہ حسن نظامی نے سکندر لودی کی جگہ سلیم شاہ سوری لکھ دیا ہے، اگرچہ سلیم شاہ کے عہد میں بھی مہدویت کا عروج تھا۔

مہدوی مذہب کی اشاعت اور پروفیسر محمود شیرانی

اسی طرح پروفیسر محمود شیرانی نے لکھا ہے "فی زمانہ اس فرقہ کے پیرووں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہوگی، گجرات تو گویا اس جماعت کا زادوبوم ہے اس لئے گجرات اور بمبئی احاطہ میں بڑی تعداد میں موجود ہیں، راجپوتانہ و ممالک متوسط میں ان کی متعدد بستیاں ملتی ہیں، ریاست پالن پور کا مذہب کئی پشتوں سے مہدوی ہے اور اس کے علاقہ میں ہزاروں مہدوی آباد ہیں، مدراس پریسیڈنسی

[1] قصبہ ایست در سہ منزلی شیراز (فرہنگ کاتوزیان) [2] صحاح ستہ کی حدیثوں کی پیشین گوئیاں (طبع دہلی) صفحہ ۶۲

دکن، کرناٹک، مرہٹہ و تلنگانہ، ملیبار وغیرہ علاقوں میں بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور شاید بیرون ہند میں بھی کہیں کہیں مل جاتے ہیں"[1]

حاصل یہ کہ مہدوی مذہب مشرق کے بیشتر علاقوں میں پھیل گیا تھا، اس کی اشاعت ہندوستان کے سوا بدخشان و بلخ علاقہ ترکستان، ہرات و فراہ و کابل علاقہ خراسان، قندھار، کیچ و مکران میں ہوئی تھی، اس کی تبلیغ دیار عرب اور دیگر بلاد اسلام میں کی گئی، سلاطین، امرا، وزرا، اہل اللہ، عالم، جاہل، عامی، غرض ہر طبقہ کے افراد نے اس مذہب کو قبول کیا۔ اس کے ماننے والوں میں گجراتی، ڈھونڈاری، پنتھوائی، مازندرانی، بخاری، ہراتی، رومی، بنگالی، پنجابی، دکنی، سندھی، ملیباری، مکرانی، قندھاری اور بلخی سب شامل تھے۔

مہدوی مذہب کی تبلیغ اور اس کی اشاعت کے باب میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت مختصر اور سرسری ہے، مفصل لکھنے کے لئے ہر مقام کا سفر کرنا چاہئے اور سب ہو تو قلمبند کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائیگی۔ ظاہر ہے کہ مہدوی مذہب کی جس قدر اشاعت ہوئی ہے وہ بیان قرآن کی وجہ سے ہوئی لشکرکشی اور شمشیرزنی کی وجہ نہیں، ہاں جب مہدوی قتل کئے جاتے تو مجبوراً انہیں بھی قاتلوں کو قتل کرنا پڑتا تھا جن جن شہروں اور علاقوں کا حوالہ دیا گیا ہے اگر ان میں سے بعض جگہ مہدوی آباد نہ ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس زمانہ میں بھی وہاں مہدوی نہیں تھے، دیکھو ایران سنہ ۹[illegible]ھ تک اہل سنت والجماعت کا مرکز اور اہل تصوف کا معدن تھا، اب وہاں کے باشندے تقریباً سب شیعہ ہیں۔

---

[1] اورینٹل کالج میگزین (جلد ۱۷، عدد ۱، بابتہ ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۰ء) صفحہ ۴۴

نقشۂ تبلیغ
مہدیت و مہدویت
دندانہ دار خط سے حضرت مہدی علیہ السلام کی ہجرت ظاہر ہوتی ہے اور سادہ خط سے حج کا راستہ معلوم ہوتا ہے۔
محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
ترکستان
بدخشان
بلخ
ایران
مشہد
طہران
بغداد
تبریز
اصفہان
شیراز
ہرات
کابل
افغانستان
فراہ مبارک
قندہار
مکران
بلوچستان
ملتان
لاہور
سرہند
سامانہ
ناگور
جیسلمیر
دہلی
جے پور
آگرہ
فتح پور
مراد آباد
اجمیر
جالور
ٹھٹھہ
سندھ
پٹن
احمد آباد
مانڈو
چندیری
کالپی
لکھنؤ
جونپور
الہ آباد
گوڑ
بھوپال
برہان پور
چانپانیر
ہوشنگ آباد
ایلچ پور
دولت آباد
سورت
دیو بندر
احمد نگر
بیدر
گنٹور
حیدر آباد
گلبرگہ
بیجاپور
دابول
مچھلی بندر
کڑپہ
ادونی
ارکاٹ
سرنگا پٹن
ویلور
سلیم
کوچین
ٹریونڈرم
ہند
چین
عرب
مدینہ منورہ
مکہ معظمہ
جدہ
افریقہ
راس کماری

باب ہشتم

احادیث مہدی اور علامہ ابن خلدون وغیرہ

مولف رسالۃ الرد تو احادیث مہدی کا معتقد ہے لیکن بعض مخالفین مہدویہ ابن خلدون وغیرہ کے حوالے سے احادیث مہدی کا غیر صحیح ہونا بیان کرتے ہیں، اس کی تحقیق بھی لازم ہے۔

ان حدیثوں پر جو امام مہدی کے باب میں مروی ہیں سب سے پہلے علامہ ابن خلدون نے جرح کر کے ان کو ناقابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی ہے اس کا سال وفات ٨٢٨ھ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کے آٹھویں صدی ہجری تک امر مہدیت بغیر کسی اختلاف کے مسلم تھا۔ علامہ ابن خلدون کے بعد سر سید احمد خاں نے تہذیب الاخلاق میں اور مارگولیت انگلستان کے مشہور مستشرق نے اپنے مقالہ موسوم بہ "مہدیین و مہدیت" میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امر مہدیت کا اوائل اسلام میں وجود ہی نہیں تھا۔

پہلے ہم سر سید احمد خاں اور مارگولیت کے شبہات کی تحقیق کریں گے۔ سر سید احمد خاں نے اپنے مقالہ موسوم بہ مہدی آخر الزماں میں یہ بیان کیا ہے کہ بنی عباس اور بنی فاطمہ، بنی امیہ کے خلاف تبلیغ کرتے تھے اور پیشین گوئیاں ان کا ذریعہ تبلیغ تھیں، سر سید کے الفاظ یہ ہیں

"وہ ان پیشین گوئیوں میں یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ کوئی دوسرا پیغمبر ہونے والا ہے جس کی اطاعت سب کو چاہیے اس لئے انہوں نے لفظ مہدی کا اختیار کیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص جو خدا کی طرف سے ہدایت کیا گیا ہے عدل و انصاف پیدا کرنے والا ہوگا جس کی اطاعت سب کو چاہیے"[۱]

مارگولیست نے یہ لکھا ہے

[۱] تہذیب الاخلاق (طبع لاہور) جلد دوم صفحہ ۳۷۸، ۳۷۹

For a quarter of a century after the death of mohammed the Islamic world prospered exceedingly, While a constant succession of victories was crowning moslems a Deliverer and Restorer was not required. But as this period reached its end, the sky began to cloud over and in the year 35 we hear the doctrine that mohammed himself was to return....... A name was at this time produced for the expansion of this idea and this is Mehdi (On mahdis and mahdiism by D.S. Margoliouth page 1, 2.

یعنی رسول اللہ صلعم کی رحلت کے ربع صدی بعد اسلامی دنیا انتہا درجہ خوشحال رہی مسلمان مسلسل فتوحات سے سرفراز ہو رہے تھے اور کسی نجات دلانے والے کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن جب یہ دور اختتام کو پہنچا تو مطلع ابر آلود ہو گیا اور سنہ ۳۵ھ میں ہم یہ عقیدہ سنتے ہیں کہ خود محمد (علیہ السلام) اس دنیا میں واپس آئینگے ...... اس وقت اس خیال کی اشاعت کے لئے ایک لفظ وضع کیا گیا اور وہ "مہدی" ہے۔

مارگولیت نے مہدی کی روایتوں کو سنہ ۳۵ھ سے متعلق کر دیا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ سنہ ۳۵ھ کا تعین کس ماخذ کی بنا پر کیا گیا لیکن سرسید احمد خاں نے بیان کیا ہے کہ جب خلافت مستقل طور پر بنی امیہ میں منتقل ہو گئی اور امام حسینؓ کی شہادت وقوع میں آئی تو بنی عباس اور بنی فاطمہ نے یہ روایتیں وضع کیں' اس لحاظ سے مہدی کی روایتوں کا زمانہ سنہ ۶۱ھ کے بعد قرار پاتا ہے۔

سرسید اور مارگولیت دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لفظ مہدی وضع کیا گیا ہے لیکن زمانہ میں اختلاف ہے۔

عہد رسالت | حقیقت یہ ہے کہ لفظ مہدی' عہد رسالت میں بھی متعارف تھا۔

(۱) سیرۃ ابن ہشام میں اسماء النقباء الاثنی عشر و تمام خبر العقبۃ کے ذیل میں مذکور ہے کہ عمرو بن الجموح بنی سلمہ کے سرداروں میں سے تھا، اس کے بیٹے معاذ بن عمرو نے بیعت عقبہ میں حاضر ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، مدینہ آنے کے بعد معاذ اور بنی سلمہ کے دوسرے نوجوانوں نے جو بیعت عقبہ میں حاضر تھے اسلام کا اظہار کیا۔

عمرو بن الجموح پرستش کے لئے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کو مناۃ کہا جاتا تھا۔ معاذ اور بنی سلمہ کے دوسرے نوجوان جو مسلمان ہو چکے تھے رات کے وقت عمرو بن الجموح کا بت اٹھا لیجاتے اور سنڈاس میں ڈال دیتے۔ یہ شخص بت کو سنڈاس سے نکالتا، دھوتا اور خوشبو لگاتا، وہ لوگ پھر اس کو سنڈاس میں ڈالتے۔ ایک دفعہ اس نے ایک تلوار اپنے بت سے آویزاں کر دی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہے تو تیرے ساتھ اس طرح سلوک کرنے والوں کی تلوار سے مدافعت کر۔ رات کو ان نوجوانوں نے وہ تلوار لے لی اور ایک مرا ہوا کتا لے آئے، بت کو اس کے ساتھ رسی سے باندھا اور سنڈاس میں ڈال دیا۔ عمرو بن الجموح پھر اپنے بت کی جستجو میں نکلا اور اس کو مرے ہوئے کتے کے ساتھ سنڈاس میں پایا اس کے بعد اس قوم کے ان لوگوں نے عمرو سے گفتگو کی جنہوں نے اسلام اختیار کیا تھا تو اس نے بھی اسلام اختیار کر لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد بت کی مذمت کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں اشعار کہے

(ا) واللہ لو کنت الٰہا لم تکن	انت وکلب وسط بئر فی قرن
(ب) أف لملقاك الٰہا مستدن	الآن فتشناك عن سوء الغبن
(ج) الحمد للہ العلی ذی المنن	الواھب الرزاق دیان الدین
(د) ھو الذی أنقذنی من قبل أن	أكون فی ظلمة قبر مرتھن

(ھ) باحمد المھدی النبی المؤتمن[1]

(ا) بخدا اگر تو معبود ہوتا تو تو اور کتا ایک ہی رسی میں ایک کنوئیں میں نہ ہوتے۔

[1] سیرۃ ابن ہشام (طبع مطبع حجازی قاہرہ) الجزء الثانی صفحہ ۶۲، ۶۳

(ب) حیف[1] ہے تیرے سجود ہو کر گراے جانے کا گڑھے ہیں۔ اب ہم نے تیری تفتیش کی اور نقصان کی برائی سے بچے[2]۔

(ج) تمام تعریف ہے خداے بزرگ و ذوالمنن کی' بخشنے والا اور رزاق ہے اور دینوں کا نگہبان۔

(د) وہی خدا جس نے مجھے بچایا قبل اس کے کہ میں قبر کی تاریکی کا گرو ہو جاوں۔

(ہ) احمد (صلعم) کے طفیل سے جو مہدی ہیں اور نبی ہیں اور امین ہیں۔

آخری مصرع کے الفاظ 'یا احمد المہدی' سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ مہدی استعمال کیا گیا ہے اور یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے مسلمانوں کی طرح مدینہ کے مسلمانوں کے ہاں بھی لفظ مہدی متعارف اور مستعمل تھا۔

(۲) رسول اللہ صلعم کی رحلت پر حضرت حسان بن ثابت نے جو مرثیہ کہا ہے اس کے اشعار ابن سعد نے طبقات میں درج کئے ہیں۔ وقال ابن عمر قال حسان برثیہ صلعم ابن عمر نے کہا کہ حسان رسول اللہ صلعم کے مرثیہ میں کہتے ہیں۔

(ا) ما بال عینک لا تنام کانما ۔۔۔ کحلت ما قیها بکحل الارمد

(ب) جزعا علی المهدی اصبح ثاویا ۔۔۔ یا خیر من وطی الحصی لا تبعد

(ج) یا ویح انصار النبی و رهطه ۔۔۔ بعد المغیب فی سواء الملحد

(د) جنبی یقیک الترب لهفی لیتنی ۔۔۔ کنت المغیب فی الضریح الملحد[3]

(ا) کیا ہو گیا ہے تیری آنکھ کو کہ نہیں سوتی ہے گویا کہ اس کے گوشوں میں سرمہ بھر دیا گیا ہے وہ سرمہ جو آشوب چشم والوں کو لگاتے ہیں۔

(ب) اس مہدی کے ماتم میں جو انتقال کر گئے۔ اے سنگریزوں کے بہترین پامال کرنے

---

[1] حیف ہے تیرے باوجود مجود ہونے کے ذلیل حالت میں پڑے رہنے پر، تجھ پر افسوس ہے باوجود مجود و مخدوم ہونے کے اس حالت میں پڑے رہنے پر۔

[2] اب ہم نے تیرے معاملہ میں سخت نقصان کی حالت میں ہونے کو معلوم کر لیا۔ اب ہم نے تیرے متعلق معلوم کر لیا کہ سخت خسارہ میں تھے۔

[3] طبقات ابن سعد (طبع یورپ) الجزء الثانی من القسم الثانی صفحہ ۹۱۔

والے تو دور نہ ہو جا۔

(ج) افسوس ہے انصار نبی پر اور آپ کی جماعت پر۔ بعد ان غائب ہو جانے والے کے جو لحد میں جا رہے ہے

(د) میرا پہلو آپ کو خاک سے بچانا چاہتا ہے حیف ہے اے کاش۔ میں بھی غائب ہو چکا ہوتا لحد والی قبر میں۔

دوسرے شعر میں 'مہدی' کا لفظ رسول اللہ صلعم کے لئے استعمال کیا گیا ہے' اگر یہ لفظ عہد رسالت میں متعارف نہ ہوتا تو حضرت حسان بن ثابتؓ مرثیہ میں استعمال نہ کرتے۔ ظاہر ہے کہ مہدی کے معنی ہیں ہدایت یافتہ اللہ کی طرف سے اور شعر مذکور میں تو یہ ماننا پڑیگا کہ وہ جس نے بدرجہ کمال اللہ کی طرف سے ہدایت پائی ہو۔

ابن سعد نے جس مرثیہ سے مذکورہ اشعار نقل کئے ہیں وہ اٹھارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ سیرۃ ابن ہشام میں بھی یہ مرثیہ موجود ہے اور وہ شعر بھی ہے جس میں رسول اللہ صلعم کے لئے مہدی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے[ل]

سیرۃ ابن ہشام سیرۃ ابن اسحٰق کا خلاصہ ہے لہذا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ مرثیہ اور یہ شعر سیرۃ ابن اسحٰق میں بھی تھا اور ابن اسحٰق کا سال وفات ۱۵۱ھ ہے اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ سیر میں اس سے قدیم کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس سے قطع نظر گیب میموریل سیریز کے ذیل میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے دیوان کا ایک قدیم اور مستند نسخہ سنہ ۱۹۱۰ء میں لندن سے شایع کیا گیا ہے۔ اس کے صفحہ ۵۸ پر یہ مرثیہ موجود ہے اور وہ شعر بھی موجود ہے جس میں رسول اللہ صلعم کے لئے لفظ مہدی استعمال کیا گیا ہے۔

قدیم اور مستند ماخذوں کے حوالے سے یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ 'مہدی' عہد رسالت میں متعارف تھا اور اصحاب نبی اس سے اچھی طرح واقف تھے۔

خلافت راشدہ ادبیات عربی سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ میں بھی مہدی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے مکتوب ملتانی کے آخر میں حضرت علیؓ کے یہ اشعار درج کئے ہیں

ل سیرۃ ابن ہشام (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزاء الثالث صفحہ ۱۰۶

(ا) بنیّ اذا ما جاشت الترک فانتظر — ولایۃ مھدی یقوم فیعدل

(ب) وذلّ ملوک الظلم من آل ھاشم — وبویع منھم من یلذ ویھزل

(ج) صبی من الصبیان لارای عندہ — ولا عندہ جدّ ولا ھو یعقل

(د) فثم یقوم قائم الحق منکم — وبالحق یاتیکم وبالحق یعمل

(ھ) سمی رسول اللہ نفسی فداہ — فلا تخذلوہ یا بنی وعجلوا[1]

(ا) اے میرے لڑکے جب لشکر کشی کریں ترک پس انتظار کر مہدی کی ولایت کا کہ وہ اٹھیگا اور عدل کرے گا۔

(ب) اور ذلیل ہوجائینگے آل ہاشم کے ظالم پادشاہ اور بیعت لیجائیگی ان میں سے ایسے کی جو لذت اور ہزل کے درپے ہوگا۔

(ج) ایک لڑکا ہوگا جو کوئی رائے نہ رکھتا ہوگا، اس میں سنجیدگی ہوگی اور نہ عقل۔

(د) اس کے بعد تم میں سے قائم الحق اٹھیگا، جو تمہارے پاس حق لے کے آئیگا اور حق پر عمل کریگا۔

(ھ) اور رسول اللہ کا ہمنام ہوگا میری جان اس پر قربان، پس اے میرے لڑکو اس کی مدد میں کوتاہی نہ کرو اور جلدی کرو۔

تاریخ اسلام کی یہ نہایت متعارف اصطلاح ہے کہ لفظ "ترک" کا جہاں کہیں بھی انفراداً استعمال ہوا ہے وہاں کفار ترک مراد ہیں، اس لحاظ سے وہ تاتاری اس پیشین گوئی کا مصداق قرار پائیں گے جنھوں نے بغداد پر حملہ کیا تھا اور جس خلیفہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ مستعصم باللہ ہے جو صاحب الرائے نہ ہونے اور نہایت سادگی میں مبتلا رہنے کی وجہ سے "صبی من الصبیان" کا مصداق ہے کہ اپنے دغاباز وزیر کے فریب میں آکر اس قدر رائے و تدبیر کھو بیٹھا کہ توفیر خزانہ کے لئے ایک لاکھ تیس ہزار فوج بیک جنبش قلم معزول کردی۔

پیشین گوئی میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان امور کے بعد مہدی کے ظہور کا انتظار کیا جائے، قرب و بعد کی کوئی شرط نہیں ہے چنانچہ اس فتح[2] فتنہ (۶۵۶ھ) کے ۱۹۰ سال بعد حضرت مہدی علیہ السلام

[1] دیوان علی (مطبع نامی لکھنؤ سنہ ۱۳۱۰ھ) صفحہ ۱۵۴،
" " (مطبع قیومی کانپور) صفحہ ۹۴

[2] اگر فتح قسطنطنیہ اس کا مصداق ہو تو یہ زمانہ امام علیہ السلام کے زمانہ سے قریب تر ہوتا ہے۔

کی ولادت سنہ ہوئی۔ مذکورہ صدر ابیات کی صحت انتساب میں ہمیں پڑنے کی ضرورت نہیں دکھانا صرف یہ ہے کہ وجود مہدی کا انتظار عام تھا اور ظہور مہدی کی علامتیں بتائی جاتی تھیں۔

عہد بنی امیہ سرسید احمد خاں نے تو لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ظہور مہدی کی حدیثیں وضع کی گئیں لیکن تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل ہی بنی ہاشم ظہور مہدی کے معتقد تھے صاحب العقد الفرید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس طرح مخاطب فرمایا[1]

واشہد ان اللہ لم یجعل محمدا من قریش الا وقریش خیر البریہ ولم یجعلہ فی بنی عبد المطلب الا وھم خیر بنی ھاشم یرید ان یفخر علیکم الا بما تفخرون بہ ان بنا فتح الامر وبنا یختتم۔	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے نہیں بنایا محمد کو مگر قریش کہ یہ کہ قریش خیر البریہ ہیں اور نہیں پیدا کیا نہیں بنی عبد المطلب میں مگر اس لیے کہ وہ بنی ہاشم میں سب سے اچھے ہیں اللہ چاہتا ہے کہ تم جس چیز سے ہم پر فخر کرتے ہو اس چیز سے تم پر فخر کیا جائے تحقیق کہ ہمیں سے اس امر کا افتتاح ہوا اور ہمیں پر اختتام ہوگا۔

"فتح الامر" سے مراد امر ہدایت ہے جس کا حدیث نبوی میں ذکر کیا گیا ہے "یقیم امر ھذہ الامۃ کما فتح ھذا الامر بنا ارجوان یختمہ اللہ بنا" (سراج الابصار صفحہ ۲۰۸) یعنی مہدی اس امت کے امر کو اس طرح قائم کریں گے جس طرح کہ ہم سے اس کا آغاز ہوا ہے میں امید کرتا ہوں کہ ہمیں سے یعنی مہدی جو ہم میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کا اختتام بھی فرمائیگا۔

قدیم ترین کتب تاریخ ورجال سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی رحلت کے بعد پچاس برس کے اندر اندر امام مہدی کی حدیثیں عالم اسلام میں پھیل چکی تھیں انہیں احادیث کی بنا پر ایک جماعت نے محمد بن الحنفیہ کو امام مہدی تسلیم کیا تھا۔ طبقات ابن سعد میں یہ مذکور ہے

حدثنا موسیٰ ابن اسمٰعیل قال ثنا ابو عوانہ عن ابی حمزہ قال کانوا یسلمون علی محمد بن علی سلام علیک یا مہدی فقال اجل انا مہدی اھدی الی الرشد والخیر	بیان کیا ہم سے موسیٰ ابن اسمٰعیل نے کہا اس نے کہ بیان کیا ہم سے ابو عوانہ نے ابو حمزہ سے کہ اس نے کہا کہ لوگ محمد بن علی کو یا مہدی کہہ کے سلام کرتے تھے پس انہوں نے کہا ہاں میں مہدی ہوں رشد و خیر کی طرف

[1] العقد الفرید (طبع مطبع عامرہ مصر ۱۲۹۳ھ) الجز الثانی صفحہ ۱۳۶

اسمی اسم نبی اللہ وکنیتی کنیۃ نبی اللہ فاذا سلم احدکم فلیقل سلام علیك یا محمد السلام علیك یا ابا القاسم[1]

ہدایت کرتا ہوں میرا نام رسول اللہ کا نام ہے اور میری کنیت رسول اللہ کی کنیت ہے اگر تم میں سے کوئی سلام کرے تو کہے سلام علیک اے محمد السلام علیک اے ابوالقاسم

طبقات ابن سعد کی تائید تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہے۔ مختار کے باب میں ۶۴ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے

فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی النبی صلعم ثم قال اما بعد فان المھدی ابن الوصی محمد بن علی بعثنی الیکم امینًا و وزیرًا و منتخبًا و امیرا وامرنی بقتال الملحدین والطلب بدماء اھل بیتہ[2]

مختار نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا کی اور رسول اللہ صلعم پر صلوۃ بھیجی پھر اس نے کہا اس کے بعد واضح ہو کہ مہدی فرزند وصی جن کا نام محمد بن علی ہے مجھے انتخاب کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے امین وزیر اور امیر بنا کے اور ملحدین کے ساتھ قتال کرنے اور اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مجھکو حکم دیا ہے۔

صاحب تاریخ طبری نے یہ بھی لکھا ہے

واقبل المختار یبعث الی الشیعۃ وقد اجتمعت عند سلیمان بن صرد فیقول لھم انی قد جئتکم من قبل ولی الامر و معدن الفضل و وصی الوصی الامام المھدی[3]

مختار بھیجنے لگا ان لوگوں کے پاس جو سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہو گئے تھے اور ان سے کہتا تھا میں تمہارے پاس آیا ہوں صاحب الامر و معدن الفضل و وصی وصی یعنی امام مہدی کی طرف سے۔

لفظ مہدی کے استعمال سے متعلق قدیم ترین ماخذ کا ذکر مارگولیت نے ان الفاظ میں کیا ہے

We seem then to have traced the name mahdi in this context to its actual source, our main authority being a poet who preached the sovereignty of Ibnal Hanafiyyah in the century after his death a doctrine associated with a sect called the Kaisanis (On Mahdis and Mahdiism, Page 3-4.)

یعنی اس سلسلہ میں ہمیں لفظ "مہدی" کے استعمال اور اس کے اصل ماخذ کا سراغ مل جاتا ہے، ہماری

[1] طبقات ابن سعد الجزء الخامس صفحہ ۶۸، ۶۹ [2] تاریخ طبری (طبع لیدن) جزء دوم صفحہ ۵۳۴
[3]

اصل سند اس باب میں ایک شاعر کا کلام ہے جو ابن الحنفیہ کی وفات کی بعد کی صدی میں ابن الحنفیہ کی امامت کی تبلیغ کرتا تھا۔ ایک عقیدہ ہے جس کا تعلق فرقہ کیسانیہ سے ہے جس شاعر کی طرف مارگولیتھ نے اشارہ کیا ہے وہ کثیر ہے جس کا سنہ وفات ۱۰۵ھ ہے جیساکہ کشف الظنون (طبع یورپ جلد سوم صفحہ ۳۰۳) میں مذکور ہے۔

مارگولیتھ کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ابن الحنفیہ کے لیے لفظ "مہدی" استعمال ہوا حالانکہ یہ لفظ رسول اللہ صلعم کے لیے آپکی زندگی ہی میں استعمال ہوا ہے جیساکہ عمرو بن الجموح کے کلام سے ظاہر ہے۔ یہاں اس سے بحث نہیں کہ مختار ابن الحنفیہ کو مہدی کہنے میں حق بجانب تھا کہ نہیں بہرحال ان قدیم ماخذوں سے اتنا تو ثابت ہے کہ سنہ ۶۴ھ تک امام مہدی کی حدیثیں عالم اسلام میں پھیل گئی تھیں۔ ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت کی ہے

فھم ابن الحنفیہ ان یقدم الی الکوفۃ وبلغ ذلک المختار فثقل علیہ قدومہ فقال ان فی المھدی علامۃ یقدم بلدکم ھذا فیضربہ رجل فی السوق لا تضرہ ولا تحیک فیہ فبلغ ذلک ابن الحنفیہ فاقام الی آخرہ[1]

پس ابن الحنفیہ نے کوفہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور یہ کیفیت مختار کو پہنچی پس ابن الحنفیہ کا جانا مختار کو گراں گزرا پس اس نے کہا کہ اس مہدی کی جو تمہارے شہر میں آرہا ہے ایک علامت یہ ہے کہ ایک شخص بازار میں اس پر ضرب لگائیگا اور وہ ضرب اس کو ضرر نہیں پہنچائیگی اور ان پر اثر نہ کریگی۔ یہ کیفیت ابن الحنفیہ کو پہنچ گئی پس وہ ٹھہر گئے الی آخرہ۔

اس سے امام مہدی کی علامتوں کا عام ہونا ظاہر ہے۔ تاریخ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بنی امیہ بھی امر مہدیت کے معتقد تھے۔ مسعودی نے ہشام بن عبدالملک بن مروان کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے کہ ہشام کے حکم پر یوسف بن عمر الثقفی نے زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کی عریاں لاش صلیب پر چڑھا دی تھی، مسعودی کی عبارت یہ ہے کہ فکتب الیہ ھشام ان اصلبہ عریانا فصلبہ یوسف کذلک[2] اس پر بنی امیہ کے ایک شاعر نے طنزاً شعر کہے مسعودی کی عبارت یہ ہے۔ ففی ذلک یقول بعض شعرا بنی امیہ یخاطب اٰشیعتھم من ابیات یعنی اس باب میں بنی امیہ کا ایک شاعر کہتا ہے خطاب کرتے ہوئے ان لوگوں کو اشعار میں

[1] طبقات ابن سعد الجز الخامس صفحہ ۷۴، [2] مروج الذھب (طبع پاریس) جلد پنجم صفحہ ۴۷۰

ایک شعر یہ ہے

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلۃ ولم ار مھدیا علی الجذع یصلب[۵]

ہم نے صلیب پر چڑھایا تمہارے لئے زید کو کھجور کے درخت کے تنہ پر۔ اور نہیں دیکھا ہم نے کوئی ہدی جس کو کھجور کے درخت کے تنہ پر سولی دی گئی ہو۔ یہ سنہ ۱۲۲ھ کا واقعہ ہے۔

مسعودی نے جو شعر اموی شاعر کا نقل کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ امر مہدیت بنی امیہ کا متفق علیہ تھا اور وہ بھی امام مہدی کے منتظر تھے، شاعر نے زید بن علی بن الحسین کو مہدی ماننے سے انکار کیا ہے اس لئے کہ انہیں سولی دیگئی تھی یعنی اس کے عقیدہ کے مطابق مہدی کو سولی نہیں دیجائیگی۔

عہد بنی عباس مارگولیت نے اپنے مقالہ میں یہ لکھا ہے کہ احادیث مہدی اس وقت وضع کی گئیں جب کہ منصور عباسی نے اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ مارگولیت کی عبارت یہ ہے

Mansur presented his son to the public as the heir to the throne, When a courtier arose and declared that the prophet had foretold the Mahdi is from us, Mohammad Bin Abdulla but his mother is not of us, he shall fill the earth with justice even as it has been filled with in justice. The courtier called on some one who was present to attest this tradition and fear of Mansur made him do so (On Mahdi and mahdiism) Page, 7.

یعنی منصور نے جب اپنے لڑکے کو وارث تخت کی حیثیت سے عامۃ الناس کے سامنے پیش کیا تو ایک درباری اٹھا اور اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ مہدی محمد بن عبد اللہ ہم میں سے ہے۔ لیکن اس کی ماں ہم میں سے نہیں ہے وہ زمین کو عدل سے بھر دیگا جس طرح کہ وہ ظلم سے بھر دی گئی ہے۔ اس درباری نے کسی دوسرے سے جو وہاں موجود تھا اس حدیث کی تصدیق چاہی اور منصور کے خوف نے اس کو تصدیق کرنے پر مجبور کر دیا۔

[۵] مروج الذہب (طبع پاریس) جلد پنجم صفحہ ۴۷۱

اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے کہ بنی عباس کی خلافت سے قبل ہی عقیدۂ مہدیت قائم ہو چکا تھا اور امت محمدی کو امام مہدی کے ظہور کا انتظار تھا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں خلافتِ سفاح کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ ابراہیم امام کے قتل ہو جانے کے بعد ابو سلمہ حفص بن سلیمان نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب اور ابو محمد ابو عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے نام خط روانہ کیا اور اس امر کا اظہار کیا کہ ان کے نام اہل خراسان سے بیعت لیجائیگی۔ ابو عبداللہ جعفر بن محمد (امام جعفر صادقؒ) نے تو قاصد کے سامنے خط جلا دیا لیکن ابو محمد عبداللہ (نفس زکیہ کے والد) اس کی طرف مائل تھے۔ ابو سلمہ کے خط میں اور کیا لکھا ہوا تھا اس کا اندازہ ان الفاظ سے ہو سکتا ہے جو ابو محمد عبداللہ بن الحسن نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد سے دوران بحث میں کہے ہیں

فنازعه عبد اللّٰه بن الحسن الكلام الى ان قال انما يريد القوم ابنى محمداً لانه مهدى هذه الامة فقال له ابو عبد اللّٰه جعفر واللّٰه ماهو بمهدى هذه الامة ولئن شهر سيفه ليقتلن فنازعه عبد اللّٰه القول حتى قال له واللّٰه ما يمنعك من ذلك الا الحسد فقال ابو عبد اللّٰه واللّٰه ما هذا الا النصح منى[1]۔

عبداللہ بن الحسن نے ابو عبداللہ جعفر سے تکرار کی یہاں تک کہ کہہ دیا کہ قوم میرے بیٹے محمد کے باب میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ وہ اس امت کا مہدی ہے پس ابو عبداللہ جعفر نے کہا کہ خدا کی قسم وہ اس امت کا مہدی موعود نہیں ہے اور اگر اس نے تلوار کھینچی وہ ضرور قتل کیا جائیگا پس عبداللہ نے ان کے قول کی مخالفت کی یہاں تک کہ ان سے کہدیا خدا کی قسم سوائے حسد کے تمہیں اس سے کوئی چیز نہیں روکتی پس ابو عبداللہ نے کہا یہ صرف میری نصیحت ہے۔

مذکورہ عبارت میں مہدی هذه الامة (اس امت کا مہدی) سے مہدی موعود ہی مراد ہے اور ابو محمد عبداللہ بن الحسن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ابو سلمہ نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ عبداللہ بن الحسن کے فرزند محمد کو مہدی قرار دے کر ان کے ہاتھ پر بیعت کیجائیگی اور قوم سے مراد عام مسلمان ہی لینا ہوگا۔ ابو سلمہ کا یہ لکھنا حقیقت پر مبنی ہو یا صرف عوام الناس کی توجہ کو بنی عباس کی تحریک سے

[1] مروج الذہب (طبع پاریس) جلد ششم صفحہ ۹۶

پھیرنا ہو۔ بہرحال اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ امر مہدیت مسلمانوں کا متفقہ علیہ تھا اور یہ واقعہ مہدی عباسی کے قبل کا ہے۔

تاریخ یعقوبی میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی ابوالجہم کے توسط سے سفاح عباسی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان اشعار سے اس کو مخاطب کیا

(ا) اصبح الملك ثابت الاساس بالبهاليل من بني العباس

(ب) يا امير المطهرين من الرجس ويا رأس منتهى كل راس

(ج) انت مهدى هاشم وسوالكم[1] اناس رجوك بعد اياس[2]

(ا) ملک کی بنیادیں استوار ہوگئیں ان بہادروں کے طفیل میں جو بنی عباس سے ہیں۔

(ب) اے ہر طرح کی نجاست سے پاک و صاف لوگوں کے امیر اور اے ہر سرے کے انتہائی سر۔

(ج) تو بنی ہاشم کا مہدی ہے اور تیرے سوا جو لوگ ہیں سب نے ناامید ہوجانے کے بعد تجھ ہی سے امید رکھی ہے۔

اعرابی نے کل اٹھارہ شعر پڑھے ہیں ہم نے صرف ابتدائی تین شعر نقل کئے ہیں۔ تیسرے شعر میں اعرابی نے سفاح کو بنی ہاشم کا مہدی کہا ہے اور یہ الفاظ بہ طور تعظیم کے استعمال ہوئے ہیں اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ امر مہدیت بالکل عام ہوگیا تھا اور اعرابی بھی اس سے اچھی طرح واقف تھے دوسرے یہ کہ خلافت حاصل ہونے کے بعد بھی بنی عباس کو مہدی کا انتظار تھا۔ اگر امر مہدیت بنی عباس کا متفقہ علیہ نہ ہوتا تو اعرابی سفاح کے لئے مہدی کا لفظ استعمال نہ کرتا۔ واضح ہو کہ تاریخ یعقوبی میں ۲۵۹ھ تک کے واقعات درج ہیں اور یہ معتمد علی اللہ کا زمانہ ہے۔ قدیم ترین تاریخی ماخذوں سے ثابت ہے کہ مہدی عباسی کی ولی عہدی سے قبل ہی وجود مہدی بنی عباس کا متفقہ علیہ تھا ایسی صورت میں مارگولیث کا یہ کہنا کہ منصور عباسی کو خوش کرنے کے لئے ایک درباری نے حدیث پڑھی تو دوسرے نے اس کی تصدیق کی اور اس کو سر آغاز عقیدۂ مہدیت قرار دینا ظاہر ہے کہ کس قدر بے بنیاد ہے۔ امر واقعی تو وہی معلوم ہوتا ہے جو حافظ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں بیان کیا ہے

[1] سواک [2] تاریخ یعقوبی (طبع یورپ) الجزء الثانی صفحہ ۴۳۰

كان الحديث المعروف عند السلف والخلف ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال في المهدي يواطي اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي صار يطمع كثير من الناس ان يكون هو المهدي حتى سمى المنصور ابنه محمدا ولقبه بالمهدي مواطاة اسمه باسمه واسم ابيه باسم ابيه ولكن لم يكن هو الموعود به[1]۔	سلف وخلف کے نزدیک یہ حدیث معروف تھی کہ رسول اللہ صلعم نے مہدی کے باب میں فرمایا ہے کہ ان کا نام آپ کے نام کے جیسا اور ان کے باپ کا نام آپکے باپ کے نام کے جیسا ہوگا تو بہت سے لوگ طمع کرنے لگے کہ وہی مہدی موعود ہو جائیں یہاں تک کہ منصور عباسی نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا اور اس کو مہدی کا لقب دیا تاکہ اس کا نام ان کے نام کے مطابق ہو جائے اور اس کے باپ کا نام ان کے باپکے نام کے لیکن وہ مہدی موعود نہ ہو سکا۔

حاصل یہ کہ منصور عباسی نے اپنے بیٹے کو مہدی کا لقب دیا تاکہ وہ ان احادیث کا مصداق ہو جائے جو مہدی کے باب میں وارد ہیں اور عالم اسلام میں پھیل چکی تھیں۔

مولفین صحاح مولفین صحاح نے جب حدیثیں جمع کرنی شروع کیں تو احادیث مہدی عالم اسلام میں پھیل چکے تھے اور امت محمدی کو مہدی موعود کے ظہور کا انتظار تھا۔ مولفین صحاح میں امام بخاری کے احادیث مہدی جمع نہ کرنے کو منکرین وجود مہدی بڑی اہمیت دیتے ہیں سر سید احمد خاں نے یہ لکھا ہے

"اس رائے کی زیادہ تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور یہ تمام واقعات ان کے سامنے گزرے مگر ان کی کتاب موطا میں کوئی حدیث مہدی کی پیش گوئی کی نہیں اور نہ بخاری و مسلم میں[2]"

مارگولیت کتاب موطا اور مسلم کا ذکر نہیں کرتا بلکہ صرف امام بخاری کے متعلق یہ کہتا ہے

Only the most critical of the traditionalists, Bokari omits it altogether (On Mahdi and Mahdiism Page 8)

یعنی محدثین میں سب سے بڑے ناقد امام بخاری نے مہدی کی حدیثیں بالکل ترک کر دی تھیں

[1] منہاج السنۃ النبویہ (طبع مصر ۱۳۲۱ھ) الجزء الثانی صفحہ ۱۳۳ [2] تہذیب الاخلاق جلد دوم صفحہ ۳۸۹

اس باب میں کچھ کہنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب موطا کی نسبت کچھ بیان کیا جائے

کتاب موطا امام بخاری جب حدیثیں جمع کرنے نکلے ہیں تو عالم اسلام میں موطا کو بڑی شہرت اور اہمیت حاصل تھی۔ زرقانی نے موطا کی شرح میں لکھا ہے

اخرج ابن فہر عن الشافعی ما علی ظہر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک[1]	ابن فہر نے امام شافعی سے تخریج کی ہے کہ کتاب اللہ کے بعد امام مالک کی موطا سے صحیح کوئی کتاب روئے زمین پر نہیں ہے۔

اب رہا موطا کا موضوع تو اس کے متعلق علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے

وکتب مالک رحمہ اللہ کتاب الموطا اودعہ اصول الاحکام من الصحیح المتفق علیہ ورتبہ علی ابواب الفقہ[2]	امام مالک نے کتاب موطا لکھی جس میں اصول احکام متفق علیہ حدیثوں سے لے کے ودیعت کئے اور ابواب فقہی پر اس کو ترتیب دی۔

حاصل یہ کہ امام مالک کی کتاب ابواب فقہ پر مرتب ہوئی اور احکام عبادات اس کا موضوع ہے، شاہ ولی اللہ نے بھی موطا کی شرح میں یہی لکھا ہے

وچوں امام مالک در احکام فقہ کتابے مرتب ساخت ونام او موطا نہاد جماعہ دیگر نیز بہ تصانیف پرداختند[3]	جب امام مالک نے احکام فقہ میں کتاب مرتب کی اور اس کا نام موطا رکھا دوسری جماعت بھی تصانیف میں مشغول ہوئی۔

کتاب فقہ میں مہدی کے ظہور کی روایتیں جن کا تعلق پیشین گوئیوں سے ہے موجود نہ ہوں تو روایات وجود مہدی کی اہمیت کسی طرح کم نہیں ہوسکتی۔ احادیث مہدی پر جرح کرنے والے جو اسماء الرجال کی کتابوں سے استدلال کرتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ اسماء الرجال کی قدیم ترین کتاب طبقات ابن سعد (سال وفات مصنف ۲۳۰ھ) سے ثابت ہے کہ امام مالک کی پیدائش سے برسوں پہلے محمد بن الحنفیہ کو ایک جماعت نے امام مہدی تسلیم کیا ہے اور اس سے احادیث مہدی کے عام ہونے کا ثبوت ملتا ہے، امام مالک نے مہدی کی حدیثیں درج نہیں کیں اس لئے کہ ان کا موضوع احکام فقہ تھا۔

[1] شرح زرقانی (طبع مصر) جزاول صفحہ ۹ [2] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) علوم الحدیث صفحہ ۴۸۴
[3] مصفیٰ (طبع دہلی) صفحہ ۸-۹

امام بخاری اور کتاب موطا

امام بخاری کے پیش نظر بھی امام مالک کی موطا تھی ابن العربی مالکی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے

كتاب الجعفي هو الاصل الثاني في هذا الباب والموطا هو الاول واللباب وعليهما الجميع كالقشيري والترمذي الى آخره[1]	کتاب امام بخاری جعفی اس باب میں اصل ثانی ہے اور موطا اصل اول اور خلاصہ ہے اور انہیں دونوں پر صحیح امام مسلم قشیری وترمذی مبنی ہیں۔

زرقانی نے بھی ابن العربی کے مذکورہ قول کو اس طرح بیان کیا ہے

قال القاضي ابوبكر بن العربي في شرح الترمذي الموطا هو الاصل الاول واللباب والبخاري الاصل الثاني في هذا الباب وعليهما بنى الجميع كمسلم وترمذي[2]	قاضی ابوبکر ابن العربی نے ترمذی کی شرح میں لکھا ہے کہ کتاب موطا اصل اول اور خلاصہ ہے اور بخاری اصل ثانی ہے اس باب میں اور انہیں دونوں یعنی موطا و بخاری پر سب کی تعمیر ہوئی ہے مانند مسلم وترمذی کے۔

(واضح ہو کہ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ الاشبیلی (المتوفی ۵۴۲ھ) معروف بہ ابن العربی المالکی مشہور محدث ہیں انہوں نے شرح ترمذی لکھی ہے موسوم بہ "عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی" اور جو مشہور صوفی ہیں انہیں ابن عربی بغیر الف لام کے کہتے ہیں)

صاحب مصفی نے صحاح ستہ کے متعلق یہ لکھا ہے "گویا این ہمہ شروح موطا اند و متممات آن[3]" گویا یہ سب یعنی صحاح ستہ کی کتابیں موطا کے شروح ہیں اور اس کی تتمیم کرنے والی۔ اس لحاظ سے صحیح بخاری موطا کی سب سے پہلی شرح ہے کیونکہ قاضی ابوبکر نے موطا کو اصل اول اور بخاری کو اصل ثانی قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے موطا کی اتباع میں احکام اور فقہ کی روایتیں زیادہ درج کی ہیں پیشین گوئیوں اور اخبار کی روایتیں کم۔

امام بخاری اور احادیث نبوی

امام بخاری جب صحیح بخاری مرتب کرنے لگے تو ان کے پیش نظر ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں تھیں جیسا کہ ذیل کی عبارت سے ثابت ہے۔

حازمی نے اپنی کتاب شروط الائمۃ الخمسۃ میں یہ روایت کی ہے

[1] صحیح الترمذی بشرح الامام ابن العربی المالکی (طبع مصر ۱۳۵۰ھ) الجزء الاول صفحہ ۵ [2] شرح زرقانی (طبع مصر) جزء اول صفحہ ۸
[3] مصفی (طبع دہلی) صفحہ ۶

اخبرنا ابو الفضل عبد اللّٰہ بن احمد بن محمد انبأ ابن طلحہ فی کتابہ عن ابی سعید المالینی انبأ عبد اللّٰہ بن عدی حدثنی محمد بن احمد قال سمعت محمد بن اسمٰعیل یقول اُحفظ مائۃ الف حدیث صحیح و احفظ مائتی الف حدیث غیر صحیح[1]

خبر دی ہمیں ابو الفضل عبد اللہ بن احمد بن محمد نے خبر دی ابن طلحہ نے اپنی کتاب میں ابی سعید المالینی سے کہ خبر دی عبد اللہ ابن عدی نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے کہ سنی محمد بن اسمٰعیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔

بخاری نے تو صرف صحیح حدیثیں کتاب صحیح میں درج کیں، لیکن جو صحیح حدیثیں انہوں نے ترک کردیں وہ بخاری کی مندرجہ صحیح حدیثوں سے تعداد میں بڑھ کر تھیں جیسا کہ حازمیؒ نے بیان کیا ہے

انبأ ابو مسعود عبد الجلیل بن محمد فی کتابہ انبأ ابو علی احمد بن محمد بن شہریار انبأ ابو الفرج محمد بن عبد اللّٰہ بن احمد انبأ ابو بکر الاسماعیلی قال سمعت من یحکی عن البخاری انہ قال: لم اخرج فی ھذا الکتاب الا صحیحا وما ترکت من الصحیح اکثر[2]

خبر دی ابو سعود عبد الجلیل بن محمد نے اپنی کتاب میں، خبر دی ابو علی احمد بن محمد بن شہریار نے کہ خبر دی ابو الفرج محمد بن عبد اللہ بن احمد نے کہ خبر دی ابو بکر اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے اس شخص کو سنا جو بخاری سے حکایت کرتا تھا کہ بخاری نے کہا میں نے اس کتاب میں صرف صحیح حدیثوں کی تخریج کی ہے اور جو صحیح حدیثیں میں نے چھوڑ دیں ان کی تعداد اس سے بھی بہت زیادہ ہے۔

ظاہر ہے کہ جو صحیح حدیثیں امام بخاری نے ترک کردیں وہ انہیں کے شرائط کے مطابق صحیح تھیں۔ اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ امام بخاری نے صحیح حدیثیں کیوں ترک کردیں، اس کی توضیح حازمیؒ کی اس روایت سے ہو جاتی ہے

انبأ ابو العلاء الحسن بن احمد بن الحسن الحافظ قراءۃ علیہ انبأ المعمر بن محمد بن الحسین انبأ احمد بن علی الحافظ اخبرنی

خبر دی ابو العلا الحسن بن احمد بن الحسن الحافظ نے کہ انہوں نے المعمر بن محمد الحسین سے حدیث پڑھی دوران قرات میں انہوں نے کہا کہ خبر دی احمد بن علی الحافظ نے کہا کہ خبر دی ہمیں

[1] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع مطبعۃ الترقی ۱۳۴۶ھ دمشق) صفحہ ۴۱ ، ۴۲
[2] ” ” ” ” ” ” صفحہ ۴۳

محمد بن احمد ابن یعقوب انبأ محمد بن عبد اللہ سمعت خلف بن محمد یقول سمعت ابراھیم بن معقل یقول سمعت ابا عبد اللہ البخاری یقول کنت عند اسحٰق بن ماھویہ فقال لنا بعض اصحابنا لو جمعتم کتابا مختصرا لسنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوقع ذلک فی قلبی فاخذت فی جمع ھذا الکتاب[1]

محمد بن احمد بن یعقوب نے کو خبر دی محمد بن عبد اللہ نے کہ سنا خلف بن محمد کو یہ کہتے ہوئے کہ سنا میں نے ابراہیم بن معقل کو کہ وہ کہتے تھے کہ ابو عبد اللہ البخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا میں اسحٰق بن راھویہ کے پاس تھا ہم سے بعض ہمارے ساتھیوں نے کہا کاش جمع کرتے تم ایک مختصر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن کے لئے پس یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی پس میں نے یہ کتاب جمع کرنی شروع کی۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری سنن رسول اللہ صلعم کو مختصر طور پر جمع کرنا چاہتے تھے، اسی لئے مذکورہ روایت درج کرنے کے بعد حازمی نے یہ کہا ہے

فقد ظھر بھذا ان قصد البخاری کان وضع مختصر فی الحدیث وانہ لم یقصد الاستیعاب لا فی الرجال ولا فی الحدیث

پس اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ امام بخاری کا ارادہ یہ تھا کہ حدیث میں ایک مختصر کتاب تالیف کریں اور یہ قصد نہ تھا کہ تمام رجال سے روایت کریں اور تمام کی تمام حدیثیں درج کریں۔

بہر حال امام بخاری کا مقصد ظاہر ہو گیا کہ وہ سنن رسول اللہ صلعم مختصر طور پر جمع کرنا چاہتے تھے سنن رسول اللہ میں فقہ سیرت اور تفسیر کی روایتیں زیادہ تر امام بخاری کے پیش نظر تھیں جیسا کہ زاہد الکوثری نے بیان کیا ہے

نغرض البخاری تخریج الاحادیث الصحیحۃ المتصلۃ واستنباط الفقہ والسیرۃ والتفسیر الی آخرہ[2]

پس امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ صحیح احادیث کی جن کی سند متصل ہو تخریج کریں، فقہ کے مسائل استنباط کریں، سیرت و تفسیر کو ضبط میں لائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا یہ مقصد نہیں تھا کہ جتنی بھی حدیثیں رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوں وہ سب کی سب صحیح بخاری میں آجائیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الانبیاء

[1] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع مطبعۃ الترقی ۱۳۴۶ھ دمشق) صفحہ ۴۳، ۴۴ [2] شروط الائمۃ الخمسۃ۔ حاشیہ صفحہ ۴۹

ہونا دوسری کتب حدیث میں مذکور ہے بخاری میں نہیں۔

دوسری روایتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بخاری کے پیش نظر اختصار تھا' کتاب کو طول دینا نہیں تھا۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے

ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) میں یہ روایت کی ہے

وقال ابواحد بن عدی سمعت الحسن بن الحسین البزار یقول سمعت ابراھیم بن معقل النسفی یقول سمعت البخاری یقول ما ادخلت فی کتابی الجامع الاماصح وترکت من الصحیح حتی لا یطول (صفحہ ۵)

(ابو احمد ابن عدی نے کہا سنا میں نے الحسن بن الحسین البزار کو یہ کہتے ہوئے کہ میں نے ابراہیم بن معقل النسفی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نہیں داخل کیا میں نے اپنی کتاب جامع میں مگر وہ جو صحیح ہے اور ترک کیا میں نے صحیح احادیث میں سے کہ طول نہ ہو جائے۔

مقدمہ ابن صلاح میں مذکور ہے کہ

فقد روینا عن البخاری انہ قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ماصح وترکت من الصحاح لملال الطول[1]

ہمیں امام بخاری سے روایت پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں کتاب جامع صحیح میں صرف وہ روایت لایا جو صحیح تھی اور ترک کر دیا میں نے صحیح روایتوں میں سے بخوف طول۔

اسی طرح شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں یہ لکھا ہے

بخاری گفتہ است کہ در نیاوردہ ام درایں کتاب مگر انچہ صحیح است وترک کردہ ام بسے از صحاح را از ترس طول کتاب[2]

امام بخاری نے کہا ہے کہ نہیں درج کیا میں نے اس کتاب میں مگر وہ جو کہ صحیح ہے اور ترک کر دیا میں نے بہت سی صحیح حدیثوں کو کتاب کے طویل (ضخیم) ہونے کے اندیشہ سے۔

ان اقتباسوں سے ثابت ہوا کہ امام بخاری نے بخوف طول بہت سی صحیح حدیثیں ترک کر دیں' ظاہر ہے کہ صحیح انہیں کے شرائط کے مطابق ہونگی۔

چونکہ دوسرے مولفین صحاح نے احادیث مہدی کی تصحیح کی ہے اس لحاظ سے یہ ماننا پڑیگا

[1] مقدمہ ابن صلاح' نوع اول' الفایدۃ الرابعۃ (طبع مطبع چشمہ فیض) [2] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور ۱۹۰۳ء) صفحہ ۱۵

کہ امام مہدی کی حدیثیں منجملہ ان صحیح روایتوں کے ہیں جنہیں امام بخاری نے اپنے مقاصد کے تحت بخوف طول ترک کر دیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی حدیث درج کی ہے تو اس کی تحقیق یوں کی جائیگی کہ ان کا ذکر کتاب الانبیاء کے ذیل میں آگیا ہے "کتاب الفتن" کے تحت نہیں جس میں اخبار اور پیشین گوئیاں درج ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ بخاری نے صرف مکررات حذف کئے ہیں صحیح نہیں اس لئے کہ صحیح بخاری میں اب بھی مکررات ہیں، صاحب اشعۃ اللمعات نے بخاری کے باب میں لکھا ہے

مبلغ آنچہ از احادیث در این کتاب آوردہ با تکرار ہفت ہزار و دویست و ہفتاد و پنج حدیث است و بود از حذف تکرار چہار ہزار۔[۱]

حدیثوں کی مجموعی تعداد جو صحیح بخاری میں درج ہیں مکررات کے ساتھ سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور مکررات کے بغیر چار ہزار۔

امام بخاری اور رجال احادیث مہدی

اگر امام بخاری احادیث مہدی کے رجال سے کوئی حدیث روایت نہ کریں تو ان رجال کی تضعیف نہیں ہو سکتی خصوصاً جب کہ دوسرے ائمہ حدیث ان کی تعدیل کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر خود امام مسلم امام بخاری کے ساتھ رہے ہیں لیکن ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ کوثری نے لکھا ہے

ولا اخرج مسلم فی صحیحہ عن البخاری شیئا مع انہ لازمہ ونسج علی منوالہ[۲]

اور مسلم نے بخاری سے کسی حدیث کی بھی اپنی کتاب میں تخریج نہیں کی باوجود اس کے کہ ان کے ساتھ رہتے تھے اور انہیں کے کارگاہ پر اپنا کپڑا بنا ہے (یعنی مسلم کا مدار صحیح بخاری ہے)

امام مسلم اور صحیح بخاری

امام مسلم کے پیش نظر بھی صحیح بخاری تھی، خود ابن خلدون نے علوم الحدیث کے ذیل میں لکھا ہے

ثم جاء الامام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فالف مسندہ الصحیح حذا فیہ حذو البخاری[۳] (یعنی پھر امام مسلم بن الحجاج القشیری آئے اور انہوں نے بخاری کے مقابل اپنی مسند صحیح تالیف کی ہے) صاحب نزہۃ النظر نے لکھا ہے قال الدارقطنی لولا البخاری

[۱] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۸ [۲] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۴۳
[۳] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۴۴۴

لما راح مسلم ولا جاء مسلم من ثم اھ[1]۔ یعنی دارقطنی نے کہا ہے اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم نہ جاسکتے نہ آسکتے کسی جہت سے۔ صاحب فتح الباری نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

وقال ابو الحسن الدارقطنی الحافظ لولا البخاری لما راح مسلم ولا جاء وقال ایضا انما اخذ مسلم کتاب البخاری فعمل فیہ مستخرجا وزاد فیہ احادیث[2]	حافظ ابو الحسن دارقطنی نے کہا کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم نہ جاسکتے اور نہ آسکتے اور یہ بھی کہا تحقیق کہ مسلم نے کتاب بخاری لی، اس میں سے استخراج کیا اور اس میں کچھ حدیثیں بڑھادیں۔

خود امام مسلم کو اس امر کا اعتراف ہے کہ وہ حدیثیں جو انہوں نے ترک کر دیں ضعیف نہیں ہیں۔ شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت میں یہ لکھا ہے "مسلم گفتہ کہ ہرچہ دریں کتاب آوردہ ام از احادیث صحیح است ونمی گویم کہ آنچہ نیاوردہ ام دروے ضعیف است[3]" یعنی امام مسلم نے کہا ہے کہ جو کچھ میں نے اس کتاب میں درج کیا ہے احادیث صحیح سے ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میں نے نہیں درج کیا وہ ضعیف ہے۔ اسی کے سلسلہ میں شیخ عبدالحق نے لکھا ہے "لابد دریں ترک واتیان وجہ تخصیص خواہد بود خواہ از حیثیت اصحیت یا از جہت مقاصد دیگر" یعنی احادیث کے ترک کرنے اور ان کے لانے میں کوئی وجہ تخصیص ہوگی خواہ زیادہ صحیح ہونے کے اعتبار سے یا دیگر مقاصد کی وجہ سے۔

صحت تو وجہ تخصیص نہیں ہوسکتی اس لئے کہ خود امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ میں نے صحیح حدیثیں بخوف طول ترک کر دی ہیں اور امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے کہ جو کچھ میں نے ترک کیا ہے وہ ضعیف نہیں ظاہر ہے کہ انہیں کے شرائط کے مطابق ہوگا۔ پس دوسری صورت متعین ہوگئی یعنی مقاصد جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا امام بخاری کے پیش نظر زیادہ تر فقہ، تفسیر اور سیرت کی روایتیں تھیں، اخبار اور پیشین گوئیاں نہیں اور صحیح مسلم کا مدار صحیح بخاری ہے جیسا کہ زاہد کوثری نے لکھا ہے "ونسج علی منوالہ[4]" یعنی مسلم نے اپنا کپڑا بخاری کی کارگاہ پر بنا۔ اس لحاظ سے مسلم کا باب المہدی قائم نہ کرنا بجائے خود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

حاصل یہ کہ سرسید احمد خاں اور مارگولیت کا یہ کہنا کہ "مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں ہوسکتیں کیونکہ

[1] زعقۃ المفطری توضیح نخبۃ الفکر (طبع مطبع فاروقی دہلی) صفحہ ۲۱ [2] مقدمہ فتح الباری (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) صفحہ ۴۹۱
[3] شرح سفر السعادۃ (طبع نولکشور) صفحہ ۱۵ [4] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۴۳

امام بخاری اور امام مسلم نے انہیں ترک کر دیا ہے" پایہ صحت سے گرا ہوا ہے۔

احادیث مہدی اور شروطِ شیخین

حاکم نے "المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث" میں ان حدیثوں کی تخریج کی ہے جو شیخین یعنی امام بخاری اور امام مسلم کے شروط کے مطابق صحیح ہیں، کتاب الفتن والملاحم میں مہدی سے متعلق بھی کئی حدیثیں درج کی ہیں جو مسلم یا بخاری یا دونوں کے شروط کے مطابق صحیح ہیں، ذیل میں ایک روایت درج کی جاتی ہے

اخبرنا ابو عبد اللہ الصفار ثنا محمد بن ابراھیم بن ارومہ ثنا الحسین بن حفص ثنا سفیان عن خالد الحذاء عن ابی قلابۃ عن ابی اسماء عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقتتل عند کنزکم ثلاثۃ کلھم ابن خلیفۃ ثم لا یصیر الی واحد منھم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقاتلونکم قتالا لم یقاتلہ قوم، ثم ذکر شیئا فقال اذا رأیتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی (ھذا صحیح علی شرط الشیخین)[1]

خبر دی ہمیں ابو عبد اللہ صفار نے کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ابراہیم بن ارومہ نے، حدیث سنائی حسین بن حفص نے، حدیث بیان کی سفیان نے خالد حذا سے ابی قلابہ کی روایت سے اور انہوں نے روایت کی ابی اسماء سے اور ابی اسماء نے حضرت ثوبانؓ سے۔ ثوبان نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کارزار کریں گے تمہارے کنز کے پاس تین آدمی جو سب کے سب خلیفہ کے بیٹے ہوں گے۔ پھر وہ نہ پہنچے گا ان میں سے کسی ایک کو بھی پھر کالے جھنڈے نکلیں گے مشرق کی طرف سے پس وہ تمہارے ساتھ ایسے لڑیں گے کہ کسی قوم نے ایسی لڑائی نہیں لڑی ہوگی۔ پھر کچھ ذکر کر کے فرمایا جب تم اس کو دیکھو تو اس سے بیعت کرو اگرچہ رینگنا پڑے تمہیں برف پر اس لئے کہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا (یہ حدیث شیخین کے شروط پر صحیح ہے)

اس روایت کے متعلق حاکم نے لکھا ہے کہ شیخین یعنی بخاری و مسلم دونوں کے شروط کے مطابق صحیح ہے۔ ذہبی نے بھی تلخیص میں یہ روایت درج کی ہے لیکن اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا[2] اس کے یہ معنی ہوئے کہ یہ حدیث جس میں مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا مذکور ہے حاکم اور ذہبی دونوں کے نزدیک صحیح ہے اور امام بخاری و امام مسلم کے اصول و شروط کے مطابق صحیح ہے۔

علامہ ابن خلدون جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ائمہ حدیث نے کتب صحاح میں احادیث

[1] المستدرک (طبع حیدرآباد دکن) الجزالرابع صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴ [2] حاشیۃ المستدرک الجزالرابع صفحہ ۴۶۴

مہدی کی تصحیح کی ہے، ان کے بعد ان کتابوں کے شارحین نے بھی احادیث مہدی کی صحت سے تعرض نہیں کیا، علامہ ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے احادیث مہدی پر جرح کی ہے۔ راویوں کی جرح میں خود ابن خلدون مضطرب ہے، مقدمہ میں امر فاطمی کے ذیل میں کہتا ہے

المعروف عند اهل الحديث ان الجرح مقدم على التعديل فاذا وجدنا طعناً في بعض رجال الاسانيد بغفلة او بسوء حفظ او ضعف او سوء رای تطرق ذلک الی صحة الحديث واوهن منها ولا تقولون مثل ذلک ربما يتطرق الی رجال الصحيحين فان الاجماع قد اتصل في الامة على تلقيهما بالقبول والعمل بما فيهما وفي الاجماع اعظم حماية واحسن دفع الی آخره[1]

محدثین کے ہاں یہ امر معروف ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اس لئے اگر ان احادیث کے رجال اسانید میں سے بعض لوگ غفلت یا سوء حفظ یا ضعف یا سوء رائے سے مطعون ہوں تو ان احادیث کی صحت میں شک ہو جائے گا اور وہ قابل اعتبار نہ رہینگی تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قسم کے طعن (یعنی راویوں کا کسی وجہ سے مجروح ہونا) تو صحیحین کے رجال میں بھی ہوتے ہیں کیونکہ یہ دونوں کتابیں عام طور سے مقبول ہیں اور ان پر عمل بھی ہوتا ہے اور اجماع عام ان کی روایت کا حامی ہے اور مخالفت کا دافع ہے۔

خود ابن خلدون کو اس امر کا اعتراف ہے کہ احادیث مہدی کے رجال میں جو طعن ہے وہ صحیحین کے رجال میں موجود ہے لیکن صحیحین کی تائید میں اجماع ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اجماع کی تائید حاصل ہو تو رجال کا طعن نظر انداز کیا جا سکتا ہے، بالفرض احادیث مہدی کے رجال مجروح و مطعون بھی ہوں تو رجال کا طعن کیوں نظر انداز نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ حدیثیں بحد تواتر پہنچ چکی ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ میں لکھا ہے " قد تظاهرت الاحاديث البالغة حد التواتر معنا في كون المهدي من اهل البيت من ولد فاطمة[2] "۔ یعنی حدیثیں ایک دوسرے کی تائید میں حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں اس معنی میں کہ مہدی اہل بیت میں اولاد فاطمہ سے ہوں گے۔ اسی طرح اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے " بدانکہ احادیث در باب بودن مہدی از اولاد فاطمہ زہرا

[1] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۷ھ) صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳ [2] لمعات قلمی نصف ثانی ورق ۴۶۸، حدیث عربی نمبر ۳۰۲، کتاب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

بحد تواتر رسیدہ[1]" جاننا چاہئیے کہ حدیثیں مہدی کے اولاد فاطمہؓ سے ہونے کے باب میں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ صاحب ابراز الوہم المکنون نے لکھا ہے

فمن نص علی تواتر احادیث المہدی ایضاً الحافظ شمس الدین السخاوی فی فتح المغیث والحافظ جلال الدین السیوطی فی الفوائد المتکاثرہ فی الاحادیث المتواترہ واختصارہ الازہار المتناثرہ وغیرہما من کتبہ والعلامۃ ابن حجر الہیتمی فی الصواعق المحرقہ وغیرہ من مصنفاتہ والمحدث الزرقانی فی شرحہ للمواہب اللدنیہ وجم غفیر من الحفاظ النقاد[2]

منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے احادیث مہدی کے متواتر ہونے کو منصوص کہا ہے حافظ سخاوی بھی ہیں کہ فتح المغیث میں اس کی تصریح کی ہے اور حافظ جلال الدین سیوطی نے فوائد متکاثرہ میں اور اس کے مختصر ازہار متناثرہ میں اور اس کے علاوہ اپنی دوسری کتابوں میں بھی اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ وغیرہ میں اور زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں اور ان کے سوا حافظان حدیث و ناقدان آثار نبوی کے ایک جم غفیر نے۔

اگر تواتر قابل حجت نہ ہو تو اجماع کس طرح قابل حجت ہوگا۔ جب احادیث مہدی متواتر تسلیم کی گئی ہیں تو ان کے رجال کے ضعف و قوت کے متعلق بحث کرنا جیسا کہ ابن خلدون نے کیا ہے صحیح نہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے نخبتہ الفکر میں اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں المتواتر کے ذیل میں یہی لکھا ہے

المتواتر لا یبحث عن رجالہ ای عن صفاتہم بل یجب العمل بہ من غیر بحث لایجابہ الیقین وان ورد عن الفساق بل عن الکفرۃ[3]

حدیث متواتر کے رجال سے بحث نہیں کیجاتی یعنی ان کے صفات کے متعلق بلکہ بغیر کسی بحث کے اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے اس کے موجب یقین ہونے کی وجہ سے اگرچہ وہ فاسقوں بلکہ کافروں سے مروی ہو۔

ابن خلدون نے جرح تو محدثین کے طریقہ پر کی ہے لیکن استنباط ان کے طریقہ پر نہیں کیا' جرح کے تسلیم کرنے پر زیادہ سے زیادہ حدیث کا ضعف ظاہر ہوگا اس کا جعل کس طرح یقینی ہو جائیگا'

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع (طبع نولکشور ۱۳۲۲ھ) صفحہ ۳۲۱ [2] ابراز الوہم المکنون (طبع دمشق) صفحہ ۴
[3] شرح نخبتہ الفکر (قلمی) صفحہ ۶۱ (حدیث عربی نمبر ۱۷۵ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

محدثین کے نزدیک تو جو حدیث موضوع ہوتی ہے اس کا جعل بھی یقینی نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے

مراد بحدیث موضوع در اصطلاح محدثین این است نہ آنکہ البتہ ثابت شود وضع وکذب درخصوص این حدیث وباید دانست کہ حکم بوضع و افترا بحکم ظن غالب است نہ بقطع ویقین فان الکذوب قد یصدق[1]

محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ اس حدیث میں وضع اور کذب ثابت ہو جائے اور جاننا چاہیے کہ وضع و افترا کا جو حکم دیا جاتا ہے بربنائے ظن غالب ہے بربنائے یقین نہیں اس لئے کہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول لیتا ہے۔

محدثین کے نزدیک جب حدیث موضوع کا جعل یقینی نہیں ہے تو ان حدیثوں کا جعل کیسے یقینی ہوگا جن کی تصحیح مولفین صحاح نے کی ہے۔ حاصل یہ کہ محدثین کے اصول کے مطابق احادیث مہدی کے بعض رجال کا بالفرض مطعون ہونا ان احادیث کا جعل ثابت نہیں کر سکتا۔ ہم یہ کیسے باور کریں کہ ابن خلدون جیسا شخص اس امر جزئی سے واقف نہ تھا۔ امر واقعی تو یہ ہے کہ ابن خلدون ان فرقوں کا استیصال کرنا چاہتا تھا جو مختلف لوگوں کی امامت یا مہدیت کے قائل تھے خصوصاً فرقہ اسماعیلیہ کا۔ مقدمہ میں کہتا ہے

وجاء الاسماعیلیة منهم یدعون الوهیة الامام بنوع من الحلول وآخرون یدعون رجعة من مات من الائمة بنوع التناسخ وآخرون منتظرون مجیٔ من یقطع بموته منهم وآخرون منتظرون عود الامر فی اهل البیت مستدلین علی ذلک بما قدمناه من الاحادیث فی المهدی[2]

اور ان میں اسماعیلیہ بھی ہیں جو امام کی الوہیت کے مدعی ہیں ایک قسم کے حلول کے طور پر، ان ہی میں دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو مدعی ہیں کہ ائمہ میں جو مر گئے ہیں بطریق تناسخ ان کی مکرر رجعت ہوگی اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو منتظر ہیں ان کے آنے کے جو قطعی طور پر مر گئے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اہل بیت میں خلافت کے عود کرنے کے منتظر ہیں اور اس پر ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جنہیں مہدی کے متعلق ہم پیش کر چکے ہیں۔

[1] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور سنہ ۱۹۰۳ء) صفحہ ۹ [2] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر سنہ ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۲۵۵

ابن خلدون نے یہ خیال کیا کہ احادیث مہدی کو بے بنیاد قرار دیا جائے تو ان مختلف فرقوں اور ان کے اوہام کا خود بخود استیصال ہو جاتا ہے۔

احادیث مہدی اور حافظ ابن تیمیہ

علامہ ابن خلدون سے پہلے حافظ ابن تیمیہ نے احادیث مہدی کو یوں تسلیم کیا ہے "واحادیث المہدی معروفۃ رواھا الامام احمد وابوداود والترمذی الی آخرہ[۱]" یعنی احادیث مہدی معروف ہیں روایت کیا ہے انہیں امام احمد ابوداود اور ترمذی نے الی آخرہ۔ ابن تیمیہ کے الفاظ "احادیث المہدی معروفۃ" (احادیث مہدی معروف ہیں) سے ظاہر ہے کہ امر مہدیت ان کا متعقد علیہ تھا اور احادیث مہدی ان کے نزدیک قابل حجت۔ احادیث مہدی کی صحت حافظ ابن تیمیہ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں تسلیم کی ہے "فالجواب ان الاحادیث التی یحتج بہا علی خروج المہدی احادیث صحیحۃ رواھا ابوداود والترمذی واحمد وغیرہم[۲]" پس جواب یہ ہے کہ وہ حدیثیں جن سے مہدی کے ظہور پر حجت لائی جاتی ہے صحیح ہیں اور روایت کی ہے ان کی ابوداود، ترمذی، احمد وغیرہم نے۔

احادیث مہدی کے باب میں یہ اس شخص کی رائے ہے جو ابن خلدون سے تقریباً سو سال پہلے تھا اور فن حدیث میں ابن خلدون سے کہیں بڑھ کر۔

احادیث مہدی اور علامہ فیروز آبادی

ابن خلدون (وفات ۸۰۸ھ) کے معاصر علامہ مجد الدین فیروز آبادی (وفات ۸۱۷ھ) نے سفر السعادت کے خاتمہ میں بعض ان احادیث سے تعرض کیا ہے جن کا تعلق عبادات اور اخبار سے ہے۔ ذیل میں چند مثالیں دیجاتی ہیں

(۱) درباب فضل لحم وآنکہ افضل طعام الدنیا والآخرۃ اللحم چیزے ثابت نشدہ (سفر السعادت طبع نولکشور ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۵) یعنی گوشت کی فضیلت میں اور یہ کہ دنیا و آخرت کے طعام میں گوشت افضل ہے کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی۔

(۲) درباب فضائل حنا چیزے ثابت نشدہ (صفحہ ۱۵۶) حنا کے فضائل میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

[۱] منہاج السنۃ النبویۃ (طبع مصر ۱۳۲۱ھ) الجزء الثانی صفحہ ۱۳۳ [۲] منہاج السنۃ الجزء الرابع صفحہ ۲۱۱

(۳) در باب آنکہ الاجماع حجۃ حدیثے صحیح نشدہ (صفحہ ۵۷۲) یعنی اس باب میں کہ اجماع حجت ہے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

(۴) در باب القیاس حجۃ چیزے ثابت نشدہ (صفحہ ۵۷۲، ۵۷۳) اس باب میں کہ قیاس حجت ہے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

(۵) در باب ظہور آیات بعد از دویست سال چیزے ثابت نشدہ (صفحہ ۵۷۱) یعنی دو سو سال کے بعد علامات قیامت ظاہر ہونے کے باب میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

لیکن علامہ فیروز آبادی نے احادیث مہدی سے کوئی تعرض نہیں کیا اگر احادیث مہدی مسلّم و مستند نہ ہوتیں تو فیروز آبادی اس کی تصریح کر دیتے۔

احادیث مہدی اور تاریخ کی شہادت

سرسید احمد خاں نے "کتب احادیث" کے ذیل میں یہ تسلیم کیا ہے کہ وضعی حدیث کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ تاریخی واقعہ کے خلاف ہو۔ سرسید کی عبارت یہ ہے: "مولانا شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں کہ وضعی یا بنائی ہوئی حدیثوں کے پہچاننے کی یہ صورتیں ہیں اول یہ کہ تاریخی واقعہ کے خلاف ہو"[1]

اس کی ایک مثال ذیل میں دیجاتی ہے، شیخ علی نے رسالۃ الرد میں یہ حدیث پیش کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ مہدی روے زمین کا بادشاہ ہوگا۔

ملوك الارض اربعة مومنان وكافران فالمومنان ذو القرنين وسليمان وكافران نمرود وبخت نصر وسيملكها خامس من اهل بيتي (سراج الابصار صفحہ ۲۶)

یعنی روے زمین کے بادشاہ چار شخص ہونگے، دو مومن اور دو کافر، مومنین میں سے ذو القرنین اور سلیمان ہیں اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر اور میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام زمین کا مالک ہوگا جو ان چار کے بعد پانچواں ہوگا۔

اس حدیث میں جن چار بادشاہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک نے بھی ساری دنیا پر حکومت نہیں کی اور سرزمین حجاز و تہامہ پر خصوصاً ان کی حکومت کا نہ ہونا اظہر من الشمس ہے، یہ خبر کبھی

[1] تہذیب الاخلاق (طبع لاہور) جلد دوم صفحہ ۱۶۵

مخبر صادق کی نہیں ہوسکتی۔ حدیث اگر تاریخی واقعہ کے خلاف ہو تو اس کی صحت ثابت نہیں ہوسکتی، اسی طرح اگر کسی حدیث کے مضمون کی تائید تاریخی واقعہ سے ہو جائے تو وہ حدیث صحیح متصور ہو گی چاہے اس کے رجال کو آپ مطعون ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں۔

یہی حال احادیث مہدی کا ہے ان کے بعض رجال مطعون ہونے سے بادی النظر میں احادیث کی صحت مشتبہ ہو جاتی ہے لیکن ادب اور تاریخ کے قدیم سے قدیم ماخذ سے ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ لفظ مہدی عہد رسالت میں متعارف تھا اور امام مالک کی پیدائش سے پہلے ایک جماعت نے محمد بن الحنفیہ کو مہدی تسلیم کیا تھا، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ احادیث مہدی عالم اسلام میں پھیل چکے تھے۔ تاریخی واقعات کی تائید سے رجال مطعون کا ضعف زائل ہو جاتا ہے۔ اگر یہ ماخذ قابل حجت نہ ہوں تو کتب اسماء الرجال جن پر ابن خلدون کی جرح کا دارومدار ہے ان کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کیونکہ ان کی بھی حیثیت تاریخی کتب کی ہے۔ قطع نظر اس کے راویوں کے طبائع پر حکم لگانا ایک دشوار امر ہے۔ ع کہ حال نفس نہ گردد بہ سالہا معلوم (متفرقہ) حاصل یہ کہ وجود مہدی تاریخ ادب اور کتب صحاح سے ثابت ہے۔

احادیث کی جرح اور ان کی تعدیل

علامہ ابن خلدون نے احادیث مہدی پر جو جرح کی ہے اس میں اصول حدیث سے کس قدر کام لیا ذیل کی مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے۔

(۱) حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ حدثنا احمد بن عبد الملک حدثنا ابو الملیح الرقی عن زیاد بن بیان عن علی بن نفیل عن سعید بن المسیب قال کنا عند ام سلمہ فتذاکرنا المہدی فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المہدی من ولد فاطمۃ (ابن ماجہ)

اس حدیث پر ان الفاظ میں جرح کی ہے قد ضعفہ ابو جعفر العقیلی وقال لا یتابع علی بن نفیل علیہ ولا یعرف الا بہ[1]۔ یعنی ابو جعفر عقیلی نے اس کی تضعیف کی ہے اور علی بن نفیل کو ناقابل اتباع قرار دیا ہے اس بنا پر کہ وہ اسی حدیث سے معروف ہے۔

علامہ ابن خلدون کا یہ کہنا کہ ابو جعفر عقیلی نے اس کی تضعیف کی ہے صحیح نہیں اس لئے کہ

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۳۴۵

ابوجعفر عقیلی نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کی تصریح نہیں کی، عقیلی کی عبارت تہذیب التہذیب میں اس طرح منقول ہے۔

ذکرہ العقیلی فی کتابہ وقال لا یتابع علی حدیثہ فی المہدی ولا یعرف الابہ قال وفی المہدی احادیث جیاد من غیر ہذا الوجہ[۱]	ذکر کیا ہے اس کا عقیلی نے اپنی کتاب میں اور کہا کہ نہیں اتباع کی جاتی ہے اس کی حدیث کی مہدی کے باب میں اور وہ اسی حدیث سے معروف ہے عقیلی نے یہ بھی کہا ہے کہ مہدی کے باب میں مستند وجید احادیث ہیں، اس طریقہ کے سوا بھی۔

صاحب ابراز الوہم المکنون نے عقیلی کی پوری عبارت درج کردی ہے

قال فی کتابہ علی بن نفیل حرانی وھو جد النفیلی عن سعید بن المسیب فی المہدی لا یتابع علیہ ولا یعرف الابہ وساق ہذا الحدیث ثم قال وفی المہدی احادیث جیاد من غیر ہذا الوجہ بخلاف ہذا اللفظ فلفظ رجل من اہل بیتہ علی الجملۃ مجملا ہذا کلام العقیلی[۲]	عقیلی نے اپنی کتاب میں کہا ہے' علی بن نفیل حرانی یہ جد نفیلی ہے' اس نے سعید بن المسیب سے مہدی کے باب میں حدیث روایت کی ہے اور وہ اسی حدیث سے معروف ہے۔ یہ حدیث اسی نے پھیلائی ہے[۳]۔ پھر اس نے کہا کہ مہدی کے باب میں اس طریقہ کے سوا بھی احادیث مستند وجید وارد ہیں اور اس لفظ کے خلاف "رجل من اہل بیتہ" کے الفاظ مجمل طور پر آئے ہیں۔ یہ عقیلی کا کلام ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ عقیلی کا کہنا یہ ہے کہ مہدی کے باب میں جو دوسری حدیثیں وارد ہیں ان میں مہدی کے متعلق صرف یہ مذکور ہے کہ وہ اہل بیت میں سے ایک شخص ہوگا لیکن علی بن نفیل کی روایت میں اولاد فاطمہ سے ہونا مذکور ہے' علی بن نفیل سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے لہذا وہ ناقابل قبول ہے حالانکہ اولاد فاطمہ سے ہونا ضمناً اہل بیت سے ہونا ہے۔

عقیلی کے بیان سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ علی بن نفیل اس روایت میں منفرد ہے۔ علی بن نفیل کے باب میں تہذیب التہذیب میں یہ مذکور ہے۔

[۱] تہذیب التہذیب (طبع حیدرآباد دکن) جلد ہفتم صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ [۲] ابراز الوہم المکنون (طبع دمشق) صفحہ ۱۷
[۳] روایت کی ہے۔

قال عبد اللہ بن جعفر الرقی سمعت ابا الملیح الرقی یثنی علی علی بن نفیل ویذکر منه صلاحا وقال ابو حاتم لا باس به وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابو عروبة الحرانی مات سنة خمس وعشرین ومایة[1]۔

عبد اللہ بن جعفر الرقی نے کہا کہ میں نے ابو الملیح الرقی کو علی بن نفیل کی ثنا کرتے ہوئے اور انہیں صالح کہتے ہوئے سنا اور ابو حاتم نے کہا کہ اس سے حدیث لینے میں حرج نہیں ہے اور ابن حبان نے علی بن نفیل کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابو عروبہ حرانی نے کہا ہے کہ اس نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔

کسی ایسے راوی سے جس کو حفاظ ثقہ اور صالح تسلیم کرتے ہوں اگر ایک ہی روایت مروی ہو تو اس روایت کا ضعیف ہونا کیسے ثابت ہوگا۔ نیز ابو جعفر عقیلی کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ علی بن نفیل اس روایت میں منفرد ہے اس لئے کہ دوسری حدیثوں میں بھی مہدی کا اولاد فاطمہ سے ہونا مذکور ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے بھی مہدی کا اولاد فاطمہ سے ہونا تسلیم کیا ہے ابن تیمیہ کی عبارت یہ ہے

وایضا فیه المهدی من عترتی من ولد فاطمة[2] حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مہدی میری عترت سے اولاد فاطمہ سے ہوگا۔

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ امام مہدی کا اولاد فاطمہ سے ہونا تواتر[4] کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ تواتر کو ملا علی قاری نے بھی رسالۃ المہدی میں اس طرح تسلیم کیا ہے فقد تواترت الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بذکر المهدی وانه من اهل بیته[3] یعنی امام مہدی کے باب میں اور ان کے اہل بیت سے ہونے کے بارے میں رسول اللہ سے احادیث متواتر وارد ہیں۔

علامہ ابن خلدون ابو جعفر عقیلی کے حوالہ سے علی بن نفیل کو ناقابل اتباع قرار دے کر اس روایت کی اور ضمناً مسئلہ مہدیت کی نفی کرنا چاہتے ہیں حالانکہ خود عقیلی احادیث مہدی کی صحت اور وجود مہدی کا قائل تھا اور اس کے الفاظ فی المهدی احادیث جیاد (مہدی کے باب میں احادیث جید ہیں) اس پر شاہد ہیں۔[5]

جرح کا دارومدار کتب اسماء الرجال پر ہے اور قدیم ترین کتب رجال طبقات ابن سعد

[1] تہذیب التہذیب جلد ہفتم صفحہ ۳۹۱ [2] منہاج السنۃ جزء الرابع صفحہ ۲۱۱ [3] المہدی (مطبوعہ) صفحہ ۳۵ (کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن عقائد و کلام نمبر ۶۵) [4] متواتر المعنی۔ [5] دیکھو صفحہ ۲۸۶

(وفات مصنف سنہ ۲۳۰ھ) کے حوالے سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ احادیث مہدی کے عام ہونے کی بنا پر ایک جماعت نے محمد بن الحنفیہ کو سنہ ۶۵ھ سے قبل مہدی تسلیم کر لیا تھا اور علی بن نفیل جس پر ابن خلدون نے جرح کرنے کی کوشش کی ہے سنہ ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔

مارگولیت کے حوالہ سے (صفحہ ۲۷۲ پر) یہ بیان کیا گیا ہے کہ کثیر ابن الحنفیہ کو مہدی مانتا تھا اور ان کے لئے مہدی کا لفظ استعمال کیا ہے، کثیر علی بن نفیل کا معاصر ہے اس لئے کہ اس کا سال وفات ۱۰۵ھ ہے۔ علی بن نفیل کے معاصرین کے کلام سے بھی احادیث مہدی کے عام ہو جانے کی شہادت ملتی ہے تو ابن خلدون کا علی بن نفیل کو ضعیف قرار دے کر مسئلہ مہدیت کی تضعیف کرنا بے سود ہے۔

(۲) حدثنا عثمان بن ابی شیبہ حدثنا ابو داود الحضری حدثنا یاسین عن ابراهیم بن محمد بن الحنفیه عن ابیه عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المهدی منا اهل البیت یصلحه الله فی لیلة (ابن ماجہ)

ابن خلدون نے اس حدیث پر ان الفاظ میں جرح کی ہے

ویاسین العجلی وان قال فیه ابن معین لیس به باس فقد قال البخاری فیه نظر وهذه اللفظة فی اصطلاحه قویة فی التضعیف جدا واورد له ابن عدی فی الکامل والذهبی فی المیزان هذا الحدیث علی وجه الاستنکار وقال هو معروف به[1]

یاسین عجلی کے بارہ میں اگرچہ ابن معین کہتا ہے کہ اس کی حدیث میں چنداں حرج نہیں ہے لیکن امام بخاری "فیه نظر" (یہ محل تامل ہے) کہتے ہیں اور ان کی یہ اصطلاح ہے کہ بہت ضعیف تر کے لئے استعمال کرتے ہیں اور ابن عدی نے کامل میں اور ذہبی نے میزان میں یہ حدیث بطریق انکار وارد کی ہے[2] اور کہا ہے کہ وہ اسی سے معروف ہیں۔

علامہ ابن خلدون کا یہ کہنا کہ ابن عدی نے کامل میں اور ذہبی نے میزان میں اس حدیث سے انکار کیا ہے صحیح نہیں۔ ذہبی نے میزان میں اس حدیث سے انکار نہیں کیا بلکہ صرف ابن عدی کا قول پیش کیا ہے کہ اس نے یاسین کے باب میں "یعرف بهذا الحدیث"[3] لکھا ہے۔ یاسین اس حدیث سے معروف ہے یعنی کوئی دوسری حدیث اس سے مروی نہیں ہے۔ راوی صالح سے ایک ہی حدیث

[1] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر سنہ ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۳۵۰ [2] اس حدیث سے انکار کیا ہے [3] میزان الاعتدال (طبع مطبع انوار محمدی لکھنؤ) صفحہ ۵۷۰

کا مروی ہونا اس کے ضعف کو مقتضی نہیں۔ یاسین کے باب میں تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے

قال الدوری عن ابن معین لیس به باس وقال اسحٰق بن منصور عن ابن معین صالح وقال ابوزرعه لا باس به وقال البخاری فیه نظر ولا اعلم حدیثاً غیر هذا قلت وقال یحیی بن یمان رأیت سفیان الثوری یسأل یاسین عن هذا الحدیث قال ابن عدی وهو معروف به انتهی ووقع فی سنن ابن ماجه عن یاسین غیر منسوب فظنه بعض الحفاظ المتاخرین یاسین بن معاذ الزیات فضعف الحدیث فلم یصنع شیئاً[۱]

دوری نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ یاسین سے حدیث لینے میں حرج نہیں ہے اور اسحٰق بن منصور نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ یاسین صالح الحدیث ہے اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ یاسین سے حدیث لینے میں حرج نہیں ہے اور امام بخاری نے اس کے باب میں 'فیه نظر' کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کے سوا میں اس کی کوئی اور حدیث نہیں جانتا اور یحیی ابن یمان نے کہا کہ میں نے سفیان ثوری کو یاسین سے اس حدیث کے باب میں سوال کرتے ہوئے دیکھا۔ ابن عدی نے کہا کہ وہ اسی حدیث سے معروف ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں صرف لفظ یاسین بغیر کسی نسبت کے آیا ہے اس لئے بعض حفاظ متاخرین نے یہ گمان کیا کہ وہ یاسین بن معاذ الزیات ہے، پس انہوں نے اس کی تضعیف کی اور یہ تضعیف کچھ بھی نہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابن معین اور ابوزرعہ نے یاسین کی تعدیل کی ہے اور امام بخاری نے جرح کی ہے، ابوزرعہ اور ابن معین کا شمار مشاہیر ائمہ حدیث میں ہے۔ امام احمد بن حنبل جیسے امام حدیث نے ابن معین کے کمال کا اعتراف کیا ہے

قال محمد بن رافع سمعت احمد بن حنبل یقول کل حدیث لا یعرفه ابن معین فلیس هو بحدیث وفی روایة فلیس هو ثابتاً[۲]

محمد بن رافع نے کہا کہ میں نے احمد ابن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ حدیث جس کو ابن معین نہ پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ وہ ثابت نہیں ہے۔

خطیب نے ان کے باب میں یہ کہا ہے کان اماما ربانیا عالما حافظا ثبتا متقنا[۳]

[۱] تہذیب التہذیب جلد یازدہم صفحہ ۱۷۳ [۳] تہذیب التہذیب جلد یازدہم صفحہ ۲۸۸
[۲] " " ۲۸۶

یعنی ابن معین امام ربانی تھے عالم، حافظ، مستند اور صاحب اتقان تھے۔

ابوزرعہ اور ابن معین جیسے ائمہ حدیث نے یاسین کو صالح الحدیث مانا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس سے حدیث لینے میں حرج نہیں، ظاہر ہے کہ انہوں نے یاسین کی تعدیل کی ہے اور یہ تعدیل مفسر یعنی ظاہر ہے اور امام بخاری کا فیہ نظر (یہ محل تامل ہے) کہنا تجریح ہے لیکن مبہم اس لئے کہ امام بخاری نے کوئی وجہ بیان نہیں کی کہ یاسین ان کی نظر میں کیوں محل تامل ہے۔ اب رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ اس حدیث کے سوا کوئی دوسری حدیث اس سے مروی نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث جو اس نے روایت کی ہے ضعیف ہے حاصل یہ کہ امام بخاری کی جرح مبہم ہے اور یہ مسلم ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں ہے لہٰذا وہ تعدیل مفسر کا تعارض نہ کرسکے گی۔ بدرالدین عینی نے کہا ہے کہ

فی الصحیح جماعة جرحهم بعض المتقدمین وهو محمول علی انه لم یثبت جرحهم بشرطه فان الجرح ما یثبت الا مفسرا مبین السبب عند الجمهور[۱]

صحیح بخاری میں ایک جماعت رجال ہے جن پر بعض متقدمین نے جرح کی ہے اور وہ اس بات پر محمول ہے کہ جرح کی جو شرط ہے اس کے مطابق ان کی جرح ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ جمہور کے نزدیک جرح اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ واضح ہو اور سبب جرح کھول کر بیان کردیا جائے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ جرح جو واضح نہ ہو اور سبب کو بیان نہ کرے جمہور کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ صاحب ابراز الوہم المکنون نے لکھا ہے واما الجرح فانه لا یقبل الا مفسرا مبین السبب[۲] لیکن جرح تو وہ قبول نہیں کیجاتی مگر جب کہ وہ واضح ہو اور سبب کو بیان کرے۔

آگے چل کے کہتے ہیں هذا ظاهر مقرر فی الفقه والاصول وذکر الخطیب الحافظ انه مذهب الائمة من حفاظ الحدیث ونقاده مثل البخاری ومسلم وغیرهما[۳] یعنی یہ فقہ اور اصول میں ظاہر اور مقرر ہے خطیب حافظ نے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے ائمہ حفاظ حدیث اور ناقدین کا جیسے امام بخاری و مسلم اور ان کے سوا دوسروں کا مذہب بھی یہی ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری کے مذہب میں بھی جرح مبہم قابل قبول نہیں ہے۔ ابوزرعہ

[۱] شروط الائمة الخمسة مصنفہ حازمی (طبع مطبعۃ الترقی واقع دمشق ۱۳۴۶ھ) صفحہ ۱۳ [۲] ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون (طبع دمشق) صفحہ ۲۹

[۳]

اور ابن معین نے یاسین کی تعدیل کی ہے اور یہ تعدیل مفسر ہے اور امام بخاری کا فیہ نظر کہنا جرح مبہم ہے اور وہ تعدیل مفسر کے متعارض نہیں۔ اس لحاظ سے امام بخاری کا قول پیش کر کے یاسین کی روایت کی تضعیف کرنا بے بنیاد ہے۔ قطع نظر اس کے یاسین عجلی سے ابو داود الحفری نے روایت کی ہے۔

ابو داود الحفری کا نام عمر بن سعد بن عبید ہے ان کے باب میں تہذیب التہذیب میں یہ مرقوم ہے

قال عثمان الدارمی عن ابن معین ثقۃ ...... وقال الآجری عن ابی داود کان جلیلاً جداً[1] یعنی عثمان دارمی نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ ابو داود حضری ثقہ ہے اور آجری نے ابو داود کی روایت سے کہا کہ وہ نہایت جلیل القدر ہے۔

ابو داود الحفری نے جس کو ابن معین نے ثقہ تسلیم کیا ہے اور ابو داود نے انہیں حدیث میں نہایت جلیل القدر مانا ہے یاسین سے روایت کی ہے لہذا یاسین کا صرف اسی حدیث سے معروف ہونا اس حدیث کو ضعیف نہیں کر سکتا۔

(۳) حدثنا محمد بن یحیی و احمد بن یوسف قال حدثنا عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن خالد الحذاء عن ابی قلابہ عن ابی اسماء الرحبی عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتتل عند کنزکم ثلاثۃ کلھم ابن خلیفہ ثم لا یصیر الی واحد منھم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتلہ قوم ثم ذکر شیئا لا احفظہ فقال اذا رایتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی (ابن ماجہ)

اس حدیث پر ان الفاظ میں جرح کی گئی ہے

ورجالہ رجال الصحیحین الا ان فیہ اباقلابۃ الجرمی وذکر الذھبی وغیرہ انہ مدلس وفیہ سفیان الثوری وھو مشھور بالتدلیس وکل واحد منھما	اس حدیث کے رجال رجال صحیحین ہیں لیکن سلسلہ رواۃ میں ابوقلابہ الجرمی ہے اور ذہبی وغیرہ اس کو مدلس بتاتے ہیں اور سفیان ثوری بھی اس حدیث کا راوی ہے اور وہ عام طور سے مدلس مشہور ہے ان دونوں نے حدیث کو

[1] تہذیب التہذیب جلد ہفتم صفحہ ۴۵۲

عنعن ولم یصرح بالسماع فلا یقبل وفیه عبد الرزاق بن همام وکان مشهوراً بالتشیع وعمی فی آخر وقته فخلط قال ابن عدی حدث بالاحادیث فی الفضائل لم یوافقه علیها احد ونسبوه الی التشیع انتهی۔[1]

معنعن کردیا ہے لیکن سماع کی صراحت نہیں کی ہے اس لئے وہ قبول نہیں کیجا سکتی اور عبدالرزاق بن ہمام بھی اس کا راوی ہے جو شیعہ مشہور ہے اور آخر وقت میں اندھا ہو گیا تھا اور حدیث کو خلط ملط کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ فضائل میں اس نے اکثر حدیثیں بیان کی ہیں جس سے کسی کو اتفاق نہیں اور لوگ اسے تشیع سے منسوب کرتے ہیں۔

(۲) ابن خلدون کا ابوقلابہ (عبداللہ بن زید البصری) اور سفیان ثوری پر جرح کرنا اور اس جرح کی بنا پر یہ حکم لگانا کہ احادیث مہدی باطل ہیں حقیقت سے دور ہے۔ رجال کی قدیم ترین کتاب طبقات ابن سعد میں ابوقلابہ کو ثقہ کہا گیا ہے ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں۔ ابوقلابۃ الجرمی اسمہ عبداللہ بن زید وکان ثقۃ کثیر الحدیث۔ یعنی ابوقلابہ الجرمی ان کا نام عبداللہ بن زید ہے۔ یہ ثقہ تھے اور کثیر الحدیث تھے۔[2]

صاحب تہذیب التہذیب نے یہ لکھا ہے ذکرہ ابن سعد فی الطبقۃ الثانیۃ من اھل البصرۃ وقال کان ثقۃ کثیر الحدیث[3]۔ یعنی ابن سعد نے اہل بصرہ کے طبقہ ثانیہ میں ابوقلابہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ثقہ تھے اور کثیر الحدیث تھے۔ یہاں ان کا مدلس ہونا مذکور نہیں ہے۔ ابن سعد کا سال وفات ۲۳۰ھ ہے۔ اس کے بعد ذہبی (سال وفات ۷۴۵ھ) نے میزان میں یہ لکھا ہے عبداللہ بن زید ابوقلابۃ الجرمی امام شہیر من علماء التابعین ثقۃ فی نفسہ الا انہ مدلس۔ یعنی ابوقلابہ علمائے تابعین سے امام شہیر ہیں۔ یہ فی نفسہ ثقہ ہیں مگر یہ کہ مدلس ہیں ابن حاتم نے ان کی تدلیس سے ان الفاظ میں انکار کیا ہے لایعرف لہ تدلیس[4] یعنی ابوقلابہ تدلیس میں معروف نہیں ہے اور عجلی نے انہیں ثقہ تسلیم کیا ہے۔ قال العجلی بصری تابعی ثقۃ[5] یعنی عجلی نے کہا ہے کہ یہ بصری تابعی ثقہ ہیں۔ ابوقلابہ کی وفات جیسا کہ تہذیب التہذیب میں مذکور ہے ۱۰۴ھ ہے۔

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۳۵۲، ۳۵۳ [2] طبقات ابن سعد (طبع لیدن) الجزء السابع القسم الاول صفحہ ۱۳۳
[3] تہذیب التہذیب جلد پنجم صفحہ ۲۲۴ [4] تہذیب التہذیب جلد پنجم صفحہ ۲۲۶
[5]

(ب) اسی طرح سفیان ثوری بھی امام حدیث مانے گئے ہیں، صاحب تہذیب التہذیب نے یہ لکھا ہے قال شعبة وابن عیینة وابو عاصم وابن معین وغیر واحد من العلما سفیان امیر المومنین فی الحدیث[1] یعنی شعبۃ، ابن عیینۃ، ابو عاصم اور ابن معین اور متعدد علما نے کہا ہے کہ سفیان حدیث میں امیر المومنین ہیں۔

ابن مبارک نے یہ بیان کیا ہے کتبت عن الف ومایة شیخ ماکتبت من افضل من سفیان[2] یعنی ابن مبارک نے کہا کہ میں نے ایک ہزار ایک سو شیوخ سے حدیثیں لکھی ہیں لیکن سفیان سے افضل کسی شخص سے میں نے حدیث نہیں لکھی۔

یحییٰ ابن معین نے یہ کہا ہے لایقدم علی سفیان فی زمانه احد فی الفقه والحدیث والزهد وکل شیئ[3] یعنی فقہ، حدیث، زہد اور ہر بات میں کوئی شخص سفیان کے زمانہ میں سفیان سے بڑھ کر نہیں تھا۔

ابو قطن نے کہا ہے قال لی شعبة ان سفیان ساد الناس بالورع والعلم[4] یعنی شعبہ نے مجھ سے کہا کہ سفیان لوگوں کے سردار ہیں پرہیزگاری اور علم میں۔

خطیب نے سفیان کے بارے میں یہ لکھا ہے کان اماما من ائمة المسلمین[5] یعنی سفیان ائمہ مسلمین میں سے ایک امام تھے۔

ذہبی نے بھی سفیان کو صاحب نقد و ذوق تسلیم کیا ہے۔ ذہبی کے الفاظ یہ ہیں ولکن له نقد و ذوق۔ جو شخص صاحب انتقاد اور صاحب ذوق ہو اس کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کیا شبہ

اب رہی یہ بحث کہ مدلس کی روایت قابل قبول ہے کہ نہیں خصوصاً ابو قلابہ اور سفیانی جیسے محدث کی جو ثقہ اور امام حدیث تسلیم کئے گئے ہوں۔

شروط الائمة الخمسة کے حاشیہ میں "جامع التحصیل لاحکام المراسیل" کے حوالے کوثری نے یہ لکھا ہے

قال الحافظ ابو سعید صلاح الدین العلائی	حافظ ابو سعید صلاح الدین العلائی نے جامع التحصیل لاحکام المراسیل

[1] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۱ — [2] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۳ — [3] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۴ — [4] " " " ۱۱۳ — [5] " " " ۱۱۴

في جامع التحصيل لأحكام المراسيل بعد ان اسرد اسماء من ذكر بالتدليس من الرواة: هؤلاء كلهم ليسوا على حد واحد بحيث انه يتوقف في كل ما قال فيه واحد منهم (عن) ولم يصرح بالسماع بل هم على طبقات اولها: من لم يوصف بذلك الا نادرا جدا بحيث انه لا ينبغي ان يعد فيهم كيحيى بن سعيد وهشام بن عروه وموسیٰ بن عقبه وثانيها: من احتمل الائمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وان لم يصرح بالسماع وذلك اما لامامته اولقلة تدليسه في جنب ماروى او انه لا يدلس الا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الاعمش وابراهيم النخعي واسمٰعيل بن ابي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتبة ويحيى بن ابي كثير وابن جريج والثوري وابن عيينة وشريک وهشيم ففي الصحيحين وغيرهما لهؤلاء الحديث الكثير مما ليس فيه التصريح بالسماع وبعض الائمة حمل ذلک على

میں کہا ہے ان لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد جن کا مدلسین میں شمار ہوتا ہے۔ یہ تمام مدلسین ایک ہی حیثیت کے نہیں ہیں کہ جو کچھ ان کی نسبت کہا ہے اس پر توقف کیا جائے ان میں سے ایک جماعت عن فلاں، عن فلاں کہہ کے روایت کرتی ہے اور اس میں سماعت کی صراحت نہیں ہوتی، بلکہ ان کے کئی طبقے ہیں، پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو شاذونادر ہی تدلیس سے موصوف ہوتے ہیں اس طرح کہ ان کا شمار مدلسین میں نہ ہونا چاہئے جیسے یحییٰ بن سعید، ہشام بن عروہ، موسیٰ بن عقبہ اور دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی تدلیس کا ائمہ کو احتمال ہے اور صحیح میں ان کی روایت کی تخریج کی ہے اگرچہ سماعت کی صراحت نہیں ہے اور تخریج اس لئے کرتے ہیں کہ وہ امام حدیث تھے یا جو ان کی روایتیں ہیں ان میں بہت کم تدلیس پائی جاتی ہے یا یہ کہ وہ تدلیس بھی کرتے ہیں تو ثقہ ہی سے تدلیس کرتے ہیں۔ دوسرے طبقہ میں زہری، سلیمان الاعمش ابراہیم نخعی، اسمٰعیل بن ابی خالد، سلیمان التیمی، حمید الطویل، حکم بن عتبہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابن جریج، ثوری، ابن عیینہ، شریک و ہشیم جیسے لوگ ہیں۔ ان کی بہت سی حدیثیں صحیحین وغیر صحیحین میں ہیں جن میں سماعت کی صراحت نہیں ہے اور بعض ائمہ نے اس کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ وہ حدیث جس کی تخریج لفظ عن اور

ان الشیخین اطلعا علی سماع الواحد لذالک الحدیث الذی اخرجہ بلفظ عن ونحوھا من شیخہ [1]	اس کے جیسے الفاظ سے اپنے شیخ سے کی ہے اس حدیث میں سماع واحد کی شیخین کو اطلاع تھی۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جو امام حدیث مانے جاتے ہیں اور بہت کم تدلیس کرتے ہوں یا یہ کہ سوائے ثقہ کے کسی سے تدلیس نہیں کرتے ان کی روایت قابل قبول ہے ایسے ائمہ حدیث میں سفیان ثوری بھی ہیں جن پر ابن خلدون کو اعتراض ہے۔

صاحب ابراز الوہم المکنون نے ان مدلسین کے نام لکھے ہیں "زہری، سلیمان الاعمش، ابراہیم النخعی، اسمٰعیل بن ابی خالد، سلیمان التیمی، حمید الطویل، الحکم بن عتبہ، یحیٰ بن ابی کثیر، ابن جریج، سفیان الثوری، ابن عیینۃ، شریک، ہشیم" اور اس کے بعد یہ لکھا ہے فی الصحیحین وغیرھما لھؤلاء الحدیث الکثیر مما لیس فیہ التصریح بالسماع [2] یعنی صحیحین اور ان کے سوا دوسری کتابوں میں ان مدلسین کی حدیثیں کثرت سے درج کی گئی ہیں اگرچہ ان میں سماعت کی تصریح نہیں ہے جب شیخین نے مدلسین کی روایت قبول کی ہے تو معلوم ہوا کہ تدلیس بہت قلیل تھی اور ثقہ کے سوا کسی سے تدلیس نہیں کی جاتی تھی۔

محدثین سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ عہد نبوی میں نابالغ تھے، شرط روایت میں ایک یہ بھی ہے کہ راوی عاقل و بالغ و متقن الفہم ہو باایں ہمہ حضرت ابن عباسؓ کی وہ تمام روایتیں محدثین لیتے ہیں جن میں وہ قال رسول اللہ صلعم بلا واسطہ کہہ دیتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ انہوں نے فلاں صحابی سے اس کی روایت کی ہے اور صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کیا ارسال میں تدلیس کا شائبہ نہیں پیدا ہوتا اس پر کون جرح کر سکتا ہے، شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادۃ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ تدلیس اور ارسال حقیقت میں ایک ہیں شیخ عبدالحق کی عبارت یہ ہے "فی الحقیقت حکم تدلیس در رد و قبول مثل مرسل آمد" [3] یعنی حقیقت میں تدلیس کا حکم رد و قبول کے اعتبار سے مرسل کے جیسا ہے۔

[1] شروط الائمۃ الخمسۃ مصنفہ حازمی (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۳۳ [2] ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون (طبع دمشق) صفحہ ۱۱۸
[3] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور سنہ ۱۹۰۳ء) صفحہ ،

امام بخاری بھی اپنے شیخ محمد بن یحیٰی الذھلی کے نام کا اخفا کرتے ہیں

واما البخاری فاخرج حدیث الذھلی فی صحیحہ مع ماجری بینھما الا انہ کان یقول حدثنا محمد او حدثنا محمد بن خالد ینسبہ الی جدہ اخذا بعلمہ ودفعا لما یتوھم من ان شیخہ محق فی طعنہ لو صرح باسمہ[1]

اور بخاری نے اپنی کتاب صحیح میں ذہلی سے حدیث کی تخریج کی ہے باوجود اس کے کہ دونوں کے درمیان ماجرا گزر چکا تھا بخاری کہتے تھے کہ محمد نے ہمیں حدیث سنائی یا یوں کہتے ہیں کہ محمد بن خالد نے ہمیں حدیث سنائی۔ محمد کو (ان کے باپ کے عوض) دادا سے منسوب کرتے ہیں یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا علم حاصل ہو جائے اور اس اعتراض کو دفع بھی کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے شیخ نے جو طعن کیا ہے اس طعن میں وہ حق بجانب نہیں ہیں اگر ان کے نام کی تصریح کی جاتی تو یہی اعتراض وارد ہوتا

حاصل یہ کہ ابن خلدون کا یہ کہنا کہ سفیان اور ابوقلابہ کی روایت قابل قبول نہیں ہے کیونکہ وہ تدلیس کرتے ہیں اور سماعت کی صراحت نہیں ہے ناواقفوں کو فریب دینا ہے۔ جمہور علما کے نزدیک تدلیس قابل قبول ہے مگر اسی وقت جب کہ یہ ثابت ہو جائے کہ تدلیس نہیں کیجاتی ہے مگر ثقہ سے جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے[2]

(ج) ابن خلدون نے عبدالرزاق کو شیعہ کہا ہے اور یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہے حالانکہ محدثین کے ہاں یہ امر مسلم ہے کہ غالی شیعہ کی روایت اہل بیت کے فضائل میں قبول نہیں کی جاتی۔ شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے "نیز معرفت وضع احادیث را قرائن داشتہ اند مثل روایت شیعی غالی حدیث را در فضائل اہل بیت سلام اللہ علیہم اجمعین[3]" یعنی حدیث موضوع کی پہچان کے قرائن ہیں جیسے کہ غالی شیعہ کا روایت کرنا اہل بیت کے فضائل میں سلام اللہ علیہم اجمعین۔ یہاں اہل بیت کی فضیلت سے بحث نہیں ہے اس سے قطع نظر عبدالرزاق کا غالی شیعہ ہونا بھی ثابت نہیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے

(۱) صاحب تہذیب التہذیب نے یہ روایت کی ہے

قال احمد بن صالح المصری قلت لاحمد | احمد بن صالح مصری نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل سے کہا

[1] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۱۰ [2] شرح سفر السعادۃ (طبع نولکشور ۱۹۰۳ء) صفحہ ۷
[3] " " (" ") صفحہ ۵۰۳

بن حنبل رایت احدا احسن حدیثا من عبد الرزاق قال لا وقال ابوزرعه الدمشقی عبد الرزاق احد من ثبت حدیثه[1]	کیا تم نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جو حدیث میں عبد الرزاق سے بہتر ہو کہا کہ نہیں اور ابوزرعہ دمشقی نے کہا ہے کہ عبد الرزاق ان لوگوں میں سے ہیں جن کی حدیث ثابت ہے۔

(۲) تہذیب التہذیب میں عبد اللہ بن احمد سے یہ مروی ہے

قال عبد اللہ بن احمد سالت ابی هل کان عبد الرزاق یتشیع ویفرط فی التشیع فقال اما انا فلم اسمع منه فی هذا شیئا وقال عبد اللہ ابن احمد سمعت سلمة ابن شبیب یقول سمعت عبد الرزاق ما انشرح صدری قط ان افضل علیا علی ابی بکر وعمر رحم اللہ ابا بکر وعمر وعثمان من لم یحبهم فما هو مومن وقال اوثق اعمالی حبی ایاهم[2]	عبد اللہ ابن احمد نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سوال کیا کیا عبد الرزاق شیعی تھے اور کیا تشیع میں غلو کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس باب میں ان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی (جس سے ان کی شیعیت ثابت ہو) اور عبد اللہ ابن احمد نے کہا کہ میں نے سلمۃ بن شبیب سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے عبد الرزاق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے دل میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ حضرت علی کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دوں۔ اللہ رحم کرے ابوبکر و عمر و عثمان پر۔ ان سے جو محبت نہ رکھے وہ مومن نہیں اور عبد الرزاق نے کہا کہ میرے زیادہ موثق اعمال یہی ہیں کہ مجھے ان کی محبت ہے۔

یہ ہے عبد الرزاق کے تشیع کی حقیقت۔ اب رہا احادیث کا لینا تو ابن عدی نے یہ کہا ہے

قد رحل الیه ثقات المسلمین وائمتهم وکتبوا عنه الا انهم نسبوه الی التشیع (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۳) یعنی ثقہ محدثین اور ائمہ حدیث نے ان سے حدیثیں حاصل کرنے کے لئے سفر کیا ہے اور ان کی روایتیں لکھی ہیں البتہ انہوں نے عبد الرزاق کو تشیع سے منسوب کیا ہے۔

(۳) تہذیب التہذیب میں محمد بن اسمٰعیل الفزاری سے یہ روایت کی گئی ہے

قال محمد بن اسمعیل الفزاری بلغنی	محمد بن اسمٰعیل فزاری نے کہا کہ ہمیں شہر صنعا میں یہ خبر پہنچی

[1] تہذیب التہذیب جلد ششم صفحہ ۳۱۱
[2] 〃 〃 ۳۱۳

ونحن بصنعاء ان احمد ویحیی ترکا حدیث عبد الرزاق فدخلنا غم شدید فوافیت ابن معین فی الموسم فذکرت له فقال یا ابا صالح لو ارتد عبد الرزاق ما ترکنا حدیثه (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۴، ۳۱۵)

کہ احمد اور یحیی نے عبد الرزاق کی حدیثیں ترک کیں ہیں بہت غم ہوا۔ میں نے حج کے موسم میں ابن معین سے ملاقات کی پس میں نے ان سے اس کا ذکر کیا پس ابن معین نے کہا اے ابو صالح اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جاے تو ہم اس کی حدیثیں نہیں ترک کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبد الرزاق غالی شیعہ نہ تھے، یہ ثقہ مانے جاتے تھے۔ ائمہ حدیث نے ان سے حدیثیں لی ہیں، ابن معین کا قول گزر چکا، وہ انہیں انتہا درجہ ثقہ مانتے ہیں ایسی صورت میں مہدیؑ کی روایت کس طرح قابل قبول نہ ہوگی۔

کیا علامہ ابن خلدون عبد الرزاق کی حقیقت سے واقف نہ تھے؟ کیا عامۃ الناس کو احادیث مہدی سے بدظن کرنے کے لئے یہ طریقہ نہیں اختیار کیا گیا؟ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) کے بیان سے ثابت ہے کہ صرف ایک شخص کے سوائے تمام ائمہ نے عبد الرزاق کو ثقہ مانا ہے۔ ابن حجر کی عبارت یہ ہے

عبد الرزاق بن همام بن نافع الحمیری الصنعانی احد الحفاظ الاثبات صاحب التصانیف وثقه الائمه کلهم الا العباس بن عبد العظیم العنبری وحده فتکلم بکلام افرط فیه ولم یوافقه علیه احد[1]

عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی، صاحب تصانیف اثبات حفاظ میں سے ہیں۔ ایک عباس بن عبد العظیم العنبری کے سوا تمام ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے، صرف انہی نے ان کے باب میں حد سے زیادہ کلام کیا ہے جس سے کسی نے بھی اتفاق نہیں کیا۔

اب رہا ابن خلدون کا یہ کہنا کہ عبد الرزاق اخیر عمر میں اندھے ہوگئے تھے اور حدیث کو خلط ملط کرتے تھے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حدیث زیر بحث بھی انہوں نے اسی زمانہ میں سنی یا روایت کی۔ عبد الرزاق کا سنہ پیدائش ۱۲۶ھ ہے اور سال وفات ۲۱۱ھ (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۴) اور اس سے قبل ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی پیدائش سے برسوں پہلے یعنی ۶۵ھ سے قبل ہی احادیث مہدی عالم اسلام میں عام ہو چکی تھیں۔

[1] ہدی الساری مقدمہ فتح الباری (طبع المطبعۃ الکبری المیریۃ، مصر ۱۳۰۱ھ) صفحہ ۴۱۸

ابن خلدون کی جرح کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے ہم نے فی الحال اجمالی اور سرسری جواب دیا ہے۔ محدثین کے ہاں کسی حدیث کے راوی دو سے زیادہ ہوں تو وہ خبر مشہور ہے ہم نے صحاح کی ایسی تین حدیثوں کی نسبت رسول اللہؐ صلعم کی طرف ثابت کر دی ہے جن میں لفظ 'مہدی' مذکور ہے' اس لحاظ سے عہد رسالت میں امام مہدیؑ کی حدیثوں کا مشہور ہونا ثابت ہوتا ہے' اسی لئے تو حضرت عمروؓ بن الجموح اور حضرت حسانؓ بن ثابت نے رسول اللہؐ صلعم کے لئے لفظ مہدی استعمال کیا تھا۔

حصۂ دوم

باب اوّل

میاں عالم باللہؒ اور مولف رسالۃ الرد کے حالات

میاں عالم باللہ کے حالات میاں عبدالملک نام، عالم باللہ لقب، یہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کے خلفا سے ہیں۔ ان کے والد کا نام میاں عبدالمجید ہے جیسا کہ تاریخ سلیمانی میں مذکور ہے لیکن خود میاں عبدالملک نے اپنی تصنیف "سبب الاسلام من الصحابۃ الکرام"[1] میں یہ لکھا ہے "امابعد فیقول الملتجی الی کرم اللہ الغفور اصغر عباد اللہ عبدالملک بن نور"

صاحب عرس نامہ نے حضرت کی ایک دوسری تصنیف کے حوالہ سے آپکے والد کا نام نور محمد لکھا ہے[2] تاریخ سلیمانی اور رسالہ سبب الاسلام کی روایتوں میں یوں تطبیق و توفیق ہوسکتی ہے کہ نام عبدالمجید ہو اور نور عرف ہو۔ صاحب خاتم سلیمانی نے لکھا ہے کہ میاں عبدالملک امام علیہ السلام کے مبشر ہیں، خاتم سلیمانی کی عبارت یہ ہے "میاں عبدالملک مبشر میران کنایۃً اند ازین رو خطاب آنحضرت عالم باللہ مشہور است"[3] یعنی میاں عبدالملک کنایۃً میراں علیہ السلام کے مُبشّر ہیں اسی لئے حضرت کا لقب عالم باللہ مشہور ہے۔

حضرت عالم باللہ نے منہاج التقویم کی ابتدا میں اپنے متعلق "من احفاد یونس سجاوندی" لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونس آپ کے جد اعلیٰ سجاوند کے رہنے والے تھے۔ امین احمد رازی صاحب تذکرہ ہفت تعلیم نے غزنین کے ذیل میں جہاں یعقوب چرخی کا ذکر کیا ہے یہ لکھا ہے کہ خواجہ یونس سجاوندی اپنے زمانہ کے مشاہیر سے ہیں، رازی کی عبارت یہ ہے "خواجہ یونس و

[1] سبب الاسلام من الصحابۃ الکرام (قلمی) صفحہ ۲ (کلام عربی نمبر ۱۸۰ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن یہ نسخہ ۱۱۵۴ھ کا مکتوبہ ہے)
[2] عرس نامہ (مطبوعہ) صفحہ ۱۰۹ [3] تاریخ سلیمانی (قلمی) چمن سوم گلشن نہم۔

خواجہ احمد سجاوندی از مشاہیر زماں و وقت خود بودہ اند"[1]

فرہنگ کاتوزیان اور فرہنگ نظام میں لفظ "سجاوند" سین اور واو کے زبر سے ہے صاحب بہار عجم نے لفظ سجاوند کے ذیل میں یہ لکھا ہے "در ہفت اقلیم قصبۂ از تومانات کابل و در نگارستان موضعے از خواف خراسان کہ آں وطن مصنف کتاب مذکور است و در رشیدی کوہے است در سیستان" یعنی ہفت اقلیم میں مذکور ہے کہ سجاوند ایک قصبہ ہے کابل کے پرگنوں سے اور نگارستان میں آیا ہے کہ وہ خواف علاقہ خراسان کا ایک موضع ہے اور یہی کتاب نگارستان کے مصنف کا وطن ہے اور رشیدی میں ہے کہ سجاوند سگاوند کا معرب ہے اور سگاوند سیستان کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

صاحب فرہنگ نظام نے ایران کے جغرافیائی نقشہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے "سجاوند دہی است کوہستانی در ولایت خواف" یعنی سجاوند ایک پہاڑی گانوں ہے علاقہ خواف میں اور خواف خراسان میں ہے جیساکہ اس سے قبل بیان کیا گیا۔ صاحب فرہنگ کاتوزیان نے یہ بیان کیا ہے کہ سجاوند ایک گانوں ہے غزنین کے علاقہ میں' فرہنگ کی عبارت یہ ہے "سجاوند معرب سگاوند کہ دہی است از غزنین"

ہندوستان آنے کے بعد یونس سجاوندی کی اولاد نے صوبہ گجرات میں سکونت اختیار کی گجرات کا بادشاہ وہاں کے امرا اور علما میاں عالم باللہ کے بڑے معتقد تھے اور آپ کا بیحد احترام کرتے تھے۔ موضع بودھاسن علاقہ کڑی واقع گجرات پیشگاہ سلطانی سے عطا ہوا تھا' کڑی اب ریاست بڑودہ کی حدود میں ہے' یہاں آپ اور آپکے بھائی میاں عبدالمومن سجاوندی اہل وعیال کے ساتھ رہتے تھے

امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے ایک سال بعد آپکے فرزند بندگی میاں سید محمودؓ ثانی مہدی مع مہاجر اور اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ فراہ مبارک سے گجرات آئے اور بھیلوٹ علاقہ رادھن پور میں دائرہ قائم کیا اور بندگی میاں سید محمودؓ کی رحلت (۹۱۹ھ[2]) کے بعد بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے احمد آباد میں دائرہ قائم کیا تھا' روایتوں سے ثابت ہے کہ عالم باللہ بندگی میاں عبدالملکؓ سجاوندی نے حضرت شاہ دلاورؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے سنہ ۹۱۹ھ یا اس کے بعد دین مہدیؑ کی تصدیق کی ہوگی۔

[1] تذکرہ ہفت اقلیم (قلمی) ورق ۱۴۶ (تذکرہ فارسی نمبر ۱۹۰ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن) [2] بہ روایتے سنہ ۹۲۰ھ

صاحب شواہد الولایت نے باب ششم میں یہ روایت کی ہے

نقل است کہ فرمودند اے میاں دلاور در پیش شما علمای ظاہری و باطنی آیند آخر الامر چنانچہ آنحضرت فرمودہ بودند ہمچنان خلفای بندگی میاں دلاور مشہور الآفاق اند و ہم علمای ظاہری و باطنی مثل بندگی میاں عبد الملک سجاوندی تابع شدند۔

منقول ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا میاں دلاور تمہارے پاس علمائے ظاہر و علمائے باطن آئینگے۔ آخر الامر ایسا ہی ہوا جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا تھا اسی طرح بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے خلفا شہرۂ آفاق ہیں اور علمائے ظاہر و باطن مثل بندگی میاں عبد الملک سجاوندی ان کے تابع ہو گئے۔

صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب ہفتم کے آخر میں یہ لکھا ہے

نقل است میاں عبد الملک علما باللہ (عالم باللہ) بودند در شہر سجاوند وطن داشتند چونکہ ایشان را خدای تعالیٰ سوی تصدیق مہدی راہ نمود پیش بندگی میاں شاہ دلاورؓ آمدہ عرض کردند کہ مارا تلقین کنید و در خادمان خود بشمرید فرمودند کہ شما طالب علم ہستید و بندہ امی "قُل" را "کُل" می گوید گفتند کہ بندہ علم خود را گزاشتہ و دانش خود را یکسو نہادہ آمدہ ام و ہر چہ از میانجی بشنوم بر آن استوار باشم لوحِ دل خود را صاف کردہ ام بعدہ ایشان تلقین کردند و فرمودند کہ حضرت میرانؑ در حق این بندہ بشارت دادہ بودند کہ پیش بھائی دلاور علمای ظاہری و باطنی زانو خواہند نہاد این بشارت در حق ایشان صادق آمد۔

روایت کی گئی ہے کہ میاں عبد الملک عالم باللہ تھے اور شہر سجاوند ان کا وطن تھا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تصدیق مہدی کی طرف رہنمائی کی تو یہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں تلقین فرمائیے اور اپنے خادموں میں شمار کیجئے شاہ دلاورؓ نے فرمایا کہ تم علم کے طالب ہو اور بندہ امی ہے "قُل" کو "کُل" کہتا ہے میاں عبد الملک نے کہا کہ بندہ علم کو چھوڑ کر اور دانش کو ایک طرف رکھ کے آیا ہے جو کچھ میانجی سے سنونگا اس پر استوار رہونگا اپنے دل کی لوح میں نے صاف کر لی ہے۔ اس کے بعد بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے تلقین فرمائی اور کہا کہ حضرت میرانؑ نے اس بندہ کے حق میں یہ بشارت دی تھی کہ بھائی دلاور کے آگے علمائے ظاہر و باطن زانوے ادب تہ کرینگے یہ بشارت ان کے حق میں صادق آئی۔

میاں عالم باللہؒ کی بیعت سے متعلق ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ قاضی عبد اللہ اور

میاں عبدالملک شہر نہروالہ سے روانہ ہوکر بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے ہاں آئے۔ بھنکار میں ملاقات کی اور تلقین پاکر صحبت اختیار کی، میاں عبدالملک قاضی عبداللہ کے بھانجے تھے اس کے آخر میں بھی قتل و کل کا ذکر ہے۔ موضع بھنکار احمد آباد سے متصل ہے جیسا کہ صاحب خاتم سلیمانی نے لکھا ہے "آنگاہ حضرت شاہ دلاورؓ را در موضع بھنکار متصل احمد آباد دائرہ بودے" یعنی اس وقت حضرت شاہ دلاورؓ کا دائرہ احمد آباد سے متصل موضع بھنکار میں تھا۔

سنہ ۹۴۴ھ میں بندگی میاں شاہ دلاورؓ موضع بورکھیڑ (علاقہ خاندیس) میں واصل بحق ہوئے۔ صاحب خاتم سلیمانی نے لکھا ہے کہ بورکھیڑ سے چالیس گاوں تین کوس (کروہ) کے فاصلہ پر ہے، بورکھیڑ کے دائرہ میں چودہ سو سے زیادہ سویت تھی یعنی سویت پانے والے چودہ سو نفوس تھے۔ اہل دائرہ کا یہ دستور تھا کہ جو کچھ حاصل ہوتا سب میں علی السویہ تقسیم ہو جاتا، اسی کو اصطلاح میں سویت کہتے تھے۔

بندگی میاں شاہ دلاورؓ کی وفات کے بعد میاں عالم باللہ اور میاں عبدالکریم نوری گجرات آگئے ہر ایک کے ساتھ سات سات سو اہل اللہ تھے۔ میاں عالم باللہ نے احمد آباد میں سابھرمتی کے کنارے دائرہ قائم کیا تھا۔ ایک مدت کے بعد آپ نے موضع بوڈھاسن میں سکونت اختیار فرمائی، قیام تو یہیں رہتا لیکن کبھی کبھی احمد آباد بھی جاتے اور وہاں علمائے مخالف سے مناظرے ہوتے۔ احمد آباد میں آپ ملک پھجن جی ملتانی کی حویلی میں قیام کرتے، ملک پھجن جی بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کے مرید تھے، ملک موصوف کو دربار شاہی میں بڑا رسوخ تھا۔

صاحب تاریخ سلیمانی نے یہ روایت کی ہے

نقل است کہ ملک پھجن جی بہ حضور بادشاہ در شہر احمد آباد می ماندند وقتے کہ میاں عبدالملک سجاوندی در شہر آمدہ بودند چند گاہ در حویلی ایشان نزول کردہ بودند روزے چند علمائے شہر مجلس نمودہ میاں عبدالملک را در باب اکمانۂ سوال و جواب مہدویت طلبیدند	منقول ہے کہ ملک پھجن جی احمد آباد میں بادشاہ کی پیشی میں رہتے تھے، جس وقت میاں عبدالملک سجاوندی احمد آباد آئے تھے کچھ دنوں ملک پھجن جی کی حویلی میں رہے تھے ایک دن شہر کے علمائے ایک مجلس ترتیب دے کر مہدیت کے باب میں بحث کرنے کے لئے انہیں بلایا تھا میاں عبدالملک

لہ خاتم سلیمانی چمن چہارم گلشن ہشتم۔

میاں بلا عذر تشریف بروند در سوال ہاے ایشان بجواب شائستہ مشغول شدند (گلشن دوازدہم چمن اول)	بے عذر تشریف لے گئے اور ان کے سوالوں کے شائستہ اور معقول جواب دیئے۔

بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ کے بعد آپ کی خلافت ۳۶، ۳۷ یا ۳۸ سال رہی جیسا کہ صاحب خاتم سلیمانی نے بیان کیا ہے "خلافت حضرت بعد وصال حضرت شاہ دلاور رضؓ دو سہ یا چہار سال کم چہل سال است"[1] اور ۲۴ شوال کو ۹۸۱ھ میں بوڑھاسن (علاقہ برودہ) میں آپ واصل بحق ہوے

صاحب خاتم سلیمانی نے ۱۱۸۴ھ میں حضرت کے روضہ انور کی زیارت کی تھی۔ حضرت کے اٹھارہ فرزند تھے لیکن صرف ایک فرزند یعنی میاں عبدالصمد کا نام صاحب تاریخ کو معلوم ہو سکا۔ صاحب خاتم سلیمانی کے زمانہ تک حضرت کی اولاد بوڑھاسن اور دھولکہ (دولقہ) علاقہ کاٹھیواڑ میں تھی اور اس خاندان کے افراد دکن، سرینگ پٹن اور ترچناپلی میں موجود تھے۔ تاریخ سلیمانی (گلشن نہم چمن سوم) میں مذکور ہے "قائم سجاوندی مرد فہمیدہ در ترچناپلی بود" میاں عبدالمومن جنہوں نے حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات[2] دکنی زبان میں نظم کئے ہیں وہ بھی سجاوندی ہیں۔ اب بھی اس سلسلہ کے لوگ چن پٹن علاقہ میسور میں آباد ہیں۔

میاں عالم باللہ کے اخلاق میاں عالم باللہ نرم دل سلیم الطبع، خوشخو، بردبار، اور صاحب وقار تھے خاتم سلیمانی (گلشن نہم چمن سوم) میں یہ روایت لکھی گئی ہے کہ ایک مرتبہ کرمی کا عامل بیان قرآن سننے کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قرآن کا بیان سن کر بے حد خوش ہوا، آپ کے اہل وعیال اور متعلقین کی گزر بسر کا خیال کرکے اس نے قریہ کی سند آپ کے نام لکھ دی لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔

تصانیف صاحب تاریخ سلیمانی نے بیان کیا ہے کہ آپ کو چودہ علوم میں مہارت حاصل تھی آپ نے مہدوی مذہب کی تائید میں کئی رسالے لکھے ہیں منجملہ ان کے مندرجہ ذیل متداول ہیں۔

(۱) **فضیلۃ المہدی علی الشیخین** (عربی)

اس رسالہ میں اس امر سے بحث کی گئی ہے کہ امام مہدی کا درجہ شیخین رضؓ سے بڑھا ہوا ہے اور ابن سیرین کی وہ روایت بھی پیش کی ہے جس میں امام مہدی کا ہمسر رسول اللہ ہونا بیان کیا گیا ہے امام مہدی

[1] خاتم سلیمانی چمن سوم گلشن نہم [2] اسرار عشق منظوم، سوانح عمری اردو نمبر ۲۵۰ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

کی فضیلت میں آپ نے احادیث سے بارہ دلیلیں پیش کی ہیں۔ اس رسالہ کا ترجمہ حضرت سید اشرف علی صاحب پالن پوری مصنف سیر مسعود نے کیا ہے لیکن یہ طبع نہیں ہوا۔ اس رسالہ کے بعض نسخوں میں "علی الشیخین" کی جگہ "علی ابی بکر" کے الفاظ ہیں۔

(۲) سبب الاسلام من الصحابۃ الکرام (عربی)

اس رسالہ میں اس امر سے بحث کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے جلیل القدر صحابہ نے آپ کے اخلاق دیکھ کے نبوت کی تصدیق کی ہے اور معجزہ طلب نہیں کیا یعنی اصحاب کرام کے اسلام لانے کا سبب اخلاق نبوی ہیں۔ بندگی میاں سید قاسم مجتہد گروہ نے رسالہ اجوبۃ الاسولہ میں اس رسالہ کا حوالہ دیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد دکن) میں بھی ہے (کلام عربی نمبر ۱۸۰)

(۳) تذییل یا موجز (فارسی)

یہ مختصر سا رسالہ ہے اس میں اس امر سے بحث کی گئی ہے کہ اخلاق ہی معیار مہدیت ہو سکتے ہیں یہ رسالہ ذیل سراج الابصار کے نام سے مشہور ہے۔ سراج الابصار کے بعض نسخوں کے ساتھ پایا جاتا ہے اور بعض کے ساتھ نہیں۔

(۴) سراج الملۃ (عربی)

صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب ہفتم میں اس کا ذکر کیا ہے، اس نام کی کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری بعض کا بیان ہے کہ یہ منہاج التقویم کا دوسرا نام ہے۔

(۵) مکاتیب۔

یہ فارسی زبان میں ہیں اکثر وہ ہیں جو تکفیر منکر مہدی کے باب میں بندگی میاں لاڑشاہ رض کے نام لکھے ہیں۔ صاحب تاریخ سلیمانی نے ایک اور مکتوب کا ذکر کیا ہے۔ مکتوب میاں عبدالملک سجاوندی بنام شاہ علی دولت آبادی (گلشن دہم، چمن اول)

(۶) خطبہ۔

خطبہ نکاح فارسی میں ہے اس سے حضرت کے ذوق فارسی کا پتہ چلتا ہے۔

(۷) رسالہ مختصر۔

(۸) رسالہ شانزدہ فصل

صاحب خاتم سلیمانی نے حضرت کی تصانیف میں ان دو رسالوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ رسالے دستیاب نہ ہو سکے۔

(۹) منہاج التقویم (عربی)

یہ رسالہ میاں شیخ مبارک ناگوری (پدر ابوالفضل و فیضی) کے مکتوب کا جواب ہے، شیخ کا مکتوب فارسی میں ہے اور گیارہ سوالوں پر مشتمل ہے۔ منہاج التقویم کی ابتدا میں میاں عالم باللہ نے میاں شیخ مبارک کے متعلق "الساکن فی بلدۃ اکرہ" لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ میاں شیخ مبارک اس زمانہ میں آگرہ میں مقیم تھے اور ابوالفضل نے خاتمہ اکبر نامہ[۱] میں بیان کیا ہے کہ شیخ مبارک نے ۹۵۰ھ میں آگرہ میں سکونت اختیار کی تھی، ایسی صورت میں شیخ کا مکتوب ۹۵۰ھ میں یا اس کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ منہاج التقویم کے سنہ تالیف کا ٹھیک طور پر تعین نہیں کر سکتے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ ۹۵۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔

میاں شیخ مبارک ناگوری کے سوالات کا جواب میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے بھی دیا ہے، صاحب خاتم سلیمانی نے لکھا ہے "نقل است کہ میاں مصطفیٰ بہ سوال ہائے شیخ مبارک جواب ہا مملو بحقایق نوشتہ اند" (گلشن نہم، چمن چہارم) یعنی روایت کی گئی ہے کہ میاں شیخ مصطفیٰ نے شیخ مبارک کے سوالات کے جوابات لکھے ہیں اور وہ حقایق سے مملو ہیں۔

میاں عالم باللہ اور میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے جوابات کا خلاصہ مع فوائد ضروریہ حضرت سید مرتضیٰ صاحب پالن پوری (سال وفات ۱۰۹۴ھ)[۲] نے مرتب کیا ہے، اس کا نام انتخاب مرتضوی ہے۔

منہاج التقویم کا ترجمہ چن پٹن (علاقہ میسور) کے ایک فاضل نے شروع کیا تھا اور اس کی ابتدائی دو قسطیں رسالہ البصیرۃ (۱۳۵۱ھ) کے نمبر ۲ و ۳ میں شایع ہوئی تھیں۔

ذیل میں منہاج التقویم کے مباحث درج کئے جاتے ہیں۔

[۱] دفتر ابوالفضل (طبع نول کشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۳۲۵ [۲] تاریخ سلیمانی گلشن ششم، چمن چہارم

(۱) ثبوت وجود مہدی از کتاب اللہ (۲) تکفیر منکر مہدی (۳) احادیث صحیحہ و وجود مہدی (۴) لباس شرعی (۵) شرائط بیان قرآن (۶) خواندن فاتحہ برطعام و وقت تعزیت (۷) نماز جمعہ و عیدین (۸) سماع (۹) عصمت مہدی (۱۰) امام مہدیؑ کا شیخینؓ سے افضل اور عدیل (برابر رسول اللہ) ہونا (۱۱) خاتم الولایت

(۱۰) سراج الابصار۔

یہ شیخ علی متقی کے رسالۃ الرد کا جواب ہے، اس کتاب کے متعلق کچھ کہنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود شیخ کے حالات اجمالی طور پر بیان کئے جائیں۔

مولف رسالۃ الرد کے حالات شیخ علی کے آباو اجداد کا وطن جونپور ہے اور خود شیخ کی ولادت برہان پور میں ہوئی، سال ولادت ۸۸۵ھ ہے۔ ابتدا میں بعض امرا کی ملازمت اختیار کی، اس کے بعد ملازمت ترک کر کے طریق چشتیہ اختیار کیا، اپنے مولد سے ملتان اور ملتان سے گجرات کا سفر کیا، ان دنوں سلطان بہادر گجرات میں حکمراں تھا۔ شیخ نے احمد آباد میں دروازہ شاہ پور کے باہر قیام کیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شیخ کے گھر کو جو کھنڈر ہو چکا تھا غالباً بہ چشم خود دیکھا ہے، اپنی تصنیف زاد المتقین (سال تصنیف ۱۰۰۳ھ) میں شیخ کے حالات میں یہ لکھا ہے "اطلال مسجد و خانہ ہائے ایشان در احمد آباد بیرون دروازہ شاہ پور باقی است"[1] (مقصد اول) ان کے گھروں اور مسجد کے کھنڈر احمد آباد میں دروازہ شاہ پور کے باہر باقی ہیں۔ جس زمانہ میں سلطان بہادر نے ہمایون سے شکست پائی ہے شیخ نے احمد آباد سے سورت اور سورت سے حرمین شریفین کا سفر کیا۔ شیخ عبدالحق کے الفاظ یہ ہیں "در ایام واقعہ ہزیمت سلطان بہادر از پیش نصیرالدین ہمایون بادشاہ از احمد آباد برآمدہ بہ جانب شہر سورت رفتند ..... و ہم در آن ایام بہ حرمین شریفین متوجہ شدند" (زاد المتقین مقصد اول)

فرشتہ کے بیان کے مطابق سلطان بہادر نے ۹۴۲ھ میں شکست پائی ہے[2] اس لحاظ سے شیخ کا پہلا سفر ۹۴۲ھ میں ثابت ہوتا ہے اور اس وقت شیخ کی عمر ۵۸ سال تھی۔

مکہ سے شیخ نے پھر گجرات کا سفر کیا اور ان دنوں گجرات کا فرماں روا سلطان محمود شاہ

[1] زاد المتقین (قلمی) ورق ۸ (تصوف فارسی نمبر ۱۵۲۳) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)
[2] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) مقالہ چہارم صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴۔

(المتوفی سنہ ٩٦١ھ) تھا اس کے زمانہ میں شیخ نے پھر مکہ معظمہ کا سفر کیا اور وہیں مستقل طور پر سکونت اختیار کی اور سنہ ٩٧٥ھ میں وفات پائی۔

شیخ علی اور دائرہ مہدویہ شیخ علی نے رسالہ البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں کی ابتدا میں ایک مختصر سا مقدمہ مہدوی مذہب کے خلاف لکھا ہے اس کے ضمن میں اپنے حالات اس طرح بیان کئے ہیں

(١) فانی کنت فی بدایت امری طالبا لھذا الامر وصحبت ھذہ الطائفۃ مدۃ مدیدۃ ما تحقق لی مافی ھذ الامر شئ حتی سافرت فی بلاد الھند ورا جعت علماھا فی ھذ الامر فما حصل لی التحقیق فی ھذا الامر حتی قدر اللہ لی الرواح الی الحرمین شریفین واشتغلت مدۃ عشر سنین لعلم الحدیث والاستفسار عن العلماء المحققین فی ھذا الامر فاطلعنی اللہ علی تحقیق ھذا الامر ولہ الحمد[١]

تحقیق کہ میں اوائل عمر میں مہدویت کا طالب تھا اور اس جماعت کے ساتھ مدت دراز تک رہا مجھے اس بارے میں کوئی بات پایہ تحقیق کو نہیں پہنچی یہاں تک کہ میں نے ہندوستان کے شہروں کا سفر کیا اور اس امر میں وہاں کے علما کی طرف رجوع کیا۔ مجھے اس باب میں تحقیق نہیں ہوئی یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے حرمین شریفین کی طرف جانا میسر کیا میں دس برس تک علم حدیث کی تحصیل میں مشغول رہا اور علمائے محققین سے اس بارے میں میں نے استفسار کیا پس خداوند تعالیٰ نے اس باب میں مجھے تحقیق سے آگاہ فرمایا اور اسی کے لئے تمام حمد ہے۔

البرہان کے قدیم نسخوں میں " طالبا لھذا الامر " (امر مہدویت کا طالب) ہے[٢] اور بعد کے نسخوں میں یہ عبارت پائی جاتی ہے " طالبا لتحقیق اعتقاد ھولاء الطائفۃ "[٣] یعنی اس جماعت کے اعتقاد کی تحقیق کا طالب۔ کتب خانہ سعیدیہ حیدر آباد دکن میں البرہان کا ایک قدیم نسخہ ہے جس کا سال کتابت ١١٣٣ھ ہے اس کے متن میں " طالبا لھذا الامر " ہے بعد کو کسی نے متن کی عبارت قلم زد کردی ہے اور حاشیہ پر یہ الفاظ لکھ دیئے ہیں " طالبا لتحقیق اعتقاد ھولاء الطائفۃ "[٤]

(١) مذکورہ عبارت سے شیخ کا مہدویت کی جانب میلان اور اس کے حصول کی تمنا میں مدت دراز تک مہدویوں کے ساتھ رہنا ثابت ہے اور " حتی سافرت فی بلاد الھند " (یہاں تک کہ ہندوستان

---

[١] کتاب البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان حدیث عربی نمبر ٩٦٨ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن [٢] البرہان حدیث عربی نمبر ١٠١٩ حدیث عربی کتبخانہ آصفیہ [٣] [٤] البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان حدیث عربی نمبر ١٣٣

کے شہروں کا سفر کیا) سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے شہروں ملتان احمد آباد وغیرہ کا سفر کرنے سے پہلے وہ دائرۂ مہدویہ میں تھا۔

(۲) میاں عالم باللہؒ نے اصحاب مہدی کا ذکر کرتے ہوئے شیخ کے متعلق یہ لکھا ہے "قد صحبھم مرۃ ولم یظھر لہ شئ مما منحوا ولم یعلم ان بیانھم من کمال الایمان ومحض العرفان" (سراج الابصار صفحہ ۱۳۰) یعنی باوجود ایک بار اصحاب مہدیؑ کے ساتھ رہنے کے اس پر وہ کوئی چیز بھی ظاہر نہ ہوئی جو انہیں عطا کی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ ان کا بیان کمال ایمان اور محض عرفان خداوندی سے ہے۔

(۳) 'قد صحبھم مرۃ' کے ذیل میں میاں سید حسین عالمؒ نے شرح سراج الابصار (سنہ تالیف ۱۰۹۹ھ) میں یہ لکھا ہے

وصحبت داشتن او با ایشان چنان است کہ از شہر برہان پور بہ گجرات می آمدہ بود و در اثنائے راہ در دائرہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ مدتے چند اقامت کردہ بود و بعدہ سیرت و دعوت ایشان مخالف مراد خود دیدہ تخم حسد را در دل خود کاشتہ بہ مکہ معظمہ رفت واز آنجا ثمرۂ آن تخم کہ تکذیب ایشان است بر آورد۔	شیخ جو اصحاب مہدی کے ساتھ رہا اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ برہان پور سے گجرات آرہا تھا' اثنائے راہ میں بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے دائرے میں کچھ مدت اقامت کی اس کے بعد ان کی سیرت اپنی مراد کے مخالف پائی' دل میں حسد کی تخم ریزی کر کے مکہ معظمہ گیا اور وہاں سے اس کا ثمرہ ظاہر کیا یعنی ان کی تکذیب کی۔

(۴) میاں سید فضل اللہ نے حاشیۂ ضیاء القلوب میں 'یعتقدون فی شخص' کی شرح پر یہ حاشیہ لکھا ہے

اصلاً شیخ علی متقی ساکن شہر پٹن یا احمد آباد بود از مدعائے گروہ مہدی تمام ماہر بود و عناد بسیار می داشت ..... چندروز در دائرۂ بندگی میاں	شیخ علی متقی اصل میں پٹن یا احمد آباد کا باشندہ تھا گروہ مہدی کے مدعا سے پوری طرح واقف تھا اور بہت عناد رکھتا تھا چندروز بندگی میاں شاہ دلاورؓ

دلاور رضؓ ماندہ بود و بیان ایشان شنیدہ برعکس فہمیدہ حقارت یاران درایں رسالہ کردہ است۔

کے دائرہ میں رہا اور ان کا بیان سنا اس کو برعکس سمجھ کر اس نے اس رسالہ میں اصحاب مہدی کی تحقیر کی ہے۔

شیخ علی اور مہدوی مذہب کی مخالفت

جیسا کہ صاحب خاتم سلیمانی نے لکھا ہے شیخ علی کے دائرہ مہدویہ چھوڑنے کا سبب وہ مضمون ہے جو حضرت شاہ دلاور رضؓ نے بیان فرمایا تھا' سلیمانی کی عبارت یہ ہے "وقتے شاہ در بیان فرمودند کہ نامرد یا مخنث یا عنین را ایمان شدن محال است یا فرمودند ایمان نیست" (چمن سوم گلشن نہم) یعنی ایک وقت شاہ دلاور رضؓ نے بیان میں فرمایا تھا کہ نامرد یا مخنث یا عنین کا صاحب ایمان محال ہے یا فرمایا اس کو ایمان نہیں ہے۔ تاریخ سلیمانی کے بیان سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ شیخ نے بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ کے بیان کو خود اپنے ضعف پر محمول کیا اس سے ناراض ہوا اور شاہ دلاور رضؓ کو اطلاع کئے بغیر دائرہ سے نکل کر برہان پور چلا گیا (گلشن نہم چمن سوم)

غالباً شیخ علی نے 'ایمان نیست' سے نفس ایمان کی نفی سمجھی حالانکہ یہاں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی مخنث یا عنین کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ نماز میں ان لوگوں کی اقتدا درست نہیں' ایسی صورت میں ان کا ایمان کس طرح کامل متصور ہوگا۔ قطع نظر اس کے جو شخص نامرد یا مخنث نہ ہو اور اس کو گناہ کے ارتکاب کے مواقع پیش آئیں اور وہ اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور نامرد یا مخنث اس اجر سے محروم ہوگا۔ بعض کتب مہدویہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ عبارت میں عنین سے مراد دین کا عنین ہے یعنی وہ شخص جو صرف دنیا کی محبت رکھتا ہو اور اس کو خداوند تعالیٰ سے عشق نہ ہو۔ حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے یہی لکھا ہے[1] "مقصود حضرت کا اس فرمان سے دین کا عنین تھا جو سوائے محبت دنیا کے عشق خدائے تعالیٰ کا نہیں رکھتا"

دائرہ مہدویہ چھوڑنے کے بعد شیخ نے مہدوی مذہب کی مخالفت شروع کی' شیخ کی مخالفت کو میاں عالم باللہ رحؒ نے سراج الابصار میں اس طرح بیان کیا ہے

"شیخ نے ہم لوگوں کی عداوت میں اتنا مبالغہ کیا کہ خود ملک منظمہ سے گجرات تک آیا اور ان کے اکابر کی خاطر اپنے نفس کو اتنے تعب میں ڈالا یہ ارادہ کرتے ہوئے کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونک سے

[1] مصباح الانوار (طبع مدراس) صفحہ ۴

بجھادے حالانکہ باری تعالیٰ تو اسے کامل ہی کر کے رہیگا پس اس کا مکر اس طرح پگھل کر رہ گیا جس طرح کہ پانی میں نمک پگھل جایا کرتا ہے چنانچہ اس کا مقصد حاصل نہ ہوا پھر دوبارہ مکہ معظمہ گیا لیکن پھر ایک مدت کے بعد ہمارے ساتھیوں کے قتل کے بارے میں لکھا سلطان گجرات اس کے حکم کو بجالایا اور ہمارے صابر اخوان دین میں سے گیارہ شخصوں کو اس نے قتل کر دیا لیکن چار ماہ کے اندر ہی اندر بادشاہ کے ایک خادم کو اس پر مسلط کر کے باری تعالیٰ نے ہمارے بھائیوں کا بدلہ اس سے لے لیا یہاں تک کہ اس خادم نے بادشاہ اور اس کے وزیروں کو قتل کر ڈالا (سراج الابصار صفحہ ۲۳۵)

جس زمانہ میں شیخ کا گجرات آنا مذکور ہے وہ سلطان محمود کا زمانہ ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے زاد المتقین میں یہ بیان کیا ہے "در زمانہ سلطان محمود باز بدیں دیار تشریف آوردند و محمود را نسبت بحضرت شیخ غایت بندگی و نیاز بود بار دیگر باز بدان دیار تشریف فرمودند و ہم آنجا توطن نمودہ از عالم درگزشتند (مقصد اول[1])" یعنی سلطان محمود کے زمانہ میں پھر گجرات آئے محمود کو شیخ سے بہت نیاز تھا پھر مکہ معظمہ گئے وہیں مقیم ہو گئے اور وفات پائی۔

یہ بادشاہ سلطان محمود بن لطیف بن مظفر شاہ گجراتی ہے اسی کے زمانہ میں شیخ نے مکہ سے گجرات کا سفر کیا اور جیسا کہ میاں عالم باللہ نے بیان کیا ہے اس کی غرض صرف مہدوی مذہب کی مخالفت تھی

رسالہ البرہان کی کیفیت

گجرات سے مکہ معظمہ جانے کے بعد شیخ نے رسالہ البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان تالیف کیا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا اس کا مقدمہ مہدوی مذہب کے خلاف ہے اس رسالہ میں سیوطی کے رسالہ العرف الوردی فی اخبار المہدی کی حدیثیں مختلف ابواب کے تحت جمع کی ہیں اس میں جمع الجوامع اور عقد الدرر کی بھی بعض حدیثیں شامل کی گئیں۔ شیخ نے جو فتوے علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف حاصل کئے تھے وہ اس رسالہ کے تیرہویں باب میں ہیں۔ شیخ نے البرہان کے مقدمہ میں امام مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے "مات ولہ نحو اربعین سنۃ" یعنی وفات پائی انہوں نے اور اس کو تقریباً چالیس سال ہوئے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے واصل بحق ہونے کے تقریباً چالیس سال بعد یعنی سنہ ۹۵۰ھ میں یہ رسالہ لکھا گیا اور استفتا جو علمائے مکہ

[1] زاد المتقین (قلمی) مقصد اول باب اول ورق ۹ (تصوف فارسی نمبر ۵۲۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

کے ہاں پیش کیا گیا وہ سنہ ۹۵۲ھ کا واقعہ ہے۔ اس استفتا کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔

"وکان ھذا الاستفتاء فی سنة اثنتین وخمسین وتسعمایة" رسالہ البرہان اور اس کے ساتھ کے فتووں کا ذکر ملا علی قاری نے مرقاۃ کے باب اشراط الساعة میں اس طرح کیا ہے۔

قد جمع ..... الشیخ علی المتقی ..... رسالة جامعة فی علامات المهدی منتخبة من رسائل السیوطی رحمه الله واستفتی من علماء عصره الموجودین فی مکة من المذاهب الاربعة وقد افتوا بوجوب قتلهم علی من یقدر من ولاة الامر[1]۔	شیخ علی نے سیوطی کے رسالوں سے انتخاب کر کے مہدی کے علامات میں ایک جامع رسالہ ترتیب دیا ہے اور مذاہب اربعہ کے علماء سے جو اس زمانہ میں مکہ میں موجود تھے اس نے فتویٰ طلب کیا، انہوں نے فتویٰ دیا کہ مہدویوں کا قتل ان حکام پر واجب ہے جو اس پر قدرت رکھتے ہیں۔

زبید احمد لکچرار عربی الہ آباد یونیورسٹی نے اپنے مقالہ "علوم حدیث پر ہندوستان کی عربی تالیفات" میں شیخ کے اس رسالہ سے متعلق یہ لکھا ہے کہ "یہ کتاب اس ماحول میں لکھی گئی تھی جب کہ ہندوستان میں محمد جونپوری مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کر چکے تھے اور ہندوستان و عرب میں یہ مسئلہ معرکۃ الآراء بنا ہوا تھا[2]"۔

زبید احمد نے "البرہان فی علامات مہدی آخرالزماں" کی جگہ "تلخیص البیان فی علامات مہدی آخرالزماں" لکھا ہے۔ اس رسالہ کے تین نسخے ہمارے پیش نظر ہیں لیکن ایک میں بھی تلخیص البیان کے الفاظ نہیں ہیں۔

حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے رسالہ معارضۃ الروایات لکھا ہے۔ یہ رسالہ سنہ ۱۲۸۳ھ میں بنگلور علاقہ میسور سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں البرہان کی بعض روایتوں کو امام مہدی علیہ السلام کے حسب حال بیان کیا ہے اور بعض روایتوں کا معارضہ دوسری روایتوں سے کیا ہے گویا رسالہ معارضۃ الروایات رسالہ البرہان کا جواب ہے۔ یہ رسالہ ۔ صفحوں پر مشتمل ہے۔

[1] مرقاۃ طبع مصر الجزء الخامس صفحہ ۱۸۳ [2] معارف جلد ۵۰ نمبر ۶ صفحہ ۴۳۸

رسالہ البرہان کے آخر میں شیخ نے شیخ احمد بن حجر شافعی، احمد ابوالسرور ابن ضیاء الحنفی، محمد بن محمد ابن الخطاب المالکی اور یحیی ابن محمد الحنبلی کے فتوے درج کئے ہیں ان فتووں کی طرف ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی میں بھی اشارہ کیا ہے[1]۔ حضرت سید عیسی نے رسالہ شبہات الفتاوی میں ان فتووں کا رد لکھا ہے یہ رسالہ ۳۱ صفحوں پر مشتمل ہے اور سنہ ۱۲۸۳ھ میں بنگلور سے شایع ہوا۔

مہدویوں کے قتل کا فتویٰ

میاں عالم باللہ نے شیخ کے حاصل کردہ فتووں کا اس طرح ذکر کیا ہے "ثم العجب من الشیخ کیف تجاھل عن فتوی مفتی مکۃ الذی جاء بہ منہم" (سراج الابصار صفحہ ۱۴۴) پھر تعجب ہے کہ شیخ ان فتووں سے کیسے انجان ہو گیا جو اس نے مفتیان مکہ سے حاصل کئے تھے یہ ان فتووں کی طرف اشارہ ہے جو رسالہ البرہان کے آخر میں درج ہیں۔ ان فتووں کا قدر مشترک خود ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ مہدویوں کا قتل کیا جانا واجب ہے۔

شیخ نے مہدویوں کو قتل کرنے کے لئے جو سلطان گجرات کے نام لکھا تھا اس کا صاحب سراج الابصار نے اس طرح ذکر کیا ہے "ثم بعد مدۃ مدیدۃ کتب الی سلطان گجرات لیقتل اخواننا" (سراج الابصار صفحہ ۲۳۴) پھر ایک مدت کے بعد اس نے ہمارے بھائیوں کو قتل کرنے کے لئے سلطان گجرات کے نام لکھا۔

شیخ عبدالحق نے اخبار الاخیار میں شیخ علی کے حالات میں یہ لکھا ہے "نقل است کہ بارہا سلطان محمود گجراتی بہ ملازمت ایشان آمدے[2]" روایت کی گئی ہے کہ سلطان محمود گجراتی بارہا شیخ کے ہاں آتا تھا۔ ایسی صورت میں شیخ علی کے کہنے کے مطابق سلطان محمود شاہ کا مہدویوں کو قتل کرانا بعید از قیاس نہ ہوگا۔

میاں عالم باللہ کی عبارت "فاخذ اللہ ثار اخواننا فی مدۃ اربعۃ اشھر" (سراج الابصار صفحہ ۲۳۴) (خداوند تعالی نے چار ماہ کے اندر اندر ہمارے بھائیوں کا بدلہ لے لیا) سے ظاہر ہے کہ سلطان محمود شاہ کے مارے جانے سے چار ماہ پیشتر شیخ کے لکھنے پر گیارہ مہدوی شہید کئے گئے تھے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ سلطان محمود شاہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۹۶۱ھ میں مارا گیا، صاحب مرأۃ احمدی نے

[1] رسالۃ المہدی صفحہ ۱۴ (عقائد و کلام) نمبر ۶۵، کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن) [2] اخبار الاخیار صفحہ ۳۰۲ (طبع مطبع احمدی)

یہ لکھا ہے "درسال نہصد و شصت و یک ہجری بروز دوازدہم شہر مولود ..... برہان بے ایمان خنجر بران بر حلق سلطان چنان راند کہ تا صبح رستخیز بیدار نہ شود"[1] یعنی سنہ ۹۶۱ھ بارہ ربیع الاول کو برہان بے ایمان نے سلطان کے حلق پر اس طرح خنجر چلایا کہ وہ صبح قیامت تک بیدار نہ ہونے پائے۔

صاحب طبقات اکبری نے سلطان محمود کا مارا جانا اس طرح بیان کیا ہے

موئے ہائے سلطان را بہ چوب پلنگ محکم بستہ تیغ بر حلق او راند و این مظلوم ہر دو دست خود را بر دم تیغ دادہ بود چنانچہ دست ہا نیز بریدہ شد و بقتل رسید[2]	برہان نے سلطان کے سر کے بال پلنگ کی پٹی سے مضبوط باندھ کے اس کے حلق پر تلوار پھیری اور اس مظلوم نے اپنے دونوں ہاتھ تلوار کی دھار پر رکھ دئے، ہاتھ بھی کٹ گئے اور وہ قتل ہو گیا

یہ بے گناہ مہدویوں کے قتل کا بدلہ ہے۔ اس سے چار ماہ پیشتر یعنی ماہ ذی الحجہ سنہ ۹۶۰ھ میں مہدویوں کا شہید کیا جانا ثابت ہوتا ہے اور یہ وہی زمانہ ہے جب کہ رسالۃ الرد لکھا گیا جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے "یعتقدون فی شخص مات ولہ نحو خمسین سنۃ" (سراج الابصار صفحہ ۲) یعنی ایک ایسے شخص کے معتقد ہیں جن کے انتقال کو تقریباً پچاس سال گزر چکے۔

امام مہدی علیہ الصلوۃ والسلام سنہ ۹۱۰ھ میں واصل بحق ہوئے اس لحاظ سے رسالۃ الرد تقریباً سنہ ۹۶۰ھ میں لکھا گیا ہوگا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے ادھر سلطان گجرات کے نام مہدویوں کو قتل کرنے کے لئے لکھا اور ادھر رسالۃ الرد مہدویوں کے ہاں بھیجا۔ جس طرح شیخ نے تحریراً مہدویوں کی مخالفت کی ہے اسی طرح تقریراً بھی خلاف کیا ہے

شیخ کے مہدوی قرابت دار

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زاد المتقین (مقصد اول، باب سوم) میں اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقی سے یہ روایت کی ہے

می فرمودند یک بارے از قرابتان ایشان کہ در مذہب مہدویہ در آمدہ بہ مکہ آمد ایشان چون خبر آمدن او را شنیدند خواستند کہ او را ضیافتے کنند	(شیخ عبدالوہاب) کہتے تھے کہ شیخ علی کے ایک قرابت دار جنہوں نے مہدوی مذہب اختیار کیا تھا مکہ معظمہ آئے تھے جب شیخ کو ان کے آنے کی خبر ملی تو شیخ نے ان کی ضیافت کرنی

[1] مراۃ احمدی (طبع بمبئی) جلد اول صفحہ ۹۲ [2] طبقات اکبری (طبع نولکشور سنہ ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۵۱۲

یک ابراهیمی[1] بدست فقیر دادند و گفتند که این را پیش آن شخص ببرید و بدهید و بگوئید که این را برسم ضیافت پیش شما فرستاده ایم و بگوئید که این ضیافت بجهت قرابت بطنی نه نسبت دینی و بگوئید که آمدن شما درین دیار خوب شده است اگر شبه داشته باشید درینجا رفع آن بکنید و بصحبت ما در آئید و تحقیق این مسئلہ که شما را در آنجا اشتباه شده است بکنید و تائب شوید میفرمودند نزد آن مرد رفتیم از خلوت برآمد گریه کنان و آه زنان مبلغ را به وے رسانیدیم و این حرف که شیخ فرموده بودند نیز گفتیم خاموش شد[2]

چاہی ایک ابراہیمی[1] (نام سکہ) فقیر (یعنی عبدالوہاب) کو دی اور کہا کہ اس شخص کے ہاں لے جاؤ اور دو اور کہو کہ ہم نے یہ ضیافت کے طور پر بھیجا ہے اور کہنا کہ ضیافت قرابت بطنی کی وجہ سے ہے نسبت دینی کی وجہ نہیں، اور یہ بھی کہو کہ تمہارا اس شہر میں آنا اچھا ہی ہوا اگر کوئی شبہ ہو تو یہاں دفع کرو۔ ہماری صحبت میں آؤ اور اس مسئلہ میں جو تمہیں وہاں اشتباہ ہوگیا ہے تحقیق کرو اور تائب ہو جاؤ۔ عبدالوہاب متقی کا بیان ہے کہ وہ اس مہدوی کے ہاں گئے وہ خلوت سے نکلے روتے ہوئے اور آہ کرتے ہوئے ہم نے وہ رقم ان کو پہنچائی اور شیخ نے جو بات کہی تھی وہ بھی کہہ دی سن کر خاموش ہوگئے

عبدالوہاب متقی نے واپس ہو کر اپنے استاد شیخ علی سے یہ کہا

این گریه و حالت خود امرے مرغوب و مطلوب است ایشان را اگر درد وے و ذوقے می باشد فرمودند عجائب گریه سرد وے ناموثر بود که اصلاً نشان ذوق و بوئے صدق نداشت گریه را اعتبارے نیست اعتقاد خوب می باید۔

یہ گریہ اور حالت ہی تو امر مرغوب و مطلوب ہے شاید وہ صاحب درد و ذوق ہیں شیخ علی نے کہا گریہ عجب سرد اور ناموثر تھا جس میں ذوق کا نشان اور صدق کی بو ہرگز نہیں تھی رونے کا کچھ اعتبار نہیں اعتقاد اچھا چاہئے۔

مذکورہ بالا عبارت سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں

(۱) شیخ علی کے ایک قرابت دار بھی مہدوی ہوگئے تھے، شیخ نے ان کو مہدوی مذہب سے پلٹانے کی کوشش کی لیکن وہ کوشش کارگر نہیں ہوئی۔

(۲) یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس زمانہ کے مہدویوں کی زندگی اس طرح روحانیت

[1] ابراہیمی سونے کا ایک سکہ ہوتا تھا جو سلطان ابراہیم شرقی (وفات ۸۴۴ھ) بادشاہ جونپور سے منسوب ہے، زر خالص ہونے کے باعث عرب و عجم ہر جگہ اس کا رواج تھا۔ [2] زاد المتقین (قلمی) ورق ۴۲ تصوف فارسی نمبر ۱۵۲۳ (کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

سے رنگین تھی کہ سخت سے سخت مخالف بھی اس سے متاثر ہو جاتا تھا جیسا کہ شیخ عبدالوہاب کی مثال سے ظاہر ہے اور جس کی شیخ نے از روئے تعصب نفی کی ہے۔

(۳) شیخ عبدالوہاب کا یہ کہنا کہ گریہ و حالت ہی تو امر مرغوب و مطلوب ہے اس امر کا افشا کر رہا ہے کہ شیخ علی کی صحبت میں انہیں یہ بات نصیب نہیں ہوئی تھی۔

(۴) شیخ کا یہ کہنا "اگر شبہ داشتہ باشید در اینجا رفع آن بکنید" (اگر کوئی شبہ ہو تو یہاں رفع کر لو) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخ کے مہدوی قرابت دار عالم اور فاضل تھے۔

اس سلسلہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شیخ عبدالوہاب کی روایت سے شیخ علی کے مہدوی قرابت دار کے متعلق یہ بھی لکھ دیا ہے " و دیگر در مردم ظاہر نشد و خود را پنہاں کرد خدا داند کہ حج ہم گزارد یا نہ واللہ اعلم" یعنی شیخ کے مہدوی قرابت دار پھر لوگوں میں ظاہر نہیں ہوئے اور خود کو پوشیدہ رکھا خدا ہی جانتا ہے کہ انہوں نے حج کیا کہ نہیں واللہ اعلم۔

شیخ عبدالوہاب کا یہ بیان کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ خود اس نے اپنی پہلی ملاقات کے سلسلہ میں یہ کہا ہے " از خلوت بیرون آمد گریہ کناں و آہ زناں" یعنی خلوت سے باہر آئے روتے ہوئے اور آہ کرتے ہوئے، جو شخص خلوت میں یاد الٰہی میں مصروف ہو اور اس کو گریہ و زاری سے سروکار ہو وہ لوگوں سے کیا مل سکیگا۔ دوسرے یہ کہ ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے حج کرنے کے لئے ہندوستان سے مکہ معظمہ کا سفر کیا ہو اور جس کو دیکھ کر خود شیخ عبدالوہاب بھی متاثر ہو چکا ہو یہ گمان کرنا کہ اس نے حج بھی کیا کہ نہیں سراسر تعصب پر مبنی ہے۔

تیسرے یہ کہ ہندوستان سے چلنے سے پہلے شیخ کے قرابت دار کو یہ بات معلوم تھی کہ ان کا عزیز جو مہدوی مذہب کا مخالف ہے مکہ معظمہ میں موجود ہے ایسی صورت میں یہ کیسے متصور ہو سکے گا کہ وہ مکہ معظمہ جا کر پوشیدہ رہنا چاہتے تھے۔

چوتھے یہ کہ شیخ کے قرابت دار اپنے آپ کو اگر مکہ معظمہ میں پوشیدہ رکھنا چاہتے تو شیخ علی کو ان کے مکہ معظمہ آنے کی کیسے خبر ہوتی اور وہ عبدالوہاب کو ان کے ہاں کیسے بھیجتا۔

علمائے غیر مہدویہ کے بیان سے بھی مہدویوں کا مکہ معظمہ میں رہنا ثابت ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے داماد شیخ ابو الفتح گجراتی کے متعلق ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں یہ لکھا ہے

در مکہ معظمہ و گجرات با شیخ گدائی نسبت آشنائی تمام داشت و در زمان بیرم خان خانخانان بتقریب مہمے ضروری باگرہ آمد[1]	مکہ معظمہ اور گجرات میں شیخ گدائی کے ساتھ گہری دوستی تھی بیرم خان خانخانان کے زمانہ میں کسی ضروری مہم کی تقریب میں آگرہ آئے۔

اس عبارت سے شیخ ابو الفتح گجراتی کا مکہ معظمہ میں مقیم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ شیخ گدائی شیخ جمالی مشہور شاعر کے بیٹے ہیں پروفیسر محمود شیرانی نے میاں شیخ مصطفی گجراتی کے حالات کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے کہ

"میاں شیخ عماد نے ..... حج کا ارادہ کیا پہلے فراہ پہنچ کر مہدی کی زیارت کی پھر بیت اللہ گئے ۲۵ ذی الحجہ کو سنہ ۱۱۱۲ھ میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی"[2]

صاحب تاریخ سلیمانی کے بیان سے ظاہر ہے کہ مہدویوں کا حج کرنا ایک امر متعارف تھا گلشن دوازدہم چمن چہارم میں یہ کہتے ہیں

بندر سورت کہ باب مکہ است و در آنجا در رود و مشہور پیرزادہ ہا بسیار است	بندر سورت باب مکہ ہے، یہاں پیرزادوں کی آمد و رفت بہت ہے۔

خود امام علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کرام نے حج کیا ہے اور آج تک مہدوی حج کرتے ہیں اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ مہدوی مذہب میں ایمان، اسلام اور احسان سب فرض ہے ایسی صورت میں شیخ عبد الوہاب کا یہ کہنا کہ شیخ علی کے مہدوی قرابت دار نے حج کیا کہ نہیں اپنے استاد شیخ علی کی سنت پر مہدویوں پر محض تہمت باندھنا ہے۔ دیار عرب کے ذیل میں (صفحہ ۲۶۰ پر) ہم نے ثابت کیا ہے کہ مہدویوں نے مکہ معظمہ میں غیر مہدویوں سے مناظرے بھی کئے ہیں ایسی صورت میں حج ادا کرنا ان کے لئے کیسے دشوار ہو سکتا تھا۔

میاں شیخ بھائی کی ملاقات شیخ علی سے بندگی میاں سید قاسم (سال وفات ۱۰۴۳ھ)[3] نے رسالۂ

۱؎ منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۴۷ ۲؎ اورینٹل کالج میگزین (بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء) صفحہ ۷۰
۳؎ عرس نامہ (مطبوعہ) صفحہ ۵۷

اسامی مصدقین میں میاں شیخ بھائی براری کے متعلق جو لکھا ہے اس کا مفہوم ذیل میں درج کیا جاتا ہے
میاں شیخ بھائی براری عالم صالح اور بادشاہ برار کے معتمد علیہ تھے' مہدوی مذہب قبول کرنے کی وجہ سے کئی بار ان کا اخراج ہوا' آخر کار انہوں نے اپنے اہل دائرہ کے ساتھ ملیبار کا سفر کیا' وہاں کے بہت سے لوگوں نے امام علیہ السلام کی تصدیق کی اور میاں شیخ بھائی کے معتقد ہو گئے۔ وہیں کے مصدقین نے میاں شیخ بھائی کو مکہ معظمہ تک پہنچایا ورنہ ظاہر ہے کہ ایک متوکل فقیر کے لئے اہل دائرہ کے ساتھ دریا کا سفر کرنا ناممکن ہے۔

صاحب اسامی مصدقین نے یہ بھی بیان کیا ہے

در مکہ مشرفہ بقدر یک سال بر تصدیق مہدی علیہ السلام دعوت فرمودند و شیخ علی متقی را بہ قوت علم ظاہری و باطنی تمام ملزم ساختند پس شیخ مذکور عاجز شدہ ایشان را خرچ راہ و مرکب دادہ تا بہ ہندوستان بہ دائرہ ایشان رسانید وگرنہ عزم ایشان سفر استنبول بود

مکہ معظمہ میں ایک سال تک امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کے لئے تبلیغ کی اور شیخ علی متقی کو علم ظاہر اور علم باطن کے زور سے ملزم گردانا پس شیخ نے عاجز ہو کر راستہ اور سواری کا خرچ دے کے انہیں ہندوستان میں ان کے دائرہ تک پہنچا دیا ورنہ وہ استنبول کے سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔

صاحب خاتم سلیمانی نے یہ واقعہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے[1] اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند میاں براری اور شیخ میاں براری دونوں بھائی بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ کے خلفا میں سے تھے' علم ظاہر اور علم باطن میں انہیں کمال حاصل تھا' فنون حرب میں یدطولی رکھتے تھے' کبھی اسلحہ اپنے جسم سے جدا نہیں کرتے' اہل و عیال کے ساتھ حرمین شریفین کا سفر کیا' شیخ علی کو خبر ہوئی تو انہیں بلایا اور خود پس پردہ بیٹھ کر دوسروں سے کہا کہ ان مہدویوں سے بحث کرو۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ شیخ علی پس پردہ ہے تو انہوں نے یہ کہا

در این ستر کدام بی بی اند بگوئید تا روے خود بنمایند و بہ سوال و جواب پردازند

اس پردہ میں کون بی بی ہیں کہو کہ اپنا منہ دکھلائیں اور سوال و جواب کریں۔

اس کے بعد شیخ نے دونوں بھائیوں سے ملاقات کی' انہوں نے کہا کہ ہماری آرزو تھی کہ حرمین

[1] تاریخ سلیمانی (چمن چہارم گلشن ہشتم)

شریفین کا سفر کریں خدا نے ہماری آرزو پوری کردی شیخ سے بھی ملاقات ہوگئی یہ بھی ضروری تھا اس لئے کہ ہم نے سنا تھا کہ شیخ کے دل میں مہدویوں کی طرف سے حسد ہے اور ان سے مذہبی مباحثہ کرنا چاہتا ہے شیخ نے ان کا پیچھا چھڑانے کے لئے یہ کہا "ہرچہ تقصیرے صادر گشت عفو فرمایند والماضی لایذکر ودن اکنون گرد چنین کار ناروا نگردیم و پیرامون شرارت و فساد نشویم" یعنی جو کچھ قصور ہوا اس کو معاف فرمائیں جو گزر گیا اس کا ذکر کیا اب ایسے امر ناروا کا مرتکب نہونگا اور شرارت و فساد نہیں کرونگا۔

اس کے بعد شیخ دونوں بھائیوں کے ساتھ بہت مروت سے پیش آیا لیکن اکثر چیزیں انہوں نے قبول نہیں کیں اور ہندوستان کی طرف لوٹے۔ صاحب خاتم سلیمانی کے الفاظ یہ ہیں "بعدہ از صاحبین بیشتر مروت بکار برد اما اکثرے ایشان قبول نکردند و مراجعت بہ ہند کردند۔"

رسالۃ الرد کی تالیف شیخ علی کی دو تالیفیں بہت مشہور ہیں ایک کنز العمال (سال تالیف ۹۵۱ھ) اور دوسری رسالۃ الرد۔ دوسری تالیف کی شہرت زیادہ تر مہدویوں کی حد تک ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی ان رسالوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو شیخ نے مہدوی مذہب کے خلاف لکھے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے استاد شیخ عبدالوہاب کی روایت سے زاد المتقین میں بیان کیا ہے کہ شیخ علی نے ایک دن حرم میں دعوی مہدیت کیا تھا پھر توبہ کرلی اس واقعہ کے بعد مہدوی مذہب کے خلاف رسالے لکھے عبدالحق کے الفاظ یہ ہیں

بعد از وقوع این واقعہ رسائل در رد مہدویہ و اخبار این فرقہ ضالہ نوشتند[1]	اس واقعہ کے بعد مہدویوں کے رد اور اس گمراہ فرقہ کی برائی میں رسالے لکھے۔

ایک تو رسالہ البرہان ہے جس کا مقدمہ اور تیرھواں باب مہدویوں کے خلاف لکھا گیا ہے اور دوسرا رسالۃ الرد۔ رسالہ البرہان لکھنے کے بعد شیخ علی نے ہندوستان کا سفر کیا دیکھا کہ مہدوی مذہب اب بھی ترقی پر ہے پشیمان ہو کر پھر مکہ معظمہ گیا اور رسالۃ الرد لکھا۔ میاں سید فضل اللہ نے حاشیہ ضیاء القلوب میں لکھا ہے

ہمراہ فتوی رسالۂ کہ طویل است ازین رسالہ ہم	فتوے کے ساتھ ایک رسالہ جو اس رسالہ سے زیادہ

[1] زاد المتقین مقصد اول باب چہارم ورق ۴۳ (تصوف فارسی نمبر ۱۵۲۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

فرستادہ است ...... پس شیخ باز بہ گجرات آمد لیکن
می بیند کہ دین مہدی روز بروز در ترقی است پس
پشیمان شدہ باز بہ مکہ رفت و این رسالہ را تصنیف
نمودہ فرستاد۔

طویل ہے بھیجا ہے ...... پس شیخ گجرات آیا لیکن
دیکھتا ہے کہ دین مہدی روز بروز ترقی پر ہے
پشیمان ہو کر پھر مکہ معظمہ گیا اور یہ رسالہ تصنیف کرکے
روانہ کیا۔

رسالہ طویلہ سے مراد رسالہ البرہان ہے جس کے ساتھ علمائے مکہ کے فتوے ہیں اور اِس رسالہ سے مراد رسالۃ الرد ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے بیان کیا ہے کہ شیخ علی متقی نے سنہ ۹۵۳ھ[1] میں مکہ معظمہ جا کر وہیں سکونت اختیار کرلی۔ شیخ نے سنہ ۹۵۲ھ میں مکہ معظمہ میں استقامت ترک کیا اور سنہ ۹۵۳ھ میں ہندوستان سے مکہ معظمہ کا سفر کیا اس لحاظ سے شیخ کا قیام گجرات میں سنہ ۹۵۲ھ اور سنہ ۹۵۳ھ کے درمیان قرار پاتا ہے۔

رسالہ البرہان لوگوں کو مہدوی مذہب میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے کافی نہ سمجھ کر شیخ نے رسالۃ الرد تالیف کیا قطع نظر اس کے مہدویوں کی طرف سے رسالہ البرہان کے مقدمہ اور اس کے ساتھ فتووں کا جواب بھی نہیں دیا گیا تھا اس لئے شیخ کی جرأت بڑھ گئی۔

میاں سید فضل اللہ نے حاشیہ ضیاء القلوب میں فی الرسالۃ الطویلۃ کی شرح پر یہ حاشیہ لکھا ہے

شیخ چوں بہ مکہ مشرفہ رسید با علمائے آنجا ملاقی شد
رسالہ دراز تر از این رسالہ کہ نام آوردہ است تصنیف
نمودہ بر این گروہ فرستادہ بندگی میاں عبدالملک
و امثال ایشان آن رسالہ را مطالعہ فرمودہ سکوت
نمودند و در جواب او نکوشیدند پس شیخ دانست کہ
کدام کس باشد کہ سوال ہائے ما را جواب دہد رسالہ
دیگر کہ نام آوردہ است تالیف نمودہ فرستاد۔

شیخ جب مکہ معظمہ پہنچا تو وہاں کے علما سے ملاقات کی اور
ایک رسالہ جو اس رسالہ سے طویل تر ہے تصنیف کرکے
مہدویوں کے ہاں بھیجا بندگی میاں عبدالملک اور انہیں
جیسے لوگوں نے اس رسالہ کا مطالعہ کرکے خاموشی اختیار
کی اور اس کا جواب دینے کی کوشش نہیں کی پس شیخ نے
خیال کیا کہ کون ہمارے سوالات کا جواب دے سکتا ہے
دوسرا رسالہ جس کا ذکر کیا گیا ہے تالیف کرکے بھیجا۔

مذکورہ عبارت میں "بندگی میاں عبدالملک و امثال ایشان" سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس پایہ کے اور بھی علما تھے جو مہدوی تھے یا مہدوی ہو چکے تھے اور شیخ کا جواب بھی دے سکتے تھے گر

[1] مآثر الکرام (طبع آگرہ) صفحہ ۱۹۳

شیخ کے اعتراضات کو نہایت علمی پاکر قابل التفات نہ سمجھے اور خاموشی سے جواب دیا۔

شیخ علی کا انجام

رسالۂ آرد کا جواب سراج الابصار ہے، صاحب تاریخ سلیمانی نے بیان کیا ہے کہ سراج الابصار مکہ معظمہ بھیجی گئی تھی اور اس کے بعد شیخ نے ظاہری عداوت ترک کر دی[1] خاتم سلیمانی کی عبارت یہ ہے

رد رد بہ اتمام رسانیدہ موسوم بہ سراج الابصار لرفع الظلم عن اہل الانکار کردند وبہ مکہ معظمہ فرستادند وعلما از مطالعہ اش ومحوایش بر صدق حال واقوال مہدویان معترف شدند وبر کذب وافترایش زبان برکشادند وشیخ از آن روز ترک عداوت ظاہری کردہ قبل ازین نامش مشہور شیخ متقی بود وبعد الزامش در گروہ امام اسمش شیخ علی منقری کردند[1]

میاں عالم باللہ نے رسالۂ آرد کا رد مکمل کر کے سراج الابصار نام رکھا اور مکہ معظمہ بھیجا علما اس کے مطالعہ اور مضمون سے مہدویوں کے اقوال اور صدق حال کے معترف ہوے اور شیخ کے کذب وافترا پر زبان کھولی شیخ نے اس روز سے ظاہری عداوت کر دی، اس سے قبل وہ شیخ متقی مشہور تھا، الزام کے بعد گروہ امام علیہ السلام میں اس کا نام منقری رکھا گیا۔

حافظ ابو القاسم نے ضیاء القلوب میں 'علی المتقی' کے ذیل میں لکھا ہے کہ مذکورہ لقب بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق کا دیا ہوا ہے۔

حافظ ابو القاسم نے 'یعتقدون فی شخص' کی شرح میں یہ خاص روایت پیش کی ہے "آوردہ اند کہ شیخ در مرض موت مقر ومعترف شدہ کہ مہدی آمد وگذشت" یعنی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ شیخ نے مرض الموت میں اس بات کا اقرار کیا کہ مہدی موعود آے اور گزر گئے۔

حافظ ابو القاسم تو ی ملاجیون صاحب نور الانوار کے ہمدرس ہیں، سراج الابصار پڑھ کر دین مہدی کی تصدیق کی اور اس کی شرح بنام ضیاء القلوب لکھی۔ اس کی تفصیل باب دوم میں آچکی ہے میاں سید فضل اللہ نے ضیاء القلوب کی روایت پر یہ حاشیہ لکھا ہے

بعضی میگویند کہ شیخ در وقت آخر گفت کہ مہدی موعود آمد وگذشت غیر صحیح است چرا کہ اور ا بندگی میاں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ نے آخر وقت کہا کہ مہدی موعود آے اور گزر گئے یہ غیر صحیح ہے اس لئے کہ بندگی میاں

[1] تاریخ سلیمانی گلشن نہم چمن سوم

سید شہاب الدین مفتری فرمودہ اند و میاں عبد الملک
در حق او آیات وعید وارد کردہ اند و اگر گفتہ باشند
در سکرات موت گفتہ باشد در وقت یاس ایمان او را
چہ اعتبار است و این حاشیہ برائے آن نوشتہ
کہ حافظ ابو القاسم در شرح بہ غفلت آوردہ است

سید شہاب الدین نے شیخ کو مفتری کہا ہے اور میاں
عبد الملک نے وعید کی آیتیں اس کے حق میں وارد کی
ہیں اور اگر کہا ہوگا تو سکرات میں کہا ہوگا ایمان یاس کا
کیا اعتبار۔ یہ حاشیہ اس لئے لکھا گیا کہ حافظ ابو القاسم نے
غفلت سے شرح میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چنچل گوڑہ ریلوے گیٹ

باب دوم

سراج الابصار کے شروح وتراجم

سراج الابصار کا سنۂ تصنیف

سراج الابصار کے شروح وتراجم کا ذکر کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سنہ تصنیف کے متعلق بھی کچھ بیان کیا جائے۔ سراج الابصار کی تصنیف کا سنہ مذکور نہیں ہے لیکن خود کتاب میں ایسے حوالے موجود ہیں جن سے اس کی تصنیف کے سنہ کا ایک حد تک تعین ہوسکتا ہے۔

(۱) صاحب سراج الابصار نے شیخ کے قول "والاحادیث الصرائح تخالفه" کے ذیل میں رسالۂ البرہان کا اس طرح حوالہ دیا ہے

وایضاً قال علی الشیخ مصنف ھذہ الرسالة فی الرسالة الطویلة المتقدمة علی ھذہ الرسالة ناقلاً عن ائمة الحدیث وما اورد القرطبی فی التذکرة من ان المھدی یخرج من المسجد الاقصیٰ فی قصة طویلة لااصل لذلک (سراج الابصار صفحہ ۹)

نیز مصنف الرد شیخ علی نے اپنے اس رسالہ سے پہلے کے ایک طویل رسالہ میں ائمہ حدیث سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام قرطبی نے مسجد اقصیٰ سے مہدی کے خروج کا جو ایک طویل قصہ تذکرہ میں بیان کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

قرطبی کی یہ روایت رسالہ البرہان کے بارہویں باب کے آخر میں درج ہے[1] اس سے قبل صفحہ ۳۱۷ پر بیان کیا گیا ہے کہ شیخ نے رسالہ البرہان تقریباً ۹۵۰ھ میں تالیف کیا اور ۹۵۲ھ میں اس نے علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف فتوے حاصل کئے۔ میاں عالم باللہ نے ان فتووں کی طرف بھی ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے "العجب من الشیخ کیف تجاھل عن فتویٰ

[1] البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں باب دوازدہم صفحہ ۶۱ (حدیث عربی (قلمی) نمبر ۹۶۸ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن)

مفتی مکۃ الذی جاء بہ منھم (سراج الابصار ص ۱۳۴) یعنی تعجب ہے کہ شیخ ان فتووں سے کیسے انجان ہوگیا جو اس نے مکہ کے مفتیوں سے حاصل کئے تھے۔

حاصل یہ کہ سراج الابصار میں رسالہ البرہان کا حوالہ دیا گیا ہے اور رسالہ البرہان بندگی میاں شاہ دلاور رضؔ کی وفات (سنہ ۹۴۴ھ) کے بعد لکھا گیا۔

(۲) صاحب سراج الابصار نے شیخ کے رسالۃ الرد کی یہ عبارت ابتدائے کتاب میں درج کی ہے

ثم طائفۃ فی بلاد الھند یعتقدون فی شخص مات ولہ نحو خمسین سنۃ انہ ھو المھدی الموعود (سراج الابصار صفحہ ۴)	ہندوستان میں ایک جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود وہی ہیں جن کی وفات کو تقریباً پچاس سال گزر چکے ہیں۔

اس لحاظ سے رسالۃ الرد تقریباً ۹۶۰ھ میں لکھا گیا ہوگا۔

(۳) صاحب سراج الابصار نے سلطان محمود شاہ گجراتی کے قتل کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے

ثم بعد مدۃ مدیدۃ کتب الی سلطان گجرات لیقتل اخواننا فامتثل امرہ فقتل احد عشر رجلا من اخواننا صابرین فاخذ اللہ ثار اخواننا فی مدۃ اربعۃ اشھر بتسلیط بعض خدم السلطان علیہ حتی قتلہ و وزراہ (سراج الابصار صفحہ ۲۳۴)	پھر ایک مدت کے بعد شیخ نے ہمارے بھائیوں کے قتل کرنے کے لئے سلطان گجرات کے نام لکھا اور سلطان گجرات نے اس کے حکم کو بجالایا اور ہمارے صابر اخوان دین میں سے گیارہ شخصوں کو اس نے قتل کر دیا لیکن چار ماہ کے اندر ہی اندر بادشاہ کے ایک خادم کو اس پر مسلط کر کے باری تعالیٰ نے ہمارے بھائیوں کا بدلہ اس سے لے لیا، یہاں تک کہ اس خادم نے بادشاہ اور اس کے وزرا کو قتل کر ڈالا۔

میاں عالم باللہ نے گیارہ مہدویوں کے شہید کئے جانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا حوالہ عبداللہ محمد بن عمر مکی نے بھی دیا ہے لیکن گیارہ کی تصریح نہیں ہے، ابن عمر مکی کی عبارت یہ ہے

وفی آخر عھد السلطان المسعود محمود بن لطیف بن مظفر قد شاع فسادھم بگجرات اعتنیٰ باخراجھم واشتدت	سلطان محمود بن لطیف بن مظفر کے اخیر زمانہ میں ان لوگوں (یعنی مہدویوں) کا فساد گجرات میں پھیل گیا اور سلطان محمود ان لوگوں کے اخراج کی طرف متوجہ ہوا اور اس کا نشار

وطاته عليهم حتى كادت الجهة تخلو منهم واتفق بعد ذلك بقليل ماحدث من شهادته فادعوها كرامة لهم وتراجعوا اليها۔[1]	ان پر سخت ہو گیا قریب تھا کہ سمت (گجرات) ان سے خالی ہو جائے اس کے تھوڑے ہی دن بعد سلطان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا پس ان لوگوں نے اس کو اپنی کرامت قرار دی اور سمت گجرات کی طرف لوٹے۔

حاصل یہ کہ سلطان محمود شاہ بن لطیف بن مظفر مہدویوں پر ظلم کرنے کے بعد مارا گیا' ابن عمر مکی نے "بقلیل" کہا ہے اور میاں عالم باللہ نے اس قلیل مدت کی تصریح "اربعۃ اشہر" (چار مہینوں) سے کی ہے۔ مہدویوں کا شہید کیا جانا ذی الحجہ سنہ ۹۶۰ھ کا واقعہ ہے اس لئے کہ اس کے چار ماہ بعد ۱۲ ربیع الاول سنہ ۹۶۱ھ کو سلطان محمود برہان کے ہاتھ سے مارا گیا ہے۔ سلطان محمود شاہ کا برہان کے ہاتھ سے مارا جانا طبقات اکبری کے حوالہ سے صفحہ ۳۲ پر بیان کیا گیا ہے۔

میاں سید حسین عالم نے "بتسلیط بعض الخدم" کی شرح میں یہ لکھا ہے "بہ مسلط کردن یکی از خادمان سلطان محمود مذکور کہ برہان الدین نام داشت برآن سلطان تا بکشت اورا و وزیرہا اورا۔" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ باری تعالی نے سلطان محمود کے برہان الدین نام خادم کو اس پر مسلط کر دیا یہاں تک کہ اس کو اور اس کے وزیروں کو قتل کر ڈالا۔

صاحب سراج الابصار نے سنہ ۹۶۱ھ کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ سراج الابصار اس کے بعد لکھی گئی ہے۔

(۴) سلطان محمود شاہ اور اس کے وزراء کے قتل کی طرف اشارہ کرنے کے بعد صاحب سراج الابصار نے یہ بیان کیا ہے

فالسیف موضوع فیهم من ذلك الوقت الى يومنا هذا ولم يخلص زمان من ذلك الوقت من الشغب والاضطراب (سراج الابصار صفحہ ۲۳۴)	پس اس وقت سے اب تک ان میں مقاتلہ کا سلسلہ جاری ہے اور اس وقت سے کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جو شور و شغب اضطراب اور بے چینی سے خالی ہوتا۔

"فالسیف موضوع فیهم" (ان میں مقاتلہ کا سلسلہ جاری ہے) سے ظاہر ہے کہ سلطنت گجرات کا

[1] ظفر الوالہ بمظفر وآلہ (طبع لندن) صفحہ ۳۵

ابھی خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ ۹۸۰ھ میں اکبر بادشاہ نے گجرات کو سلطنت دہلی کے ساتھ ملحق کر دیا[1]

(۵) حافظ ابوالقاسم نے ضیاء القلوب میں لیلی المستقی کے ذیل میں یہ لکھا ہے "چنانچہ در این گروہ شہرت یافتہ است بلقب مغتری و آن خطاب از زبان بندگی میان سید شہاب الدین صدور یافتہ است" یعنی اس گروہ میں مغتری کے لقب سے مشہور ہے اور یہ لقب بندگی میاں سید شہاب الدینؒ کا دیا ہوا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کے زمانہ میں رسالہ الرد مکہ معظمہ سے گجرات بھیجا گیا تھا۔

(۶) میاں سید فضل اللہ نے حاشیہ ضیاء القلوب میں یہ بیان کیا ہے

چونکہ رسالہ او رسید بندگی میاں عبدالملک از اشارۂ بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق ورائے ایشاں سراج الابصار نوشتند[2]

جب شیخ علی کا رسالہ پہنچا تو بندگی میاں عبدالملک نے بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق کے اشارے اور انکی رائے سے سراج الابصار لکھی۔

بندگی میاں عبدالملک سجاوندی کو بندگی میاں سید شہاب الدینؒ سے بھی خاص ارادت تھی بندگی میاں شاہ برہانؒ نے حدیقۃ الحقائق میں یہ روایت کی ہے

بندگی میاں عبدالملک فرمودند کہ بندہ را دو کس شناختند یکی مرشدی بندگی میاں شاہ دلاور دوم میاں سید شہاب الدین (دفتر دوم رکن دہم باب اول)

بندگی میاں عبدالملک نے فرمایا کہ بندہ کو دو اشخاص نے پہچانا ایک میرے مرشد بندگی میاں شاہ دلاور اور دوسرے میاں سید شہاب الدین

صاحب سراج الابصار نے سلطان محمود شاہ گجراتی کے قتل کی طرف اشارہ کیا ہے یہ سنہ ۹۶۱ھ کا واقعہ ہے، حافظ ابوالقاسم اور میاں سید فضل اللہ کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے کہ سراج الابصار بندگی میاں سید شہاب الحقؒ کی زندگی میں لکھی گئی حضرت شہاب الحق کا سال وفات ۹۷۲ھ ہے[3]۔ اس لحاظ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سراج الابصار سنہ ۹۶۱ھ اور سنہ ۹۷۲ھ کے درمیان کسی سنہ میں لکھی گئی ہوگی شیخ نے بلاد مغرب کے مدعی مہدیت کا ذکر کیا ہے (سراج الابصار صفحہ ۲۳) یہ سلطان العبداللہ المہدی ہے۔ الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصیٰ (طبع مصر ۱۳۱۲ھ الجزء الثالث صفحہ ۹) میں مذکور ہے کہ مہدی اس کا لقب ہے لیکن اس کا دعوی مہدیت کرنا مذکور نہیں۔ میاں عالم باللہ نے کتاب کے آخر میں (صفحہ ۲۳۲) اس کا اجمالاً بیان

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) جلد دوم صفحہ ۲۲۳ [2] جناب میاں صاحب ساکن شاہی مینو کرنپہ (علاقہ مدراس) کے ہاں کا قلمی نسخہ پیش نظر ہے۔ [3] اخبار الاسرار باب دوم فضیلت (تفصیل) ختم۔

کیا ہے یہ ذی الحجہ ۹۶۴ھ کا واقعہ ہے (انتصاب الجزء الثالث صفحہ ۱۶) اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ سراج الابصار ۹۶۴ھ کے بعد مکمل ہوئی

سراج الابصار کے شروح و تراجم

(۱) سراج الابصار کی شرح غالباً سب سے پہلے میاں سید حسینؒ عرف سیدن میاں صاحب عالم نے لکھی ہے۔ چند روز انہوں نے حیدر آباد دکن میں بشیر پورہ (حال سیٹ پورہ) کے قریب ٹوٹ گوڑہ (ٹوٹا گوڑہ) میں بھی دائرہ قائم کیا تھا' آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کی اور وہاں کے علماء سے بھی مباحثہ کیا ہے۔ عربی و فارسی کے بڑے عالم تھے صاحب خاتم سلیمانی نے یہ لکھا ہے "آنحضرت را در علم عربی و فارسی دستگاہے کامل بود و فاضل الدہر بودند شرح سراج الابصار تصنیف آنحضرت است"[1] شرح سراج الابصار کے سوا حضرت نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھی ہیں۔

موضح المراتب (سلوک میں) شرح عقیدہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ۔ شرح مقصد ثانی۔ کتاب نقلیات مسمی بہ تذکرۃ الصالحین۔ ان کا سال وفات ۱۰۴۰ھ ہے اور مدفن موضع مدک پلی ضلع نظام آباد' حیدر آباد دکن۔

اورنگ زیب کی لشکر کشی کی وجہ سے جب کہ سارا حیدر آباد پر آشوب ہو گیا تھا مہدوی موضع منچیپہ' نظام آباد دکن میں جمع ہو گئے تھے' اسی موضع میں سراج الابصار کی شرح بروز پنجشنبہ دوسری رمضان ۱۰۹۹ھ پایہ تکمیل کو پہنچی خود شارح نے شرح کے آخر میں لکھا ہے کہ

"این ضعیف از نوشتن این شرح بتاریخ دوم ماہ رمضان روز پنجشنبہ سنہ یک ہزار و نود و نہ ہجری آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم در موضع منچیپہ بزیر پائے عاشقین محبوب السالکین زبدۂ خاندان مصطفوی و خلاصہ دودمان مہدوی منور بانوار حقیقت بندگی میاں سید نور محمد قدس اللہ روحہ اجماع گروہ مہدی علیہ السلام کہ بہ سبب تفرقہ بادشاہ اورنگ زیب برائے گرفتن قلعہ حیدر آباد آمدہ بود در موضع مذکور جمع شدہ بودند فراغت یافت۔"

اسی سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ شرح میاں سید میرانجیؒ ولد میاں سید سلام اللہؒ اور ملک شرف الدین ولد ملک قطب الدین کی خواہش پر لکھی گئی ہے۔ میاں سید میرانجی حضرت شہاب الحقؒ

[1] تاریخ سلیمانی گلشن ششم' چمن چہارم

کے پرپوتے ہوتے ہیں اور ملک شرف الدین میاں ملک سلیمان (صاحب خاتم سلیمانی) کے دادا ہیں۔

شارح نے "واما محل من کذب المهدی" کے ذیل میں یہ لکھا ہے "در بعضے نسخہ لفظ محل فروگزاشتہ برعبارت "امامن کذب المهدی" اختصار کردند" یعنی بعض نسخوں میں لفظ محل چھوڑ دیا گیا ہے اور صرف "امامن کذب المهدی" پر اختصار کیا گیا ہے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرح لکھتے وقت سراج الابصار کے متعدد نسخے شارح کے پیش نظر تھے۔ آپ نے شرح لکھ کر متن کو محفوظ کر دیا۔ یہ شرح بہت عام ہے اور اس کے نسخے متداول ہیں نمونہ کے طور پر اس کتاب کی کچھ عبارت نقل کی جاتی ہے

"ثم طائفة فی بلاد الهند پس گروہے اند در زمین ہند یعتقدون فی شخص مات اعتقاد میکنند در حق شخصے کہ فوت کردہ است ولہ نحو خمسین سنة ومراد را مقدار پنجاہ سال شدہ است انه هو المهدی الموعود آنکہ بدرستی کہ او مہدی موعود است قلت گفت مصنف رضی اللہ عنہ در جواب این قول می گوید لاحاجة بفی حاجت نیست در اینجا بلفظ فی کہ در یعتقدون فی شخص مات واقع است بجہت آنکہ عبارت حاجت بتقدیر مضاف می افتد یعنی اعتقاد میکنند در حق شخص[1] کہ فوت شدہ است و نیز این جار مجرور مفعول بہ یعتقدون است اما جار مجرور مفعول غیر صریح باشد۔"

(۲) تقریباً اسی زمانہ میں سراج الابصار کی ایک اور شرح بنام ضیاء القلوب لکھی گئی اس کے مصنف محمد قاسم بن شیخ عبد اللطیف فاروقی ہیں۔ ان کا مولد تنّہ علاقۂ سندھ اور مدفن نیا دائرہ واقع نگریہ علاقۂ بیجا پور ہے، اپنے مرشد حضرت سید شہاب الدینؒ کی فرمائش پر یہ شرح لکھی ہے جیسا کہ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے۔

ضیاء القلوب کے مقدمہ میں تو محمد قاسم لکھا ہے لیکن کتاب کے آخر میں کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے "تمام شد نسخہ ضیاء القلوب تالیف حافظ ابو القاسم" اور ضیاء القلوب کے دوسرے نسخہ میں یہ عبارت مرقوم ہے "شرح سراج الابصار تصنیف حافظ جی"۔

[1] شخصی

میاں سید شہاب الدینؒ نے کتاب مستطاب میں اور میاں سید فضل اللہؒ نے حاشیہ ضیاء القلوب میں حافظ ابوالقاسم لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم میں حافظ ابوالقاسم کے نام سے مشہور تھے۔ میاں سید شہاب الدین نے کتاب مستطاب میں سراج الابصار کے سلسلہ میں حافظ ابوالقاسم کے متعلق یہ بیان کیا ہے

اکثر و اغلب فاضلان متدین فقط از مطالعہ آن تصدیق حضرت امام علیہ السلام نمودہ اند یکی از آنجملہ حافظ ابوالقاسم کہ ہمدرس ملاجیون بود کہ محض از رسالہ مذکور تصدیق امام مہدی موعود کردہ شرح آن رسالہ بہ بسیارے از دلائل جلائل مدلل بروجہ مطول تصنیف نمودہ نام آن شرح ضیاء القلوب نہادہ است (ذکر در بیان بحث حجت مہدویت)[1]

اکثر و بیشتر متدین فضلا نے فقط سراج الابصار پڑھ کر امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے، منجملہ ان کے حافظ ابوالقاسم نے جو ملاجیون (مصنف نور الانوار) کے ہمدرس تھے محض سراج الابصار پڑھ کر امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے اور اس کی ایک طویل شرح لکھی جس میں جلیل الشان دلائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اس کا نام ضیاء القلوب رکھا ہے۔

اس عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابوالقاسم کی طرح اور علما نے بھی سراج الابصار پڑھ کر مہدوی مذہب اختیار کیا تھا۔

شارح نے حدیث سفیانی کے ذیل میں بعض معاصرین کا ذکر کیا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ شرح سنہ ۱۰۹۵ھ اور ۱۱۰۲ھ کے درمیان لکھی گئی ہے۔ میاں سید شہاب الدین نے بیان کیا ہے کہ حافظ ابوالقاسم ملاجیون کے ہمدرس تھے، ملاجیون کا سال وفات جیسا کہ میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے ۱۱۳۰ھ ہے[2] اس سے حافظ ابوالقاسم کے زمانہ کا ایک حد تک تعین ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کی ضخامت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے ۱۲ سطری ۱۱۳۳ صفحوں پر مشتمل ہے کتاب کنز الدلائل سنہ ۱۱۶۳ھ کے بعد لکھی گئی (اس کی تفصیل آئندہ آئیگی) اس میں کتاب مستطاب کا حوالہ ہے۔ کنز الدلائل کی عبارت یہ ہے "کتاب مستطاب تصنیف این ضعیف اگر در مطالعہ در آید کذب جحود الدین اظہار و ہوید اگردد"[3] یعنی "اس ضعیف کی تصنیف کتاب مستطاب مطالعہ میں آئے تو جحود الدین

[1] حالات سید محمد جونپوری (کتاب مستطاب) (قلمی) صفحہ ۲۰۰ (سوانح عمری فارسی نمبر ۳۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)
[2] ماثر الکرام (طبع آگرہ) دفتر اول صفحہ ۲۱۷ [3] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۱۶ کلام فارسی نمبر ۱۷۸ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

کا کذب ظاہر ہو جائے گا" اور کتاب مستطاب میں ضیاء القلوب کا حوالہ دیا گیا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا۔ نیز میاں سید شہاب الدین کا یہ کہنا "بہ بسیارے از دلائل جلائل بر وجہ مطول تصنیف نمودہ" یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ کتاب ان کی نظر سے گزری ہے۔ حاصل یہ کہ ضیاء القلوب ۱۰۹۵ھ اور ۱۱۰۲ھ کے درمیان علاقہ بیجاپور میں لکھی گئی اور اس کے نسخے ۱۱۶۳ھ سے قبل سید صوٹ (یہ مقام کڑپہ سے تقریباً چھ کوس ہے) علاقہ مدراس تک پہنچ گئے تھے اور ۱۲۶۵ھ کا کرنول میں لکھا ہوا نسخہ بھی ہمارے پیش نظر ہے۔ اس سے اس زمانہ کے مہدویوں کا علمی ذوق معلوم ہوتا ہے۔

صاحب ضیاء القلوب کے پیش نظر بھی سراج الابصار کے متعدد نسخے تھے۔ "فکیف والنصح عنهم" کے ذیل میں یہ لکھا ہے "در بعضے نسخ آوردہ فکیف یصرح" یعنی بعض نسخوں میں "فکیف" کی جگہ "فکیف یصرح" آیا ہے۔

نمونہ کے طور پر ذیل میں اس کی عبارت درج کی جاتی ہے

(الف) انصف انصاف بکن اے منصف رحمک رحم بالفتح والضم بخشودن و مہربانی نمودن یعنی بہ بخشاید ترا اللہ خدای عزوجل کیف چگونہ یستقیم راست می شود والسنۃ معنی انچہ از لفظ فہمیدہ شود الحدیث کلام پیغمبر علی ما بر آن چیزیکہ فہمت فہم بالفتح دانستن و دریافتن و بفتح ہا نیز آمدہ آن زمان معنی زود و نیک دریابیدہ یعنی دریافتی تو اے شیخ و منہا و بعض از آن معارضات قولہ تعالی گفتار خدا تعالی است والقینا القا افگندن بینہم و افگندیم درمیان ایشان یعنی طوائف یہود چون قریظہ و نضیر العداوۃ والبغضا دشمنی و خصومت الی یوم القیامۃ تا روز محشر کہ قلوب ایشان و اقوال ایشان مطابق نباشد۔

(ب) ثبت بالاحادیث و الآثار

بالاحادیث جمع حدیث۔ خبر و چیزے نو ضد قدیم و یستعمل فی قلیل الکلام و کثیرہ و فی اصطلاحھم قول رسول اللہ صلعم و حکایۃ فعلہ و تقریرہ و السنۃ ترادفہ عندہم کذا فی جواہر الاصول و شیخ عبدالحق در شرح مشکوۃ آوردہ کہ اخبار بر بادشاہان مجازی اطلاق میکنند و احادیث از

پیغمبران چوں خدائے عزوجل بادشاہ حقیقی است بنا بران حدیث قدسی را خبر میگویند چنانچہ آوردہ اند
کہ در خبر است از سرور کائنات والآثار جمع اثر بفتحتین سنت رسول اللہ صلعم کذا در رشیدی است
واما الاثر فمن اصطلاحات الفقہاء فانہم یستعملونہ فی کلام السلف والخبر فی حدیث رسول اللہ صلعم۔

ذیل میں ان کتابوں کی فہرست دیجاتی ہے جن کا اقتباس حافظ ابوالقاسم نے شرح کے ذیل میں پیش کیا ہے۔

"کلام اللہ۔ شافیہ اخت الکافیہ۔ مراح الارواح۔ کتاب النورین فی اصلاح الدارین۔ در النظیم تفسیر کشف الاسرار۔ زبدۃ المعانی۔ ذریعۃ الحکم فی صلوٰۃ النبی صلعم تصنیف سید مصطفیٰ ابن احمد بن یعقوب القرمی[1] الحسینی والحنفی۔ لطائف اللغات، صراح۔ مجمع الصنایع۔ زنجانی۔ حاشیہ شرح وقایہ از چلپی حاشیہ شرح ملا جامی از ملا عصام تفسیر مدارک۔ کشاف۔ مشکوٰۃ الانوار۔ اسباب نزول۔ حاشیۃ الحافظیہ۔ شرح عین النحو۔ الضوٗ۔ (کتاب) شارح المغربی لغت (نام نہیں دیا گیا) ریاض الانس علم الہدیٰ۔ جواہر الاصول فی علم حدیث رسول۔ شرح مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق۔ شرح العوامل از محمد صادق الحلوائی۔ اصول کلام۔ خزانہ۔ رسالہ سید جیون۔ حجۃ الفضلا۔ الحرف الوردی فی اخبار المہدی عقد الدرر۔ شرح عقائد۔ سلسلۂ اختتام۔ معدن کنز۔ مشکوٰۃ (المصابیح) احیاء العلوم۔ ہدایت القاصدین منطق الطیر۔ بوستان سعدی۔ نصاب الاحتساب۔ شواہد النبوۃ۔ رسالہ تعمیم البشارۃ۔ نصاب۔ بیضاوی لطائف الظرفا۔ حاشیہ بیضاوی از مولانا عصام الدین۔ قصص الانبیا۔ قاموس۔ ذخیرہ۔ شرح جدیلہ نصاب الصبیان از محمد خلیل قہستانی۔ جوامع مشکوٰۃ۔ معالم التنزیل۔ ذخیرۃ الملوک نفحات۔ تنبیہ الغافلین ابولیث سمرقندی۔ لباب الاخبار۔ وظایف النبی۔ بستان ابولیث سمرقندی۔ شرح مشکوٰۃ از طیبی مولد النبی محمد بن محمد بن محمد الجزری۔ بحر الحیوان۔ مغرب۔ رشیدی فارسی۔ بستان الفقہ۔ تذکرۃ المذاہب حجۃ الاسلام۔ شرح ملا جامی۔ رضی۔ مقامات عبدالجلیل مرید خواجہ معین الدین چشتی۔ حاشیہ مولانا احمد بن عبدالملک البرجندی علی شرحہ للدائرۃ الہندیہ۔ الاشباہ والنظائر۔ تحفہ خانی۔ تحفۃ المسائل رسائل شیخ الرئیس۔ صحاح۔ فرہنگ مبارک شاہ غزنوی۔ دار الوصول الی شرح منار الاصول

[1] مصنف کا خاندان قرم سے منسوب ہے یہ وہی قرم ہے جسے آجکل کریمیا (Crimea) کہتے ہیں۔ یہاں اب بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے مگر روس حکمران ہے۔

امالی ۔ رسائل سیوطی ۔ مواہب علیہ ۔ الایضاح ۔ مسلم ۔ شرح وقایہ ۔ فرہنگ عاشق محمد ۔ شرح تصرفات ملا عصام ۔ مفاتیح شرح مصابیح ۔ شمس المعارف ۔ شرح السنۃ ۔ صلوٰۃ مسعودی ۔ المظہر قاضی عیاض (شفا) بزدوی ۔ نفحات الانس ۔ تلخیص ۔ کشف منار ۔ دار الوصول الی علم الاصول حسامی ۔ (کتاب) عبداللہ بن محمد بن علی الحکم ترمذی ۔ حاشیہ شرح عقائد ۔ فرہنگ اصیل الدین طوسی مغنی النحو ۔ تحفۃ المسائل ۔ حاشیہ تہذیب عبداللہ بزدوی ۔ عین العلم ۔ نووی ۔ تحفۃ النصائح عبدالرحمٰن جامی ۔ مضحک الندمی ۔ کنز العباد ۔ حاشیہ ملا عبدالغفور ۔ شرح گلستان ۔ بخاری ۔ سبب اسلام صحابہ ۔ ابراہیم شاہی ۔ مصابیح الایمان ۔ خلاصہ ۔ فرہنگ عاشق زادہ ۔ نام حق ۔ خلاصۃ الطیبی ۔ کفایہ ۔ حاشیہ سید محقق ۔ کتاب المقنع از قاضی ابوبکر الطیب ۔ کتاب الہدایت بمعرفۃ المذاہب از الامام ابو القاسم سمرقندی"۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ ڈھائی سو سال پہلے کون کونسی کتابیں ہندوستان میں متداول تھیں ۔

(۳) حاشیہ ضیاء القلوب

یہ میاں سید فضل اللہ صاحب انتخاب المو الید و سنت الصالحین نے لکھا ہے ۔ عربی، فارسی اور ہندی میں انہیں کمال حاصل تھا ۔ ۱۱۶۰ھ میں بلکیمن (بارہ بستی ریاست جے پور) میں وفات پائی ۔ صاحب خاتم سلیمانی نے ان کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "میاں سید فضل اللہ بسیار بزرگ و کامل بود و در علم عربی و فارسی و ہندی دستگاہے و وسعت کامل بود"[1] ۔ یعنی میاں سید فضل اللہ بڑے بزرگ اور کامل تھے، عربی، فارسی اور ہندی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے ۔

میاں سید فضل اللہ نے ضیاء القلوب پر ۸۶ مقامات پر حاشیہ لکھا ہے ۔ جو کچھ لکھا ہے بہت صحیح ہے ۔ کہیں تو نفس مضمون کی توضیح و تاکید کی ہے اور کہیں اختلافی نسخے بھی دئے ہیں ۔

(۱) صاحب ضیاء القلوب نے سراج الابصار کی یہ عبارت لکھی ہے "یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان و یملاء الدنیا عدلاً کما ملئت جوراً"

[1] تاریخ سلیمانی گلشن ششم، چمن چہارم

میاں سید فضل اللہ نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے

سراج الابصار کے بعض نسخوں میں میلاء الدنیا عدلا کما ملئت جوراً جزو متن نہیں ہے۔	در بعضے نسخہ جات عبارت و میلاء الدنیا عدلا کما ملئت جوراً مسطور متن نیست۔

(ب) متن کی شرح میں بھی بعض جگہ صاحب ضیاء القلوب نے اختلاف کیا ہے۔ میلاء الارض کی سیر حاصل بحث کرنے کے بعد صاحب سراج الابصار نے یہ عبارت لکھی ہے "وما ذکرت معشار ما عندی من المباحث" (سراج الابصار ص ۲۴) حافظ ابو القاسم نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔ "و چیزے کہ ذکر کردہ ام من وہ یک را از الفاظ مذکور چیزے کہ نزد من است از کاویدن کلام"۔ اس عبارت پر میاں سید فضل اللہ نے یہ حاشیہ لکھا ہے کہ "ما نافیہ است یعنی یاد نکردہ ام من" ضیاء القلوب کے دو نسخے ہماری نظر سے گزرے دونوں پر ان کا حاشیہ موجود ہے ایک میں بہت کم اور ایک میں بہت زیادہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میاں سید فضل اللہ کا محشی نسخہ ہی قوم میں رائج ہوا

ضیاء القلوب کے نسخہ "ض"[1] کے آخر میں یہ قطعہ درج ہے

رسالہ حجت مہدی سراج الابصار با شرحش — رقم افتاد از یوسف ز تالیف سجاوندی[2]

بعشرین است مہ رجب ہزار و یک صد و سی نہ ۱۱۳۹ — نظر گر مشتری شد تم رضا جوید خداوندی

کتاب کے آخر میں مذکورہ قطعہ لکھنے کے بعد کاتب "فقیر سید خوند میر" (ولد میاں سید حیدر ابن میاں سید احمد) نے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب نجم الدین میاں صاحب فرزند عالم اچھا میاں صاحب کے دستخطی نسخہ سے نقل کی ہے اور نجم الدین میاں صاحب نے مصنف ضیاء القلوب کے اصل نسخے سے نقل کی تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نسخہ سے نجم الدین میاں صاحب نے نقل کی تھی اس میں مذکورہ قطعہ موجود تھا۔

قطعہ سے ظاہر ہے کہ سراج الابصار اور ضیاء القلوب کی نقل ۲۰ رجب ۱۱۳۹ھ کو پوری ہوئی اور کاتب یوسف تھے۔ واضح ہو کہ ۱۱۳۹ھ کا مکتوبہ نسخہ میاں سید فضل اللہ کا محشی تھا کیونکہ اس کی نقل جو ایک واسطہ سے ہم تک پہنچی ہے اس میں میاں سید فضل اللہ کا حاشیہ موجود ہے

[1] اس نسخے کی تفصیل سراج الابصار کے دوسرے نسخوں کے ساتھ باب ششم میں دیجائیگی۔ [2] تاریخ کی خاطر قطعہ کی صرف صورت نویسی کی گئی ہے لسانی اور عروضی نقطہ نظر سے جانچنا مقصود نہیں۔

شاید اسی نسخہ کو نجم الدین میاں صاحب نے مصنف ضیاء القلوب کا نسخہ سمجھا۔ ضیاء القلوب تو سنہ ۱۰۹۵ھ اور سنہ ۱۱۰۲ھ کے درمیان لکھی گئی ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا لیکن حاشیہ ضیاء القلوب کی تصنیف کا سال ٹھیک طور پر نہیں بتا سکتے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۱۳۹ھ سے قبل لکھا گیا ہے۔

(۴) میاں ملک سلیمان (صاحب خاتم سلیمانی) کے دادا میاں ملک شرف الدین نے بھی سراج الابصار کی شرح لکھی تھی۔ میاں ملک شرف الدین کا نسل نامہ جو سنہ ۱۱۱۲ھ میں مرتب ہوا قوم میں مشہور ہے ان کا سال وفات ۱۱۴۵ھ ہے اور مدفن چاپانیر علاقہ گجرات۔

یہ شرح ہماری نظر سے نہیں گزری اور نہ اس کا حوالہ کسی اور کتاب میں ہے۔ صرف حضرت فقیر سید قطب الدین صاحب پالن پوری نے عرس نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے (عرس نامہ مطبوعہ صفحہ ۶۹)

(۵) ثبوت المہدی۔ یہ سراج الابصار کا غالباً پہلا اردو ترجمہ ہے۔ مترجم حضرت فقیر سید ابراہیم المشتہر بہ بڑے میاں شارح سراج الابصار میاں سید حسینؒ کی اولاد میں ہیں سنہ ۱۲۹۷ھ میں پنڈیال علاقہ مدراس میں وفات پائی۔ یہ ترجمہ سنہ ۱۲۸۳ھ میں کیا گیا۔ خود مترجم نے ترجمہ کی ابتدا میں یہ لکھا ہے "فقیر حقیر...... سید ابراہیم مہدوی کو خیال آیا کہ جس طرح میرے جد..... سید حسین ترجمہ فارسی بر سبیل شرح موجز کئے ہیں اب صاف صاف سہل ہندی زبان میں کتاب سراج الابصار ترجمہ کرے بفضلہ بارہ سو تریاسی میں میسر ہوا" ۱۲۸۳ھ

مترجم نے طریق ترجمہ کے متعلق یہ بیان کیا ہے

"جاننا چاہیے یہاں ترجمہ لفظ بہ لفظ بعضے معتبر مترجمین استادوں کی اتباع پر کہ ترکیب ہندی ترکیب عربی سے بہت دور ہے اگر بعینہ وہ ترکیب رہے تو معنی مفہوم نہوں ضروری نہیں سمجھا واقعی اگر تتبع ترجمہ میں لفظ کے لفظ ساتھ کئے جاوے تو ہرگز معنی سمجھ نہ پڑے، عبارت بے فائدہ حد سے بڑھے حجم ترجمہ عوض شرح کا ٹھہرے نام اس کتاب کا ثبوت المہدی رکھا کہ یہی رد المہدی کا جواب ہے"

نمونہ کے طور پر کچھ عبارت درج کیجاتی ہے

ذکر فی مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن الحارث الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۱۴)

کا اس طرح ترجمہ کیا ہے

"مذکور ہے مسند احمد بن حنبل میں عبداللہ بن حارث سے کہا کہ جب میں سیر کیا معاویہ کے ساتھ ایک مقام میں صفین کے نحا میں پھرتا اوس کے اور عمرو بن عاص کے درمیان کہا کہ بولا عبداللہ بن عمرو نے اے باپ میرے کہا تو نہیں سنا جو فرماتے تھے رسول اللہ عمار کو افسوس اے فرزند سمیہ مار ڈالے گی تجھ کو ایک جماعت باغیوں کی کہا تب بولا عمر نے معاویہ کو کیا تو سنتا نہیں جو یہ کہتا ہے کہا معاویہ نے کہ ہمیشہ ہم پر چلا آتا ہے بہتان اس کے قتل کا اور اس کو تو مار ڈالے وہی جو لے آئے اس کو انتہی"۔

ثبوت المہدی کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں نصف کتاب کا ترجمہ ہے۔

(۶) مصباح الانوار

یہ سراج الابصار کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم حضرت فقیر سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں بن سید اسداللہ المہدوی ہیں۔ آپ نے مہدوی مذہب کی تائید میں متعدد رسالے لکھے ہیں کشف الجذب و ثلاثیہ۔ استفتائے صغیر و کبیر۔ دلیل المبین، شبہات الفتاوی، معارضۃ الروایات، اخگر سوزان در خرمن خان زمان۔ عطیہ شکریہ جواب ہدیہ مہدویہ (طبع بروده ۱۲۹۱ھ) شمس الہدی (طبع ۱۲۸۸ھ) رسالہ اعتقادیات و عملیات۔

کتاب مصباح الانوار شہر مدراس میں چھپی ہے اس کی تالیف یا طباعت کا سنہ معلوم نہ ہوسکا مصباح الانوار کے شروع میں میاں عالم باللہ اور شیخ علی کے حالات مختصر طور پر بیان کئے ہیں اور رسالہ معارضۃ الروایات کا اس طرح حوالہ دیا ہے "سو بیان اور دلیلیں ان کے معارضۃ الروایات کے مقدمہ میں لکھا ہوں"۔ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ رسالہ معارضۃ الروایات ۱۲۸۳ھ میں بنگلور سے شایع ہوا اس سے صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ کتاب مصباح الانوار ۱۲۸۳ھ کے بعد شایع ہوئی۔ ہدیہ مہدویہ کے ۱۲۸۷ھ میں شایع ہونے کی وجہ سے حضرت اس کے ابطال میں متعدد رسالے لکھتے رہے لیکن ۱۲۹۲ھ میں مولف ہدیہ مہدویہ کا واقعہ رونما ہونے کے بعد ایک

مدت تک قلعہ جگتیال حیدرآباد دکن میں نظربند رکھے گئے۔ رہا ہونے کے چند دنوں بعد آپ کا انتقال ہوا اس لئے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ سراج الابصار کا ترجمہ ۱۲۸۳ھ اور ۱۲۸۷ھ کے درمیان شایع ہوا ہوگا۔ متن کی عبارت مُعرّب ہے اور بین السطور سلیس فارسی میں ترجمہ دیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ میں ۴۸ صفحے ہیں اور تقریباً نصف سراج الابصار پر مشتمل ہے۔

نمونہ کے طور پر کچھ ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے

ویؤیدہ ما ذکر الکرمانی تحت قولہ علیہ السلام یمحو اللّٰہ بی الکفر الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۴۲) کا اس طرح ترجمہ کیا ہے" و تائید میدہد این تاویل را آنچہ ذکر کرد کرمانی زیر قول پیغمبر علیہ السلام نیست کند اللّٰہ تعالیٰ بہ سبب من کفر را یعنی از بلاد عرب یا بمعنی غلبہ کردن بحجت است و ظاہر شدن و بیل است مثال این آنچہ کہ گفتہ می شود پُر است در بازار گندم یعنی گندم در بازار موجود و ظاہر غیر پوشیدہ است و نیست ازین گفتار این مراد کہ گندم پُر است در بازار باین طور کہ یافتہ نشدہ است ہیچ جائے ازان بازار مگر حال این است کہ گندم دران جائے پُر است ہمچنان معلوم نمی شود ازین بدرستی کہ گندم زیادہ تر از ہمہ غلّہ است کہ در بازار ہست پس ہمچنان است مثال در این حدیث الی

(۷) حاشیہ مصباح الانوار

مصباح الانوار کے حاشیہ پر سراج الابصار کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے، اس ترجمہ میں "حاجی سید عبداللّٰہ مہدوی صاحب تصانیف قواعد ہندی" سے مدد لی گئی ہے۔ ترجمہ اردو میں کیوں کیا گیا اور کس طرح کیا گیا خود مترجم سے سُنئے۔ "سو عام و خاص ہندیوں کے فائدے کے لئے سلیس ہندی محاورے کی زبان پر حاجی سید عبداللّٰہ مہدوی صاحب تصانیف قواعد ہندی کی امداد سے ترجمہ کیا گیا ہے اور اس ترجمہ میں محض مطلب کا خلاصہ ہے اور بعینہ عربی کے لفظی ترجمہ کی رعایت نہیں ہے کیونکہ اس رعایت سے ہندی زبان میں ہندیوں کو مطلب فہمی مشکل ہوتی ہے۔"

اس سے قبل جس عربی عبارت کا مصباح الانوار سے فارسی ترجمہ دیا گیا اسی عبارت کا اردو ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے

ھ مصباح الانوار (طبع مدراس) صفحہ ۳۴

"اور اسی موافق کرمانی بھی ذکر کیے ہیں یہ حدیث کے معنی کہ مٹا دیگا اللہ تعالیٰ بہ سبب مہدی کے کفر کو یعنی عرب کے شہروں سے یا یہ معنی ہے کہ غالب و ظاہر کریگا اللہ اس دین کی دلیل و حجت کو کفر پر جیسا کہ کہتے ہیں بازار گیہوں سے بھرا ہے یعنی گیہوں بازار میں موجود ظاہر غیر پوشیدہ ہیں اور ایسا کہنے سے یہ بات نہیں ہے کہ گیہوں بازار میں ایسے بھرے ہیں کہ کہیں جاے بازار میں خالی نہیں اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ گیہوں بازار میں سب اناجوں سے زیادہ ہیں اسی طرح ہے معنی اس حدیث کا کہ مہدی بھریگا زمین کو عدل سے۔

(۸) حضرت سید اشرف علی عرف اچھا میاں صاحب پالن پوری نے بھی سراج الابصار کا ترجمہ کیا ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کی زندگی کے حالات اردو زبان میں سب سے پہلے حضرت ہی نے سیر مسعود واقعات مہدی موعود کے نام سے لکھے ہیں۔ انہیں شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ شہری تخلص کرتے تھے۔

سید گلاب میاں صاحب منشی خاص سرکار پالن پور نے سیر مسعود پر تقریظ لکھی ہے اور مولف کی زندگی کے حالات بھی بیان کئے ہیں۔ انکی دوسری تصانیف کا اس طرح ذکر کیا ہے "لیکن مصنف صاحب نے اس کے علاوہ بھی شمس البیان اور نتیجہ مہدی اور رسالہ ضیاء العینین فی رد رفع الیدین بعد صلوٰۃ مکتوبہ اور ترجمہ سنت الصالحین بزبان اردو و ترجمہ سراج الابصار بزبان اردو وغیرہ کتابیں تصنیف اور تالیف فرمائی ہیں"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ تشخیص المہدی بھی آپ کی ایک تصنیف ہے۔ مذکورہ تقریظ ماہ صفر سنہ ۱۳۱۵ھ میں لکھی گئی ہے۔ سراج الابصار کا ترجمہ اس سے قبل کیا گیا ہوگا۔ حضرت فقیر سید قطب الدین صاحب پالن پوری نے شرح عقیدہ کے دیباچہ میں انکی تصانیف کا اس طرح ذکر کیا ہے "سیر مسعود واقعات مہدی موعود مصنفہ مولانا سید اشرف المتخلص بہ شہری پالن پوری مترجم سراج الابصار (یہ کتاب چھپ گئی ہے) و سنت الصالحین و مصنف نتیجہ مہدی فی اثبات مہدی و تشخیص مہدی وغیرہ"۔[1] شرح عقیدہ کا دیباچہ سنہ ۱۳۴۰ھ میں لکھا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سال مذکور سے پہلے کتاب سراج الابصار چھپ چکی تھی

[1] شرح عقیدہ (طبع جبل پور) صفحہ ۴

مشہور ہے کہ مترجم کے فرزند نے سراج الابصار کے ترجمہ کا کچھ حصہ طبع کرایا تھا۔ صاحب مطبع نے قصداً اس میں خامیاں اور غلطیاں رکھی تھیں اس لئے اس کام کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

(۹) مولوی سید جلال صاحب حیدرآبادی عربی فارسی اور اردو میں ماہر تھے۔ انہوں نے بھی سراج الابصار کا ترجمہ شروع کیا تھا۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ کتاب کے حاشیہ پر صرف دو صفحوں کا ترجمہ ہے۔ نہیں معلوم کن اسباب کی بنا پر اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔ نمونہ کے طور پر کتاب کی ابتدائی عبارت کا ترجمہ دیا جاتا ہے

"ہر طرح کی حمد خدا ہی کے لئے زیبا ہے جس نے امام عادل کے قیام میں اس امت کی فلاح و بہتری قرار دی اور (اس خدا نے) بلند کیا اس شخص کے شرف اور ذکر کو جس نے امام (مہدی) کو امت محمدی کی مدد کے لئے پسند کیا کیونکہ وہ امام (مہدی) دین اور دنیا میں بلند مرتبہ کا اور بزرگوار ہے حمد کرتا ہوں میں اس اللہ کی ہر صبح و شام میں اور درود بھیجتا ہوں اس کے نبی پر کہ نام اس کا محمد ہے اور وہ سردار ہے آخرین اور اولین کا۔"

قطع نظر ترجمہ کے جہاں جہاں ضرورت تھی حاشیہ کا بھی اضافہ کیا ہے شیخ کی عبارت "یعتقدون فی شخص مات" پر یہ حاشیہ لکھا ہے

"شخص کا لفظ یعتقدون کا صریح مفعول ہے اور صریح کو چھوڑ کر غیر صریح اختیار کرنا کوئی فصاحت نہیں ہے"۔ سراج الابصار کی کتابت جیسا کہ کتاب کے آخر میں مرقوم ہے ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۸ھ کو ختم ہوئی۔ اس لحاظ سے ترجمہ کا آغاز اسی سال یا اس کے بعد ہوا ہوگا۔

(۱۰) شرح احادیث و آیات سراج الابصار

صاحب کحل الجواہر کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسالہ "موضح الاخبار المنقولہ فی کتب الاخیار" میں ان حدیثوں اور آیتوں کی بھی توضیح کی گئی ہے جو سراج الابصار میں آئی ہیں کحل الجواہر کی عبارت یہ ہے

"جس کو کہ تفحص و دریافت قائل کے کذب و افترا اور ہمارے راست گوئی کے منظور ہونا چاہیے کہ بالضرور رسالہ موضح الاخبار المنقولہ فی کتب الاخیار" کو بغور و تامل مطالعہ میں لاوے تا

ازالۂ شبہ وضع احادیث اور تحریف آیات کا بتائید الہی صورت پذیر ہوگا چونکہ اس رسالہ مذکور میں یہی التزام کیا گیا ہے جو آیات قرآنی و احادیث رسول یزدانی ہماری کتب معتبرۂ متقدمین میں منقول و مرقوم ہیں تصحیح اس کے معانی کے بحسب قواعد عربیہ اور تحقیق صحت احادیث کی اور وجہ اثبات اس کی اصلیت کی بحوالہ کتب منقول عنہا بہ تشریح و توضیح تمام مرقوم و مسطور ہوئی (کحل الجواہر، باب سوم، دلیل ہفدہم، علق ہفتم)۔

کتب معتبرۂ متقدمین میں سراج الابصار بدرجۂ اولی شامل ہے۔

(۱۱) ضیاء القلوب اور احادیث سراج الابصار

صاحب سراج الابصار نے جہاں جہاں مضمون کی مناسبت سے حدیث کا کوئی فقرہ پیش کیا ہے تو صاحب ضیاء القلوب نے شرح کے ذیل میں پوری حدیث نقل کر دی ہے۔

باب سوم

سراج الابصار سے متعلق کتابیں

کنز الدلائل حافظ محمد اسعد مکی نے عربی زبان میں ایک رسالہ موسوم بہ شہب محرقہ، مہدوی مذہب اور سراج الابصار کے بعض مباحث کے رد میں لکھا تھا۔ یہ رسالہ ۱۷ سطری تقریباً ۵۴ صفحوں پر مشتمل ہے کنز الدلائل فی ابطال الباطل" مشہور بہ رد عرب" اسی کا جواب ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی ہے اور تقریباً ساڑھے تین سو صفحوں پر مشتمل ہے۔

محمد اسعد کا مولد مکہ معظمہ ہے۔ عرب سے ہندوستان آکر کڑپہ علاقہ مدراس میں مقیم ہوا۔ کڑپہ کے قیام کے زمانہ میں میاں سید شہاب الدین (شہید سدھوٹ[1]) اور اسعد مکی میں مناظرہ ہوا۔ عیسیٰ و مہدی کے عدم اجتماع کی بحث میں میاں سید شہاب الدین رح نے یہ لکھا ہے کہ "این ضعیف را با ہمیں عرب کہ ملقب بہ جحود الدین است اتفاق بحث حجت مہدویہ افتادہ بود در سنہ یک ہزار و یک صد و شصت و سہ" یعنی اس ضعیف کو اس عرب کے ساتھ جس کا لقب جحود الدین ہے سنہ ۱۱۶۳ھ میں مہدوی مذہب کے اثبات میں بحث کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد اس نے رسالہ شہب محرقہ لکھا۔

شہب محرقہ کے آخر میں یہ مذکور ہے کان الفراغ من ھذا ضحی یوم الثلاثا من شھر رجب المنتظم فی سلک شھور سنۃ[2] یعنی اس سے فراغت ہوئی چاشت سہ شنبہ کو ماہ رجب میں جو سنہ میں معدود ہے۔

اس عبارت سے سہ شنبہ کو کتاب کا ختم ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن سنہ مذکور نہیں ہے میاں سید شہاب الدین نے کنز الدلائل[3] میں اور میر غلام علی آزاد نے سرو آزاد[4] میں یہ بیان کیا ہے کہ اسعد مکی

---

[1] عبد الحلیم خاں حاکم کڑپہ نے دائرہ پر فوج بھیج کر حضرت کو مع تین جان نثاروں کے سنہ ۱۱۸۸ھ میں شہید کرا دیا۔ نشان حیدری (طبع بمبئی صفحہ ۱۷۶) میں کڑپہ کے حاکم کا نام حلیم خاں مذکور ہے۔ [2] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۲۱۸ فن کلام فارسی نمبر ۱۷۸ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد [3] کنز الدلائل ورق ۱۷۹ [4] سرو آزاد (طبع لاہور ۱۹۱۳ء) صفحہ ۱۹۰

ہدایت محی الدین خاں نواب مظفر جنگ بہادر کے ساتھ رائے چوٹی کی لڑائی میں مارا گیا اور یہ لڑائی ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۱۶۴ھ میں ہوئی اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ کتاب شہب محرقہ ماہ رجب سنہ ۱۱۶۳ھ میں تمام ہوئی۔

اسعد مکی کی تحریر پایہ تہذیب سے گری ہوئی ہے[1] اسی لئے صاحب کنز الدلائل نے اس کو محمود الدین کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔

حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے مولف ہدیہ مہدویہ کا جواب دیتے ہوئے شہب محرقہ کے باب میں یہ لکھا ہے کہ "یہ کاتب صاحب نے شہب محرقہ کو جو رد سراج الابصار لکھے ہیں سو یہ صاف ناانصافی ہے کیونکہ تمام شہب محرقہ میں سراج الابصار کے بیسیوں مسائل اور اماموں کے منقولی بیسیوں دلائل کے کل چھ مسئلوں کے بعض بعض دلیلوں پر واہی بیجا بکوے غوغے ہیں اب اس کو سراج الابصار کا رد کس طرح کہا جائے[2]"

ذیل میں شہب محرقہ کے مباحث کی فہرست دیجاتی ہے۔

اجتماع عیسیٰ و مہدی۔ مہدی اور ساری دنیا کا مالک ہونا۔ معنی حدیث صریح و تمسک بالحدیث۔ قول تفتازانی و عدم اجتماع عیسیٰ و مہدی۔ قول بیہقی و شعب الایمان۔ حدیث یملاء الارض۔ حدیث مجددین۔ تکفیر منکر مہدی۔ تفسیر آیہ فسوف یاتی اللہ۔ تفضیلت مہدی و شیخین۔

پہلے دو اور آخری دو مبحثوں کا سراج الابصار سے راست تعلق نہیں ہے۔

شمس الہدیٰ حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے شمس الہدیٰ میں شہب محرقہ اور کنز الدلائل کے ان مباحث کا خلاصہ دیا ہے جو سراج الابصار سے متعلق ہیں اور ہر مبحث کے آخر میں صاحب کنز الدلائل کی تائید میں دلائل پیش کرکے صاحب شہب محرقہ کے ادعا کا ابطال کیا ہے گویا شمس الہدیٰ شہب محرقہ کا دوسرا رد ہے۔

مخالفین مہدویہ کے ماخذ مخالفین مہدویہ کا ایک ماخذ ملا علی قاری کی کتاب تنبیہ الغافلین ہے، سب سے پہلے نجم الغنی خاں رامپوری مولف مذاہب الاسلام نے اس کا حوالہ دیا ہے، اس کی نقل رسالہ نگار کے ایڈیٹر نے کی ہے اور اس طرح لکھا ہے کہ گویا تنبیہ الغافلین ان کے پیش نظر تھی کتاب

[1] کنز الدلائل ورق ۲۰، ۷۱ [2] شمس الہدیٰ (طبع مطبع نبوی) صفحہ ۳۵

مذاہب الاسلام اور رسالۂ نگار کی عبارت ذیل میں درج کیجاتی ہے

تنبیہ الغافلین میں ملا علی قاری کہتے ہیں کہ سنا گیا کہ مہدویہ اپنے جھونپڑے برابر بناتے تھے اور ہر ایک جھونپڑے میں روزن ہوتا تھا کہ ہر ایک شخص دوسرے شخص کے افعال سے مطلع ہوتا رہے یہاں تک کہ اگر ایک مہدوی اپنی عورت سے صحبت کرتا تو دوسرا اسے دیکھتا رہتا اور اس تانک جھانک کو یہ لوگ برا نہیں جانتے ان کا قول یہ تھا کہ ہم سب مرد آپس میں بھائی ہیں اور ہماری عورتیں باہم بہنیں ہیں ہمارا آپس میں دیکھنا برا نہیں۔

(مذاہب الاسلام طبع نول کشور ۱۹۲۴ء صفحہ ۷۱۵)

تنبیہ الغافلین میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مہدوی جماعت کے لوگ اپنے جھونپڑے برابر برابر بنایا کرتے تھے اور ہر جھونپڑے میں روزن ہوتا تھا کہ دوسرے جھونپڑے والے کے افعال سے آگاہ رہیں یہاں تک کہ اگر ایک مہدوی اپنی عورت سے صحبت کرتا تو دوسرا مہدوی اسے دیکھتا رہتا اور یہ صرف اس لئے کہ تمام مہدوی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کیا اہل سنت کی شریعت میں اس حرکت کو کبھی روا رکھا گیا ہے۔

(رسالۂ نگار جلد ۲۷، شمارہ ۴، بابتہ ماہ اپریل ۱۹۳۵ء

نواب بہادر یار جنگ سے چند استفسارات مہدویہ عقائد کے متعلق)

ایڈیٹر نگار کی عبارت مذاہب الاسلام کے مولف نجم الغنی خاں رامپوری کی عبارت سے بہت ملتی جلتی ہے، نجم الغنی خان رامپوری نے "سنا گیا" کے الفاظ لکھے ہیں اور ایڈیٹر نگار نے اپنے افترا کو قوی کرنے کے لئے یہ الفاظ حذف کر دئے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس مضمون کی روایت مہدویوں کی کوئی معتبر کتاب تو کیا کسی غیر معتبر کتاب میں بھی نہیں ہے۔

یہ بھی متحقق نہیں کہ تنبیہ الغافلین کس کی تالیف ہے، صرف مولف مذاہب الاسلام کا لکھ دینا کافی نہیں۔ اس نے ملا علی قاری کے حوالہ سے "ادریس رومی" اور "مہدی مغربی" کے حالات لکھے ہیں، یہ شیخ علی کے رسالہ الرد کا ترجمہ ہے۔ ذیل میں کتاب مذاہب الاسلام کی عبارت درج کیجاتی ہے

(۱) مہدی مغربی۔ ملا علی قاری اپنے اس رسالہ میں جو مہدی کے باب میں ۹۶۵ھ میں تالیف کیا ہے لکھتے ہیں کہ ایک شریف (سید) نے بلاد المغرب میں مہدیت کا دعوی کیا ہے

اور اب تک موجود ہے اس کی شوکت بہت بڑھ گئی ہے مغرب کے شہروں میں سے چار منزل تک اس کے قبضہ میں آگیا ہے" (مذاہب الاسلام صفحہ ۲۸۷)

مذکورہ عبارت شیخ علی کے رسالۃ الرد کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲

(۲) "ادریس رومی"۔ ملا علی قاری نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے ۹۶۵ھ میں مہدی موعود وغیرہ کی بابت شہر مکہ میں لکھا ہے، کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جسے ادریس کہا کرتے تھے سلطان بایزید کے عہد میں مہدیت کا دعوی کیا تھا اس کے اسی خلیفہ تھے، ایک دن خلفا کو بلا کر کہا کہ مجھ کو کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ میں مہدی ہوں تم بھی اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو اور جو کچھ تم پر ظاہر ہو مجھ سے بیان کرو، خلفا ایک مدت تک متوجہ رہ کر اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ تم حق پر ہو۔ سلطان کے حضور میں یہ واقعہ عرض کیا گیا وہ بڑا دیندار تھا اس نے سن کر کہا بہتر ہے تم لوگ خروج کرو میں تمہارا ساتھ دونگا اور تمہاری ہر طرح مدد کرونگا بعد چند روز کے جب باطن کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ الہام ربانی نہ تھا بلکہ خطرۂ شیطانی تھا" (مذاہب الاسلام صفحہ ۲۱۹)

یہ عبارت بھی شیخ علی کے رسالۃ الرد کا ترجمہ ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۲۳۱) فرق صرف اتنا ہے کہ نجم الغنی خاں مولف مذاہب الاسلام نے "اویس" کی جگہ "ادریس" لکھ دیا۔ ملا علی قاری نے بھی رسالۃ المہدی[1] لکھا ہے لیکن اس میں بھی "مہدی مغربی" اور "ادریس رومی" کا ذکر نہیں۔

مولف مذاہب الاسلام کے بیان کے مطابق تنبیہ الغافلین اگر ملا قاری کی تصنیف ہے تو اس روایت کا یہ جواب ہے کہ یہ ایک معاند مہدویہ کا مجرد قول ہے، ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی کے نصف اول میں اور مرقاۃ میں باب اشراط الساعۃ کے ذیل میں اپنے اس عناد کا اظہار کیا ہے اس کا بیان محض افترا ہے کیونکہ اس کے معاصرین نے بھی جو مذہباً مہدوی نہ تھے مہدویوں کے زہد و تقویٰ کو تسلیم کیا ہے۔

شیخ علی مولف کنز العمال مہدویوں کی صحبت میں رہا، رسالہ البرہان کے مقدمہ میں یہ کہتا ہے قد صحبت هذه الطائفة مدة مديدة (میں مہدویوں کی صحبت میں مدت مدید رہا) اسمانے بھی

[1] اس کا ایک نسخہ کتب خانہ سعیدیہ (حیدر آباد دکن) میں بھی ہے۔ عقائد و کلام نمبر ۶۵

مہدویوں کے زہد و تقویٰ کو تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۴۳)

ملا عبدالقادر بدایونی (المتوفی سنہ ۱۰۰۴ھ) بھی ملا علی قاری (المتوفی سنہ ۱۰۱۶ھ)[1] کے معاصر ہیں۔ نجات الرشید میں مہدویوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔

جمعے را ازیں سلسلہ ملازمت کردہ ام و اخلاق رضیہ و اوصاف مرضیہ ایشان را در فقر و فنا بمرتبۂ عالی دیدہ و بیان قرآن و اشارات آن و دقایق حقایق و معارف لطائف بے کسب علوم رسمی چنان شنیدہ ام کہ اگر خواہند مجملے از آنہا در قید کتابت آرند تذکرۃ الاولیائے دیگر باید نوشت[2]	اس سلسلہ یعنی سلسلہ مہدویہ کے بہت سے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں میں نے ان کے پسندیدہ اخلاق اور ان کے پسندیدہ اوصاف کو فقر و فنا میں مرتبۂ عالی پر پایا اگرچہ انھوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا لیکن قرآن کا بیان اور اس کے اشارات حقایق کی باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات ان سے اس قدر سنے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو اور ایک تذکرۃ الاولیا لکھنا چاہیے۔

اس عبارت سے ملا عبدالقادر بدایونی کے مہدوی معاصرین کا اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہونا ثابت ہے ملا علی قاری کی عبارت میں اس امر کی صراحت نہیں کہ مہدویوں کے باب میں کس نے کہا اور کہاں کہا۔ ملا علی قاری کا ہندوستان آنا تو ثابت نہیں ہوتا۔ صاحب اتحاف النبلاء نے اس کے حالات میں یہ لکھا ہے "در ہرات متولد شدہ بسوے مکہ رحلت آوردہ و از ...... احمد بن حجر الہیتمی اخذ نمودہ"[3] یعنی ملا علی قاری ہرات میں پیدا ہوا یہ مکہ معظمہ آیا اور ابن حجر ہیتمی سے علم حاصل کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ خراسان میں مہدوی مذہب کی اشاعت روکنے کے لئے اس نے یہ تہمت تراشی ہے ملا علی قاری کے مجرد بیان کو مہدوی مذہب کے خلاف پیش کرنے والوں کی خاطر تاریخ طبری سے ایک روایت درج کی جاتی ہے۔ طبری نے سنہ ۱۷ھ کے واقعات کے ذیل میں حضرت ابی بکرہؓ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے حالات میں یہ لکھا ہے

کانا بالبصرۃ وکانا متجاورین بینھما طریق وکان فی مشربتین متقابلتین لھما فی	حضرت ابی بکرہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ بصرہ میں تھے دونوں ایک دوسرے کے ہمسایہ تھے، دونوں کے درمیان ایک راستہ تھا، دونوں

[1] بروایتے سنہ ۱۰۲۴ھ [2] نجات الرشید (قلمی) صفحہ ۹۰ (تصوف فارسی نمبر ۵۶۴) کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن)
[3] اتحاف النبلاء (طبع کانپور سنہ ۱۲۸۵ھ) صفحہ ۳۲۵

داريهما فى كل واحدة منهما كوّة مقابلة الاخرى فاجتمع الى ابى بكرة نفر يتحدثون فى مشربته فهبت ريح ففتحت باب الكوة فقام ابو بكرة ليصفقه فبصر بالمغيرة وقد فتحت الريح باب كوة مشربته وهو بين رجلى امرأة فقال للنفر قوموا فانظروا فقاموا فنظروا ثم قال اشهدوا قالوا ومن هذه قال ام جميل ابنة الافقم وكانت ام جميل احدى بنى عامر بن صعصعة وكانت غاشية للمغيرة وتغشى الامراء والاشراف وكان بعض النساء يفعلن ذلک فى زمانها فقالوا انما راينا اعجازا ولا ندرى ما الوجه ثم انهم صمموا حين قامت فلما خرج المغيرة الى الصلاة حال ابو بكرة بينه وبين الصلاة وقال لا تصل بنا فكتبوا الى عمر بذلک[1]

پیش دالانوں میں رہتے تھے جو ایک دوسرے کے مقابل تھے ان دونوں گھروں میں برابر برابر سے دریچہ تھا جمع ہو گئے ابی بکرہ کے پاس کچھ لوگ، اپنے پیش دالان میں باتیں کرتے تھے، ہوا کا ایک جھونکا چلا، دریچہ کا پٹ کھل گیا، ابو بکرہ کھڑے ہوئے کہ اسے بند کر دیں ہوا نے پیش دالان کے دریچہ کو کھول دیا تھا، انہوں نے مغیرہ کو دیکھا کہ ایک عورت کی دونوں ٹانگوں کے درمیان تھے، ابی بکرہ نے لوگوں سے کہا اٹھ کے دیکھو، لوگ اٹھے اور انہوں نے دیکھا ابی بکرہ نے کہا کہ گواہ رہو، لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون عورت ہے کہا کہ یہ ام جمیل ہے افقم کی بیٹی، ام جمیل قبیلۂ بنی عامر بن صعصعة سے تھی جو مغیرہ کے پاس اکثر آیا جایا کرتی اور امراء و شرفا کے پاس بھی جایا کرتی اس زمانہ میں بعض عورتوں کی یہی روش تھی، لوگوں نے کہا کہ ہم نے سُرین دیکھے، یہ نہیں جانتے کہ وجہ کیا ہے جب وہ اٹھی تو ان لوگوں نے مصمم ارادہ کر لیا جب مغیرہ نماز کے لئے نکلے تو ابو بکرہ نے ان کو امامت سے روکا اور کہا کہ ہمیں نماز نہ پڑھاؤ، پھر لوگوں نے یہ واقعہ عمر بن الخطاب کو لکھ بھیجا۔

حضرت ابی بکرہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کے اس واقعہ سے متعلق شیخ علی نے بھی کنز العمال[2] میں ایک روایت درج کی ہے جب اس روایت سے مذہب اسلام کے خلاف استدلال نہیں کیا جا سکتا تو ملا علی قاری معاند مہدویہ کے مجرد بیان سے مہدوی مذہب کے خلاف کس طرح استدلال کیا جائیگا اس مضمون کی کوئی روایت کتب مہدویہ مثلاً انصاف نامہ، مطلع الولایت، شواہد الولایت وغیرہ میں ملتی تو نہیں معلوم ملا علی قاری اور اس کے متبعین کیا ہنگامہ برپا کرتے۔

ملا علی قاری کے متعلق صاحب عقد الجواہر والدرر نے سچ کہا ہے "تجد مولفاته ليس

[1] تاریخ طبری (طبع لیدن) جلد پنجم صفحہ ۲۵۳۰ و ۲۵۳۱ [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد سوم صفحہ ۸۰

علیها نور العلم[1]" یعنی تم ملا علی قاری کی تالیفات کو دیکھو گے کہ ان میں نور علم نہیں ہے۔

(ب) مخالفین مہدویہ کا دوسرا ماخذ کتاب ہدیہ مہدویہ ہے جو ۱۲۸۷ھ میں شایع ہوئی۔ اس کی تالیف کا یہ سبب ہوا کہ حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے اپنی چند تصنیفیں مثلاً رسالہ معارضات شبہات الفتاوی، رسالہ کشف الحجب وغیرہ اور قدمائے مہدویہ کی تصانیف سے سراج الابصار اور اس سے متعلقہ کتاب کنز الدلائل مولف ہدیہ مہدویہ کو دی اور اس امر کی خواہش کی کہ اثبات مہدیت میں اصولاً کوئی سقم ہو تو اس کی توضیح کی جائے جیسا کہ خود حضرت سید عیسیٰ نے شمس الہدیٰ میں بیان کیا ہے

"شیخ علی کے رسالہ رد کے رد کا نام سراج الابصار ہے اور ابن حجر وغیرہ کے فتووں کے رد کا نام شبہات الفتاوی اور اسعدی کے رسالہ شہب محرقہ کے رد کا نام کنز الدلائل ہے اور رسالہ کشف الحجب ونکتیہ واستفتا صغیر وکبیر ودلیل متین اور رسالہ معارضۃ الروایات میر دلاور علی صاحب قاضی بلدہ حیدرآباد کی معرفت وتجویز سے ہم نے اس کاتب کے حوالے کر دیے تھے تاکہ ان دلائل وبراہین میں بخوبی نظر وفکر کر کے اگر کچھ ضعف وخطا معلوم ہو وے تو لفظ بلفظ جواب باصواب سے مسلسل رد کر کے ہمارے شبہات ان رسائل وفتاوے پر سے دفع کر کے برائیاں ان پر کے اٹھا دیوے اور اپنے ان علما کو ان خرابیوں سے چھوڑا دیوے جو اس طرح کی بات اس کاتب نے بھی یہ کتاب کے ۳۹ صفحہ میں لکھے ہیں۔ اب اس صورت میں اس کاتب پر لازم تھا کہ پہلے ہمارے ان دلیلوں کو رد کر کے اور ان علما ورسائل وفتاوے پر سے یہ برائیاں وخرابیاں بالکل نکال دے کر بعدہ یہ دعویٰ کفایت کا لکھتا تعجب کہ اس کاتب نے اپنی گردن پہ ہمارا یہ قرض فرض تھا سو کام چھوڑ دینے سے منصفوں پر اب یہ بات صاف کھل گئی کہ انہوں نے اس رسائل وفتاوے پر کے برائیاں اور اپنے ان علما پر کے خرابیاں اٹھا نہ سککر بے دلیل یہ دعویٰ کیا ہو اور کچھ بن نہ آنے سے شرما شرمی لو کالاجی آخر ان فروعی وگمانی مسئلوں کی چون وچرا میں پڑ گئے۔ اب خواہ مخواہ حق ثابت ہو گیا کہ یہ خطایاں خرابیاں ان رسائل وفتاوے پر اور ان علما پر صحیح سچے ثابت ہیں اور ہمارا قرض ان کے ذمہ پر جیسے کا ویسا باقی رہ گیا ہے" (شمس الہدیٰ طبع مطبع نبوی ۱۲۸۸ھ۔ صفحہ ۱۴)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سید عیسیٰ صاحب اثبات مہدیت میں اصولاً بحث کرنا چاہتے تھے۔

[1] انحاف النبلاء (طبع کانپور ۱۲۸۸ھ) صفحہ ۳۲۵

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس سے پہلو تہی کیا کیونکہ صحاح کی حدیثوں سے امام مہدیؑ کے زمانہ میں نہ تو حضرت عیسیٰؑ کا نزول ثابت ہے اور نہ سفیانی و دجال کا خروج اور نہ ساری دنیا کا عدل و انصاف سے بھر جانا۔

اس نے سیرت اور نقلیات کی کتابیں مانگیں اور قرارداد یہ تھی کہ پہلے عالم میاں صاحب سے ہر شبہ کے متعلق بحث ہوگی اور اگر یہ جواب سے عاجز آجائیں تو وہ شبہ قلمبند کیا جائیگا جیسا کہ شمس الہدیٰ میں بیان کیا گیا ہے

"ہم نے قاضی صاحب موصوف کی معرفت و تجویز سے دلائل و براہین مرقومۃ الصدر کسی کاتب صاحب کے حوالے کر کے دریافت و اطلاع خطا و صواب ان دلائل کے ان سے چاہے تو انہوں نے ہم سے کہے کہ تمہارے اعتقادی و عملی اور حضرت مہدیؑ اور حضرت کے اصحاب و احباب کے اقوال کے رسالے اور کتابیں ہم کو دویں ہم بخوبی دریافت کر کے اگر کچھ خطا کسی دلیل میں معلوم ہوگی تو پہلے تم سے اس کا جواب پوچھینگے اگر تم سے کچھ بن نہ آوے تو جب وہ خطا کہیں گے اسی طرح حسب درخواست تمہارے ان دلیلوں کے رد و خطائیں تدوین و ترقیم کر دیں گے" (شمس الہدیٰ صفحہ ۲۵)

مذکورہ کتابیں حاصل ہو جانے کے بعد حسب قرارداد عالم میاں صاحب سے کسی قسم کا مباحثہ نہیں ہوا بلکہ شہر حیدرآباد سے ان کا اخراج کرا دیا گیا۔ خود عالم میاں صاحب نے بیان کیا ہے کہ

"ہمارے بے حضور و بے پرسش من مانے ہم پر بکنے کے ارادے سے بے وجہ و بلا سبب سفول صورت فتنہ کی نمود کر کے نواب وزارت مآب کے حضور میں ہم پر جھیر واقعہ فریاد کروا کے اخراج و جلاوطن ہم کو کروا دئے پھر اس دفعہ بیوفائی کے لئے وہ جھوٹے عذر" اس چوالیس صفحہ میں لکھے ہیں[1] الٰی آخرہ

کتب سیرت و نقلیات پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں وہ ایسے ہی بے بنیاد ہیں جیسے کہ مخالفین اسلام کے اعتراضات کلام اللہ اور کتب احادیث وغیرہ پر۔

ہدیہ مہدویہ کے خوشہ چین | رحمٰن علی نے تذکرۃ العلماء میں، نجم الغنی خاں رامپوری نے کتاب مذاہب الاسلام میں، رفیق دلاوری نے ائمہ تلبیس میں اور نیاز فتحپوری نے رسالہ نگار (بابتہ فروری ۱۹۳۵ء) میں جو کچھ

[1] شمس الہدیٰ ص ۲۵

لکھا ہے۔ اس کا ماخذ ہدیہ مہدویہ ہے' ان میں سے ایک شخص نے بھی مہدوی مذہب کی کوئی کتاب بذات خود نہیں دیکھی اور نہ کسی مہدوی عالم سے اس کی تحقیق کی۔ مولف مذاہب اسلام کے پیش نظر ہدیہ مہدویہ کا رد موسوم بہ ختم الہدی سبل السوی بھی تھا (دیکھو مذاہب الاسلام ص۔۔۔) اس کے باوجود اس نے مہدوی مذہب مہدویوں کی کتاب سے راست پیش نہیں کیا بلکہ ایک معاند مہدویہ کے قول کو بطور سند کے درج کر دیا۔

اب ہم ایک عالم کا حال سناتے ہیں' سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلما لکھنو نے عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے موسوم بہ نزہتہ الخواطر اس کتاب میں مایۃ تاسعہ کے ذیل میں جہاں نویں صدی ہجری کے علما کا حال لکھا ہے حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات اور مہدوی مذہب کے عقائد ہدیہ مہدویہ کے حوالے سے لکھے ہیں' ہندوستان کے قدیم مورخوں نے امام علیہ السلام کے باب میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ذکر نہیں کیا طبقات اکبری' منتخب التواریخ' نجات الرشید' مآثر رحیمی' تحفۃ الکرام' جونپور نامہ' تذکرۃ الواصلین اگر یہ کتابیں ان کی نظر سے نہیں گزریں تو تعجب ہے اور اگر یہ کتابیں ان کی نظر سے گزریں اور انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا تو کیا اس کو تعصب نہ سمجھا جائیگا؟

مارگولیت نے انگلستان میں بیٹھ کر مہدویوں کے حالات لکھے تو منتخب التواریخ کے حوالے سے' نزہتہ الخواطر کے مصنف نے لکھنو میں بیٹھ کر امام علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں لیکن بدایونی کے مصنف کا حوالہ نہیں دیا۔

ہدیہ مہدویہ کے حوالہ سے مہدوی مذہب کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی پادری عماد الدین کی کتاب ہدایت المسلمین سے اسلامی تعلیم بیان کرے یا ڈاکٹر ٹسڈل کی کتاب Sources of the Qurani (قرآن کے ماخذ) کے حوالے سے قرآنی حقایق پیش کرے۔

دوسرے مصنفین ہدیہ مہدویہ کے شایع ہونے کے بعد بھی بعض غیر مہدوی مصنفوں نے مخالفت کے باوجود امام مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے حالات ایک حد تک صحیح لکھے ہیں۔ ایک خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری جنہوں نے مشاہیر اسلام میں سید محمد جونپوری کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے دوسرے

مولوی ابوالکلام آزاد جن کے تذکرہ میں امام علیہ السلام اور قدمائے مہدویہ کا حال مذکور ہے' تیسرے صاحب ٹھیالوی حسن نے پیسہ اخبار لاہور (۳۰ مئی ۱۹۲۰ء و ۶ جون ۱۹۲۰ء) میں حضرت سید محمد جونپوری کے عنوان سے امام علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں۔

ان کتابوں کے شایع ہونے کے بعد بھی بعض متعصبین امام علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسے نذیر الحق مصنف کتاب الاسلام۔ اس نے اپنی کتاب میں امام مہدی کی چند علامتیں[1] درج کی ہیں اور یہ ادعا کیا ہے کہ آج تک کسی مدعی مہدیت میں یہ علامتیں نہیں پائی گئیں' حالانکہ یہ سب علامتیں امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں سوائے ایک علامت کے جس کو شرط مہدیت قرار دینا مضحکہ خیز ہے' وہ علامت یہ ہے

"مہدی کی زبان میں لکنت ہوگی جب گفتگو میں تنگ ہونگے تو زانو پر ہاتھ مارینگے"

کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ امام مہدی کی زبان میں لکنت ہوگی اور زانو پر ہاتھ مارینگے' بالفرض اگر حدیث صحیح سے ثابت بھی ہوجاتا تو اس کو بہ طور شرط مہدیت کے پیش کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ نبوت کی طرح اخلاق حسنہ ہی شرط مہدیت ہیں۔ اب رہی دوسری علامتیں تو وہ امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا صہ پر اس امر کا ثبوت دیا جاچکا کہ امام علیہ السلام' امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں۔

(۲) ان کا نام محمد ان کے باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ صہ پر جونپور نامہ کے حوالہ سے اس کا اثبات ہوچکا۔

(۳) حضرت امام حسن رض کی اولاد سے ہوں گے۔ صہ پر جونپور نامہ کے حوالہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حسنی تھیں' اس لحاظ سے آپ کا امام حسن رض کی اولاد سے ہونا ظاہر ہے اس سے قطع نظر آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں جو امام باقر کی اولاد سے تھے اور امام باقر کی والدہ ماجدہ مسماۃ فاطمہ امام حسن رض کی صاحبزادی تھیں' جیسا کہ جامی نے شواہد النبوت میں بیان کیا ہے کہ

[1] کتاب الاسلام (طبع حمیدیہ پریس دہلی) صفحہ ۵۰۱

"کنیت وے ابو جعفر است ولقب وے باقر..... مادر وے فاطمہ بود بنت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما"

(۴) پیشانی کشادہ اور ناک بلند ہوگی۔ صہ ۴۳ پر احادیث نبوی اور وجود مہدی کے ذیل میں اس کا اثبات ہو چکا۔

(۵) دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینگے۔ جہاں جہاں کے لوگوں نے امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے ان کا عدل و انصاف سے معمور ہونا ثابت ہے' اب رہی ساری دنیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عدل سے معمور نہ ہو سکی تو امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کس طرح ہوگی۔

(۶) چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہونا۔ یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ نے بامر الٰہی جونپور سے ہجرت فرمائی اور خلق خدا کو اتباع کلام اللہ و اتباع رسول اللہ صلعم کی طرف دعوت دی۔

مولف کتاب الاسلام نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام مہدی قسطنطنیہ فتح کرینگے حالانکہ کسی صحیح حدیث میں اس امر کی صراحت نہیں ہے' اس کی تفصیلی بحث باب پنجم میں کی جائے گی۔

ہدیہ مہدویہ کے رد

ہدیہ مہدویہ کے رد میں دو کتابیں لکھی گئیں ایک ختم الہدیٰ سبل السوی اور دوسری کحل الجواہر۔

ختم الہدیٰ سبل السویٰ

سبل السویٰ جناب میرانجی میاں صاحب ساکن پنگوڑی (علاقہ رہن نماری) کی خواہش پر لکھی گئی اور انہیں کے کہنے پر مصنف سبل السویٰ حضرت سید شاہ محمد المعروف بہ شاہ صاحب میاں نے حیدر آباد دکن کا سفر کیا تھا تاکہ علمائے مہدویہ دکن سے اس کام میں اشتراک ہو لیکن ممکن نہ ہوا حضرت نے علٰحدہ طور پر حیدر آباد ہی میں سبل السوی کی تصنیف شروع کر دی تھی لیکن پنگوڑی جاکے اسے پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ سبل السویٰ کے مقدمہ میں یہ کہتے ہیں

"علمائے حیدر آباد نے بھی کہ درپے تحریر جواب رسالہ مردودہ تھے درپے خریدی کتب ضرورتہ کے ہو کر جناب میرانجی میاں صاحب موصوف کو بھی اس کی مدد کے لئے ایما کئے سو آپنے ایک ہزار روپیہ سکہ انگریزی حیدر آباد کو روانہ کرکے مجھے فرمائے کہ تو بھی حیدر آباد کو جاکر حسب الاتفاق نظر کتب

لہ شواہد النبوۃ (مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۸ھ) صفحہ ۲۲۵

وتحریر جواب میں تسامحی رہنا بہتر ہے۔ میں نے اس امر کثیر الخیر کو کہ مفت ہاتھ آیا اور جو محنت و تکلیف کر اس میں ہو موجب ازدیاد خیرات بلکہ سبب نجات ہے قبول کر عرصہ تعلیل میں حیدرآباد کو تو پہنچا مگر بہ فحوائے من اراد الخیرات وقع فی البلیات کے تاقیام بلدۂ مذکور بہ ہزار پریشانی ونفس و شیطان کی کشاکشی کی حیرانی میں رہ کر عند الفرصت درپئے مطالعہ وتحریر بھی رہا آخر الامر شیطان بدکردار و گردش زمانہ ناہنجار نے تا اتمام رسالہ وہاں رہنے نہ دیا پھر اس بنگلوڑی میں داخل ہو کر ۱۲۸۹ھ میں شہر ذی حجہ کی پچیسویں کو اس کتاب خیر کے حسن اتمام سے فراغت پاکر اس کا نام ختم الہدیٰ بل السوی رکھا کہ اس کی تاریخ بھی اسی سے نکلتی ہے" (ختم الہدیٰ بل السوی طبع بنگلور ص۱)

بل السوی ۱۲۸۹ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۲۹۱ھ میں بنگلور سے شایع کی گئی۔ حاشیہ پر تمام کتاب ہدیہ مہدویہ ہے اور متن میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے نسخے دور دور تک پھیل گئے چنانچہ نجم الغنی خاں رامپوری نے اپنی کتاب مذاہب الاسلام (طبع نول کشور ۱۹۲۴ء) کے صفحہ ۱۰۱ پر اس کا حوالہ دیا ہے اور بشارت احمد (طبع قادیان) کے ص۳۷ پر اس کا اقتباس درج کیا گیا ہے ختم الہدیٰ بل السوی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے۔[۱]

کحل الجواہر ہدیہ مہدویہ کا دوسرا رد کتاب کحل الجواہر ہے، یہ کتاب ۱۲۹۰ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی لیکن طبع نہ ہو سکی۔ اس کے مصنف حضرت فقیر سید نصرتؒ صاحب ہیں جنہوں نے ۱۳۲۹ھ میں وفات پائی (از عرس نار مطبوعہ)

سراج الابصار سے متعلقہ مباحث کا بھی ان کتابوں میں معقول جواب دیا گیا ہے۔ ختم الہدیٰ اور کحل الجواہر میں دلیل چہارم، دلیل پنجم، دلیل پانزدہم کے ذیل میں سراج الابصار کی روایتوں کی توضیح کی گئی ہے اور دلیل ہفدہم میں امام مہدی علیہ السلام کے اخلاق کا ثبوت قرآن وحدیث سے دیا گیا ہے اور سراج الابصار کی پیش کردہ دلیل اخلاق کی تائید کی گئی ہے۔ مذکورہ صدر ہر دو کتابوں کا ایک ثلث سراج الابصار ہی سے متعلق ہے۔

شمس الہدیٰ حضرت فقیر سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے ہدیہ مہدویہ کے رد میں متعدد

[۱] ختم الہدیٰ (طبع مطبع فردوسی بنگلور ۱۲۹۱ھ) کلام اردو نمبر ۸۰۶

رسالے لکھے مثلاً عطیہ شکریہ، اخگر سوزاں درخرمن خان زمان وغیرہ اور ایک مستقل کتاب لکھنی شروع کی تھی موسوم بہ شمس الہدیٰ اس کا ابتدائی حصہ ہمارے پیش نظر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تحقیقی جواب وسیع پیمانہ پر دیا جارہا تھا مثلاً صاحب ہدیہ مہدویہ نے شہب محرقہ کو سراج الابصار کا رد لکھا ہے اس کے جواب میں آپنے یہ بیان کیا ہے کہ شہب محرقہ کو سراج الابصار کا رد کہنا ناانصافی ہے اس لئے کہ شہب محرقہ میں سراج الابصار کے بیسیوں مسائل میں سے صرف چھ مسئلوں سے تعرض کیا گیا ہے اور وہ بھی صحیح نہیں، اس کے بعد آپنے شہب محرقہ اور اس کے رد کنز الدلائل کے مباحث کا خلاصہ دے کر اپنی رائے بھی دی ہے۔ حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے آپ شمس الہدیٰ مکمل نہ کر سکے۔

سراج الابصار پر چند اعتراضات اور انکی تحقیق

سراج الابصار سے متعلق اعتراضات درج کرکے ان کی تحقیق کی جاتی ہے

حذف وغیرہ کا الزام میاں عالم باللہ نے بعض جگہ حدیث کے فقرے مضمون کی مناسبت سے پیش کیے ہیں، مولف ہدیہ مہدویہ نے اس کو حذف تحریف سرقہ سب کچھ کہا ہے[1] حالانکہ امام بخاری ایک ہی حدیث کے مختلف فقرے مضمون کی مناسبت سے مختلف ابواب کے ذیل میں درج کرتے ہیں، کیا اس پر بھی حذف تحریف اور سرقہ کا اطلاق ہوگا؟

میاں عالم باللہ نے دلیل اخلاق کے اختتام پر منجملہ دوسری روایات کے یہ روایت بھی پیش کی ہے

(ل) ومنها ما قال علی رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله امنا المهدی ام من غیرنا فقال رسول الله بل منا یختم الله به الدین (سراج الابصار صفحہ ۲۰۶)

مذکورہ روایت پر یہ اعتراض ہے کہ صاحب سراج الابصار نے .... حدیث کے نصف اول کو نقل کیا اور نصف ثانی کو حذف کیا.... تمام حدیث بروایت نعیم بن حماد اور ابونعیم کے یہ ہے کہ

عن علی قال قلت یا رسول الله امنا آل محمد المهدی ام من غیرنا فقال لا بل منا یختم الله به الدین کما فتح بنا وبنا ینقذون من الفتنة کما انقذوا من الشرک

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع مطبع نظامی کانپور سنہ ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۴

وبنا یولف اللّٰہ بین قلوبھم بعد عداوۃ الفتنۃ کما الف بین قلوبھم بعد عداوۃ الشرک وبنا یصبحون بعد عداوۃ الفتنۃ اخوانا کما اصبحوا بعد عداوۃ الشرک اخوانا فی دینھم۔[1]

واضح ہو کہ میاں عالم باللہ نے روایات درج کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ "جمیع ھذہ المنقولات من عقد الدرر (سراج الابصار صفحہ ۲۱۶) یعنی یہ تمام روایتیں عقد الدرر سے لی گئی ہیں"

میاں عالم باللہ کی پیش کردہ روایت عقد الدرر کے باب اول میں موجود ہے جس کا عنوان یہ ہے "الباب الاول فی بیان انہ من ذریۃ سیدنا رسول اللّٰہ صلعم وعترتہ" یعنی باب اول اس بیان میں کہ مہدیؑ رسول اللّٰہ صلعم کی ذریت اور عترت میں سے ہیں۔

معترض نے جو پیش کیا ہے وہ عقد الدرر کے ساتویں باب میں ہے جس کا عنوان یہ ہے "الباب السابع فی شرفہ وعلو منزلتہ" یعنی ساتواں باب مہدی کے شرف اور علو منزلت میں

کتب خانہ آصفیہ میں عقد الدرر کا ایک قدیم نسخہ ہے جس کا سنہ کتابت ۱۰۹۲ھ ہے اور مقام کتابت شہر دمشق اُس کے بھی پہلے باب[2] میں روایت اسی قدر ہے جتنی کہ صاحب سراج الابصار نے پیش کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقد الدرر کے تمام نسخوں میں جو ہندوستان اور دیار عرب میں متداول تھے ایسا ہی مرقوم تھا۔ اس سے قطع نظر کتب خانہ آصفیہ میں ابن یوسف المقدسی الحنبلی کا ایک رسالہ ہے موسوم بہ "فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر" اس کا سنہ کتابت ۱۱۸۶ھ ہے اس کے پہلے باب کا عنوان یہ ہے "حقیقۃ ظہور المہدی" اس میں بھی روایت[3] زیر بحث اسی قدر مرقوم ہے جتنی کہ صاحب عقد الدرر اور صاحب سراج الابصار نے پیش کی ہے۔

خود صاحب عقد الدرر نے الباب السابع میں یہی حدیث حافظ ابوبکر البیہقی کے حوالہ سے اس قدر روایت کی ہے

"عن علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المہدی منا یختم اللّٰہ بہ الدین کما فتحہ بنا اخرجہ الحافظ ابوبکر البیہقی"۔

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۳۸ [2] عقد الدرر صفحہ ۲۹، ۳۰ (حدیث عربی (قلمی) نمبر ۶۷۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)
[3] فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر (قلمی) (حدیث عربی نمبر ۲۷۳) صفحہ ۶

(عقد الدرر الباب السابع صفحہ ۲۲۴ حدیث عربی (قلمی) نمبر ۴۶۷ کتب خانہ آصفیہ)

ایسی صورت میں معترض کا یہ کہنا کہ صاحب سراج الابصار نے حدیث کے نصف اول کو درج کیا اور نصف ثانی کو حذف کر دیا صحیح نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ صاحب عقد الدرر پر اعتراض ہو سکتا ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس نے بھی ابواب کے عنوان کی مناسبت سے حدیث کا ایک حصہ درج کیا ہے جیسا کہ امام بخاری نے ایک ہی حدیث کے مختلف فقرے مختلف ابواب کے ذیل میں درج کئے ہیں۔ قطع نظر اس کے خود میاں عالم باللہ نے قرآن و ذکر مہدی کی بحث میں یہی حدیث اس طرح نقل کی ہے

فمنها قوله علیه السلام عن علی رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله امنا المهدی ام من غیرنا فقال رسول الله صلعم بل منا یختم الله به الدین کما فتحه بنا الی آخر الحدیث (سراج الابصار صفحہ ۱۰۰)

"الی آخر الحدیث" پر سراج الابصار کے تمام نسخوں کا اتفاق ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ پوری حدیث میاں عالم باللہ کے پیش نظر تھی اور حدیث کا حصہ بقدر ضرورت پیش کیا ہے۔ اب رہا حدیث کے نصف ثانی کا مضمون تو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ساری خلق خدا شرک سے نجات نہ پا سکی تو امام مہدیؑ کے زمانہ میں ساری دنیا گمراہی کے فتنوں سے کیسے نجات پا سکتی ہے اور لوگوں کا بھائی بھائی کی طرح رہنا اس کی بہترین مثال دائرہ مہدویہ تھی جہاں امیر، غریب، جاہل، عالم، سپاہی، سرلشکر سب دولت دنیا چھوڑ کر بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے۔ معترض کا یہ کہنا کہ "جو لوگ شرک سے چھڑائے گئے ہیں وہی لوگ فتنہ سے چھڑائے جاوینگے[1]"

یہ تخصیص و انحصار صحیح نہیں اس لئے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ امام مہدیؑ بھی رسول اللہ صلعم کے عہد میں طبقہ صحابہ پر ہی مبعوث ہوں۔

(ب) میاں عالم باللہ نے ایک اور روایت پیش کی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں

یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت به فی اول الزمان (سراج الابصار صفحہ ۲۱۴)

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع مطبع نظامی کانپور سنہ ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۰

مذکورہ روایت پر یہ اعتراض ہے کہ "القصہ فقرہ کہ آخر حدیث ابونعیم سے حذف کر دیا وہ یہ ہے "ویملاء الدنیا عدلاً کما ملئت جوراً" یعنی بھر دینگے امام مہدی دنیا کو عدل سے جیسا کہ بھری گئی ہوگی ظلم سے[1]۔

میاں عالم باللہ نے سراج الابصار کی ابتدا میں حدیث یملاء الارض کو تسلیم کرتے ہوئے بڑی سیر حاصل بحث کی ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۶ - ۲۵) یہ گمان کرنا کہ کتاب کے آخر میں آپ نے "یملاء الدنیا" الی آخرہ کو حذف کر دیا صحیح نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ "کما قمت بہ فی اول الزمان" کے ذیل میں دو ہی سطروں کے بعد میاں عالم باللہ نے یہ لکھا ہے کہ

وھذا المعنی یملاء الارض قسطا و عدلاً۔ اس سے ظاہر ہے کہ میاں عالم باللہ نے حدیث یملاء الارض کو مانتے ہوئے اس کی توضیح کی ہے "یملاء الارض" کے الفاظ ہوتے ہیں یہ کہنا کہ یملاء الدنیا کے الفاظ آپ نے تاویل کی خاطر حذف کر دئے غلط ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ عبارت سراج الابصار کے بعض نسخوں میں ہے اور بعض نسخوں میں نہیں ضیاء القلوب شرح سراج الابصار کے دو نسخے ہمارے پیش نظر ہیں دونوں کے متن میں یہ عبارت موجود ہے۔ ہم نے اس کو سراج الابصار کے صفحہ ۲۱۲ کے حاشیہ پر درج کیا ہے اس سے قبل ص ۲۳۹ پر حاشیہ ضیاء القلوب کے عنوان کے ذیل میں ہم نے ضیاء القلوب سے یہ عبارت درج کی ہے کہ "یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان ویملاء الدنیا عدلاً کما ملئت جوراً۔"

اس پر میاں سید فضل اللہ کا یہ حاشیہ بھی لکھا ہے۔ "در بعضے نسخہ جات ویملاء الدنیا عدلاً کما ملئت جوراً مسطور متن نیست" یعنی سراج الابصار کے بعض نسخوں میں یملاء الدنیا الی آخرہ جزو متن نہیں ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بعض نسخوں میں موجود ہے۔

اس لحاظ سے میاں عالم باللہ پر جو اعتراض ہوا وہ بیجا نکلا۔ جو نسخہ معترض کے پیش نظر تھا اگر اس میں یملاء الدنیا کے الفاظ نہیں تھے تو یہ کیسے فرض کر لیا کہ مصنفؒ نے اس کو حذف کر دیا۔

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۴

دو ہی سطروں کے بعد حضرت نے یملا الارض کے الفاظ بطور توضیح پیش کئے ہیں۔

(ح) میاں عالم باللہ نے "یفتح حصون الضلالۃ وقلوبا غلفا" کے ذیل میں یہ لکھا ہے

فانظر ایھا المنصف الی قولہ علیہ السلام وقلوبا غلفا وھو عطف تفسیر لقولہ حصون الضلالۃ فعلم ان المھدی یفتح القلوب الغلف بفیضہ فیملأھا بعدلہ وھذا معنی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا کما ذکرہ الامام احمد بن حنبل فی مسندہ ویملأ اللہ قلوب امۃ محمد غنا ویسعھم عدلہ۔

(سراج الابصار صفحہ ۲۱۲)

ایک صاحب انصاف کو آنحضرت کے ارشاد وقلوبا غلفا (پردے پڑے ہوئے دل) کو دیکھنا چاہئے کہ وہ آپ کے قول حصون الضلالۃ (گمراہی کے قلعے) کے لئے عطف تفسیری ہے پس یہ معلوم ہوا کہ مہدی موعود اپنے فیض سے پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھول کر اپنے عدل سے ان کو بھر دینگے اور یہی ہے یملا الارض الی آخرہ (بھر دیگا زمین کو عدل وانصاف سے جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی) کے معنی۔ چنانچہ امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے کہ "اللہ امت محمدی کے دلوں کو غنا سے بھر دیگا اور ان میں اس کے عدل کی گنجایش پیدا ہوجائے گی"۔

مذکورہ عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ روایت امام احمد کا ماقبل ومابعد کہ اس تاویل کی تخریب اور ان کے مہدی کی صراحتاً تکذیب کرتا تھا حذف کر دیا۔[1]

واضح ہو کہ حضرت عالم باللہ نے سراج الابصار میں حدیثوں کے فقرے مضمون کے لحاظ سے متعدد مقامات پر نقل کئے ہیں، نمونہ کے طور پر چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) حدیث یملا الارض کی بحث میں ایک حدیث کا فقرہ جو دجال سے متعلق ہے اس طرح ذکر کیا ہے۔ فعاث یمینا وعاث شمالا یا عباد اللہ فاثبتوا (سراج الابصار صفحہ ۱۸)

(۲) قوم مہدی کی بحث کے ذیل میں نواس بن سمعان کی روایت کی ہوئی حدیث کا یہ فقرہ درج کیا ہے۔ ثم یاتی عیسی ابن مریم قوم قد عصمھم اللہ من فتنۃ الدجال فیمسح عن وجوھھم ویحدثھم بدرجاتھم الحدیث (سراج الابصار صفحہ ۹۰)

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۴

(۳) تاویل مباح وتفسیر حرام کی بحث کے ذیل میں جہاں امام مہدی کا مرتبہ بیان کیا ہے ایک حدیث کا یہ فقرہ درج کیا ہے۔ وجبریل مقدمته ومیکائیل ساقته (سراج الابصار ص) ایسی صورت میں یہ کہنا کہ صاحب سراج الابصار نے امام احمد کی روایت کا ماقبل و مابعد اس لئے حذف کر دیا کہ وہ امام مہدیؑ کی تکذیب کرتا تھا صحیح نہیں۔ اگر یہ عبارت بزعم مدعی امام مہدی کے خلاف ہونے کی وجہ سے حذف کرتے تو "جبریل مقدمته ومیکائیل ساقته" کی روایت پیش نہ کرتے کیونکہ منکرین کے لئے فرشتوں کا وجود ثابت کرنا دشوار ہے۔

میاں عالم باللہ نے قلوبا غلفا کی توضیح کی ہے اور اس کی تائید میں امام احمد کی روایت کا وہ حصہ پیش کیا ہے جس کو عبارت زیر بحث سے راست تعلق ہے۔ بقیہ امور جو حدیث میں مذکور ہیں ان کو مضمون زیر بحث سے ربط نہیں۔ امام احمد کی روایت ذیل میں درج کی جاتی ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابشری لکم بالمهدی رجل من قریش من عترتی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس وزلازل فیملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً ویرضی عنه ساکن السماء وساکن الارض یقسم المال صحاحا بالسویة بین الناس ویملأ قلوب امة محمد غنیً ویسعهم عدله حتی انه یامر منادیا فینادی من له حاجة الیّ فما یاتیه احد الا رجل واحد یاتیه یسئله فیقول ایت السادن حتی یعطیک فیاتیه انا رسول المهدی الیک لتعطینی مالا فیقول احث فیحثی ولا یستطیع ان یحمله فیلقی حتی یکون قدر ما یستطیع ان یحمله فیخرج به فیندم فیقول انا کنت اجشع امة محمد نفسا کلهم دعی الی هذا المال فترکه غیری فیرده علیه فیقول انا لا نقبل شیئا اعطیناه فیلبث فی ذلک ستا او سبعا او ثمانیا او تسع سنین والخیر فی الحیوة بعده۔

اس حدیث میں آٹھ امور مذکور ہیں۔

(۱) مہدی کا عترت رسول سے ہونا (۲) اختلاف و زلازل کا ظاہر ہونا (۳) عدل سے زمین کا بھر جانا (۴) اہل سما اور اہل زمین کا امام مہدی سے راضی ہونا (۵) مال کا علی السویہ تقسیم کرنا اور امت محمدؐ کے قلوب کا غنا سے بھر جانا (۶) منادی کا ندا کرنا (۷) ایک ہی شخص کا مال طلب کرنا اور پھر اس کو رد کرنا اور اس کا قبول نہ ہونا (۸) امام مہدی کا چھ سات آٹھ یا نو سال رہنا۔

ظاہر ہے کہ "یفتح قلوبا غلفا" کی توضیح کے لئے مذکورہ حدیث میں سے یملاء قلوب امة محمد الی آخرہ کے سوا کوئی دوسرا فقرہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا اب رہا معترض کا یہ کہنا کہ بقیہ امور امام علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں صحیح نہیں

(۱) امام علیہ السلام کا عترت رسول سے ہونا شیخ علی کے بیان سے بھی ظاہر ہے۔ آپ کی مہدیت کی مخالفت کرنے کے باوجود اس نے آپ کو اولاد فاطمہؓ سے تسلیم کیا ہے شیخ کی عبارت یہ ہے۔ بمجرد علمهم انه من اولاد الرسول واسمه محمد الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۱۶۶) یعنی صرف یہ جان کر کہ وہ اولاد رسول سے ہیں اور ان کا نام محمد ہے۔

خود شیخ کے باپ کا مولد جونپور ہے میر غلام علی آزاد کے بیان سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ مآثر الکرام میں "شیخ علی متقی" کے احوال میں یہ بیان کیا ہے "جونپوری الاصل برہان پوری المولد است"[ل] ۔

امام علیہ السلام کی سیادت سے متعلق شیخ کی گواہی کیا اس کے خاندانی معلومات پر مبنی نہیں ہے؟ اس سے قطع نظر صاحب جونپور نامہ اور صاحب تحفۃ الکرام کے بیان سے بھی آپ کا امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا ثابت ہے۔

(۲) ا۔ اختلاف حدیث میں مطلق آیا ہے یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ امام مہدیؑ کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ امت محمدیہ میں بیسیوں فرقے قائم ہو چکے تھے اگر اختلاف مسئلہ مہدیت سے متعلق کر دیا جائے تو بھی صحیح ہے اس لئے کہ امام علیہ السلام کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ امت محمدیہ میں مہدی کے باب میں اختلاف ہو چکا تھا جیسا کہ بیہقی نے بیان کیا ہے "اختلف الناس فی امر المهدی"

ل مآثر الکرام (طبع آگرہ ۱۳۲۸ھ) صفحہ ۱۹۲

(ب) اب رہے زلزلے تو یہ بھی امامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد قریبی زمانے میں زلزلے آئے ہیں۔

(ج) صاحب جونپور نامہ نے باب اول میں سلاطین شرقیہ کے احوال میں بیان کیا ہے کہ سلطان سکندر لودی نے ۹۰۵ھ میں جونپور پر حملہ کیا اور سلطان حسین کے حرکات کی پاداش میں یہ حکم دیا کہ سلاطین شرقیہ کی حویلیاں اور مقبرے منہدم کردئے جائیں۔ جونپور نامہ کی عبارت یہ ہے۔ "پس در سال نہصد و پنج بہ صوب جونپور مراجعت کرد و در پاداش حرکات سلطان حسین فرمان داد تا اماکن و مقابر سلاطین شرقیہ از پا در آرند" اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ

وقصرہای ملوکانہ کہ بایوان کیوان پہلوحی زد اکنوں پامال سم ستوران شد و در عرصۂ دو سال نامے و نشانے از آن نماند ..... طرفہ تر آنکہ در آن عرصہ زلزلۂ عظیم پدید آمد عمارات اہالی شہر از ہزارہا متجاوز بر زمین ریخت

شاہانہ قصر جو کیوان کی برابری کرتے تھے گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال ہوگئے اور دو سال کی مدت میں ان کا نام و نشان نہ رہا..... طرفہ یہ کہ اس مدت میں بہت بڑا زلزلہ آیا اہل شہر کی عمارتیں ہزاروں سے زیادہ زمین کے برابر ہوگئیں۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ ۹۰۵ھ اور ۹۰۷ھ کے درمیان زلزلے آئے اور امام مہدی علیہ السلام نے ۹۰۵ھ میں دعوی موکد فرمایا ہے

صاحب شذرات الذھب نے بھی ۹۰۸ھ کے واقعات میں یہ لکھا ہے کہ فیھا حصل بمدینۃ عدن زلازل عظیمۃ تواترت لیلا ونھارا[1] یعنی ۹۰۸ھ میں شہر عدن میں بڑے زلزلے رات دن متواتر آئے۔

(د) جس سال آپ کی رحلت ہوئی ہے بیرون ہند بھی زلزلے آئے ہیں۔ عبدالقادر العیدروس نے ۹۱۰ھ کے واقعات میں یہ لکھا ہے کہ وفیھا حصل بمدینۃ زبید زلزلۃ عظیمۃ[2] یعنی ۹۱۰ھ میں زبید نامی شہر میں بہت بڑا زلزلہ آیا۔ اس کے بعد زیلع نامی شہر میں بہت بڑے زلزلے کی وجہ سے گھروں کا گرجانا اور لوگوں کا ساحل کی طرف بھاگنا مذکور ہے۔ صاحب شذرات الذھب نے

---

[1] شذرات الذھب فی اخبار من ذھب (طبع مصر ۱۳۵۱ھ) الجزء الثامن صفحہ ۳۶ [2] النور السافر عن اخبار القرن العاشر (قلمی) جلد اول ورق ۳۵، تراجم عربی نمبر ۱۲۰۵، کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن۔

بھی اسی سال کے واقعات میں یہی لکھا ہے "فیہا حصل بمدینۃ زبید ومدینۃ زیلع زلزلۃ عظیمۃ شدیدۃ ہائلۃ وقع منہا دور وخرج اہل زیلع الی الصحرا خوفاً"[۱] زبید یمن میں ہے اور زیلع نوبہ اور حبشہ کے درمیان واقع ہے

(۲) آپ کی رحلت کے بعد سنہ ۹۱۱ھ میں ہندوستان میں بہت بڑا زلزلہ آیا فرشتہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے "ودر سنہ احدی عشرہ وتسعمائۃ روز یکشنبہ سیم ماہ صفر در آگرہ زلزلہ عظیم شد ...... ہم در آں روز در اکثر بلاد ہندوستان زلزلہ شدہ بود"[۲] یعنی سنہ ۹۱۱ھ میں اتوار کے دن ماہ صفر کی تیسری تاریخ کو آگرہ میں بڑا زلزلہ آیا ...... اور اسی دن ہندوستان کے اکثر شہروں میں بھی زلزلہ آیا تھا

حاصل یہ کہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے زمانہ میں زلزلوں کا آنا ثابت ہے یہ مہدی کے ظہور کی علامت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کے قبل بھی زلزلہ آیا تھا اور ایوان کسریٰ کے کنگرے گر پڑے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہدی زلزلوں کو روکینگے جیسا کہ صاحب ہدیہ مہدویہ نے بیان کیا ہے[۳]۔

(۳) ساری زمین کا عدل وانصاف سے بھر جانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اس کی تفصیلی بحث خود عالم باللہ نے حدیث یملاء الارض کے ذیل میں کی ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۶-۲۶) دوسرے یہ کہ امت محمدی کے قلوب کا غناء سے بھر جانا مذکور ہے یہ بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ الارض سے ساری دنیا مراد نہیں ہے کیونکہ دنیا میں دوسری امتیں بھی ہیں۔

نووی نے حدیث انا الماحی الذی یمحی بی الکفر (میں وہ مٹانے والا ہوں جس کی بدولت کفر مٹ جائیگا) کے ذیل میں یہ لکھا ہے

وجاء فی حدیث آخر تفسیر الماحی بانہ الذی محیت بہ سیئات من اتبعہ فیکون المراد بمحو الکفر ھذا[۴]	دوسری حدیث میں لفظ ماحی (مٹنے والا) کے معنی بیان کئے ہیں کہ ماحی وہ ہے جس کے طفیل میں اس کی اتباع کرنے والوں کی برائیاں مٹ جائیں تحقیق کہ کفر کے مٹ جانے سے بھی یہی مراد ہے

اسی طرح انہیں لوگوں کا عدل سے بھر جانا ثابت ہوگا جو امام علیہ السلام کی اتباع کرینگے۔

۱؎ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (طبع مصر) الجزء الثامن صفحہ ۴۴ ۲؎ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۸۲ (طبع نول کشور سنہ ۱۳۰۱ھ)
۳؎ ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور سنہ ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۰ ۴؎ منہاج شرح مسلم بر حاشیہ ارشاد الساری (طبع مصر سنہ ۱۳۰۵ھ) الجزء التاسع صفحہ ۲۱۴

(۴) اہل سما اور اہل زمین کا راضی ہونا۔

تمام اہل سما کے راضی ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ تمام اہل زمین بھی راضی ہوں۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ اذا احب عبدا قال لجبریل ان احب فلانا فاحبہ قال فیقول جبریل لاھل السماء ان ربکم یحب فلانا فاحبوہ قال فیحبہ اھل السماء قال ویوضع لہ القبول فی الارض[۱]

کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو کہا کہ پھر جبریل اہل سما سے کہتے ہیں کہ تمہارا رب فلاں بندے کو دوست رکھتا ہے تم بھی اسے دوست رکھو پس اہل سما اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین میں بھی ہو جاتی ہے۔

تمام انبیا و اولیا محبوب اہل سما ہیں لیکن روے زمین کے تمام افراد نے کسی نبی یا ولی کو محبوب نہیں رکھا۔ مخالفین نے بھی امام مہدی علیہ السلام کو اولیاے کبار سے تسلیم کیا ہے اس لحاظ سے بھی یہ فحواے حدیث اہل سما کا آپ سے راضی ہونا ثابت ہے

کلام اللہ میں رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم (حم السجدہ ع ۵)

نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی آپ نیک برتاؤ سے بدی کو ٹال دیا کیجیے پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائیگا جیسا کوئی ولی دوست ہوتا ہے۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلعم کے سب دشمن دوست نہ ہو سکے۔

(۵) مال کا علی السویہ تقسیم کرنا مہدویوں سے مختص ہو گیا یہاں تک کہ سویت ان کے ہاں اصطلاح ہو گئی ہے۔ اس سے قبل صفحہ ۱۴۵ پر بیان کیا گیا ہے کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ علائی کے حالات کے ضمن میں مہدویوں کے باب میں لکھا ہے کہ ”ہر گاہ چیزے از غیب میرسید قسمت بررؤس افراد بطریق سویت و عدالت میکردند“ یعنی جب کبھی غیب سے کچھ پہنچ جاتا تو علی السویہ (برابر برابر)

[۱] مسند احمد بن حنبل (طبع مصر) الجزء الثانی صفحہ ۲۶۷

سب پر تقسیم کرتے تھے۔

اسی طرح صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمدؒ کے ذیل میں لکھا ہے "ہر چہ دست داد باہمہ علی السویہ قسمت کردند و ذخیرہ برائے فردا نگاہ نداشتند" یعنی جو کچھ ملتا سب پر علی السویہ تقسیم کرتے اور دوسرے دن کے لئے کچھ نہ رکھتے۔

(۶) اب رہا امت محمدی کے قلوب کا غنا سے بھر جانا۔ یہاں امت محمدیہ سے مراد امت اجابت ہے یعنی امت محمدی کے وہ افراد جو امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کریں گے ان کے دلوں کا غنا سے بھر جانا مال کی تقسیم کا نتیجہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حدیث نبوی اس مضمون کے خلاف ہے

صحیحین میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے

قال لو كان لابن آدم واديان من مال لابتغى واديا ثالثا ولا يملاء جوف ابن آدم الا التراب[1]

رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر انسان کو دو وادی بھر مال دیا جائے تو تیسری وادی طلب کریگا اور آدمی کے شکم کو خاک کے سوا کوئی پر نہیں کر سکتا۔

بر سبیل تنزل امت کے ہر فرد کو دو دو وادی بھر مال دیا جانا بھی تسلیم کر لیا جائے تو امت کے قلوب کا غنا سے بھر جانا بہ فحوائے حدیث ثابت نہیں۔ عزیزی نے شرح جامع الصغیر میں حدیث ان لكل امة فتنة وفتنة امتى المال[2] (ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کے لئے فتنہ مال ہے) کے ذیل میں مال کی یہ صفت بیان کی ہے "يشغل البال عن القيام بالطاعة وينسى الآخرة" یعنی مال دل کو عبادت سے پھیر دیتا ہے اور آخرت کو بھلا دیتا ہے۔

اس سے قطع نظر جو اطاعت مال کے لئے ہو گی خالص اللہ کے لئے کیسے ہو گی، صاحب کشاف نے جعلنا بعضكم لبعض فتنة (بنایا ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمایش) کے ذیل میں یہ لکھا ہے

وانما بعثناك فقيرا ليكون طاعة من يطيعك خالصة لوجه الله من غير طمع دنيوى[3]

تحقیق ہم نے بھیجا آپ کو اے نبی فقیر بنا کے تاکہ آپ کی اطاعت کرنے والوں کی اطاعت خالص اللہ کے لئے ہو دنیوی طمع کے لئے نہیں۔

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۲۲۴ [2] کتاب التیسیر (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۳۲۹، ۳۳۰ [3] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ ۱۲۷۶ھ) النصف الثانی صفحہ ۹۷۱

عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں "حتی لا یقبلہ احد" (یہاں تک کہ مال کو کوئی قبول نہ کریگا) کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے

مردم را چوں رغبت در مال نہ ماند از آن اعراض نمایند و در بذل مال فضیلتے و ثوابے نماند پس نماند ذوق و محبت جز در نمازے۔

لوگوں کے دلوں میں جب مال کی رغبت نہ ہو تو اس سے کنارہ کش ہو جائنگے اور مال کی بخشش میں بزرگی اور محبت نظر نہیں آئیگی پس نماز ہی کی محبت اور ذوق باقی رہے گا۔

عزیزی نے بیان کیا ہے کہ مال دل کو عبادت سے پھیر دیتا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان سے ثابت ہے کہ دل میں جب نماز کی محبت ہو تو مال کی محبت باقی نہیں رہتی۔ صاحب شواہد الولایت کی روایت سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے

فرمودند ہر کہ طالب مال باشد بخدای تعالیٰ نرسد و ہر کہ طالب خدای تعالیٰ باشد مال نخواہد (باب ۱۳)

فرمایا کہ جو طالب مال ہوتا ہے وہ خدا تک نہیں پہنچتا اور جو طالب خدا ہوتا ہے وہ مال نہیں چاہتا۔

اس سے ظاہر ہے کہ جو طالب خدا ہوتا ہے اس کا دل غنا سے بھر جاتا ہے۔ غنائے قلوب کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خلق خدا' دولت' امارت اور منصب چھوڑ کر دائرہ مہدویہ میں سکونت ڈھونڈھتی تھی۔

(٦) منادی کا ندا کرنا۔ یہ بھی ثابت ہے اس لئے کہ دائرہ مہدویہ میں سویت کے لئے منادی کی جاتی تھی' صاحب انصاف نامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے "آواز در دائرہ بلند کردند کہ ہر کس مضطر باشد بگیرد" یعنی دائرہ میں منادی کی گئی کہ جو شخص مضطر ہو وہ لے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۳ میں یہ روایت کی ہے

چنانچہ از زبان مبارک آنحضرت صادر گشتہ بود بجمیع مردان و زنان گفتند کہ حضرت میران فرمودند ہر کرا مال درکار باشد برود و بگیرد ہمہ یکسان مردان و زنان بیک بار گفتند کہ مارا بجز از ذات باری تعالیٰ ہیچ درکار نیست

جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا تھا' میاں سید سلام اللہ نے سب مردوں اور عورتوں سے کہا کہ حضرت میراں نے فرمایا ہے جس کسی کو مال کی ضرورت ہو جائے اور لے سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کو خدا کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں

۵؎ اشعۃ اللمعات جلد رابع (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) صفحہ ۳۵۲

(۷) اب رہا ایک شخص کا مال لینا اور پھر اس کو رد کرنا اور اس کا قبول نہ ہونا بہ طور تمثیل ہے، وقوع ضروری نہیں مقصود کمال غنائے قلوب ہے قطع نظر اس کے مال لینے والا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے ایک حریص شخص ہوگا جیسا کہ خود اس کے الفاظ "کنت اجشع امۃ محمد نفسا (میرا نفس امت محمدیہ میں سب سے زیادہ حریص ہے) سے ظاہر ہے اس مرد حریص کی کونسی عظمت ثابت ہے جس کی وجہ سے اس کا ذکر حدیث میں کیا جائے۔ قطع نظر اس کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب اشعیا میں جو پیشین گوئی رسول اللہ صلعم کے متعلق کی گئی ہے اس طرح بیان کی ہے

وہمچنین ذکر کردہ حرم را کہ گرگ و بز بیک جا بچرند[1] | اسی طرح حرم کا ذکر کیا ہے کہ بھیڑیے اور بکرے ایک جگہ چرینگے

اگر حرم میں بھیڑیے اور بکرے ایک جگہ چرنے کے بجائے ہنگامہ ابن الزبیر اور فتنہ حجاج برپا ہو تو کیا رسول اللہ صلعم اس پیشین گوئی کا مصداق نہ ٹھیرینگے جو یہ روایت بھی بہ طور تمثیل کے ہے جس کا وقوع ضروری نہیں مقصود صرف یہ ہے کہ حرم میں قوی کا کمزور پر دراز دستی کرنا حرام ہے۔ اس حدیث میں بھی صرف ایک شخص کا آنا، مال لینا پھر واپس کر دینا وغیرہ بہ طور تمثیل کے ہے اس کا وقوع ضروری نہیں جس طرح کہ حرم میں بھیڑیے اور بکرے کا ایک جگہ چرنا ضروری نہیں ہے۔

(۸) امام مہدی علیہ السلام نے سنہ ۹۰۱ھ میں رکن و مقام کے درمیان دعوی مہدیت فرمایا اس لحاظ سے دعوے کے بعد ۹ برس زندہ رہنا ثابت ہے اور جب نو سال ثابت ہو جائیں تو ۷ یا ۸ سال ضمناً ثابت ہو جاتے ہیں۔

حاصل یہ کہ حضرت عالم باللہ نے امام احمد کی روایت کی ہوئی حدیث کا جو حصہ بیان کیا ہے وہ مضمون کی مناسبت سے تعالیتی "یفتح قلوبا غلفا" کی توضیح کے لئے حدیث مذکورہ سے "یملاء اللہ قلوب امۃ محمد الی آخرہ" کے سوا کوئی اور عبارت پیش نہیں کیجا سکتی تھی

صاحب عقد الدرر نے بھی حدیث زیر بحث کا صرف ایک حصہ ساتویں باب میں درج کیا ہے اور وہ "ساکن الارض[2]" پر ختم ہو جاتا ہے اور یہ بھی باب کے عنوان کی مناسبت سے ہے کیا اس پر بھی تحریف اور سرقہ کا اطلاق ہوگا؟

[1] مدارج النبوۃ (طبع نولکشور ۱۹۱۴ء) جلد اول ص ۵۰ [2] عقد الدرر الباب السابع صفحہ ۲۴۳ (حدیث عربی نمبر ۱۶۹ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

لغات کے معنی (الف) حضرت عالم باللہؑ نے حدیث ان اللہ یبعث علی راس کل مایۃ سنۃ کی شرح میں تنبیہ التحرز اور نووی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ وقال (قالوا) ان المجدد فی المایۃ العاشرۃ ھو المھدی (سراج الابصار صفحہ ۲۱۶) اس عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ "راس صدی سے انتہاء صدی مراد ہے اور ان کے پیر نوسو پانچ پر ہوئے پس دسویں صدی کے راس پر کس طرح مجدد ہوئے"[1] واضح ہو کہ راس کے معنی عربی میں ابتدا و انتہا دونوں ہیں مثلاً واعلٰی کلاملک من راس، از سر گوی (منتہی الارب) یہاں ابتدا مراد ہے اسی طرح راس آیۃ آخر آن یہاں انتہا مراد ہے۔

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ حدیث ابوداود میں راس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں صاحب سراج منیر شرح جامع الصغیر نے الذی بعث علی راس کل مایۃ سنۃ کے تحت یہ لکھا ہے کہ "علی راس ای اول"[2] صاحب کوکب منیر شرح جامع الصغیر نے یہ معنی لکھے ہیں کہ "قولہ علی راس کل مایۃ ای اولھا من الھجرۃ النبویۃ"[3] اور صاحب کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر نے اس طرح توضیح کی ہے علی راس ای اول او علی۔[4]

مولف ہدیہ مہدویہ کے برخلاف شارحین حدیث نے راس کے معنی "ابتدا" بیان کئے ہیں حضرت عالم باللہؑ نے ابتدا یا انتہا کی تو صراحت نہیں کی بلکہ صرف شارح حدیث کے الفاظ فی المایۃ العاشرۃ (دسویں صدی میں) نقل کئے ہیں "فی" عام ہے ابتدا، وسط اور انتہا سب اس سے مراد لئے جا سکتے ہیں۔ علاوہ اسکے صاحب کوکب منیر نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے

ولذا قال شیخنا المراد من راس کل مایۃ مایورخ بھا فی مدۃ المایۃ[5]	اس لئے ہمارے شیخ نے کہا کہ "راس کل مایۃ" سے مراد وہ تمام تاریخ ہے جو سو سال کی مدت میں لکھی جاسکے۔

مذکورہ عبارت سے تو تمام صدی مراد ہے اور یہی مفہوم صاحب ختم الہدی نے بھی (صفحہ ۶۷) ادا کیا ہے "معنی ابتدا کا کس نے خاص کیا پس ہر سو برس کی ابتدا یا وسط یا انتہا میں مجدد ہونا حدیث کا مفاد ہے"

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۸۲ [2] سراج منیر شرح جامع الصغیر (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۲ [3] کوکب منیر جلد اول صفحہ ۶۴۴ حدیث عربی نمبر ۲۱۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ [4] کتاب التیسیر شرح الجامع الصغیر (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۳ [5] کوکب منیر شرح جامع الصغیر صفحہ ۶۴۴ (حدیث عربی قلمی نمبر ۲۱۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

ایسی صورت میں علی راس کل مائۃ کا ترجمہ ہوگا ہر صدی میں یا ہر سو سال میں۔

(ب) صاحب سراج الابصار نے جو حدیثیں امام مہدیؑ کی شان میں وارد کی ہیں ان میں تین حدیثیں ایسی ہیں جن میں امام مہدیؑ کا شاب (جوان) اور غلام (لڑکا) ہونا مذکور ہے ایک میں "غلاما شابا حدثا" (سراج الابصار صفحہ ۲۰۸) کے الفاظ ہیں دوسری میں "ھو شاب مربوع من الوجہ" (سراج الابصار صفحہ ۲۱۰) مذکور ہے اور تیسری میں "یرجع الیھم شابا موفقا" (سراج الابصار صفحہ ۲۱۰) آیا ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے ان روایتوں پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "یہی روایات مذکورہ مسلمہ ان کے مہدی کی تکذیب کرتے ہیں اس واسطے کہ ان تینوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود جوان عالم شباب میں ہونگے اور ان کے مہدی نے جس وقت اٹھواں سال ان کی عمر کا شروع ہوا تب مہدویت کا دعویٰ کامل کیا اور ترسٹھ برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ پس یہ روایات ان کے حال کے منافی ہیں"[۱]۔

مذکورہ حدیثوں میں لفظ شاب کے معنی جوان لئے جائیں تو جب بھی یہ حدیثیں امام مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہیں جیسا کہ صاحب ختم الہدیٰ سبل السویٰ نے لکھا ہے

"مسود (یعنی مولف ہدیہ مہدویہ) باب دوم کی ابتدا میں لکھا ہے بارہ سال کے سن میں خضر علیہ السلام اور شیخ دانیال امام کو مہدی موعود جان کر تلقین ہوئے اور داناپور کے جنگل میں دو آدمی تصدیق کئے کرکے لکھا ہے ہمارے یہاں اس وقت تین آدمی کی تصدیق کی روایت ہے کہ سن شریف اس وقت کچھ اوپر تیس کا ہے"[۲]۔

آگے چل کے کہتے ہیں

"حدیث میں یہ ذکر تو نہیں ہے کہ مہدی جوان ہی جہان سے انتقال کرے ...... احادیث مذکورہ سے یہ ثابت ہے کہ سن غلامیہ (لڑکپن) سے مہدی موعود کی مہدویت ظاہر ہو اور ہمارے امامؑ کی مہدیت بھی ویسی ثابت ہے کہ مسود سر یکا منصب لکھا ہے ایسے دعوے تو ان کی کتابوں میں وقت پیدائش سے منقول چلے آتے ہیں الخ۔ پس معنی خبر متواتر کا یہی ہے"[۳]۔

اگر یہ بارہ سال کی روایت بھی نہ ہوتی تو حضرت مہدی علیہ السلام ان حدیثوں میں جو لفظ "شاب"

[۱] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۴۷ [۲] ختم الہدیٰ (طبع بنگلور) صفحہ ۶۱ [۳] ختم الہدیٰ (طبع بنگلور) صفحہ ۶۲

آیا ہے اس کا مصداق ٹھہرتے جیسا کہ رسول اللہ صلعم حدیث ذیل میں لفظ غلام (لڑکا) کا مصداق قرار پائے ہیں

معراج کی حدیث میں جو مسلم نے حضرت قتادہ رضہ سے روایت کی ہے یہ مذکور ہے

قیل ما یبکیک قال ابکی لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنۃ من امتہ اکثر ممن یدخلہا من امتی۔[1]

موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ تمہیں کیا چیز رلاتی ہے تو انہوں نے کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک لڑکا میرے بعد بھیجا گیا اور اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم لڑکپن میں صاحب امت نہیں تھے آپ چالیس سال کے سن میں مبعوث ہوئے جس طرح چالیس سال کے سن میں آپ لفظ غلام (لڑکا) کا مصداق قرار پاگئے ہیں اسی طرح امام مہدی علیہ السلام بھی لفظ شاب (جوان) اور غلام (لڑکا) کا مصداق ہوں گے خواہ آپ کسی سن میں ہوں

عبد الحق محدث دہلوی نے حدیث کے مذکورہ فقرہ کی شرح میں یہ لکھا ہے

گاہے غلام می گویند و مراد قوی طرب و شباب دارند اگر چہ در سن کہولت باشد لہذا اہل مدینہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم شاب می گفتند و ابوبکر صدیق را باوجو آنکہ صغیر سن بود از آنحضرت پیر میگفتند۔

کبھی لفظ غلام (لڑکا) کہتے ہیں اور اس سے مراد قوی طرب و شباب لیتے ہیں، اگرچہ سن کہولت میں ہو اس لئے اہل مدینہ رسول اللہ صلعم کو جوان کہتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو جو آنحضرت سے چھوٹے تھے پیر کہتے تھے۔

قطع نظر اس کے دوسری حدیث میں آیا ہے

مابعث اللہ نبیا الا شاباً[2]

نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مگر جوان

صاحب قاموس نے لفظ کہل کے ذیل میں یہ لکھا ہے "الکہل من وخطہ الشیب ورایت لہ بجالۃ او من جاوز الثلاثین او اربعا وثلاثین الی احدی وخمسین۔" کہل وہ ہے جس کے بالوں میں سفیدی آگئی ہو اور اس کی ذات میں وقار نمایاں ہو یا وہ شخص بھی کہل ہے جس کی عمر تجاوز کر گئی ہو تیس ۳۰ برس سے یا چونتیس ۳۴ سے اکاون ۵۱ تک۔ صاحب منتہی الارب نے بھی لفظ کہل کے ذیل میں شباب کا زمانہ ۱۶ سے ۳۲ سال تک بتایا ہے، حاصل یہ کہ بتیس ۳۲ یا چونتیس ۳۴ سال کے بعد شباب کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ کہل کا آغاز ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلعم کا چالیس سال کی عمر میں نبوت

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۵۳۱ (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد ۶ صفحہ ۱۱۹

پر حائز ہونا اظہر من الشمس ہے اس کے باوجود آپ لفظ شاب کا مصداق ہو سکتے ہیں تو امام مہدی علیہ السلام اس کا مصداق کیوں نہ ہوں خصوصاً جب کہ آپ نے چالیس سال کی عمر میں بامر الٰہی دعوت الی اللہ کے لئے جونپور سے ہجرت فرمائی ہے۔

روایات کی توضیح سراج الابصار کے آخر میں جو روایتیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے چند پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ امام مہدی علیہ السلام کے حسب حال نہیں ہیں۔ نمونہ کے طور پر صرف دو اعتراضات مع جوابات درج کئے گئے ہیں۔

حصون الضلالۃ کے معنی (الف) امام مہدیؑ کے متعلق یہ روایت کی گئی ہے یفتح حصون الضلالۃ وقلوبا غلفا الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۲۱۲) یعنی امام مہدی گمراہی کے قلعوں اور پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھولینگے“ اس کی توضیح میں حضرت عالم باللہؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ ”قلوبا غلفا“ عطف تفسیری ہے حصون الضلالۃ کے لئے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ توضیح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ”صاحب سراج الابصار نے اس حدیث کو اپنے مہدی پر منطبق کرنے کے واسطے حصون الضلالت بمعنی قلوب غلف کے لیا اور عطف تفسیری مقرر کیا تاکہ مطلب یہ ٹھہرے کہ مہدی قلعوں حقیقی کو فتح نہ کرینگے بلکہ فقط دلوں کو گمراہوں کے اپنے فیض سے فتح کر کے اپنے عدل سے بھر دیوینگے“[۱] مذکورہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب ختم الہدیٰ نے یہ لکھا ہے کہ ”اس حدیث میں حصون الضلالۃ اور قلوبا غلفا متعلق ہیں یفتح کے ساتھ اور رسولؐ حصون الضلالۃ یعنی گمراہی کے قلعے فرمانا کہ گمراہوں کے قلعے اگر قلعے حقیقی منظور ہوتے حصون المضلین کیوں نہ فرماتے اور یہ تفسیر اس لئے فرمائے کہ اندھے دلوں کے لوگ کہیں ایسا الٹا معنی نہ کریں“ (صفحہ ۱۱۴) راقم کہتا ہے کہ امام مہدیؑ کے باب میں ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے جس میں لفظ ”الضلالۃ“ استعمال ہوا ہے۔ اس حدیث سے لفظ زیر بحث کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

ومنا المھدی وبہ یبتر اللہ الھدی وبہ تطفی نیران الضلالۃ الی آخرہ[۲]	انہیں سے مہدی ہونگے اور انہیں سے خدا ہدایت پھیلائیگا اور انہیں سے گمراہی کی آگ بجھائی جائیگی۔

”نیران الضلالۃ“ میں ضلالت یعنی گمراہی کو نار یعنی آگ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ”حصون الضلالۃ“ میں ضلالت کو

[۱] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۴ [۲] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۹

قلعوں سے تنبیہ دی گئی ہے۔

سکینہ و وقار کا مفہوم

(ب) امام مہدیؑ کے باب میں یہ بھی وارد ہے بای شئی یعرف الامام المہدی قال بالسکینۃ والوقار الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۲۱۰) یعنی مہدی کس چیز سے پہچانے جائینگے تو کہا سکینہ و وقار سے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے حسب حال نہیں ہے۔ اس کے بعد سندھ کے واقعہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ "میراںؑ نے سر مجلس قاضی غریب کی پگڑی اس کے سر سے اتار کر اپنے زانو پر رکھ لی کہ پگڑی چھیننا اس کو کہتے ہیں۔"

صاحب مطلع الولایت نے باب ششم میں لکھا ہے کہ جب قاضی نے کہا کہ یہاں کے فرمانروا کا حکم ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تو امام علیہ السلام نے یہ جواب دیا

ملک سند از آن بادشاہ سند است و قطعہ گجرات از آن حاکم گجرات بوم ملک خراسان (از آن) حاکم و ضابط خراسان ہر ملکے را و ہر شہرے را بزعم خود ہر کسے حکم وراثت دارد پس اند کے زمین خدا بجائے خالص خدائی را باشد کہ تا آنجا بندگان خدا محض خدائے را عبادت کنند حیران شدہ گفت آیا دستار کسے بزور خواہید گرفت۔ (مطلع الولایت باب ششم)

ملک سندھ بادشاہ سندھ کا اور قطعہ گجرات حاکم گجرات کا اور سرزمین خراسان حاکم خراسان کی ہر ملک اور ہر شہر کا ایک ایک شخص اپنے خیال میں وارث ہے پس خدا کی تھوڑی زمین بتاؤ جو خالص خدا کے لیے ہو تاکہ بندگان خدا خالص اللہ کے لئے عبادت کریں قاضی نے حیران ہو کر کہا کیا کسی کی دستار زبردستی چھین لو گے۔

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ "میراںؑ نے سر مجلس قاضی غریب کی پگڑی اس کے سر سے اتار کر اپنے زانو پر رکھ لی۔" قدیم ترین کتب سیرت یعنی بندگی میاں عبدالرحمٰنؓ کے مولود میں تتہ (ٹھٹھ) کے واقعات کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے "بعدہ قاضی گفت کہ دستار کسے گرفتن میخواہید حضرت میراں دستار قاضی گرفتہ بر زانوی خویش نہادہ فرمودند اے قاضی دستار کسے گرفتن این نوع باشد ہمچنین دستار از کجا گرفتیم" یعنی اس کے بعد قاضی نے کہا کیا کسی کی دستار لینا چاہتے ہو تو حضرت میراںؑ نے قاضی کی دستار لے کے اپنے زانو پر رکھ کر فرمایا اے قاضی کسی کی دستار لینا ایسا ہوتا ہے اس طرح ہم نے کس کی دستار لی ہے؟

مذکورہ عبارت میں "دستار قاضی گرفتہ" کے الفاظ ہیں یہ صراحت نہیں ہے کہ دستار سر سے لی گئی اگر واقعہ یہ ہوتا تو صاحب مولود یوں لکھتے "دستار از سر قاضی کشیدہ" قرینہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی جواب سے عاجز ہو کر اپنی پگڑی ہاتھ میں لے کے امام علیہ السلام سے کہا ہو گا کیا کسی کی پگڑی

پہنچیں گے اور یہ مستبعد نہیں۔ اس سے قبل مہدوی مبلغین کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ
محمد بن طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے میاں شیخ مصطفیٰ پٹنی گجراتی کی تبلیغ سے عاجز آ کر اپنے سر سے
پگڑی اتار کے پھینک دی تھی (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۲)

حاصل یہ کہ بندگی میاں شاہ عبدالرحمن رحؒ کی روایت میں قاضی کے سر سے پگڑی اتارنے کی صراحت
نہیں ہے برسبیل تنزل تسلیم بھی کریں تو یہ امر منافی منصب مہدیت نہیں ہے

مواہب لدنیہ میں رسول اللہ صلعم کے اخلاق کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے

بل کان رحیما بالمومنین رفیقا بھم شدیدا علی الکفار غلیظا علیھم[۱]

رسول اللہ صلعم مومنین کے حق میں رحیم تھے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے کفار پر سخت اور شدید تھے۔

آپ نے گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کا خون ہدر فرما دیا تھا یعنی جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو

صاحب مدارج النبوت نے بیان کیا ہے کہ

از میان مردان چہار کس مقتول شدہ و ہفت مامون ماندند و در مواہب لدنیہ از زنان چہار زن بقتل رسیدند و در یکی اختلاف است و دو مامون شدند[۲]

مردوں میں سے چار آدمی قتل ہوئے اور سات کو امن دیا گیا، مواہب لدنیہ میں مذکور ہے کہ چار عورتیں قتل کی گئیں ایک کے بارہ میں اختلاف ہے اور دو کو امن دیا گیا۔

کفار پر شدید ہونا سکینہ و وقار کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ قاضی کے سر سے پگڑی اتارنا بھی شدیدا
علی الکفار کا مصداق ہوگا۔

اگر یہ واقعہ قابل اعتراض سمجھا جائے اور اس کو منصب مہدیت کے منافی قرار دیا جائے تو اس سے
سنگین اعتراض حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوتا ہے جنھوں نے ہارون علیہ السلام کو ان کے سر کے بال
اور ان کی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ آیہ "لا تاخذ بلحیتی و لا براسی" (سورۂ طٰہٰ ع) (مت پکڑ میری ڈاڑھی کو اور
میرے سر کو) اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہو کے انتہائی غضب سے ان کی پیشانی کے بال ایک ہاتھ میں اور ان کی ڈاڑھی
ایک ہاتھ میں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

[۱] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزو اول صفحہ ۲۸۸ [۲] مدارج النبوۃ (طبع نول کشور سنہ ۱۹۱۴) جلد دوم صفحہ ۲۹۶

جب ایک نبی کا دوسرے نبی کی ڈاڑھی پکڑ کے کھینچنا سکینہ ووقار کے خلاف نہیں ہو سکتا تو بھلا امام علیہ السلام کا ایک دنیا پرست قاضی کی تفہیم کے لئے اس کی پگڑی اپنے ہاتھ میں لے کے اپنے زانو پر رکھ لینا کس طرح سکینہ ووقار کے خلاف ہوگا۔

اس سے قطع نظر جب رکانہ نے رسول اللہ صلعم سے دلیل نبوت طلب کی تو آپ نے پہلے اس کو دو دفعہ پچھاڑا۔ سیرۃ ابن ہشام میں ابن اسحٰق سے یہ مروی ہے

قال ابن اسحٰق: وحدثنی ابی اسحٰق بن یسار قال: کان رکانۃ ابن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف اشد قریش فخلا یوما برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی بعض شعاب مکۃ فقال لہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا رکانہ ألا تتقی اللّٰہ وتقبل ما ادعوک الیہ قال انی لو اعلم ان الذی تقول حق لاتبعتک قال، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أفرأیت ان صرعتک اتعلم ان ما اقول حق، قال نعم قال فقم حتی اصارعک قال فقام رکانۃ الیہ فصارعہ فلما بطش بہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اضجعہ وھو لا یملک من نفسہ شیئا ثم قال عد یا محمد فعاد فصرعہ ثم قال یا محمد، واللّٰہ ان ھذا للعجب[۱]

ابن اسحٰق نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے اسحٰق بن یسار نے کہا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف نہایت سخت زور آور آدمی تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلعم سے مکہ کی ایک گھاٹی میں تنہا ملا رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے رکانہ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اور میں جس چیز کی تجھے دعوت دیتا ہوں اس کو قبول نہیں کرتا۔ اس نے کہا اگر میں یہ جان لوں کہ آپ جو کہہ رہے ہیں سچ ہے تو میں ضرور آپ کی پیروی کرونگا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر میں تجھ کو پچھاڑ دوں تو کیا یہ جان لے گا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حق ہے اس باب میں تیری کیا رائے ہے، اس نے کہا ہاں (آپ کو برحق مان لونگا) رسول اللہ صلعم نے فرمایا اٹھو کہ میں تم سے کشتی لڑوں کہا کہ رکانہ اٹھ کے حضرت کے پاس آیا پس آپ اس سے کشتی لڑے پس جب رسول اللہ نے زور کیا اس کو پچھاڑ دیا اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر رکانہ نے کہا اے محمد پھر کشتی لڑو آپ نے اس سے کشتی لڑ کے پھر پچھاڑا اس نے کہا کہ قسم بخدا یہ تعجب کی بات ہے۔

[۱] سیرۃ ابن ہشام (طبع مطبع حجازی قاہرہ) الجزء الاول صفحہ ۴۱۸

کشتی میں آدمی اپنے حریف سے مقابلہ کرتے وقت ہیجان میں آجاتا ہے کیا اس بنا پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم غضبناک ہوگئے تھے ہرگز نہیں اسی طرح امام علیہ السلام نے قاضی کی پگڑی اتارے غصب کے مفہوم کی توضیح کی کیونکہ وہ اپنی غلط بیانی سے اہل مجلس کو فریب دے رہا تھا یہ سب تکمیل حجت کے لئے تھا اس کو غضب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس سے قبل اخلاق مہدیؑ کے ذیل میں ہم نے امام علیہ السلام کے حلم کا ثبوت دے دیا ہے۔ اس سے قطع نظر طلب دلیل ثبوت کے جواب میں رسول اللہ صلعم کا رکانہ سے دو دفعہ کشتی لڑنا کیا سکینہ و وقار کے خلاف سمجھا جائیگا؟

(ج) صاحب سراج الابصار نے دلیل اخلاق کے اختتام پر یہ روایت بھی پیش کی ہے "لا یترک بدعۃ الا ازالھا ولا سنۃ الا اقامھا" (سراج الابصار صفحہ ۲۱۶) یعنی مہدی موعود کسی بدعت کو بغیر مٹائے اور کسی سنت کو بغیر قائم کئے ہوئے نہ چھوڑینگے۔ اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ آپ عمل کرینگے اور دوسروں کو اس کا حکم دیں گے۔

نماز لیلۃ القدر مولف ہدیہ مہدویہ نے اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث مدعی مہدیت کے حسب حال نہیں ہے اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ "پانچ نماز کے سوا ایک چھٹی نماز فرض ٹھہرائی اور زکوٰۃ کے سوا ایک عشر نیا ایجاد کیا"[1]۔

عشر کا اثبات تو اس سے قبل صفحہ ۱۴۷ پر ہو چکا اب یہاں "چھٹی نماز" یعنی دوگانہ لیلۃ القدر سے بحث کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد انا انزلناہ فی لیلۃ القدر (بیشک ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے) میں انزلنا کا جو مفعول ہے باتفاق مفسرین قرآن مجید ہے اس کے یہ معنی ہوے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا خود کلام اللہ سے ثابت ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان سے متعلق ہے کسی دوسرے مہینے سے نہیں۔ آیہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ (ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے) (البقرۃ ع ۲۳) اس پر شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کا فضل و شرف اس طرح بیان کیا ہے

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع نولکشور ۱۲۹۳ء) صفحہ ۱۴۸

لیلۃ القدر خیر من الف شہر
تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن
ربہم من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر

شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور
روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں، ہر کام
کی سلامتی ہے وہ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو۔

محمد بن جریر طبری نے جامع البیان میں اس آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے

حدثنا ابن حمید قال ثنا حکام بن سلم
عن المثنی بن الصباح عن مجاھد قال
کان فی بنی اسرائیل رجل یقوم اللیل
حتی یصبح ثم یجاھد اللہ و بالنہار حتی
یمسی ففعل ذلک الف شہر فانزل اللہ
ھذہ الآیۃ لیلۃ القدر خیر من الف
شہر قیام تلک اللیلۃ خیر من عمل
ذلک الرجل۔[1]

حدیث بیان کی ہم سے ابن حمید نے کہا کہ روایت کی حکام
بن سلم نے مثنی بن الصباح سے اور انہوں نے مجاہد سے کہ بنی اسرائیل
میں ایک شخص تھا جو تمام رات عبادت کرتا اور دن تمام راہ خدا میں
دشمن سے جہاد کرتا تھا، ہزار مہینے تک اس کا یہی عمل رہا پس اللہ تعالی
نے یہ آیت نازل کی کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے
اس رات کا عبادت کرنا اس شخص کے ہزار مہینوں کے
عمل سے بہتر ہے۔

امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت درج کی ہے

قال مجاھد کان فی بنی اسرائیل رجل یقوم
اللیل حتی یصبح ثم یجاھد حتی یمسی
ففعل ذلک الف شہر فتعجب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون
من ذلک فانزل اللہ ھذہ الآیۃ
ای لیلۃ القدر لامتک خیر من
الف شہر لذلک الاسرائیلی الذی
حمل السلاح الف شہر۔[2]

مجاہد نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات تمام
عبادت کرتا تھا اور دن تمام جہاد کرتا تھا، اس نے
یہ عمل ہزار مہینے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
مسلمان اس سے متعجب ہوئے، پس اللہ تعالی نے
یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے رسول لیلۃ القدر آپ
کی امت کے لئے بہتر ہے اس اسرائیلی کے ہزار مہینوں
سے جس نے ہزار مہینے جہاد کیا۔

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الثلاثون ص ۱۶۷ [2] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ ۱۳۰۸ھ) الجزء الثامن صفحہ ۶۳۰

محمد بن جریر طبری نے اس آیت کے ذیل میں یہ بھی بیان کیا ہے

واشبه الاقوال فی ذلک بظاهر التنزیل قول من قال عمل فی لیلة القدر خیر من عمل الف شهر لیس فیها لیلة القدر، واما الاقوال الاخر فدعاوی معان باطلة لادلالة علیها من خبر ولا عقل ولاهی موجودة فی التنزیل[۱]۔	آیت قرآن کے ظاہر سے زیادہ مشابہ اس شخص کا قول ہے جو یہ کہتا ہے کہ لیلۃ القدر میں عمل کرنا ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ اب رہے دوسرے اقوال تو وہ معانی باطلہ کے دعوے ہیں، ان پر نہ حدیث دلالت کرتی ہے اور نہ عقل اور نہ یہ آیت میں موجود ہیں۔

ان روایتوں سے واضح ہو گیا کہ لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینے عبادت کرنے اور جہاد کرنے سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اس طرح لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرنا متضمن امر ہے جو اس جانب نہایت واضح اشارہ کر رہا ہے کہ تمام امت پر فرض ہے کہ اس رات کی عبادت ترک نہ کرے۔ اگر یہ عبادت قابل ترک سمجھی جائے تو اللہ تعالیٰ کا اس قدر اس کی فضیلت بیان کرنا نعوذ باللہ لایعنی سمجھا جائیگا اگر لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرنا متضمن امر نہ ہو تو کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں جنت کی توصیف فرمائی ہے اس "فوز عظیم" کے حصول کی سعی بھی فرض نہیں سمجھی جائیگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جن امور کی مذمت کرتا ان سے بچنا بھی فرض نہ ہوگا۔

اب رہی لیلۃ القدر کی تاریخ تو حضرت ابن عباسؓ کے ہاں ستائیسویں رمضان ہے۔ امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت درج کی ہے

عن ابن عباس انه قال لیلة القدر تسعة احرف وهو مذکور ثلاث مرة فتکون السابعة والعشرین[۲]۔	ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے کہا لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور یہ تین دفعہ مذکور ہے، پس ستائیسویں ہوتی ہے۔

[۱] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الثلاثون صفحہ ۱۶۳ [۲] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ ۱۳۰۸ھ) الجزء الثامن صفحہ ۶۳

ابوداود نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رض سے یہی روایت کی ہے

حدثنا عبد اللہ بن معاذ ثنا ابی اخبرنا شعبۃ عن قتادۃ انہ سمع مطرفا عن معاویۃ بن ابی سفیان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ القدر قال لیلۃ سبع وعشرین۔[1]	حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن معاذ نے حدیث بیان کی ہم سے والد نے کہ خبر دی ہمیں شعبہ نے قتادہ سے کہ انہوں نے مطرف سے سنا اور انہوں نے معاویہ بن ابوسفیان سے اور انہوں نے نبی علیہ السلام سے لیلۃ القدر کے باب میں کہ یہ ستائیسویں رات ہے۔

حنفیہ نے بھی اسی تاریخ کو اختیار کیا ہے۔ صاحب تفسیر حسینی نے لیلۃ القدر کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے

اصحاب امام شافعی رح بست ویکم وبست وسوم را اختیار کنند وحنفیہ شب بست وہفتم را۔[2]	اصحاب امام شافعی رح اکیس ۲۱ اور تئیس ۲۳ کو اختیار کرتے ہیں اور حنفیہ ستائیس ۲۷ کو۔

رسول اللہ صلعم کے عمل سے متعلق صاحب مشکوۃ نے حضرت ابوذر رض سے روایت کی ہے کہ

قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشہر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت	حضرت ابوذر رض نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ روزہ رکھا ہمارے ساتھ ماہ رمضان میں قیام لیل نہیں فرمایا یہاں تک کہ سات راتیں باقی رہ گئیں پس ہمارے ساتھ نماز پڑھی یہاں تک کہ رات کا ایک ثلث گزر گیا پس جب چھ راتیں رہ گئیں تو آپ نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی جب پانچ راتیں رہ گئیں تو ہمارے ساتھ نماز پڑھی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی (ابوذر رض کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کی یا رسول اللہ کاش آج کی رات آپ ہمیں زیادہ نماز پڑھاتے۔ رسول اللہ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام بعد ختم نماز واپس ہو جائے اس تمام رات کی عبادت شمار ہوگی جب چار راتیں باقی رہ گئیں

[1] سنن ابوداود (طبع مصر سنہ ۱۲۹۰) الجزء الاول ص ۱۳۹ [2] تفسیر حسینی (طبع مطبع احمدی کانپور سنہ ۱۳۱۳) ص ۲۰۲

الثالثة جمع اهله ونساءه والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیة الشهر رواه ابوداود والترمذی والنسائی وروی ابن ماجه نحوه الا ان الترمذی لم یذکر ثم لم یقم بنا بقیة الشهر[۱]

تو آپ نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ رات کا ایک ثلث باقی رہ گیا۔ جب تین راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ستائیسویں شب کو) رسول اللہ نے اپنے اہل بیت کو عورتوں کو اور لوگوں کو جمع کیا۔ پس ہمارے ساتھ نماز پڑھی یہاں تک کہ ہمیں فلاح کے فوت ہونے کا خوف ہوگیا (راوی کہتے ہیں کہ) یعنی ابوذرؓ سے کہا فلاح کیا ہے کہا کہ سحری' پس رمضان کی باقی راتوں میں رسول اللہ نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی روایت کی ہے اس کی ابوداود' ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے مگر یہ کہ ترمذی کی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ نے رمضان کی باقی راتوں میں ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ امام علیہ الصلوۃ والسلام نے بامر اللہ ستائیسویں رمضان کو کاہہ علاقہ ٹٹہ (ٹھٹہ) میں نماز لیلۃ القدر ادا کی۔ صاحب انتخاب المواليد نے باب پنجم کے آخر میں یہ روایت کی ہے

پس حضرت ہماں زمان از فرمان حق تعالیٰ بیرون آمدہ بانگ نماز گویانیدہ ہمہ مردمان وزنان را جمع کردہ خود امام شدہ دو رکعت نماز "دوگانہ لیلۃ القدر" قرائت باآواز بلند خواندہ ادا کردند الی آخرہ۔

پس امام علیہ السلام نے اس وقت بامر اللہ باہر آکے اذاں دلوائی سب مردوں اور عورتوں کو جمع کرکے "دوگانہ لیلۃ القدر" کی دونوں رکعتیں باواز بلند قراءت سے ادا کیں۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہوئی حدیث جو اوپر درج کی گئی ہے اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائیسویں شب کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھی

[۱] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۲ھ) جلد اول صفحہ ۵۴۵

اور پھر اس کے بعد نماز نہیں پڑھی، دوسرے یہ کہ آپنے اہل بیت، عورتوں اور لوگوں کو جمع کر کے نماز ادا کی۔ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی نماز پنجگانہ کے لئے ایسا اہتمام کیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہتمام کی تقلید عالم اسلام میں نظر نہیں آیگی آجکل تو کیا سنین ماضیہ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہاں دائرہ مہدویہ میں اب بھی وہی اہتمام باقی ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا نماز لیلۃ القدر پڑھنا بہ ارشاد کلام اللہ و باتباع رسول اللہ تعالیٰ اس کو بدعت کہنا عین بے دینی ہے۔

ترکیب نحوی شیخ علی کے رسالۂ الرد کی عبارت یہ ہے

فان قیل حدیث من کذب بالمهدی صریح فی ان انکاره کفر فالجواب علی التنزل من ان الحدیث آحاد ضعیف وعلی تقدیر صحته فلا یفید الا الظن فلا یجزم بکفر جاحده بهذا الحدیث ان الحدیث انما یدل علی وجوب اعتقاد مهدی ما لا المهدی المعین (سراج الابصار صفحہ ۱۳۸، ۱۴۳)

مذکورہ عبارت پر صاحب سراج الابصار نے یہ تبصرہ کیا ہے

والاولیٰ ان یقول لان الحدیث باللام الجارۃ لیکون علۃ لقوله فلا یجزم بکفر جاحده اومع ان الحدیث (سراج الابصار صفحہ ۱۴۴)

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ تبصرہ پر اعتراض کرتے ہوئے شیخ کی عبارت کی ترکیب نحوی اس طرح کی ہے

"فالجواب مبتدا ہے اور ان الحدیث اس کی خبر ہے فلا یجزم کی علت نہیں اور من ان الحدیث متعلق ہے تنزل مصدر سے وہ مبتدائے مذکور کی خبر نہیں واقع ہوا ہے ورنہ متنزل منہ کون ہے اور حرف من اس پر کیوں ہے" (ہدیہ مہدویہ کانپور ۱۲۹۳ھ صـ ۲۱۸)

راقم الحروف کہتا ہے کہ مذکورہ ترکیب صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جواب علی التنزل کے

مبتدا ہونے کو معترض نے بھی تسلیم کیا ہے اور جواب علی التنزل اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ مجیب خصم کے دعوے کو تسلیم کرتے ہوئے پھر اس کے دعوے پر اعتراض کرے اور یہ اعتراض من آن الحدیث سے شروع ہوکر بھذا الحدیث پر ختم ہو جاتا ہے۔

اب اس کے بعد مجیب اپنے مقولہ پر کوئی تعلیل پیش کرسکتا ہے یا تائید اس طرح سے "ان الحدیث انما یدل" میں لان الحدیث یا مع ان الحدیث ہوتا تو اولیٰ ہوتا جیسا کہ صاحب سراج الابصار نے فرمایا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت عالم باللہ نے شیخ علی کی زبان پر گیارہ مقامات پر تبصرہ کیا ہے سب کو چھوڑ کر مولف ہدیہ مہدویہ نے صرف اسی تبصرہ سے تعرض کیا جس میں میاں عالم باللہ نے اولیٰ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اولیٰ کا لفظ بتا رہا ہے کہ شیخ کی عبارت بھی معنی دے سکتی ہے لیکن بہ تکلف۔ امر اول یہ کہ ان الحدیث انما یدل "فان قیل" کا جواب نہیں ہوسکتا کیونکہ "مہدی ما" کا تحقق آخر کسی نہ کسی مہدی معین میں ہوگا۔ یعنی کسی نہ کسی مہدی کے اعتقاد کا واجب ہونا اس امر کو تو مقتضی ہے کہ آدمی اس مہدی موعود کا معتقد ہو جس کا مہدی ہونا نفس الامر میں ثابت ہے۔ اس سے قطع نظر حدیث میں المہدی الف لام کے ساتھ آیا ہے اس کے باوجود اس کی توضیح "مہدی ما" (کوئی مہدی) سے کرنا تکلف سے خالی نہیں۔ امر دوم یہ کہ فالجواب مبتدا اور ان الحدیث اس کی خبر (جیسا کہ معترض نے اس کو قرار دیا ہے) کے درمیان تین جملے آجانے کی وجہ سے تعقید پیدا ہو رہی ہے۔

صاحب سراج الابصار نے شیخ کی عبارت میں دو طریقے پر اصلاح فرمائی تھی یعنی لان لایا جائے یا مع ان۔ مولف ہدیہ مہدویہ لان سے تعرض کرکے مع ان سے انجان ہوگیا۔

سراج الابصار کا اہم مبحث

یعنی

دلیل اخلاق

امام مہدیؑ کے باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں شیخ علی کا یہ ادعا ہے کہ وہی شخص مہدی ہوگا

جس میں تمام احادیث کے معانی پائے جائیں اور اگر بعض احادیث ہی سے مہدی متحقق ہو جائے تو باقی کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوگا (سراج الابصار صفحہ ۱۵۶)

صاحب سراج الابصار کا یہ استدلال ہے کہ جو روایتیں مہدی کے باب میں وارد ہیں ان میں لیل و نہار کا اختلاف ہے مسئلہ مہدیت بھی تو ایک امر دینی ہے جس کا تعلق عقائد سے ہے۔ مجتہدین نے تمام حدیثوں سے تمسک نہیں کیا بعض حدیثوں کو تو انہوں نے اصل مدار قرار دیا بعض روایتوں کو ترک کر دیا اور بعض کی تاویل کی یہی عمل ان روایتوں کے ساتھ ہوگا جو امام مہدی کے باب میں وارد ہیں۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی اس امر کا ادعا کیا ہے کہ مہدی کے باب میں جس قدر حدیثیں وارد ہوئی ہیں سب کا مہدی میں پایا جانا ضروری ہے اور عامۃ الناس کو فریب دینے کے لئے یہ مثال دی ہے کہ "مثال اس کی محسوسات میں یہ ہے کہ رسی بالوں کی بسبب اجتماع و اتفاق بالوں کے کس قدر قوی و مضبوط ہو جاتی ہے حالانکہ بجز بالوں کے اس میں اور کچھ نہیں ہے اور ہر ہر بال علحدہ نہایت ضعیف تھا"[1]

راقم کہتا ہے کہ اگر اسی اصول پر عمل کیا جائے اور صحاح ستہ و دیگر مسانید و معاجم کی وہ تمام روایتیں ایک جا جمع کر دی جائیں جو روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق ہیں تو ایسی بیسیوں رسیاں بن جائینگی جن میں سے ایک بھی کام کی نہ ہوگی۔ مثلاً شیخ علی مولف کنز العمال نے کتاب الصلوٰۃ میں ساڑھے چار ہزار سے زیادہ حدیثیں درج کی ہیں[2] بلا استثناء ان تمام حدیثوں پر عمل کرکے نماز ادا کرنا دشوار ہے بس یہی حالت مہدیت کی ہے۔ یہ کہنا کہ تمام کی تمام حدیثوں کے معانی ایک ہی شخص میں پائے جائیں صحیح نہیں۔ اس سے قطع نظر وہ حدیثیں جو صحاح میں مہدی کے باب میں وارد ہیں ان میں اور ان حدیثوں میں جو عقد الدرر یا العرف الوردی جیسے رسالوں میں جمع کی گئی ہیں غور کیا جائے تو خود معلوم ہو جاتا ہے کہ ان علما کا عقیدہ علامات مہدی کی حد تک کس قدر مختلف ہے۔

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۶۷ [2] کنز العمال (طبع حیدر آباد دکن) جلد چہارم صفحہ ۶۱ - ۲۹۲

صاحب سراج الابصار کا استدلال یہ ہے کہ مجتہدین کے اجتہاد پر غور کرو مسائل دینیہ میں سے کوئی مسئلہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس میں وہ متفق ہو گئے ہوں اور اختلاف نہ کیا ہو اس سلسلہ میں آپ نے کہا ہے کہ

"اگر شیخ بہ نظر انصاف ان صحیح حدیثوں کو دیکھے جو رفع یدین پر دلالت کرتی ہیں تو انہیں دس سے بھی زیادہ پائے کہ وہ تحت ضبط داخل ہوسکیں لیکن باوجود اس کے ان کی احناف کے ہاں تاویل کی گئی ایسے ہی جو حدیثیں مقدار قلتین پانی کی طہارت پر دال ہیں وہ حنفیوں کے نزدیک ترک کر دی گئی ہیں اور طہارت ماء کے لئے وہ دردہ کا جو اندازہ مقرر کیا گیا ہے اس کے لئے تمام محدثین کے نزدیک کوئی اصل موجود نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے جیسا کہ مصابیح کی شرح فقاعی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے لیکن باوجود اس کے حنفیوں کا یہی مذہب ہے" (سراج الابصار صفحہ ۱۵۸)

امام مہدی کی علامتوں کے باب میں بھی مجتہدین غور و خوض کرتے تو ایسے ہی مختلف الرائے ہوتے۔ علما نے بھی امام مہدی کی علامتوں کے باب میں اختلاف کیا لیکن تشخیص علامات مہدی قطعی نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ایک جماعت نے کوئی رائے ظاہر کرنے سے توقف کیا جیسا کہ صاحب سراج الابصار نے بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) کی شعب الایمان سے یہ روایت کی ہے

اختلف الناس فی امر المھدی فتوقف جماعة واحالوا العلم الی عالمه واعتقدوا انه واحد من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخلقه متی شاء ویبعثه نصرة لدینه (سراج الابصار صفحہ ۱۵۸)	امام مہدی کے بارہ میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے اس لئے ایک گروہ نے توقف کیا اور اس کے علم کو اس کے عالم کے حوالے کر دیا اور اپنا یہ عقیدہ رکھا کہ وہ اولاد فاطمہ سے ایک شخص ہوگا جسے اللہ جب چاہے گا اپنے دین کی مدد کے لئے پیدا کریگا اور مبعوث فرمائیگا۔

ظاہر ہے کہ توقف اسی وقت ہوا کرتا ہے جب کہ دلائل میں تعارض ہو اور ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دی جا سکے۔ شعب الایمان کی روایت کی تائید تفتازانی (المتوفی ۷۹۱ھ) کے بیان سے ہو جاتی ہے۔ شرح مقاصد کے آخر میں یہ کہتے ہیں

مذھب العلماء الی انہ امام عادل من ولد فاطمہ یخلقہ اللہ متی شاء ویبعثہ نصرۃ لدینہ[1]	علماء کا مذہب یہ ہے کہ مہدی امام عادل اولاد فاطمہ سے ہیں اللہ نہیں جب چاہے گا پیدا کرے گا اور دین کی نصرت کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

صاحب سراج الابصار کا یہ استدلال ہے کہ مہدی کے باب میں علما کا جو مذہب ہے وہی اختیار کرنا چاہیے یعنی تمام حدیثوں کا یہی امر مشترک ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اب رہی یہ بحث کہ مہدی کی صداقت کی جانچ کس طرح ہو تو میاں عالم باللہ کا یہ بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا جو معیار ہے وہی امام مہدیؑ کی صداقت کا معیار ہوگا۔

صاحب سراج الابصار نے اس امر سے بحث کی ہے کہ اخلاق دلیل قطعی ہیں اور جس کا دعویٰ دلیل اخلاق سے ثابت ہو جائے اس کا معارضہ ظنی روایتوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں آپ نے تقریباً سولہ دلیلیں قرآن، حدیث اور اقوال اکابر علماء سے پیش کی ہیں (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۶۶-۲۰۴)

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "ورسب سے اول عبدالملک سجاوندی کو یہ تدبیر سوجھی کہ جب احادیث نبویہ اپنے شیخ کے سراسر مخالف ہیں ان سے استدلال مشکل ہے اخلاق سے استدلال کیا چاہیے"[2]

حالانکہ کتب صحاح میں مہدی کی جو صریح علامتیں ہیں وہ امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں، اس سے قطع نظر معترض کا دلیل اخلاق سے گریز کرنا اس کی بدخلقی کی دلیل ہے کیونکہ خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مہدی کا خلق میرا خلق ہوگا ایسی صورت میں اخلاق سے استدلال کرنا کس طرح صحیح نہ ہوگا خصوصاً جب کہ اخلاق جس طرح شرط نبوت ہیں شرط مہدیت بھی ہیں۔

علمائے امت نے رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اثبات اخلاق ہی سے کیا ہے۔ اثبات مہدیت کی بحث میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ خود قرآن کریم نے رسول اللہ صلعم کے اخلاق اور بعثت سے قبل کی زندگی کو آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا ہے آیہ ام لم یعرفوا رسولھم[3] اور آیہ فقد لبثت فیکم عمرا[4] اس پر شاہد ہے۔

[1] شرح مقاصد (طبع مطبعۃ البسنوی ۱۳۰۵ھ) المبلاث فی صفحہ ۳۰۷ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۶۷
[3] المومنون ع ۴ [4] یونس ع ۲

مولف ہدیہ مہدویہ نے جب دیکھا کہ صحاح کی حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کی مہدیت کی نفی دشوار ہے اور دلیل اخلاق کا رد کرنا ناممکن تو اس نے حضرت مہدی علیہ السلام کے اخلاق ہی سے متعلق شبہات پیش کئے ہیں اور یہ شبہات ایسے ہی ضعیف ہیں جیسے نصاریٰ کے اعتراضات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر (تعجب یہ ہے کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے شیخ کے رسالہ البرہان[۱] کا حوالہ دیا ہے ہم یہ کیسے باور کریں کہ اس نے اس کتاب کا مقدمہ نہیں پڑھا جس میں شیخ نے امامنا مہدی علیہ السلام کے لئے "التشریف العظیم الشان" کے الفاظ استعمال کئے ہیں) مثال کے طور پر چند شبہات ذیل میں درج کرکے ان کی تحقیق کی جاتی ہے

پیشین گوئیاں (۱) میاں ولی جی یوسف رح نے انصاف نامہ کے باب ۱۵ میں یہ روایت کی ہے

(الف) "حضرت میران را پرسیدند کہ یاران مہدی با عیسیٰ ملاقات باشند فرمودند بعضی کسان ملاقات باشند" یعنی حضرت میراں ع سے پوچھا گیا کیا یاران مہدی عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرینگے فرمایا کہ بعض لوگ ملاقات کریں گے۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ سوال میں لفظ "یاران" استعمال کیا گیا ہے اور امام علیہ السلام نے جواب میں "کسان" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

(ب) میاں ولی جی یوسف نے باب نوزدہم میں یہ روایت کی ہے

"نقل است از ہر یکی مہاجران مہدی ع از بندگی سید محمود رض و از بندگی سید خوندمیر رض و میاں نعمت رض و میاں دلاور رض و اکثر مہاجران میران را پرسیدند کہ کسان مہدی ہمہ عیسیٰ را ملاقات شوند فرمودند آری پس مشہور ترین ہمیں نقل است" یعنی روایت کی گئی ہے ہر ایک مہاجر مہدی ع سے، بندگی میاں سید محمود رض، بندگی میاں سید خوندمیر رض، بندگی میاں نعمت رض، بندگی میاں دلاور رض اور اکثر مہاجران مہدی نے میراں ع سے پوچھا گیا کیا کسان مہدی عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرینگے فرمایا ہاں پس مشہور ترین یہی نقل ہے۔

ان روایتوں پر مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان سے اصحاب مہدی[۳] کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ عیسیٰ نازل نہیں ہوئے[۲]

۱؎ ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۶۷ ۲؎ ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۷۱ ۳؎ ابن یوسف

دونوں روایتوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امام علیہ السلام نے "کسان مہدی" کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ کسان کا لفظ مطلق ہے بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ بزعم مدعی اگر کسان سے اصحاب مہدی ہی مراد ہوں تو نقل شریف میں جس کا تعلق پیشین گوئیوں سے ہے وہی تاویل کرنی پڑیگی جو علمائے امت رسول اللہ صلعم کے اس ارشاد میں کرینگے

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم الی آخرہ	تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ فیکم میں اصحاب رسول سے خطاب ہے۔ کیا اس حدیث کی بنا پر یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے اصحاب میں عیسیٰ ؑ کے نازل ہونے کی خبر دی ہے اور وہ صحیح نہیں قطع نظر اس کے امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کی ہے

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسی ابن مریم الی آخرہ[1]	رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے گا

اس حدیث میں من عاش (جو زندہ رہا) کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امت مراد نہیں بلکہ اصحاب رسول ہی مراد ہیں' اس کے باوجود یہیں تاویل کرنی پڑیگی اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اب تک نہیں ہوا۔

انصاف نامہ کی نقل گویا حدیث کا ترجمہ ہے رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کے علم میں یہ بات تھی کہ حضرت عیسیٰ ؑ قریب قیامت نازل ہونگے اس لئے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ ان کے پیرو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک دنیا میں رہینگے۔ صاحب انصاف نامہ نے باب ۱۸ میں یہ روایت کی ہے "نقل است کہ حضرت میراں ؑ فرمودند پس از بندہ تا قیامت فیض مہدی باشد" اس روایت سے بھی قیام قیامت تک دین مہدی کا باقی رہنا ثابت ہے۔

[1] مسند احمد بن حنبل (طبع مصر) جلد دوم صفحہ ۴۱۱

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اپنے ایک مکتوب میں یہ روایت کی ہے "حضرت امام علیہ السلام فرمودند کہ کسان ما تا قام (قیام) قیامت خواہند بود"[۱] یعنی امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے لوگ قیامت کے قائم ہونے تک رہینگے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ قیامت کے قیام تک مہدوی مذہب کے باقی رہنے کی خبر دی گئی ہے۔ دوسرے لفظ "کسان" کا استعمال واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مطلق مہدوی مراد ہیں صحابہ کی تخصیص نہیں ہے

(ب) مولف ہدیہ مہدویہ نے بنج فضائل کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ

"قاضی وخطیب نے سامنے آکر پوچھا کہ تولد خوندگار کا کس روز ہے اور دعوی خوندگار کا کس روز اور موت خوندگار کی کس روز ہے فرمایا کہ روز دوشنبہ کو"

اس پر یہ اعتراض ہے کہ مطلع الولایت وغیرہ میں آپ کی وفات روز پنجشنبہ ہے لہذا پیش گوئی غلط اور اس طرح پیش گوئی کرنا ماتدری نفس ماذا تکسب غدا و ماتدری نفس بای ارض تموت[۳] (کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں مریگا) کے خلاف ہے۔

روز وفات سے متعلق جو سوال ہے اس پر تمام کتب سیرت کا اتفاق نہیں ہے مثلاً مطلع الولایت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ شواہد الولایت (باب ۲۹) میں بھی روز وفات سے متعلق سوال نہیں ہے مدت دعوت سے متعلق سوال ہے غالباً سائل کے پیش نظر احادیث کی مطابقت تھی۔

کتب مہدویہ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی رحلت ۱۹ ذی القعدہ ۹۱۰ھ کو ہوئی البتہ دن کے متعلق اختلاف ہے۔ قدیم ترین کتب سیر یعنی بندگی میاں شاہ عبدالرحمن رضہ (سال ولادت ۹۰۳ھ) کے مولود میں آپ کی وفات کا دن دوشنبہ مذکور ہے۔ اس لحاظ سے معترض کا اعتراض بیجا نکلا ویسا اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ ہی میں اختلاف ہے صاحب اشعۃ اللمعات نے ابن جوزی کے حوالے سے یہ لکھا ہے "ابن جوزی در کتاب الوفا گفتہ کہ ابتداے مرض در شہر صفر بودہ کہ دو شب از آن باندہ بود و وفات وے دوازدہم ربیع الاول[۲]

۱؎ مکاتیب میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی (مطبوعہ) صفحہ ۴۴ مکتوب چہل و نہم ۲؎ اشعۃ اللمعات (مطبع نول کشور ۱۳۵۵ھ) جلد رابع صفحہ ۶۰۲
۳؎ لقمان ع ۴

یعنی ابن جوزی نے کتاب الوفا میں بیان کیا ہے کہ مرض کا آغاز صفر کے مہینے میں ہوا تھا جب کہ صفر کا مہینہ ختم ہونے دو راتیں باقی تھیں اور آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

سلیمان تیمی کے حوالے سے یہ لکھا ہے

وسلیمان تیمی کہ یکی از ثقات است جزم کردہ است بآنکہ ابتداے مرض در روز شنبہ بود بیست و دوم صفر و وفات در روز دوشنبہ دوم ربیع الاول و اللہ اعلم و این قول را ترجیح دادہ اند۔	سلیمان تیمی نے جو ثقات سے ہیں بہ طور جزم بیان کیا ہے کہ مرض کی ابتدا ۲۲ صفر روز شنبہ سے تھی اور وفات ۲ ربیع الاول پیر کے دن اور اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے۔

ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کا دن ہو تو ۱۲ ربیع الاول کو جمعرات کا دن ہوگا۔ اس لحاظ سے تاریخ کے اختلاف کے ساتھ دن کا اختلاف بھی ثابت ہوتا ہے

برخلاف اس کے کتب عہد ویہ میں تاریخ پر اتفاق ہے اور صرف دن کے باب میں اختلاف' روایات میں اختلاف ہو تو قدیم سے قدیم روایت ترک کرکے یہ حکم لگا دینا کہ ان کی پیشین گوئی غلط نکلی انصاف کے خلاف ہے۔ اس سے قطع نظر راویوں کے اختلاف کی بنا پر متکلم کے خلاف حجت قائم کرنا بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

اب رہا یہ امر کہ موت کے دن کی پیشین گوئی (جس پر تمام کتب سیر کا اتفاق نہیں ہے) ماتکسب غدا اور بای ارض تموت کے خلاف ہے تو جواباً کہا جائیگا کہ موت امر اکتسابی نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس آیت میں مکان کی نفی کیجارہی ہے زمان کی نہیں یعنی کوئی شخص یہ نہیں جان سکتا کہ کہاں مریگا یہ نہیں کہ کب مریگا۔

کوئی شخص سوائے اللہ کے مطلق عالم الغیب نہیں ہے' جو لوگ اللہ کے حکم سے کوئی غیب کی بات بتا سکتے ہیں تو وہ اللہ ہی کی جانب سے بتاتے ہیں۔ اس سے قطع نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع میں اپنی رحلت کی خبر دینا اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ صاحب العقد الفرید نے "خطبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع" کے حوالے سے یہ عبارت نقل کی ہے

أيها الناس اسمعوا مني ابين لكم فاني لا ادري لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا في موقفي هذا[1]	اے لوگو سنو مجھ سے میں تمہارے لئے بیان کرتا ہوں کریں نہیں جانتا کہ شاید تم سے اس سال کے بعد نہ مل سکوں اسی جگہ۔

بزعم مولف ہدیہ مہدویہ کیا رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد وما تدری نفس بای ارض تموت کے خلاف ہوگا؟

اجابت دعوت مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "سنت اجابت دعوت کو ترک کرنا چنانچہ باب ہشتم انصاف نامہ میں نہایت تاکید ہے کہ دائرہ کے باہر موافقین مذہب کے مکان پر بھی واسطے ضیافت کے نہ جانا الی آخرہ[2]"

واضح ہو کہ باب ہشتم ترک دعوت کے باب میں نہیں بلکہ تارکان ہجرت سے دوستی اور رغبت ترک کرنے کے باب میں ہے خود صاحب انصاف نامہ نے یہ لکھا ہے کہ "باب ہشتم میل کردن ودوستی کردن با تارکان ہجرت کہ حضرت میراں منع فرمودہ اند" ضمناً ترک دعوت کا بھی ذکر آگیا ہے معترض یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ امام علیہ الصلوۃ والسلام نے مطلق دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ خود امام علیہ السلام نے میر ذوالنون حاکم فراہ کی دعوت قبول فرمائی ہے۔

صاحب مطلع الولایت نے فراہ کے واقعات میں لکھا ہے کہ میر ذوالنون نے تین دن سے زیادہ ضیافت کرنی چاہی تو امام علیہ السلام نے قبول نہیں فرمایا۔ مطلع الولایت کی عبارت یہ ہے "آنحضرت بعد از سہ روز قبول نکردند وہر چند کوشش بنہایت کردند فرمودند کہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان داری بیش از سہ روز قبول نہ کردند" یعنی آنحضرت نے تین دن کے بعد مہمانی قبول نہیں فرمائی جب اس نے بے انتہا کوشش کی تو فرمایا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ آپ نے مہمان داری تین دن سے زیادہ قبول نہ فرمائی۔ امام علیہ السلام کا یہ عمل "والضیافۃ ثلثۃ ایام[3]" کا احیا تھا۔ جس باب کا معترض نے حوالہ دیا ہے اس میں یہ روایتیں موجود ہیں

---

[1] العقد الفرید الجزء الثانی صفحہ ۱۵۷ (طبع المطبعۃ العامرۃ ۱۲۹۳ھ) [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۸۸
[3] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۵ھ) جلد سوم صفحہ ۵۱۲

(ا) نقل است کہ حضرت میراںؑ و بندگی سید محمودؓ و بندگی سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ و میاں دلاورؓ که در خانه کس نه از جهت مهمانی و نه در مرض نه در معذرت رفتند مگر درون دائره برفتند" یعنی نقل ہے کہ حضرت میرانؑ بندگی میاں سید محمودؓ بندگی میاں سید خوندمیرؓ بندگی میاں نعمتؓ اور بندگی میاں دلاورؓ کسی کے گھر ضیافت، مرض اور معذرت کے لئے نہیں گئے مگر دائرہ میں۔

صاحب ختم الہدیٰ نے بھی اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے

نقل است کہ حضرت میرانؑ و مہاجران که در خانه کس نه از جهت طعام خوردن و نه در مرض و نه در معذرت رفتند مگر درون دائره (صفحه ۱۷۶- ختم الہدیٰ)

(ب) صاحب انصاف نامہ نے باب ہشتم میں روایت کی ہے کہ حضرت میران علیہ السلام خراسان میں جامع مسجد سے دائرہ آرہے تھے راستہ میں ایک خراسانی کا گھر تھا اس نے دعوت دی آپ نے معذرت چاہی اور اپنے اصحاب کو دعوت میں جانے کی اجازت دی' انصاف نامہ کی عبارت یہ ہے "میراں ہمیں جواب فرمودند کہ عفو فرمایند حضرت میران نرفتند و برادران را رضا دادند کہ شما بروید و بعضی یاران رفتند" یعنی میران علیہ السلام نے جواب میں یہی فرمایا کہ معاف فرمائیں حضرت میران تشریف نہیں لے گئے اور بھائیوں کو اجازت دی کہ تم جاؤ بعض اصحاب مہدی دعوت میں گئے۔

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ نہ صرف دائرہ میں بلکہ بیرون دائرہ بھی دعوت قبول کیجاتی تھی اب رہی وہ حدیثیں جو مولف ہدیہ مہدویہ نے پیش کی ہیں۔

(الف) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ و رسولہ یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص کہ بلایا گیا پس قبول نہ کیا تحقیق کہ نافرمانی کی اس نے خدا اور رسول کی۔

(ب) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمہ یدعی لہا الاغنیاء و یترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ و رسولہ یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا بدترین طعام وہ طعام ولیمہ ہے جس میں اغنیا بلائے جائیں اور فقرا ترک کر دیئے جائیں اور جس نے دعوت ترک کی پس اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

ان دونوں حدیثوں میں دعوت سے مراد دعوت ولیمہ ہے صاحب مشکوٰۃ نے بھی ان دونوں حدیثوں کو باب الولیمہ کے ذیل میں درج کیا ہے[۱]۔ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے دعوت ولیمہ کے قبول کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

قطع نظر اس کے صاحب اشعۃ اللمعات نے ومن ترک الدعوۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

ظاہر در وجوب است یا مبنی بر تاکید سنیت و استحباب است و این بر تقدیر عدم وجود موانع است[۲]	اس سے ظاہراً وجوب مراد ہے یا تاکید سنت اور استحباب پر مبنی ہے اور یہ بھی اس صورت میں جب کہ موانع کا نہ ہونا فرض کر لیا جائے۔

دائرہ مہدویہ میں بھی یہی عمل تھا یعنی موانع کی صورت میں دعوت ترک کیجاتی تھی۔ ولیمہ کے سوا جو دعوت ہوگی اس کی اجابت مستحب و مندوب ہے۔ صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے" طعامے کہ ساختہ شود و برائے ضیافت بے سبب و این ہمہ اقسام مستحب است[۳]" یعنی بغیر کسی سبب کے ضیافت کے لئے جو طعام تیار کیا جائے یہ سب مستحب کی قسمیں ہیں اور مستحب و مندوب کا موانع کی وجہ سے ترک کرنا ترک سنت نہیں کہا جا سکتا ایسی صورت میں مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ اجابت دعوت کی سنت ترک کیجاتی تھی صریحاً غلط ہے۔

تحصیل علم مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ" بدخلقی کہ اس اصل تمام بداخلاقیوں کی ہے وہ یہ ہے کہ علم سیکھنے سے منع شدید کرنا چنانچہ انصاف نامہ کے باب نہم میں لکھا ہے کہ میران[۵] علم پڑھنے سے منع کرتے تھے الی آخرہ[۴]"

اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مطلق علم کی تحصیل منع ہے جس باب کا مولف ہدیہ مہدویہ نے حوالہ دیا ہے اس میں متعدد روایتیں ایسی ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ خاص حالات کے تحت ممانعت کی گئی ہے یا یہ کہ پڑھنے والے میں استعداد نہیں تھی یا وہ غیر موزوں کتاب پڑھ رہا تھا۔ پڑھنے کو روکا گیا ہے تو زیادہ تر ذکر الٰہی کے مقابلہ میں۔

[۵] انصاف نامہ کے باب دہم میں مذکور ہے

---

[۱] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد ثالث صفحہ ۱۴۱ [۳] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد ثالث صفحہ ۱۳۹
[۲] ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً [۴] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۸۹

(الف) نقل است کہ یک روز میران سید محمود تمہید می خواندند حضرت میران پرسیدند چہ میخوانید بندگی سید محمود عرض کردند کہ تمہید میخوانیم بندگی حضرت میران فرمودند بگذارید و کوشش ذکر بکنید تا حالتی پدید آید کہ این را فہم کردن بتوانید۔	روایت کی گئی ہے کہ ایک دن میران سید محمود کتاب تمہید پڑھ رہے تھے حضرت میرانؑ پوچھا کیا پڑھ رہے ہو۔ بندگی سید محمود نے عرض کی ہم تمہید پڑھ رہے ہیں بندگی حضرت میرانؑ فرمایا اسے چھوڑ دو اور ذکر الہی کی کوشش کرو تاکہ ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ اس کو سمجھ سکو۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ ذکر الہی کے مقابلہ میں کتاب تمہید پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے نقل کا آخری حصہ کہ "این را فہم کردن توانید" (کہ اس کو سمجھ سکو) اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب سمجھنے لگو تو اس کو پڑھو۔

اس سے مطلق تحصیل علم کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

(ب) نقل است از میاں عبدالفتح کہ در شہر نہر والہ بدست بندگی شہ نظام کتاب میران دیدند حضرت میران پرسیدند کہ میاں نظام شما چہ میخوانید میاں مذکور گفت کہ میرانجیو کنز می خوانیم بندگی حضرت میران کتاب بدست گرفتند و منع کردند کہ مخوانید بعد از چند روز در ناگور رفتند باز میاں نظام بدست کتاب گرفتند بندگی حضرت میران باز منع کردند چونکہ حضرت میران در خراسان عزم فرمودند میاں نظام ہوس تمام خواندن از دل منقطع کردند بعد از مدتے حضرت میراں میاں نظام را فرمودند کہ چیزے علم حدیث بخوانید یعنی چوں کامل شد خواندن زیانے ندارد۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں شاہ نظام کتاب کنز پڑھ رہے تھے نہر والہ اور ناگور میں پڑھنے سے منع کیا گیا اور خراسان میں ان کو حدیث پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ کنز فقہ میں ہے فقہ کی کتاب پڑھنے سے اولی یہی ہے کہ کوئی حدیث کی کتاب پڑھیں۔

اس روایت سے بھی مطلق علم کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اولی و اہم کے اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

(ج) نقل است کہ میران سید محمود ہر وقت کہ برائے مشغولی میرفتند در کوچہ میاں ابوبکر و میاں

سلام اللہ ہر دو کوشش علم کردند میران سید محمود پیش میران عرض کردند کہ ایشان ہمچنین میگویند حضرت میران فرمودند کہ شما در کوچہ ایشان مروید و در یاد خدای تعالیٰ باشید تا باطن بگشاید (انصاف نامہ۔ باب ہم)

اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید محمود رضؓ سے کہا گیا کہ میاں ابوبکرؓ و میاں سید سلام اللہ رضؓ کے ہاں مت جاؤ بلکہ یاد خدا میں رہو لیکن اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میاں ابوبکر اور میاں سید سلام اللہ کو کوشش علم سے روکا گیا۔

ان روایتوں سے ثابت ہے کہ کنز اور تمہید پڑھنے والوں یعنی پڑھے لکھے اصحاب کو کتب کے مطالعہ سے روکا گیا وہ بھی یاد الٰہی کے مقابلہ میں۔

اب رہا علم لابدی تو اس کا ہونا ضروری ہے صاحب انصاف نامہ نے اسی باب میں روایت کی ہے

نقل است از میاں لاڑ شاہ کہ حضرت میران نیز فرمودند کہ علم لابدی امی باید تا نماز و روزہ و مانند این افعال در دین رسول علیہ السلام درست شود۔	میاں لاڑ شاہ رضؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت میرانؑ نے یہ بھی فرمایا کہ علم لابدی چاہئے تاکہ نماز روزہ اور ایسے افعال دین رسول اللہؐ میں درست ہوں۔

اس نقل سے واضح ہے کہ نماز روزہ اور اسی قبیل کے اعمال کے لئے علم لابدی سیکھنے کی تاکید کی گئی ہے "می باید" کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ پس یاد الٰہی کے مقابلہ میں جس علم کی ممانعت کی گئی ہے وہ غیر از علم لابدی ہوگا۔ ایسی صورت میں یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مہدویوں کے ہاں تحصیل علم ممنوع ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ کتب کے مطالعہ سے روک کر کاہے کی تعلیم دیجاتی تھی تو اس کی توضیح بخوف طول یہاں نہیں کر سکتے لیکن صرف یہ بتاتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین نے کیا حاصل کیا تھا اصحاب مہدی کی شان اس سے ارفع ہے اور امام مہدی علیہ السلام کی تعلیم کا قیاس حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے شیخ برہان الدین سے کالپی میں ملاقات کی تھی ان کے متعلق لکھا ہے کہ

اوقات بپاس انفاس بطریقہ مہدویہ میگذرانید	شیخ برہان الدین کالپی مہدویوں کے طریقہ پر پاس انفاس میں

وباآنکہ علوم عربیہ ہیچ نخواندہ بود تفسیر قرآن بہ وجہ بلیغ می گفت [۱]۔

اوقات بسر کرتے تھے باوجودیکہ علوم عربیہ کچھ بھی نہیں پڑھے تھے لیکن کلام اللہ کی تفسیر بلیغ طریقہ پر بیان کرتے تھے۔

یہ اس شخص کا بیان ہے جو اکبری دور میں ایران توران اور ہندوستان کے بڑے بڑے علما کی صحبت میں رہا ہے۔ مخالفین مہدویہ مذکورۂ بالا روائتوں کے ظاہری معنی پر حکم لگاتے ہیں کہ مہدویوں کے ہاں تحصیل علم منع ہے اور یہ نہیں جانتے کہ انہیں حاصل کیا تھا۔ علم کا انحصار علم کسبی پر ہی نہیں ہے علم وہبی اس سے بھی بڑی چیز ہے۔

عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے اپنی تصنیف منہاج التقویم میں میاں شیخ مبارک ناگوری کے پانچویں سوال کے ذیل میں لکھا ہے کہ

ثم اعلم یا اخی ان اصحاب المہدی کانوا ثلثۃ اقسام قسم منہم کانوا عارفین باللغات وشان النزول قادرین علی مطالعۃ التفاسیر فہم فسروا القرآن من اولہ الی آخرہ بقوۃ الظاہرۃ الباطنۃ وقسم منہم کانوا امیین ما کانت لہم قدرۃ علی المطالعۃ فحصل لہم بصحبۃ المہدی وفیضہ قوۃ المطالعۃ والبیان فبینوا علی وفق الشرع وقسم منہم کانوا امیین الی زماننا ھذا

پس جان اے بھائی کہ اصحاب مہدی تین قسم کے تھے بعض ایسے تھے جو لغات اور شان نزول سے واقف تھے، تفاسیر کے مطالعہ پر قدرت رکھتے تھے قرآن کی تفسیر اول سے لے کے آخر تک کرتے قوت ظاہری اور قوت باطنی سے۔ بعض ان میں امی تھے انہیں مطالعہ پر قدرت نہیں تھی، انہیں حضرت مہدی علیہ السلام کی صحبت اور فیض سے مطالعہ اور بیان کی قوت حاصل ہوئی پس انہوں نے شریعت کے مطابق بیان کیا بعض ان میں سے امی تھے جو ہمارے زمانہ تک ہیں۔

انہیں امیوں کے متعلق میاں، عالم باللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ان کو نہ تو لغات کے خلاف تفسیر کرتے ہوئے دیکھا اور نہ حرام کو حلال قرار دیتے ہوئے اس کے بعد یہ کہتے ہیں

بل سمعت من بعضہم جواب اشکال سنین مع انہ لایعرف حروف التہجی [۲] ثم

بلکہ میں نے بعض اصحاب مہدی سے جو امی تھے برسوں کے مشکل مسئلوں کا جواب سنا اگرچہ کہ وہ حروف تہجی بھی نہیں جانتے تھے

[۱] منتخب التواریخ جلد سوم (طبع کلکتہ) صفحہ ۶، ۷ [۲] الہجا

وجدت ذلک بعینه فی الکشاف ذلک نتیجة الهام الحق	پھر میں نے بعینہ کشاف میں پایا اور یہ الہام حق کا نتیجہ ہے۔

شیخ علی کے جواب میں خود صاحب سراج الابصار نے یہ لکھا ہے

(ا) اخواننا لا یمنعون احدا من التعلم (سراج الابصار صفحہ ۵۸)	ہمارے بھائی کسی کو علم سیکھنے سے نہیں روکتے
(ب) لان المبینین من اخواننا الذین یعتمد علیهم یقرءون التفاسیر ویبینون علی قاعدة العربیة الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۴۹)	اس لئے کہ ہمارے اخوان دین میں سے جو معتمد علیہ مفسرین ہیں وہ تفسیریں پڑھتے اور عربی قاعدے کے مطابق بیان کرتے ہیں۔
(ج) اخواننا لا یفسرون برائهم بل یطالعون التفسیر فیاخذون باحسن ما فیها من الوجوه الی آخرہ (سراج الابصار ص ۱۱)	ہمارے اخوان دین اپنی رائے سے تفسیر نہیں کرتے بلکہ کتب تفسیر کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان میں سے وہی صورت لے لیتے ہیں جو بہترین ہوتی ہے۔

انصاف نامہ کے باب ہم کی نقلیات کا اگر وہی مفہوم ہوتا جو مولف ہدیہ مہدویہ نے قرار دیا ہے تو اصحاب مہدیؑ تصنیف و تالیف نہ کرتے۔ بندگی میاں عبدالرشیدؓ صحابی مہدیؑ کی نقلیات موجود ہیں بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے متعدد رسالے اثبات مہدیت میں لکھے ہیں۔ طبقہ تابعین میں سراج الابصار لکھی گئی۔ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے خلیفہ علامہ منتجب الدین نے کتاب مخزن الدلائل (عربی) لکھی ہے اسی طرح کتاب کشف الاسرار (عربی) کی تصنیف عمل میں آئی۔

خود سراج الابصار کے شروح و تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں تحصیل علم جاری تھی اور صاحبان علم و فن موجود تھے۔

جب امام مہدی علیہ السلام نے علم لابدی حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے تو معترض کا مطلق یہ کہنا کہ حضرت میران علیہ السلام تحصیل علم کو منع فرماتے تھے صحیح نہیں۔ حدیث کی کتابوں میں بھی ایک خاص باب کے تحت متعدد حدیثیں ہوتی ہیں ایک ہی حدیث کو لے کے کوئی حکم لگا دینا اور دوسری حدیثوں

سے چشم پوشی کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

کسب حلال مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ لکھا ہے کہ "ترک کسب حلال کہ شیخ جونپور اور تمام ان کے خلفا کی عادت تھی الی آخرہ"[1]

صاحب طبقات اکبری کے بیان سے ثابت ہے کہ مہدوی کسب بھی کرتے تھے۔ شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے" اگر کشت یا زراعت و تجارت میکرد دہ یک در راہ خدا صرف می نمود" یعنی اگر کوئی زراعت یا تجارت کرتا تو دسواں حصہ راہ خدا میں صرف کرتا۔ مذکورہ عبارت کا حوالہ دائرہ مہدویہ کے ذیل میں صد ۳۲۳ پر دیا جا چکا۔ خود معترض نے باب ہشتم کے آخر میں زبدۃ البراہین کے حوالے سے یہ لکھا ہے "عشر اس کو کہتے ہیں کہ بندے کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تھوڑا یا بہت مال کسب یا بلا کسب دیا ہے اس میں سے دسواں حصہ مستحقوں کو پہنچانا"۔

اس سے بھی مہدویوں کے ہاں کسب کا ثبوت ملتا ہے اس سے قطع نظر صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں یہ روایت کی ہے

باز ملایاں سوال کردند کہ شما کسب را حرام می گویید میراں فرمودند کہ مومن را کسب حلال است مومن باید و در قرآن تامل باید کرد کہ مومن کرا می گویند۔	پھر ملاؤں نے سوال کیا کہ آپ کسب کو حرام کہتے ہیں۔ میراںؑ نے فرمایا کہ مومن کے لئے کسب حلال ہے۔ مومن ہونا چاہیے اور قرآن میں غور کرنا چاہیے کہ مومن کس کو کہتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدویوں کے ہاں کسب حرام نہیں ہے۔ ترک کسب کو بد خلقی قرار دے کر مہدیت کی نفی کی کوشش کرنا عین بد خلقی ہے اس لئے کہ کسب نہ تو شرط نبوت ہے اور نہ شرط مہدیت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہونے کے بعد تقریباً دس سال اور بہ روایتے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر کئے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں آپ کا ذریعہ معاش کیا تھا؟

تکفیر منکرین صاحب ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے منکر کو کافر کہنا بھی بد خلقی ہے[2]۔ اگر کافر کہنا بد خلقی ہے تو کلام اللہ میں منکرین حق کو شروع سے آخر تک کافر کہا گیا ہے، کافر کے معنی ہیں ڈھانکنے والا یعنی حق کو چھپانے والا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے منکر کو

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۸۵ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۹۶

کافر قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے

لا یشہد احد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ فیدخل النار او تطعمہ[1]	جو شخص اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں وہ آگ میں داخل نہ ہوگا یا آگ اسے نہ کھائیگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ان تمام اہل کتاب کا بھی کافر ہونا لازم آجاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے علاوہ تمام انبیاء سابقین کی نبوت کو بھی مانتے تھے۔ کیا کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ اللہ اور اس کے تمام پیغمبروں کو مان کر صرف ایک پیغمبر کے نہ ماننے سے کسی طرح دوزخی قرار پاسکتے ہیں اور کیسے نجات کا راستہ بند ہوسکتا ہے۔

اب رہا امر مہدیت تو اس سے متعلق رسول اللہ صلعم سے دو قسم کی حدیثیں وارد ہیں بعض میں انکار مہدی کفر ہونے کی صراحت ہے مثلاً من کذب المہدی فقد کفر (سراج الابصار صہ ۱۳۸)

من انکر خروج المہدی فقد کفر بما انزل علی محمد (سراج الابصار صہ ۱۳۸)

(۱) شیخ علی نے رسالۃ الرد میں لکھا ہے کہ منکر مہدی کی تکفیر میں حدیث من کذب المہدی سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے (سراج الابصار صہ ۱۳۸) حالانکہ اس کے استاد ابن حجر الہیتمی نے اسی حدیث سے تمسک کیا ہے[2]۔

(۲) بعض حدیثوں سے انکار مہدی کا کفر ہونا مستفاد ہوتا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہوں گے ان کی بیعت کرو (یہ حدیث اس سے قبل صہ ۵۲ پر درج کردی گئی ہے) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مہدی کے اخلاق آپ کے اخلاق کے جیسے ہوں گے (سراج الابصار صہ ۲۰۶) یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ جو شخص اللہ کا خلیفہ اور ہم خلق رسول اللہ ہو اس کا انکار اس کی تکذیب ہے اگر اس کا انکار کفر نہ ہو تو کسی نبی کا انکار کس طرح کفر ہوگا؟ حدیث من کذب المہدی میں اگر ضعف بھی تھا تو ان دونوں صحیح حدیثوں کی تائید سے زائل ہوگیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع ہلاکت امت کو اپنی ذات سے امام مہدی علیہ السلام سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مختص فرمادیا ہے۔

[1] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۱۲ھ) جلد اول صہ ۱۳۔ [2] الفتاوی الحدیثیہ (طبع مصر) صہ ۲۷

کیف تہلک امۃ انا اولہا والمہدی وسطہا والمسیح آخرہا[1]	وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں مہدی اس کے وسط میں اور عیسیٰ اس کے آخر میں۔

اب اگر رسول اللہ اور عیسیٰ کا انکار کفر ہے تو کیا مہدی کا انکار کفر نہ ہوگا؟

(۴) امام مہدی کا وجود احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے جیسا کہ اس سے قبل صہ ۲۸ پر ثابت کیا گیا، پھر کیا تواتر کا انکار کفر نہیں، جیسا کہ کتب اصول میں مذکور ہے۔

(۵) شیخ علی نے علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف فتوے حاصل کئے ہیں، یہ فتوے رسالہ البرہان کے آخری باب میں درج ہیں، ان میں بھی یہی مذکور ہے کہ مہدی کا انکار کفر ہے، ان فتوؤں کا ذکر اس سے قبل صہ ۳۱۸ پر کیا گیا ہے۔

(۶) خود شیخ علی نے رسالۃ الرد میں یہ تسلیم کیا ہے کہ مہدی موعود کا انکار کفر ہے (سراج الابصار صہ ۱۴۸)

(۷) مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی اس امر کا اقرار کیا ہے کہ انکار مہدی کفر ہے، ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے

"پس علامات مہدیت کے احادیث میں مذکور ہیں وہ اس مدعی میں موجود چاہیے ہونا تاکہ اس کی تصدیق لازم اور انکار کفر ہوے[2]"

راقم کہتا ہے کہ کتب صحاح میں مہدی کی جو صریح علامتیں ہیں وہ سب کی سب امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں (ملاحظہ ہو حصہ اول باب ۳ صہ ۴)

اہل سنت والجماعت کے ہاں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اور حضرت عمر رضی کا انکار بھی کفر ہے۔ فتاوی عالمگیریہ میں مذکور ہے کہ

من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فہو کافر وعلی قول بعضہم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر وکذلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ فی	جس نے ابو بکر صدیق رضی کی امامت کا انکار کیا وہ کافر ہے اور بعض نے اس کو مبتدع کہا ہے، کافر نہیں، اور صحیح یہی ہے کہ وہ کافر ہے، اور اسی طرح صحیح تر قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی کی خلافت کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے ظہیریہ میں

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) جلد چہارم صہ ۵۱ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۲۰۱

اصح الاقوال کذا فی الظهیریۃ[1]	اسی طرح ہے۔

حضرات شیخین رضؓ خلیفہ رسول ہیں، ان کا انکار کفر ہو تو امام مہدیؑ جنہیں حدیث میں خلیفۃ اللہ اور دافع ہلاکت امت مانا گیا ہے ان کا انکار بہر حال کفر ہوگا۔

اب رہا اثبات مہدیت تو جن دلائل سے حضرات شیخین کی خلافت و امامت ثابت کی گئی ہے ان سے قوی تر دلائل سے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت ثابت ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے باب دوم میں[2] یہ روایت کی ہے

نقل است کہ میران سید محمد مہدیؑ فرمودند ہر حکمی کہ بیان میکنم از خدا و امر خدا بیان میکنم ہر کہ ازین احکام یک حرف را منکر شود او عند اللہ ماخوذ گردد و بر ثبوت مہدیت خود از خدا و از کلام خدا و از اقوال و افعال رسول حجت آورد و فرمود ہر کہ از مہدیت این ذات منکر شود او از خدا و از رسول خدا منکر باشد	نقل ہے کہ میراں سید محمد مہدیؑ نے فرمایا ہر حکم جو میں بیان کرتا ہوں خدا سے اور امر خدا سے بیان کرتا ہوں جو شخص ان احکام میں سے ایک حرف کا بھی انکار کرے وہ اللہ کی جناب میں ماخوذ ہوگا اور اپنی مہدیت کے اثبات میں خدا اور کلام خدا اور رسول اللہ صلعم کے اقوال افعال سے حجت پیش کی اور فرمایا کہ جو شخص اس ذات کی مہدیت کا منکر ہوگا وہ خدا اور رسول خدا کا منکر ہے۔

اس لحاظ سے امام علیہ السلام کا یہ فرمانا "ہر کہ از مہدیت این ذات منکر شود او کافر است[2]" (جو شخص اس ذات کی مہدیت کا انکار کرے وہ کافر ہے) عین حق ہے خصوصاً جب کہ یہ ارشاد حدیث نبوی کے مطابق ہے اور آپ کی دعوت کے ارکان ہی اتباع کلام اللہ و اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اس سے قطع نظر امام مہدیؑ صاحب بینہ ہیں اس کی تفصیل باب پنجم میں تغیر کے ذیل میں بیان کی جائیگی اگر صاحب بینہ کا انکار کفر نہ ہو تو دوسرے مبعوثین من اللہ کا انکار کس طرح کفر ہوگا؟

اقتدائے منکرین مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ امام علیہ السلام نماز میں اپنے منکرین کی اقتدا کرتے تھے درآنحالیکہ ان کو کافر سمجھتے تھے۔ امام علیہ السلام کے عمل سے متعلق قدیم ترین ماخذ بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ (سال وفات ۹۴۴ھ) کا مکتوب ہے جو محضرہ (محضر) کے نام سے مشہور ہے اس محضر

[1] الفتاوی العالمگیریۃ (طبع مصر سنہ ۱۲۸۲ھ) الجزء الثانی ص ۲۳۹ [2] انصاف نامہ باب دوم

پر امام علیہ السلام کے اجلۂ اصحاب اور تابعین نے اتفاق کیا ہے محضر کے آخر میں یہ عبارت ہے

فاعلم ان اصحاب المہدی الموعود والتابعین اتفقوا علی ہذا المکتوب منہم میران سید محمود بن حضرت مہدی موعود ومیاں سید خوندمیر ومیاں شاہ نعمت ومیاں شاہ نظام وملک برہان الدین ومیاں شاہ دلاور ومیاں امین محمد وملک معروف ومیاں یوسف ومیاں سید سلام اللہ الی آخرہ۔	معلوم رہے کہ درحقیقت امام مہدی موعود علیہ السلام کے اصحاب اور تابعین نے اس مکتوب پر اتفاق کیا ہے ان میں سے میراں سید محمود بن امام مہدی علیہ السلام اور میاں سید خوندمیر اور میاں شاہ نعمت اور میاں شاہ نظام اور ملک برہان الدین اور میاں امین محمد اور ملک معروف اور میاں یوسف اور میاں سید سلام اللہ ہیں الی آخرہ۔

بندگی میاں سید محمودؒ امام علیہ السلام کی رحلت کے بعد صرف دس سال زندہ رہے ہیں جیسا کہ صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب دوم میں لکھا ہے کہ "نقل است بعد از حضرت میران علیہ السلام میراں سید محمود دہ سال حیات کردند"۔ اس لحاظ سے آپ کی وفات کا سنہ ۹۲۰ھ قرار پاتا ہے۔ آپ نے بھی بندگی میاں شاہ دلاورؒ کے محضر پر اتفاق کیا ہے اس سے یہ ثابت ہے کہ محضرہ ۹۲۰ھ سے پہلے مرتب کیا گیا اس محضرہ میں یہ مذکور ہے

میران از وقتیکہ ظہور مہدیت کردہ اند بدنبال ہیچ مخالف نماز نہ گزاردہ اند۔	میران علیہ السلام نے جس وقت سے کہ مہدیت کا اظہار کیا ہے کسی مخالف کے پیچھے نماز ادا نہیں کی۔

دوسرے یہ کہ میاں شیخ مبارکؒ ناگوری (مقیم آگرہ) جیسے عالم کے استفسار پر بندگی میاں عبدالملکؒ سجاوندی جیسے فاضل اور جلیل القدر تابعی نے منہاج التقویم میں ساتویں سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے

مانقل احد من اصحابہ علیہ السلام انہ صلی خلف امام ظہر انکارہ	امام علیہ السلام کے اصحاب سے کسی نے بھی یہ روایت نہیں کی کہ آپ نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی ہو جس کی نسبت ظاہر ہو چکا ہو کہ وہ آپ کا منکر ہے

اس سے قبل میاں عالم باللہؒ کی تصانیف کے ذیل میں صد ۳۱۲ پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ منہاج التقویم ۹۵۰ھ میں یا اس کے بعد لکھی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ "محضرہ" کے مرتب ہونے کے کم سے کم تیس ۳۰ سال بعد یہ جواب لکھا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا اپنے منکرین کی اقتدا کرنا نہ تو اصحاب کرام کے بیان سے ثابت ہے اور نہ تابعین کے۔ اب رہا امام علیہ السلام کا حکم تو صاحب انصاف نامہ نے باب سوم میں یہ روایت کی ہے

نقل است در شہر ٹھٹہ مخالفت ظاہر شدہ تا بہ حدے کہ لشکر ہا نامزد کردند و در آن روز بعضے از یاران مہدیؑ پیش میران عرض کردند کہ امروز در شہر رفتہ بودیم و نماز با امام مخالف گزاردیم حضرت میران فرمودند کہ نماز باز گردانید بعدہ یاران عرض کردند کہ اگر یگان یگان و دوگان دوگان برویم چہ کنیم فرمودند جماعت شدہ بروید و نماز با جماعت بگذارید۔

روایت کی گئی ہے کہ شہر ٹھٹہ (ٹھٹہ) میں مخالفت ظاہر ہوئی یہاں تک کہ لشکر نامزد کر دیے گئے اس دن بعض اصحاب نے حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کی کہ آج ہم شہر میں گئے تھے اور امام مخالف کے ساتھ نماز ادا کی میران علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز کا اعادہ کرو۔ اس کے بعد اصحاب نے عرض کی اگر ہم ایک ایک دو دو جائیں تو کیا کریں، فرمایا جماعت بن کے جاؤ اور نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔

اس روایت میں دو امور قابل غور ہیں ایک یہ کہ امام علیہ السلام نے یہ جواب شہر ٹھٹہ میں دیا ہے یہ زمانہ دعویٰ موکد کے بعد کا ہے، دوسرے آپ کا فرمانا کہ 'نماز باز گردانید' (نماز کا اعادہ کرو) ایسا تاکیدی حکم ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنا

صاحب ہدیہ مہدویہ نے مہدویوں کے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا نہ کرنے کو بھی امام علیہ السلام کی بد خلقی قرار دی ہے اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ

"وقت دعا کے ہاتھ اٹھانا خصوصاً بعد فرض نمازوں کے سنت مستمرہ ہے کہ آنحضرتؐ کے وقت سے آج تک تمام اہل اسلام اس پر متفق ہیں اس قوم میں مطلقاً ممنوع و موقوف ہے الی آخرہ"[۵۱]

اس سے قبل اثبات فرائض کے ذیل میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ جب مسلمانوں کو

۵۱ ہدیہ مہدویہ (طبع نول کشور ۱۲۹۳ھ) صد ۲۱۴

کوئی حکم بصیغہ امر دیتا ہے تو وہ حکم وجوب سے خالی نہیں ہوتا۔ آیہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین (پکارو اپنے رب کو تضرع سے اور پوشیدہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو عزیز نہیں رکھتا) (الاعراف ع ۷) کے مطابق دعا میں تضرع (زاری و عاجزی) اور پوشیدگی کا ہونا واجب ہے، اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے حد قرار دی ہے، اگر کسی نے تضرع نہیں کی تو وہ حد سے گزر گیا یا یہ کہ کسی نے دعا پوشیدہ طور پر نہیں کی تو وہ بھی حد سے گزر گیا۔ دعا کی ان حدود کی تکمیل سجدہ ہی میں ہو سکتی ہے اس لئے کہ سجدہ کرنا ہی اظہار تضرع ہے اور جو دعا سجدہ میں ہوگی ظاہر ہے وہ پوشیدہ ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے سجدہ ہی میں دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے، مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت کی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء[1]

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ سجدہ ہی کی حالت میں اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس سجدہ ہی میں بہت دعا کیا کرو۔

نہ صرف آپ نے سجدہ میں دعا مانگنے کا حکم دیا بلکہ خود بھی سجدہ میں دعا کی ہے جیسا کہ مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے

قالت فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ من الفراش فالتمستہ فوقعت یدی علی بطن قدمیہ وھو فی السجدۃ وھما منصوبتان وھو یقول اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناءً علیک رواہ مسلم[2]

حضرت عائشہ نے کہا کہ ایک رات میں نے رسول اللہ کو بستر پر نہیں پایا پس میں نے آپ کو ڈھونڈا، میرے ہاتھ آپکے تلووں پر پڑے اور آپ سجدہ میں تھے اور دونوں قدم آپکے کھڑے تھے اور آپ یہ کہہ رہے تھے یا اللہ میں تیری رضامندی کے ذریعہ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے لطف و عافیت کے ذریعہ تیرے عذاب سے اور تیرے طفیل میں خود تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ثنا کا شمار نہیں کر سکتا۔

آیہ ادعوا ربکم میں دعا کی جو دو شرطیں ہیں ارشاد نبوی سے ان کی تکمیل ہو جاتی ہے یعنی سجدہ میں دعا کرنے سے ایک طرف اظہار تضرع ہے تو دوسری طرف پوشیدگی بھی ہے اسی لئے عہد وی

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور) جلد اول صہ ۳۹۵
[2]

سجدہ میں دعا کرتے ہیں۔ ہاتھ اٹھا کے دعا کرنا ایک طرف اخفائے دعا کے عوض اظہار دعا کرتا ہے جو نص قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے اور دوسری طرف حدیث صحیح کے متعارض ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے سجدے میں دعا کرنے کے لئے بصیغہ امر حکم دیا ہے اور یہ بھی وجوب پر دلالت کریگا خصوصاً جب کہ نص قرآنی معناً اس کی موید ہے۔ بندہ سجدہ میں خدا کے قریب ہو جاتا ہے' ہاتھ پھیلانے سے قریب نہیں ہو سکتا۔

کسی حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہو' ایسی صورت میں اس فعل کو "سنت مستمرہ" کس طرح کہا جائیگا۔ صاحب ہدیہ مہدویہ نے اپنے نام نہاد دعوے کی تائید میں جو حدیثیں مع ترجمہ پیش کی ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) سلوا اللّٰہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم (ابوداود)	سوال کرو اللہ سے باطن ہتھیلیوں سے اور نہ سوال کرو پشت ہتھیلیوں سے پس جب فارغ ہو پھیرلو ہتھیلیوں اپنے چہروں پر۔

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کے سوال کرنا مذکور ہے یہ تو نہیں کہا گیا کہ فرض نماز کے بعد سوال کرو۔

(۲) کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یردھما حتی یمسح بھما وجھہ (ترمذی)	تھی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جب اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اپنے دعا میں نہ اتارتے تھے ان کو یہاں تک کہ پھیرتے تھے ان کو اپنے چہرہ شریف پر۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا آپ کی عادت میں داخل نہیں تھا البتہ آپ کی عادت یہ تھی کہ جب کبھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو ضرور چہرے پر پھیرتے۔ دوسرے اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد بھی آپ نے کبھی ہاتھ اٹھا کے دعا مانگی ہو۔

(۳) حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ آداب دعا ہے بسط الیدین یعنی کھولنا دونوں ہاتھوں کا روایت کیا اس کو ترمذی اور حاکم نے اور اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے۔

اس میں بھی آداب دعا بیان کئے گئے ہیں لیکن فرض نماز کی تخصیص نہیں ہے۔

(۴) قیل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم	لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کونسی دعا مستجاب تر ہے

ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر و دبر الصلوات المکتوبات (ترمذی)	فرمایا درمیان پچھلی رات کے اور پیچھے فرض نمازوں کے

یہ روایت قبول دعا سے متعلق ہے، دوسرے یہ کہ فرض نماز کے بعد کی تخصیص نہیں ہے پچھلی رات کے درمیان دعا کی جائے، تو بھی مستجاب تر ہے اس حدیث میں "دبر الصلوات المکتوبات" کے الفاظ آئے ہیں۔ دبر کے دو معنی ہیں آخر اور پیچھے۔ فرض نماز کے آخر کی دعا وہ ہے جو درود اور سلام کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ اگر پیچھے کے معنی لیں بھی تو حرج نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے قبول دعا کا دوسرا موقع بھی بیان فرمایا ہے۔ یعنی پچھلی رات کے درمیان یعنی یہ لازم نہیں کہ فرض نماز کے بعد ہی دعا کرنی چاہیے پچھلی رات کے درمیان بھی دعا کر سکتے ہیں اور وہ قبول ہو سکتی ہے اس سے قطع نظر یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ اٹھا کے دعا کیجائے تو قبول ہوگی ورنہ نہیں

(۵) صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو مع ان کی والدہ کے باہر الہی مکہ میں بیت اللہ کے پاس رکھ کر چلے بعد چند قدم کے جب ان کی نظر سے غائب ہوئے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی الی آخرہ

اس میں بھی اس کی صراحت نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے۔

عجب نہیں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی روایتیں ان روایات سے پہلے کی ہوں جن میں سجدہ میں دعا کرنے کے لئے حکم دیا ہے اور یہی روایتیں نص قرآنی ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ کے مطابق ہیں

(۶) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ فی شئی من دعائہ الا فی الاستسقا حتی یری بیاض ابطیہ (مسلم)	پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے ہاتھ اپنے کسی دعا میں مگر استسقا میں یہاں تک کہ نظر پڑتی تھی سفیدی بغلوں ان کے کی۔

یہ روایت پیش کر کے صاحب ہدیہ مہدویہ نے کہا ہے کہ شاید مہدویوں کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ یہ روایت کس طرح ہمارا ماخذ ہو سکتی ہے جب کہ ہمارے استدلال کی بنیاد کلام اللہ اور وہ

ؔ ہدیہ مہدویہ (طبع نول کشور سنہ ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۲۱۴، ۲۱۵

احادیث صحیحہ ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف سجدہ میں دعا کرنے کے لئے حکم دیا ہے بلکہ خود آپ نے بھی سجدہ میں دعا کی ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے کو "سنت مستمرہ" قرار دے دیا لیکن استمرار سنت کے اثبات میں ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کی۔

مذکورہ روایتوں کے بعد اس نے صحیح بخاری کی ایک حدیث قطع و برید کر کے پیش کی تاکہ عام لوگوں کو یہ دھوکا ہو کہ حدیث صحیح میں بھی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا کرنا مذکور ہے۔ ہدیہ مہدویہ کی عبارت من وعن ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

"صحیح بخاری کی کتاب الصلح میں ضمن میں حدیث طویل کے مذکور ہے کہ ایک روز حضرت بنی عمرو میں کچھ نزاع تھا اس کے مصالح کے واسطے تشریف لے گئے تھے۔ جب وہاں سے مراجعت کی دیکھا کہ ابو بکر صدیق امامت نماز پر کھڑے ہیں حضرت صفوف پھاڑ کر ان کے پیچھے صف اول میں کھڑے ہو گئے جب ابو بکر صدیق کو معلوم ہوا ابے پیچھے ہٹنے لگے، حضرت نے اشارہ کیا بدستور امامت پر کھڑے رہو" فرفع ابوبکر یدیہ فحمد اللہ ثم رجع القھقری" پس اٹھائے ابو بکر نے دونوں ہاتھ اپنے پس حمد خدا کی بجالائے پھر پچھلے پاؤں پھرے اور بعد فراغت نماز کے حضرت نے پوچھا میں نے اشارہ کیا تم کیوں کھڑے نہ رہے کہا کہ نہیں لائق ہے ابو قحافہ کے بیٹے کو کہ امامت کرے روبرو رسول اللہ کے۔"[1]

اس روایت کے پیش کرنے میں مولف ہدیہ مہدویہ نے بڑی بددیانتی کی ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے ہٹ جانے کے بعد رسول اللہ صلعم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اس نے اس کا ذکر نہیں کیا اور روایت کو اس انداز سے پیش کیا کہ عام لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور بعد کو پیچھے ہٹ گئے۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا فریب ظاہر کرنے کے لئے صحیح بخاری کی پوری حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ثنا سعید بن ابی مریم ثنا ابو غسان ثنی	سعید بن ابی مریم نے ہمیں حدیث بیان کی کہ ابو غسان نے روایت

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) باب ... ندیم

ابو حازم عن سہل بن سعد ان اناسا من
بنی عمرو بن عوف کان بینہم شیئ
فخرج الیہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی اناس من اصحابہ یصلح بینہم فحضرت
الصلوۃ ولم یات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فاذن بلال بالصلوۃ ولم یات النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فجاء الی ابی بکر فقال ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم حبس وقد حضرت
الصلوۃ فہل لک ان تؤم الناس فقال
نعم ان شئت فاقام الصلوۃ فتقدم ابوبکر
ثم جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمشی
فی الصفوف حتی قام فی الصف الاول
فاخذ الناس فی التصفیح حتی کثروا وکان
ابوبکر لا یکاد یلتفت فی الصلوۃ فالتفت
فاذا ھو بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وراءہ
فاشار الیہ بیدہ فامرہ ان یصلی کما ھو
فرفع ابوبکر یدیہ فحمد اللہ ثم رجع القہقری
وراءہ حتی دخل فی الصف فتقدم النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فصلی بالناس فلما
فرغ اقبل علی الناس فقال یا ایہا الناس
اذا نابکم شیئ فی صلوتکم اخذتم بالتصفیح

کی کہ ابو حازم نے سہل بن سعد سے روایت کی کہ قبیلہ بنی عمرو
کے کچھ لوگوں میں کوئی رنجش تھی پس نبی علیہ السلام صلح کرانے کے لئے ان
کی طرف تشریف لے گئے کچھ صحابہ بھی آپکے ساتھ تھے، نماز کا وقت آگیا
اور رسول اللہ نماز کے لئے نہیں آئے، بلال نے نماز کی اذان دی جانکہ
رسول اللہ صلعم اس وقت نماز کے لئے نہیں آئے تھے، پس بلال نے
ابوبکرؓ کے پاس آکے کہا کہ رسول اللہ صلعم رک گئے اور نماز کا وقت
آگیا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائینگے، کہا ہاں اگر تم چاہتے ہو،
بلال نے تکبیر تحریمہ شروع کی، ابوبکرؓ آگے بڑھے، پھر رسول اللہ صلعم
صفوں میں چلتے ہوئے صف اول میں کھڑے ہوگئے، لوگوں
نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا یہاں تک کہ کثرت ہوگئی، ابوبکرؓ
کی عادت تھی کہ بہت کم التفات کرتے تھے، جب انہوں نے
دیکھا تو نبی علیہ السلام آپکے پیچھے تھے، آپنے ہاتھ سے اشارہ کیا
کہ جیسے نماز پڑھا رہے ہیں اسی طرح سے نماز پڑھاتے رہیں۔
ابوبکرؓ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی حمد کی پھر پیچھے ہٹ
گئے یہاں تک کہ صف میں اصل ہوگئے رسول اللہ صلعم آگے
بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے
تو لوگوں سے متوجہ ہوکر آپ نے فرمایا تمہاری نماز
میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم ہاتھ پر ہاتھ مارنے
لگتے ہو، یہ تو عورتوں کے لئے ہے۔ تم میں سے کسی کو
نماز میں کچھ پیش آئے تو سبحان اللہ سبحان اللہ
کہنا چاہئے اس لئے کہ جو کوئی اسے سنے گا ملتفت ہوگا

انما التصفيح للنساء من نابه شئ فی صلوٰۃ فليقل سبحان الله سبحان الله فانه لا يسمعه احد الا التفت يا ابا بكر ما منعك حين اشرت اليك لم تصل فقال ما كان ينبغی لابن ابی قحافه ان يصلی بين يدی النبی صلی الله عليه وسلم ۔	اے ابوبکر میں نے جب تمہیں اشارہ کیا تھا تو کیا چیز نے تم کو روکا تم نے نماز نہیں پڑھی[۲] آپ نے عرض کی کہ ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے مناسب نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کے حضور میں نماز پڑھاتا۔

اس روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے، رسول اللہ صلعم تشریف فرما ہوے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کے اللہ کی حمد کی اور پیچھے ہٹ گئے' پھر رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھائی ۔

اس روایت سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز ختم ہو جانے کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا کی گئی ۔ حمیدی کی روایت میں تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ نہیں اٹھائے بلکہ شکر کے طور پر اپنا سر اٹھایا ۔ عینی نے عمدۃ القاری (کتاب الاذان) میں اسی حدیث کے ذیل میں جو عبد اللہ ابن یوسف سے مروی ہے یہ لکھا ہے

فرفع ابوبكر يديه فحمد الله ظاهره انه حمد الله تعالیٰ بلفظه صريحا لكن فی رواية الحميدی عن سفيان فرفع ابوبكر راسه الی السماء شكر الله و رجع القهقری و ادعی ابن جوزی انه اشار الی الشكر والحمد بيده ولم يتكلم وليس فی رواية الحميدی ما يمنع ان يكون بلفظه ويقوی ذلك مارواه احمد من رواية عبد العزيز	پس ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی حمد کی اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ انہوں نے صریح الفاظ میں اللہ کی حمد کی ۔ حمیدی میں سفیان کی روایت سے یہ آیا ہے کہ ابوبکر نے شکر ادا کرنے کے لئے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور پیچھے ہٹے اور ابن جوزی نے دعوی کیا ہے کہ آپ نے ہاتھ سے شکر اور حمد کی' زبان سے کچھ نہ بولے ۔ حمیدی کی روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو الفاظ کے ساتھ ادائے شکر و حمد کی مانع ہو اور اس کو تقویت دینی چاہیے

[۱] صحیح بخاری (طبع مطبع محمدی میرٹھ ۱۲۹۳) جلد اول ص ۲۷ [۲] نہیں پڑھائی

الماجشون عن ابی حازم یا ابابکر لما رفعت یدیک وما منعک ان تثبت حین اشرت الیک قال رفعت یدی لانی حمدت اللہ علی ما رایت منک[۱]

وہ روایت جو احمد نے عبدالعزیز الماجشون اور ابی حازم سے بیان کی ہے "اے ابوبکر تم نے کیوں ہاتھ اٹھایا جس وقت کہ میں نے تمہیں اشارہ کیا اس وقت اپنی جگہ پر برقرار رہنے سے کس چیز نے باز رکھا۔ کہا میں نے آپ سے جو دیکھا اس کے لئے اللہ کی حمد کی

بہرحال حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ اٹھانا ثابت ہو یا سر اٹھانا متحقق ہو اس کو فرض نماز کے ختم ہو جانے سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے کے بعد آپ نے صرف اللہ کا شکر ادا کیا اور ابن جوزی نے تو کہا ہے کہ شکر کے کلمات بھی نہیں کہے۔ اس کے بعد خود رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھائی ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے جتنی بھی حدیثیں پیش کی ہیں ان میں سے ایک حدیث میں بھی یہ مذکور نہیں کہ فرض نماز ختم ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلعم نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی ہے۔ یہ دعوی کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنا "سنت مستمرہ" ہے باطل ہے خصوصاً جب کہ مدعیان بدعت کی جانب سے اس باب میں کوئی حدیث صحیح پیش ہی نہیں کیجا سکتی۔

ان مثالوں سے واضح ہو گیا کہ مولف ہدیہ مہدویہ کے شبہات کیسے بے بنیاد ہیں بقیہ شبہات اور ان کے ابطال کے لئے دیکھو ختم الہدیٰ سبل السوی (طبع بنگلور) صـ ۱۲۸ تا صـ ۲۳۶[۲] اور کحل الجواہر (قلمی) باب سوم دلیل ہفدہم۔)

سراج الابصار کی تصنیف کا زمانہ امام علیہ السلام کی رحلت کے پچاس پچپن برس بعد کا ہے، امام علیہ السلام کے اخلاق حسنہ شہرۂ آفاق تھے اس لئے صاحب سراج الابصار کو مفصل بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی صرف یہ کہہ دینا کافی تھا

لقد کان اوصافہ الشریفۃ واخلاقہ الکریمۃ مشہورۃ کالشمس فی الظہیرۃ وتاثیر کلامہ منتشرا فی الآفاق ولقد

امام علیہ السلام کے شریفانہ اوصاف اور بزرگانہ اخلاق تو ایسے ہی مشہور تھے جیسے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت آفتاب روشن ہوتا ہے، ان کے کلام کی تاثیر دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور ان کی

[۱] عمدۃ القاری (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثانی صـ ۴۳۹ [۲] ختم الہدیٰ سبل السوی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (کلام اردو نمبر ۸۰۰)

صار بصحبتہ اجبن الناس اشجعھم واجھلھم اعلمھم وافسقھم اعبدھم وابخلھم اسخاھم الی آخرہ (سراج الابصار صنہ ۱۷)	صحبت میں جو زیادہ بزدل، جاہل، فاسق اور بخیل تھے وہ زیادہ شجاع، عالم، عابد اور سخی ہو گئے۔

اخلاق مہدیؑ کے ذیل میں صنہ ۲۲ پر اس کی توضیح کر دی گئی ہے۔

اس سے قطع نظر صاحب مطلع الولایت نے باب ششم میں یہ روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام نے فراہ میں آپ کی رحلت سے قبل گریہ وزاری کرنے والوں کو اس طرح مخاطب فرمایا

فرمودند اگر می گریید برائے آن وقت بگرئید چون یاد خدا از شما برود و آن وقت بندہ در میان شما نیست و نباشد و فرمودند ما دام اگر یاد خدای تعالیٰ در میان شما باشد این بندہ در میان شما باشد	فرمایا اگر روتے ہو تو اس وقت کے لئے رو جب کہ خدا کی یاد تم میں سے چلی جائے اس وقت بندہ تمہارے درمیان نہیں ہے اور نہ ہوگا' فرمایا جب تک کہ اللہ کی یاد تم لوگوں میں رہیگی یہ بندہ بھی تم میں رہیگا۔

تیئس ۲۳ برس عوت الی اللہ کے بعد رحلت سے قبل آپ کا اس طرح یاد الٰہی کے لئے تاکید فرمانا آپ کے خلق کی دلیل نہ ہو تو نہیں معلوم اور کس دلیل سے کسی نبی کے اخلاق ثابت کئے جا سکیں گے۔

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ مہدویہ کے پیش کردہ شبہات سے نہ تو امام علیہ السلام کے اخلاق کی نفی ہو سکتی ہے اور نہ صاحب سراج الابصار کی دلیل اخلاق کا رد۔

مذکورہ بالا شبہات کے لئے جن کی تردید کر دی گئی ہے مولف ہدیہ مہدویہ نے بد خلقی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حضرت مغیرہ رضؓ کی روایت اس سے قبل صنہ ۳۵ پر بیان کی گئی ہے ایسی روایت یا حضرت ابو الیسر رضؓ[1] یا خوات ابن جبیر رضؓ[2] کی روایت کی طرح کوئی روایت کتب مہدویہ میں ہوتی تو نہیں معلوم مولف ہدیہ مہدویہ اس کے لئے کونسا لفظ استعمال کرتا۔

---

[1] جامع ترمذی (طبع مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۵ھ) المجلد الثانی ابواب التفسیر صنہ ۱۳۹ [2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (طبع مصر) الجزء الثانی صفحات ۱۳۵، ۱۳۶

باب چہارم

تصحیح نقل کا مطالبہ اور اس کا جواب

احادیث سراج الابصار میں جو حدیثیں پیش کی گئی ہیں مولف ہدیہ مہدویہ نے انہیں حسن جہت الروایہ صحیح مانا ہے۔ سراج الابصار کی بعض حدیثوں کے معنی سے تعرض کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ "یہ روایات کہ معتبر تھیں اس کا جواب بفضلہ تعالیٰ بخوبی ہو چکا"[1] اور یہ جواب کیسا بے بنیاد ہے ہم نے باب سوم میں "روایات کی توضیح" کے ذیل میں (صد ۳۴۷ پر) واضح کر دیا ہے۔

روایات بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے مکتوب ملتانی میں شعب الایمان کی یہ روایت پیش کی ہے

اختلف الناس فی ام المھدی فتوقف جماعۃ واحالوا العلم الی عالمہ واعتقدوا انہ واحد من اولاد فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخلقہ اللہ متی شاء ویبعثہ نصرۃ لدینہ	امام مہدی کے بارے میں لوگوں میں اختلاف واقع ہو گیا ہے اس لئے ایک گروہ نے (کوئی رائے ظاہر کرنے سے) توقف کیا اور اس کے علم کو اس کے عالم کے حوالے کر دیا اور اپنا عقیدہ یہ رکھا کہ وہ اولاد فاطمہ سے ایک شخص ہوگا جسے اللہ جب چاہے گا پیدا کریگا اور اپنے دین کی مدد کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس کی صحت نقل میں شبہ ظاہر کیا ہے درآنحالیکہ شعب الایمان کا ایک ناقص نسخہ اس کے پیش نظر تھا۔ ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے

"اور نسخہ شعب الایمان کا کہ اس شہر میں اس وقت ناقص دستیاب ہوا اس میں یہ عبارت نہیں ہے اور نہ اس کتاب کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تتمہ میں یہ عبارت ہوے کیونکہ اس میں سوائے احادیث کے کچھ اپنی طرف سے اضافہ کرنا عادت مصنف کی نہیں معلوم ہوتی ہے"[2]۔

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۸
[2] " " ۱۶۰

صاحب سراج الابصار نے بھی شعب الایمان کے حوالے سے یہی روایت نقل کی ہے (سراج الابصار ص۶) اس لئے اس کی تصحیح نقل ضروری ہے۔

شعب الایمان کی روایت

(ل) مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ صاحب شعب الایمان حدیثیں درج کرنے کے بعد اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کرتے صحیح نہیں ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے کتاب النکاح باب الولیمہ الفصل الثالث کے آخر میں تین حدیثیں درج کرنے کے بعد یہ لکھا ہے

روی الاحادیث الثلثة البیهقی فی شعب الایمان قال هذا ان صح فلان الظاهر ان المسلم لایطعمه ولایسقیه الا ما هو حلال عنده[۱]

یہ تین حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہیں اور یہ کہا ہے کہ یہ اخیر حدیث اگر صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ مسلمان نہیں کھلائے گا اس کو اور نہیں پلائے گا اس کو مگر جو کہ اس کے پاس حلال ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جہاں احادیث میں اختلاف ہو تو بیہقی اپنی طرف سے کچھ کہتے ہیں اور کوئی شبہ ہو تو اس کو صاف کر دیتے ہیں۔

(ب) اس سے قبل ص۳۴۶ پر ہم نے اسعد کی مولف شعب محرقہ کا حال بیان کیا ہے۔ شعب محرقہ کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں کتاب کنز الدلائل[۲] کے ساتھ موجود ہے یعنی صاحب کنز الدلائل نے شعب محرقہ کی عربی عبارت درج کر کے فارسی میں اس کا ابطال کیا ہے۔

صاحب شعب محرقہ نے شیعوں کے امام محمد بن الحسن العسکری کا ذکر کرتے ہوئے بیہقی کی روایت یوں تسلیم کی ہے

وهولاء هم الشیعة خصوصاً الامامیة منهم ووقفهم علیه جماعة من اهل الکشف فاشار البیهقی الی توقف جماعة من الناس عما اتفق علیه الشیعة

وہ لوگ شیعہ ہیں خصوصاً وہ جو امامیہ کہلاتے ہیں اور اہل کشف کی ایک جماعت نے اس باب میں توقف کیا ہے، پس بیہقی نے اہل کشف کے شیعی عقیدہ کے بارے میں توقف کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں محمد بن الحسن العسکری کو مہدی

۱؎ اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) جلد سوم ص۳۴۳ ۲؎ کنز الدلائل (قلمی) کلام فارسی نمبر ۱۷۸ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد عہ وقف علیہ

بلا دلیل یدل علی تعیین وقت ولادته وعلی کونه محمد بن الحسن العسکری لان المهدی ثبت وجوده وظهوره بالأحادیث النبویة ولیس فیها انه ابن الحسن العسکری و انه یولد عام کذا وکذا۔[1]

تسلیم کیا گیا ہے اگرچہ ان کے وقت ولادت اور ان کے مہدی ہونے پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ مہدی کا وجود اور ظہور احادیث نبوی سے ثابت ہے لیکن ان حدیثوں میں یہ نہیں ہے کہ محمد بن الحسن العسکری ہی مہدی ہیں اور فلاں فلاں سال پیدا ہوں گے۔

اسعد مکی نے بیہقی کی روایت کو بعد کی عبارت میں اس طرح تسلیم کیا ہے

وھا انا اشرح لک قول البیهقی مختصرا لتکون علی بصیرة من خلط جهول الدین فیقول البیهقی اختلف الناس فی امر المهدی ای الموعود به فی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم هل تقدم علی القول بانه محمد بن الحسن العسکری الذی ولد عام کذا وکذا الخ ویجزم به فاقدم الشیعة علیه وجزمت به وتوقف جماعة عن الاقدام علیه والجزم به۔[2]

اب میں تمہارے لئے بیہقی کے قول کی مختصر طور پر شرح کرتا ہوں تاکہ جہول الدین نے جو خلط ملط کر دیا ہے اس سے تمہیں آگاہی ہو جائے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ لوگوں نے مہدی کے باب میں اختلاف کیا یعنی وہی مہدی جن کا حدیث نبوی میں وعدہ کیا گیا ہے کیا پہلے ایسی کوئی روایت آچکی ہے کہ وہ مہدی حسن عسکری کے فرزند ہوں گے جو فلاں سال پیدا ہوئے ہیں اور اس کو قطعی مان لیا جائے۔ پس شیعوں نے انہیں مہدی مانا اور اس پر یقین کیا اور ایک جماعت نے ان کے مہدی ماننے اور اس پر یقین کرنے سے توقف کیا۔

اسعد مکی کے الفاظ "فاشار البیهقی الی توقف جماعة" (پس بیہقی نے ایک جماعت کے توقف کی طرف اشارہ کیا) اور "اشرح لک قول البیهقی مختصرا" (تمہارے لئے بیہقی کے قول کی مختصر طور پر شرح کرتا ہوں) سے ظاہر ہے کہ شعب الایمان کی روایت اسعد مکی کی مسلمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی ہجری میں شعب الایمان کا کامل نسخہ جنوبی ہند یا حجاز میں متداول تھا اور مذکورہ روایت اس قدر متعارف تھی کہ اسعد مکی اس سے انکار نہ کر سکا، مجبوراً اس نے بیہقی کی روایت کی غلط توجیہ کی یعنی یہ بیان کیا کہ المهدی سے محمد بن الحسن العسکری کی ذات مراد ہے (جن کے

[1] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۱۱۶ [2] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۱۲۰ (کلام فارسی نمبر ۸۱۷ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ سامرہ کے سرداب میں پوشیدہ ہیں اور جن کی ولادت کی تاریخ میں شیعوں کو اختلاف ہے) اور "توقف جماعۃ" سے اہل سنت والجماعت ہیں جنہوں نے محمد بن الحسن العسکری کی مہدیت کے باب میں توقف کیا ہے۔ توقف کرنے والی جماعت کا عقیدہ اسعد کی نے اس طرح بیان کیا ہے

واعتقد واما اعتقد جمهور اهل السنة والجماعة الذين منهم جهابذة المحدثين المعول عليهم فی الدين من ان المهدی الموعود فی اخبار الصحيحة واحد من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلی الله عليه وسلم۔	توقف کرنے والوں نے جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھا جس میں جلیل القدر علماء حدیث ہیں جن پر دین میں اعتماد کیا جاتا ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود وہی ہے جو اولاد فاطمہ سے ہے اور جس کا احادیث صحیحہ میں وعدہ کیا گیا ہے۔

اس سے قبل اسعد کی نے توقف کرنے والوں کے لئے "اهل الكشف" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے بھی توقف کرنے والوں کا اہل سنت والجماعت سے ہونا ظاہر ہے کیونکہ شیعہ اور امامیہ کا اہل الکشف سے ہونا اسعد کے نزدیک متحقق نہیں ہو سکتا۔

اسعد کی کا یہ کہنا کہ محمد بن الحسن العسکری کی مہدیت کے باب میں اہل سنت والجماعت نے توقف کیا ہے صحیح نہیں اس لئے کہ محمد بن الحسن العسکری کا مہدی موعود ہونا علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے اور ان علما کے باب میں یہ کہنا کہ انہوں نے اس کے متعلق توقف سے کام لیا اور اظہار حق نہیں کیا قابل تسلیم نہیں، اس سے قطع نظر وہی شخص توقف کریگا جو تشیع کی جانب مائل ہو

صاحب شرح مقاصد نے امامت کے ذیل میں یہ لکھا ہے

زعمت الامامية من الشيعة انه محمد بن الحسن العسكری اختفی عن الناس خوفا من الاعداء ولا استحالة فی طول	شیعوں میں سے فرقہ امامیہ نے یہ خیال کیا کہ محمد بن حسن العسکری مہدی ہیں جو دشمنوں کے خوف سے لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے ان کی عمر کے طول میں کوئی استحالہ نہیں ہے جیسے

عمر کنوح ولقمان والخضر علیہم السلام وانکر ذلک سائر الفرق۔[۱]	نوح، لقمان اور خضر علیہم السلام اور باقی فرقوں نے اس سے انکار کیا ہے۔

شارح مقاصد کے الفاظ "انکر ذلک سائر الفرق (باقی تمام فرقوں نے اس سے انکار کیا ہے) سے ظاہر ہے کہ امامیہ کے سوا تمام فرقوں نے محمد بن الحسن العسکری کے مہدی ہونے سے انکار کیا ہے۔

صاحب کنز الدلائل نے علاء الدین سمنانی کے رسالہ مجالسات کے حوالے سے (جس میں رسالہ عروہ کا حوالہ دیا گیا ہے) محمد بن الحسن العسکری کے باب میں یہ عبارت پیش کی ہے

وخدائے می داند او مردہ است واو را در مدینۂ رسول دفن کردہ اند وشبہ در این نیست[۲]	خدا جانتا ہے کہ وہ یعنی محمد بن الحسن العسکری نے وفات پائی ہے اور انہیں مدینہ میں دفن کیا گیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔

ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی میں شیخ علاء الدین سمنانی کے حوالہ سے محمد بن الحسن العسکری کے باب میں یہ لکھا ہے

صار من الابدال وغاب من اعین الناس ثم صار قطبا ومات تلک الحال[۳]	یہ ابدال سے ہو گئے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے پھر یہ قطب بن گئے اور اسی حالت میں وفات پائی۔

حاصل یہ کہ اہل سنت والجماعت نے محمد بن الحسن العسکری کی مہدیت اور ان کے طول حیات کے باب میں بقول اسعد مکی توقف سے کام نہیں لیا بلکہ اس سے انکار کیا ہے۔

اس سے قطع نظر بیہقی کی روایت کا سیاق بھی اسعد کی توجیہ کو باطل قرار دیتا ہے، بزعم اسعد مکی مذکورہ روایت میں المہدی سے محمد بن الحسن العسکری مراد ہے اور انہ واحد سے وہ مہدی مراد ہے جو اہل سنت والجماعت کے خیال کے مطابق ظاہر ہوگا۔ ضمیر سے ایک ذات مراد لینا اور اسی کے مرجع سے دوسری ذات مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے یہ لکھا ہے

"ان سب باتوں پر طرہ یہ ہے کہ اس قول میں "اعتقد وانہ واحد" کی ضمیر اسی طرف پھرتی ہے جو "اختلف الناس فی امر المہدی" میں ہے، اب یہ مہدی بھی وہی شیعہ کے مہدی

[۱] شرح مقاصد مطبع بوسنوی ۱۳۰۵ھ المجلد الثانی صفحہ ۳۰۷ [۲] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۱۲۰ [۳] المہدی صفحہ ۱۴، ۱۵ (عقائد و کلام نمبر ۶۵، کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن)

ہوے نہ اہل سنت کے، اب یہ معنی کہ جمہور اہل سنت اعتقاد کرلے کہ مہدی موعود تا آخر غیر مستقیم ہوگیا کہ لفظ مخالف اعتقاد طرف ضمیر موافق اعتقاد پھیرنا صحیح نہیں"[1]

شعب الایمان کی روایت کی تائید شرح مقاصد سے ہوجاتی ہے۔ تفتازانی نے علما کا مذہب اس طرح بیان کیا ہے

فذهب العلماء الى انه امام عادل من ولد فاطمة رضی الله عنها يخلقه الله تعالى متى شاء ويبعثه نصرة لدينه[2]	علما کا مذہب یہ ہے کہ مہدی امام عادل ہیں اولاد فاطمہ سے اللہ تعالیٰ جب چاہے گا انہیں پیدا کریگا اور نصرت دین کے لئے مبعوث فرمائیگا۔

حاصل یہ کہ شعب الایمان کی روایت جو سراج الابصار میں مذکور ہے اس کی تصحیح نقل اسعد مکی کے بیان سے ہوگئی اور اس روایت کو شیوخ مہدی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

حضرت عالم باللہ نے کتاب سراج الابصار کے آخر میں تنبیہ التحرز، نووی، ملفوظات حضرت گیسو دراز کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ دسویں صدی میں مہدی موعود تجدید دین فرمائینگے اور تاریخ طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام مہدیؑ کا ظہور ۹۰۰ھ کے قریب ہوگا (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۲۰۶) مولف ہدیہ مہدویہ نے ان الفاظ میں تصحیح نقل کا مطالبہ کیا ہے "جن کتابوں کے حوالے دئے ہیں ان میں اپنے مضامین منقولہ کو دکھا دیویں کہ طبری نے کیا لکھا ہے اور نوویؔ نے کس جا اور خواجہ گیسو دراز نے کس ملفوظ میں فرمایا ہے"۔[3]

سراج الابصار ۹۶۴ھ اور ۹۷۲ھ کے درمیان کسی سنہ میں مکمل ہوئی ہے کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ معاصرین مخالف نے تصحیح نقل کا مطالبہ کیا ہے حالانکہ یہ ثابت ہے کہ سلطنت مغلیہ کے قیام سے پہلے گجرات علوم عربیہ کا معدن سمجھا جاتا تھا اور بڑے بڑے علما اس دور میں موجود تھے خود شیخ کے شاگرد عبدالوہاب متقی نے شیخ کی وفات کے بعد گجرات کا سفر کیا ہے[4] اور یہ قرین قیاس نہیں کہ گجرات آکے اس نے اپنے استاد کے رسالہ کا جواب نہ پڑھا ہو قطع نظر اس کے تاریخ سلیمانی کی روایت

[1] شمس الہدی (طبع مطبع نبوی) صفحہ ۳۸ [2] شرح مقاصد (طبع مطبع بوسنوی) الجلد الثانی صفحہ ۳۰۷
[3] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۸ [4] مرآت احمدی (طبع بمبئی) جلد دوم صفحہ ۵۷

کے مطابق سراج الابصار کا مکہ معظمہ بھیجا جانا ثابت ہے۔

حاصل یہ کہ معاصرین مخالف کے نزدیک مذکورہ روایتیں مسلم تھیں۔ اس سے قبل "مہدوی مذہب اور عالمگیر بادشاہ" کے عنوان کے ذیل میں (صفحہ ۱۵۸ پر) بیان کیا گیا ہے کہ عالمگیر نے احمد نگر کے قیام کے زمانہ میں (سنہ ۱۰۹۲ تا سنہ ۱۰۹۴) قاضی ابو سعید کو حکم دیا تھا کہ عقائد مہدویہ کی تحقیق کیجائے۔ قاضی ابو سعید اور علمائے مہدویہ کا مباحثہ موسوم بہ "مباحثۂ عالمگیری" شایع ہوگیا ہے[1]۔

تنبیہ التحرز اس مباحثہ میں تنبیہ التحرز، ملفوظات گیسو دراز وغیرہ کا حوالہ دیا گیا تو قاضی ابو سعید نے تصحیح نقل کا مطالبہ نہیں کیا لیکن جب شعب الایمان کی روایت پیش کی گئی تو قاضی نے یہ کہا "این کتاب در کتاب خانہ ما نیست" یعنی یہ کتاب ہمارے کتب خانہ میں نہیں ہے۔ اس کے جواب میں میاں شیخ ابراہیم نے یہ کہا ہے کہ "از کتب خانہ بادشاہ بہ طلبید و بہ بینید اگر این قول در کتاب باشد مرا راست وا رید و الا الکذاب لا امتی بر من لازم آید" یعنی شاہی کتب خانہ سے طلب کرو اور دیکھو اگر یہ قول اس کتاب میں ہو تو مجھ کو سچ جانو ورنہ میں الکذاب لا امتی کا مصداق ہونگا۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں کتاب شعب الایمان شاہی کتب خانہ میں موجود تھی اس کے بعد شیخ ابو القاسم نے یہ لکھا ہے "قاضی بدل دانست کہ راست میگویند پس از ان اغماض کردہ گفت کہ اکنوں شام شدہ است" یعنی قاضی سمجھ گیا کہ ہم سچ کہتے ہیں پس اس نے اس سے چشم پوشی کی اور کہا کہ اب شام ہوگئی ہے۔

حاصل یہ کہ سنہ ۱۰۹۴ تک تنبیہ التحرز وغیرہ کی روایتوں پر اعتراض نہیں کیا جاتا تھا۔ حافظ محمد اسعد مکی نے سنہ ۱۱۶۳ میں رسالہ شعب محرقہ لکھا ہے، سراج الابصار کی زیر بحث روایتیں درج کرکے یہ لکھا ہے "وانت خبیر بان مثل ھذہ النقول بعد صحۃ نسبتھا الی قائلھا واللہ اعلم بذلک لا یسمن ولا تغنی من جوع"[2] (اور تم جانتے ہو کہ ایسے اقوال ان کی صحت نقل کے بعد بھی (اور یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے) نہ فربہی لاتے ہیں اور نہ ان سے بھوک جاتی ہے)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مذکورہ روایتیں ان کی تصحیح نقل ہوجانے کے بعد بھی اسعد کے ہاں

[1] مباحثۂ عالمگیری (طبع قومی پریس حیدرآباد دکن ۱۳۱۱ فصلی) [2] کنز الدلائل (قلمی) صفحہ ۱۶۱ فن کلام فارسی نمبر ۱۰۷ کتب خانہ آصفیہ

قابل تسلیم نہیں ہیں لیکن تصحیح نقل کے باب میں اس نے واللہ اعلم بذلک کہدیا یعنی ان روایتوں کی نسبت کا غلط ہونا اس کے نزدیک قطعی نہیں ہے

شہب محرقہ کی تالیف کے سوا سو سال بعد مولف ہدیہ مہدویہ نے تصحیح نقل کا شدت سے مطالبہ کیا ہے۔

واضح ہو کہ تنبیہ التحرز کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا اور صاحب سراج الابصار کے بیان سے ظاہر ہے کہ تنبیہ التحرز میں حدیث مجددین کا ذکر ہے۔ البتہ سیوطی نے مرقاۃ الصعود[1] میں کتاب الملاحم کے ذیل جہاں حدیث مجددین کی شرح کی ہے اپنے رسالہ تنبیہ کا اس طرح ذکر کیا ہے "قد افردت فی شرح ھذا الحدیث تالیفا مستقلا سمیتہ التنبیہ بمن یبعث اللہ علی راس کل مایۃ وانا الخص فوائدہ ھھنا۔ یعنی اس حدیث کی شرح میں میں نے ایک مستقل رسالہ موسوم بہ "التنبیہ بمن یبعث اللہ علی راس کل مایۃ" تالیف کیا ہے اور اس کے فوائد کی یہاں تلخیص کرتا ہوں۔

ممکن ہے صاحب سراج الابصار نے اپنے دستخطی نسخے میں التنبیہ والتحریز لکھا ہو اور بعد کو کسی ناقل نے التحرز کر دیا ہو۔ اس کے علاوہ التنبیہ کے نام سے شیخ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ بھی ہے جس میں مجددین کی روایت موجود ہے۔ عجب نہیں کہ صاحب سراج الابصار نے التنبیہ ہی قلمبند فرمایا ہو اور اور کاتبوں نے اس کے ساتھ تحریز یا تحرز بڑھا دیا ہو۔

نووی دوسرے نووی کا ذکر ہے' یہ معلوم نہ ہو سکا کہ صاحب سراج الابصار کے زمانہ میں نووی کی کونسی تصنیف مشہور تھی جس میں مہدی کے ظہور کی خبر درج کی گئی ہے اور جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ (جلد ۶ صفحہ ۲۵۲) میں مذکور ہے نووی صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ بہر حال اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ یہاں نووی سے نووی کی شرح مسلم تو مراد نہیں لے سکتے اس لئے کہ صاحب سراج الابصار نے حضرت اسامہ پر قصاص یا دیت واجب نہ ہونے کی بحث میں نووی کے حوالے سے یہ عبارت درج کی ہے

اما کونہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یوجب علی اسامہ قصاصا ولا دیۃ الی آخرہ

(سراج الابصار صفحہ ۹۴) مذکورہ عبارت باب "تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ" کے

[1] مرقاۃ الصعود' کتاب الملاحم' تحت حدیث نمبر ۱۱' کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن

ذیل میں موجود ہے[1]۔ اگر مہدی کے ظہور کی روایت بھی شرح مسلم سے متعلق ہوتی تو اس کی تصریح کردیتے۔

حاصل یہ کہ ان کتابوں کے متداول نہ ہونے سے ان کے وجود کا انکار نہیں کر سکتے اور نہ یہ گمان کر سکتے ہیں کہ مذکورہ کتابیں صاحب سراج الابصار کے پیش نظر نہیں تھیں اور عقل سلیم بھی اس بات کو باور نہیں کرتی کہ مصنفؒ نے ایسی جگہ بیٹھ کر جہاں شیخ علی کے ماننے والوں کی ایک جماعت موجود ہو تصحیح نقل کے مطالبہ کا خیال کئے بغیر شیخ کے رسالۂ الرد کا جواب لکھا ہوگا۔

قدما کی کتابوں میں بہت سی ایسی کتابوں کے نام اور حوالے ملتے ہیں جو آجکل دستیاب نہیں ہوتیں کیا ہم سرے سے ان کتابوں کے وجود ہی کا انکار کردینگے۔ دور کاہے کو جائیں خود ہندوستان ہی میں قریبی زمانہ کی ایک مثال ملتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز (وفات ۱۲۳۹ھ) نے تحفہ اثنا عشریہ میں مجاج السالکین کے حوالے سے یہ روایت پیش کی ہے

مجاج السالکین کی مثال

ان ابابکر لما رای ان فاطمۃ انقضبت عنہ وھجرتہ ولم تکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عندہ فاراد استرضاء لھا فاتاھا فقال لھا صدقت یا ابنۃ رسول اللہ فیما ادعیت ولکنی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن سبیل بعد ان یوتی منھا قوتکم والصانعین بھا فقالت افعل فیھا کما کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیھا فقال ذلک اللہ علی ان افعل فیھا ما کان یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ

تحقیق کہ جب ابوبکر نے دیکھا کہ فاطمہ ان سے رنجیدہ ہو گئیں اور ترک کلام کر دیا اور اس کے بعد فدک کے باب میں کوئی بات نہیں کہی تو یہ ابوبکر کو گراں گزرا پس فاطمہ کی رضاجوئی چاہی، پس ان کے ہاں آئے پس ان سے کہا سچ ہوا ے دختر رسول جس میں کہ آپنے دعوی کیا لیکن میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ اس میں سے تمہاری قوت اور وہاں کام کرنے والوں کی قوت دیدینے کے بعد بانٹتے تھے اور دیتے تھے فقرا مساکین اور مسافروں کو پس فاطمہ نے کہا اسی طرح عمل کرو جس طرح کہ میرے باپ رسول اللہ صلعم اس کے باب میں عمل کرتے تھے پس کہا کہ یہ اللہ کی شان ہے۔ مجھے قسم ہے کہ میں اس میں اسی طرح عمل کرونگا جس طرح آپکے باپ عمل کرتے تھے پس فاطمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم ہے تمہیں کرنا ہوگا پس ابوبکر نے کہا کہ قسم بخدا میں ایسا ہی عمل کرونگا پس فاطمہ نے

[1] منہاج شرح مسلم حاشیہ ارشاد الساری (طبع مصر) الجزء الاول صہ ۲۶۸

...فعلن فقالت اللھم اشھد فرضیت بذلک واخذت العھد علیہ وکان ابوبکر یعطیھم منھا قوتھم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل [1]

کہا اے خدا تو گواہ ہے، پس فاطمہ اس سے راضی ہوگئیں اور ابوبکر سے عہد لے لیا۔ ابوبکر اس میں سے ان کی قوت دیتے تھے اور باقی فقراء اور مسافروں میں بانٹتے تھے۔

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز نے یہ لکھا ہے

این است عبارت مرویہ در کتاب محجاج السالکین و دیگر کتب معتبرۂ امامیہ۔

یہ روایت محجاج السالکین اور مذہب امامیہ کی دوسری معتبر کتابوں میں ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں جتنی کتابیں شیعوں کی طرف سے لکھی گئی ہیں سب میں کتاب محجاج السالکین کے وجود سے انکار کیا گیا ہے۔ سید محمد صاحب طعن الرماح نے یہ لکھا ہے "تا حال نام کتاب محجاج السالکین بگوش کسے از شیعیان نرسیدہ ...... چہ مستبعد است کہ نام کتاب را خودش بدروغ ساختہ باشد" [2] یعنی محجاج السالکین کا نام آج تک کسی شیعی نے سنا ہی نہیں کچھ بعید نہیں کہ کتاب کے نام کا خود جعل کیا ہو۔

واضح ہو کہ کتاب طعن الرماح جیسا کہ اس کے آخر میں درج ہے سنہ ۱۲۳۶ھ یعنی شاہ عبدالعزیز کی زندگی ہی میں تالیف کی گئی ہے۔ اسی طرح سید محمد قلی کنتوری نے اپنی کتاب تشئید المطاعن (جواب باب دہم تحفہ اثنا عشریہ) میں یہ بیان کیا ہے "پس جوابش آنست کہ ما محجاج السالکین و صاحبش را نمی دانیم و نمی شناسیم الی آخرہ" [3] یعنی اس کا جواب یہ ہے کہ ہم محجاج السالکین اور اس کے مصنف کو نہیں جانتے اور نہیں پہچانتے

تحفۂ اثنا عشریہ کی تائید میں جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کسی میں بھی محجاج السالکین کی نقل کی تصحیح نہیں کی گئی بلکہ اسی مضمون کی روایت دوسری کتاب سے پیش کی گئی ہے۔

خلیل احمد سہارنپوری مصنف ہدایت الرشید الی افحام العنید نے یہ لکھا ہے کہ

"بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کے ہی ذمہ ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ قرینہ قطعیہ قائم ہے

[1] تحفہ اثنا عشریہ (طبع مطبع ثمر ہند واقع لکھنؤ صفحہ ۳۲۳ و صفحہ ۳۲۴) [2] طعن الرماح (طبع سلطان المطابع) صفحہ ۵۲ [3] تشئید المطاعن (مطبوعہ) جلد اول حصہ اول صفحہ ۲۷۸

کہ اہل سنت کو اس وضع و افترا کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب بہ طور خود گھڑلیں کیونکہ عبارت تحفہ سے واضح ہے کہ اس روایت کا وجود کچھ مصباح السالکین پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور بھی معتبر کتابوں میں مروی ہے چنانچہ ہم نقل کرینگے ۔ پس جب کہ یہ روایت اور بھی بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کرتی ہے کہ باوجود پائے جانے روایت کے معتبر کتابوں میں ان کو ترک کردیں اور فرضی نام کتاب کا تراش کر روایت کو اس کی طرف منسوب کریں ۔ یہ روایت فاضل تحریر کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر نہج البلاغہ مسمی بہ مصباح السالکین میں... نقل کی ہے[1]"۔

اس جواب سے یہ ظاہر ہے کہ اگر اصل کتاب کی تصحیح نقل نہ ہو سکے تو ہم معنی روایت دوسری کتاب سے پیش کیجا سکتی ہے ۔ بہرحال شاہ عبدالعزیز کے متعلق تو یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے کتاب زیر بحث کا مراجعہ کئے بغیر لکھ دیا ہوگا' خود ان کے ہاں کتب خانہ تھا اور شاہانِ دہلی کا کتب خانہ بھی پیش نظر تھا' اس بحث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایک عالم کے پیش نظر ایک کتاب ہو اور اس کتاب کے نسخے متداول نہ ہوں ۔

یہی حال تنبیہ المتحرز اور نووی کی کتاب کا ہے ۔ آج کل یہ کتابیں دستیاب نہوں تو یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ صاحب سراج الابصار کے پیش نظر بھی یہ کتابیں نہیں تھیں ۔ قطع نظر اس کے اس دور کے مخالفین کی جانب سے تصحیح نقل کا مطالبہ بھی ثابت نہیں ہے ۔

طبری کی روایت اب رہی تاریخ طبری کی روایت تو اس کے متعلق عرض ہے کہ طبری کے موجودہ نسخہ میں مہدی کے ظہور کی روایت موجود نہ ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ روایت طبری کے اس نسخہ میں بھی موجود نہیں تھی جو صاحب سراج الابصار کے پیش نظر تھا ۔ اس زمانہ میں تاریخ طبری یا اس کے اجزا کا گجرات میں ہونا بعید نہیں اس لئے کہ جب اکبر نے گجرات فتح کیا تو مال غنیمت میں نفیس نفیس کتابیں ہاتھ آئیں ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے یہ بیان کیا ہے

کتاب ہائے نفیس بسیار از اعتماد خان گجراتی کہ در فتح اعتماد خان گجراتی کی بہت سی نفیس کتابیں جو فتح گجرات کے وقت

[1] ہدایت الرشید (طبع مطبع قدوسی واقع دہلی ۱۳۰۰ھ) ص ۱۵۷ تا ص ۱۵۸

گجرات داخل خزانہ عامرہ شدہ بود بر علما و فضلا بنفس خود تقسیم می نمودند و از جملہ چند کتاب کہ بہ فقیر دادند یکی انوار المشکوۃ بود بزیادۃ یک فصل از مشکوۃ الانوار ۔[1]	خزانہ عامرہ میں داخل ہوئی تھیں بنفس نفیس علما اور فضلا میں تقسیم کرتے تھے منجملہ چند کتابوں کے جو فقیر کو دیں ایک انوار المشکوۃ تھی جس میں مشکوۃ الانوار سے ایک فصل زیادہ تھی ۔

امرا کے کتب خانہ سے سلاطین اور علما کے کتب خانوں کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔

صاحب سراج الابصار نے ہدایہ کی شرح حمیدی کی عبارت نقل کی ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار ۲۲)
حمیدی سمرقندی ہیں انہوں نے یہ شرح سلطان محمد خان فاتح کے لئے لکھی ہے اس کا نام "نکات الحقر الوری" ہے جیسا کہ صاحب کشف الظنون نے بیان کیا ہے[2] اس سے ظاہر ہے کہ کتاب قسطنطنیہ میں لکھی گئی اور اس کے نسخے علاقہ گجرات میں پہنچ گئے ۔ تذکرہ قرطبی قرطبہ میں لکھا گیا اس کے نسخے ہندوستان آگئے ۔ تاریخ طبری اس سے تین صدی قبل بغداد میں لکھی گئی اس کا یا اس کے اجزا کا ہندوستان پہنچ جانا بعید نہیں جس طرح دوسرے اسلامی ممالک کی کتابیں ہندوستان آتی تھیں اسی طرح ہندوستان کی کتابیں بھی وہاں جاتی تھیں مثلاً مشارق الانوار جو ہندوستان میں لکھی گئی دیار عرب میں شریک نصاب ہوئی اور وہاں اس کے شروح لکھے گئے ۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ "اصل تاریخ (طبری) ان کو کہاں سے نصیب ہوئی" اسلامی ممالک کے علمی ارتباط سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے ۔ اصل تاریخ طبری کے اجزا کلکتہ اور حیدرآباد دکن میں موجود ہیں ۔ مطبوعہ تاریخ طبری کے مقدمہ میں یہ مرقوم ہے

"The library of the Asiatic society of Bengal at Calcutta possesses a valuable fragment of the first volume which was lent to us with the greatest liberality Page 32

یعنی ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ واقع کلکتہ میں طبری کی جلد اول کا ایک قیمتی حصہ ہے جو نہایت فراخدلی سے ہمیں مستعار دیا گیا ۔ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن میں بھی اصل تاریخ طبری کا ایک جزو ہے (فن تاریخ نمبر ۱۶) اس میں سنہ ۱۴۰ھ سے سنہ ۲۱۰ھ تک کے واقعات درج ہیں اس کے پہلے

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد دوم صفحہ ۲۰۲ [2] کشف الظنون (طبع قسطنطنیہ) الجز الثانی صفحہ ۶۵۲

صفحہ پر یہ عبارت درج ہے "الجزء السابع من تاریخ الشیخ محمد بن جریر طبری"

خود سراج الابصار چار سو برس پیشتر لکھی گئی ہے اور نہیں معلوم کس سنہ کا مکتوبہ نسخہ مصنف کے پیش نظر تھا۔ تاریخ طبری جو یورپ سے شایع ہوئی ہے اس کو اصل نسخہ سمجھ لینا قطعی نہیں اس کی حیثیت محض ایک نسخہ کی ہے اس کے مختلف حصے مختلف ممالک سے حاصل کئے گئے جو ایک دوسرے سے مختلف بھی تھے جس میں کلکتہ کے کتب خانہ کا ایک حصہ بھی شامل ہے اور مصریوں نے جو تاریخ طبری شایع کی ہے وہ یورپ کے مطبوعہ نسخہ کی نقل ہے۔

قلمی کتابوں میں تو ایسا اختلاف ہوا کرتا ہے ایک ہی کتاب کے ایک نسخہ میں ایک روایت ہوتی ہے اور دوسرے نسخہ میں نہیں پائی جاتی۔

تاریخ ابو الفرج کی مثال مولوی شبلی نعمانی نے اپنے رسالہ کتب خانہ اسکندریہ[1] میں بیان کیا ہے کہ تاریخ مختصر الدول مصنفہ ابو الفرج سب سے پہلی کتاب ہے جس میں کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا ذکر ہے اس کے ضمن میں شبلی نے تاریخ مختصر الاول مصنفہ ابو الفرج مطبوعہ لندن سنہ ۱۶۶۳ء صفحہ ۱۸۰ اور ۱۸۱ کے حوالے سے ابو الفرج کی عبارت کا لفظی ترجمہ دیا ہے اس کے آخر میں یہ عبارت ہے۔

"...... عمرو بن عاص نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کرا تا اور ان کو جلوانا شروع کیا پس وہ چھ مہینے کی مدت میں جلکر تمام ہوئیں سو جو کچھ ہوا سنو اور تعجب کرو"

شبلی کے مذکورہ رسالہ کا خلاصہ جرجی زیدان نے الہلال میں شایع کیا تھا اس کے بعد اس موضوع پر علمائے مصر نے بھی قلم اٹھایا۔ علی پاشا مبارک نے اپنی تصنیف "الخطط التوفیقیۃ" میں کتب خانہ اسکندریہ کے باب میں یہ لکھا ہے

ینسب حرقہا الی عمرو بن العاص لکن لم یعلم وجہ انتساب ذلک الیہ فان ہذہ الحادثۃ لم یتکلم علیہا احد من المؤرخین فی عصرہ من النصاری وغیرہم ولم یظہر

کتب خانہ اسکندریہ کا جلایا جانا عمرو بن العاص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اس کے انتساب کی وجہ معلوم نہیں عمرو بن العاص کے ہم عصر نصرانی و غیر نصرانی مورخوں میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا اور یہ روایت

[1] کتب خانہ اسکندریہ (طبع آگرہ ۱۸۹۵ء) صفحہ ۱۱، ۱۲

ذلک الا فی القرن الثالث عشر من المیلاد من کتاب ینسب الی ابی الفرج البطریق حلب مع انه لم یذکرها فی تاریخه العام

صرف تیرھویں صدی میلادی سے ابو الفرج البطریق حلب کی کتاب کے حوالے سے کہجاتی ہے درآنحالیکہ اس نے اپنی عام تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہی نہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابو الفرج کی تاریخ میں کتب خانہ اسکندریہ کا جلایا جانا مذکور نہیں ہے حالانکہ مولوی شبلی نے جس نسخہ کا حوالہ دیا ہے اس میں یہ واقعہ مرقوم ہے۔

علی باشا مبارک کی مذکورہ بالا عبارت پر رفیق بک العظم نے یہ حاشیہ لکھا ہے

قوله لم یذکرها فی تاریخه العام لعله یرید به تاریخ مختصر الدول المطبوع بمطبعة الآباء الیسوعیین ببیروت سنة ۱۸۹۰م فهذا المطبوع حقیقة لم نر فیه ذکر المکتبة الاسکندریة مع ان شبلی افندی النعمانی قد ذکر ان الجملة انما جاءت فی تاریخ مختصر الدول هذا[1]۔

علی باشا مبارک کا یہ کہنا کہ ابو الفرج نے اپنی تاریخ عام میں کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا ذکر نہیں کیا۔ شاید اس سے مراد تاریخ مختصر الدول ہے جو ۱۸۹۰ء میں آباے یسوعیین کے مطبع واقع بیروت میں طبع کی گئی اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کتب خانہ اسکندریہ کا بیان نہیں دیکھا حالانکہ شبلی نعمانی نے ذکر کیا ہے کہ یہ سب کچھ تاریخ مختصر الدول میں ہے۔

اب یہ بات واضح ہوئی کہ تاریخ مختصر الدول کے اس نسخہ میں جس کا مولوی شبلی نے حوالہ دیا ہے اور جو لندن میں سنہ ۱۶۶۳ء میں طبع ہوا کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کی روایت موجود ہے لیکن اس کتاب کا دوسرا نسخہ جو بیروت سے سنہ ۱۸۹۰ء میں شایع ہوا اس میں مذکورہ روایت نہیں ہے جیسا کہ رفیق بک العظم نے لکھا ہے۔

علی باشا مبارک نے بھی بیان کیا ہے کہ ابو الفرج کی تاریخ میں یہ روایت نہیں ہے ممکن ہے علی باشا مبارک کے پیش نظر تاریخ مختصر الدول کا کوئی قلمی نسخہ ہو لیکن رفیق بک العظم نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ یہ اس تاریخ کی طرف اشارہ ہے جو بیروت سے شایع ہوئی ہے۔

یہ اس تاریخ کے نسخوں کا اختلاف ہے جو تاریخ طبری کے کئی سو سال بعد لکھی گئی ہے اگر تاریخ طبری

[1] اشہر مشاہیر اسلام (طبع مصر) جلد ثالث صفحہ ۵۹۹

کے نسخوں میں اختلاف ہو تو کونسا محال لازم آتا ہے

قطع نظر اس کے ابو علی محمد البلعمی وزیر سامانی نے ۳۵۲ھ میں (یعنی تاریخ طبری کی تصنیف کے تقریباً پچاس سال بعد) منصور سامانی کے حکم کی بناء پر طبری کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا یہ ترجمہ متداول ہے اصل اور ترجمہ میں بہت فرق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں طبری کے نسخوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔

سنن نسائی کی مثال صاحب عقد الدرر نے سنن نسائی کے حوالہ سے اپنی کتاب کے باب مفہم میں یہ روایت درج کی ہے۔

"کیف تهلک امة انا اولها والمهدی اوسطها وعیسی ابن مریم آخرها ولکن بین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منهم اخرجه الامام ابو عبد الرحمن النسائی فی سننه۔"

کتب خانہ آصفیہ میں بھی عقد الدرر کے دو نسخے ہیں اور دونوں میں مذکورہ روایت امام نسائی کے حوالہ سے مروی ہے (ملاحظہ ہو نسخہ نمبر ۴۶۷ حدیث عربی[1] قلمی صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰ سنہ کتابت ۱۰۹۲ھ اور نسخہ نمبر ۱۸۱ کلام عربی صفحہ ۸۷، ۸۸ سنہ کتابت ۱۳۰۸ھ)

صاحب عقد الدرر کے بیان سے ظاہر ہے کہ مذکورہ روایت سنن نسائی میں موجود تھی لیکن سنن نسائی کے متداول نسخوں میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ امام نسائی نے پہلے سنن کبیر تالیف کی تھی اور بعد کو مجتبیٰ المتون کے نام سے اس کا اختصار کیا اور وہ حدیثیں ساقط کر دیں جن کی اسناد میں کلام تھا لیکن جب محدثین کہتے ہیں کہ نسائی نے فلاں روایت کی تخریج کی ہے تو مراد اس سے یہی مختصر ہوتا ہے سنن کبیر نہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات کے مقدمہ میں نسائی کے احوال میں لکھا ہے "وچون محدثان گویند رواہ النسائی مراد ایشان مجتبیٰ باشد این کتاب مختصر آن کتاب کبیر"[2] یعنی جب محدثین کہتے ہیں کہ نسائی نے روایت کی ہے تو انکی مراد یہی کتاب مختصر ہوتی ہے جس کا نام مجتبیٰ ہے کتاب کبیر نہیں۔

حاصل یہ کہ صاحب عقد الدرر کے الفاظ "رواہ النسائی" سے بھی وہی کتاب مختصر ہوگی جو آجکل سنن نسائی

[1] حدیث عربی کی جگہ کتاب غلطی سے کلام عربی میں شامل کر دی گئی ہے [2] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۲۷۷ھ) جلد اول صفحہ ۱۹

کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں مہدی کی مذکورہ روایت موجود نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سنن نسائی کے اس نسخہ میں بھی یہ روایت موجود نہیں تھی جو صاحب عقد الدرر کے پیش نظر تھا۔

جلال الدین سیوطی اور تاریخ طبری جلال الدین سیوطی نے بھی تاریخ طبری کے حوالے سے ایک روایت کی ہے لیکن وہ روایت تاریخ طبری کے مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

میر غلام علی آزاد نے رسالہ "شمامۃ العنبر فی ما ورد فی الهند من الاثر" میں وہ تمام روایتیں درج کی ہیں جو ارض الہند کے باب میں مروی ہیں، اس رسالہ کو انہوں نے اپنی کتاب سبحۃ المرجان میں بھی تقریباً شامل کر دیا ہے، رسالہ شمامۃ العنبر کتاب سبحۃ المرجان کی گویا فصل اول ہے اسی فصل اول میں یہ روایت آئی ہے

قال الطبری فی تاریخه عند هبوط آدم علیه السلام الی جبل سرانديب فبكى على راس ذلک الجبل ثلثمائة سنة لزلته فنبت من دموعه من جوانب الجبل ادوية تحمل الى جميع الآفاق من الهند[1]	طبری نے اپنی تاریخ میں جہاں آدم علیہ السلام کا سراندیپ کے پہاڑ پر اترنا مرقوم ہے یہ بیان کیا ہے کہ آدم علیہ السلام اس پہاڑ کی چوٹی پر اپنی لغزش کی وجہ سے تین سو (۳۰۰) برس روئے۔ پس ان کے آنسوؤں سے اس پہاڑ کے اطراف دوائیں اگیں جو ہندوستان سے ساری دنیا میں لیجاتے ہیں۔

میر غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان کی فصل اول کے بعد یہ لکھا ہے " واعلم انی کلما ذکرت فیما قال السیوطی مطلقا فهو من تفسیره الدر المنثور[2]" یعنی جاننا چاہیے کہ جو کچھ میں نے اس کتاب کی فصل اول یعنی رسالہ شمامۃ العنبر میں لکھا ہے سیوطی نے اس کو اپنی تفسیر الدر المنثور میں بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قال الطبری (یعنی طبری نے کہا) یہ جلال الدین سیوطی کے الفاظ ہیں میر غلام علی آزاد کے نہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ تاریخ طبری کا وہ نسخہ جو سیوطی کے پیش نظر تھا اس میں یہ روایت موجود تھی۔ تاریخ طبری (طبع لیدن) کے جزء اول میں صفحہ ۱۱۹ سے صفحہ ۱۲۵ تک وہ تمام روایتیں درج کی گئی ہیں جو آدم علیہ السلام کے کوہ سراندیپ پر اترنے سے متعلق ہیں لیکن سیوطی کی پیش کردہ روایت نہیں ہے جس میں آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے کوہ سراندیپ کے اطراف دواؤں کا اگنا مذکور ہے۔

تاریخ طبری کا وہ نسخہ جو سیوطی کے پیش نظر تھا اس میں ادویہ ہند والی روایت موجود تھی لیکن لیدن کے

[1] سبحۃ المرجان (طبع بمبئی ۱۳۰۳ھ) صفحہ ۱۱ (شمامۃ العنبر کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے حدیث عربی نمبر ۵۸۳ اس نسخہ کے صفحہ ۴۶ پر مذکورہ روایت ہے)
[2] ۲۳

مطبوعہ نسخہ میں وہ روایت نہیں ہے۔ اسی طرح ظہور مہدی کی روایت بھی طبری کے اس نسخہ میں ہوگی جو صاحب سراج الابصار کے پیش نظر تھا، طبری کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت موجود نہ ہو تو صاحب سراج الابصار کس طرح مورد اعتراض ہوں گے۔

ملفوظات حضرت گیسو دراز

صاحب سراج الابصار نے ملفوظات حضرت گیسو دراز کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن اس کی صراحت نہیں ہے کہ کون "ملفوظات" مراد ہے، ملفوظات کا ایک مجموعہ جوامع الکلم کے نام سے مشہور ہے اس کو سید محمد اکبر حسینی نے مرتب کیا ہے دوسرا مجموعہ قاضی علیم الدین بروچی کا مرتبہ ہے۔[1] صاحب سراج الابصار نے احمد آباد اور بوڈھا سن (واقع بروده) میں اپنا دائرہ قائم فرمایا تھا اس لئے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ علیم الدین بروچی کے ملفوظات کی طرف اشارہ ہو لیکن یہاں اس وقت وہی نسخہ متداول ہے جو جوامع الکلم کے نام سے مشہور ہے۔

محمد حامد صدیقی نے مطبوعہ جوامع الکلم کے مقدمہ سے پہلے عرض حال لکھی ہے اس میں یہ بیان کیا ہے کہ

"مطالعہ سے معلوم ہوا کہ تمام نسخے بے شمار اور بے تعداد غلطیوں سے لبریز ہیں اور بعض مقامات پر مضامین الحاقی بھی معلوم ہوئے تھے جن کی حقیقت تمام نسخوں کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بے نقاب ہوئی"

قلمی نسخوں میں تو اختلاف ہوا کرتا ہے، اختلافی عبارت کو الحاقی کہنے کے لئے دلیل چاہئے قطع نظر اس کے عرض حال لکھنے والے نے کسی الحاقی عبارت کی مثال پیش نہیں کی، ممکن ہے ایک شخص ایک عبارت کو الحاقی سمجھے اور دوسرا اس کو متن کا جزو اصلی قرار دے۔

ملفوظات کا اختلاف ذیل کی عبارت سے واضح کیا جاتا ہے

جوامع الکلم کا ایک قدیم نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں موجود ہے[2] (سنہ کتابت ۱۰۳۲ھ) ورق نمبر ۱۸۱ پر یہ عبارت ہے

معاویہ باہل بیت او چہ کرد حسن را کشانید حسین را	معاویہ نے ان کے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا، حسن کو قتل کرایا

[1] مقدمہ جوامع الکلم (طبع انتظامی پریس کانپور) ص۳ [2] جوامع الکلم (قلمی) تصوف فارسی نمبر ۱۵۹

کشانید، علی را کشانید عائشہ کہ محبوب ترین زنان او بود کہ در باب اوست سیدۃ نساء اہل الجنۃ۔ فضل عائشۃ علی سائر النساء کفضل الثرید علی سائر الاطعمۃ اور اکشانید قصہ او این است کہ عورتے را سی ہزار درم داد کہ عائشہ را بنوعے بکش او در خانہ عائشہ در آمد کرد چند روزے ملازم شد تا یکی از کسان خانہ شد در خانہ خویش چاہے کاوانید و آن را پُر بچونہ آب نارسیدہ کرد و خس پوش کرد عائشہ را روزے در خانہ خویش مہمان خواند، عائشہ فقیہہ امت اجابت کرد ہم بر چاہ خس پوش بساط فرانز کردہ بود و آنجا نشست و فرو د رفت و از بالا آن عورت بدبخت آب ریخت تا آنکہ ہم درمیان آن بمرد و گور عائشہ غائب است ہیچ مسافرے زیارت عائشہ نکردہ و گور او را ندیدہ۔

حسینؓ کو قتل کرایا، علیؓ کو قتل کرایا اور عائشہؓ کو مروا ڈالا جو رسول اللہؐ کی محبوب ترین بیوی تھیں اور جن کے باب میں یہ حدیثیں آئی ہیں "اہل جنت کی عورتوں کی سردار"۔ "عائشہ کا فضل سب عورتوں پر ایسا ہی جیسے ثرید کا فضل تمام غذاؤں پر" اور اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو مار ڈالنے کے لئے ایک عورت کو تیس ہزار درم دئے اس عورت نے حضرت عائشہؓ کے گھر میں آمد و رفت شروع کی یہاں تک کہ گھر والوں کے جیسا رہنے لگی اپنے گھر میں ایک کنواں کھدوایا اور اس کنویں کو گلی کے چونے سے بھر دیا اور کنویں کے دہانہ کو خس سے ڈھانک دیا ایک روز حضرت عائشہ کو دعوت دی حضرت عائشہ فقیہہ امت نے دعوت قبول کی۔ کنویں کے دہانہ پر فرش کیا گیا تھا اس پر بیٹھ گئیں اور اندر اتر گئیں، اس عورت نے اوپر سے پانی ڈال دیا یہاں تک کہ وہ کنویں میں مر گئیں حضرت عائشہؓ کی قبر غائب ہے اور کسی مسافر نے انکی قبر نہ دیکھی اور نہ زیارت کی۔

مذکورہ روایت ایک قدیم نسخہ میں موجود ہے قطع نظر اس کے حضرت عائشہؓ کی فضیلت میں دو حدیثیں بھی درج ہیں اس کے باوجود یہ روایت مطبوعہ جوامع الکلم میں حذف کر دی گئی ہے اور حامد علی نے عرض حال میں جن الحاقی مضامین کا ذکر کیا ہے غالباً اسی روایت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر نفس واقعہ سے اختلاف تھا تو یہ روایت درج کیجاتی اور حاشیہ میں اس کا ابطال کیا جاتا۔

برہان المآثر کی مثال اسی طرح سید علی طبا طبا کی تالیف برہان مآثر (تاریخ احمد نگر) مجلس مخطوطات فارسیہ (حیدرآباد دکن) کی طرف سے شائع کی گئی تو اس کے بعض حصے حذف کر دئے گئے۔ دیباچہ میں معتمد مجلس نے یہ لکھا ہے

"د. موقعوں پر اس کے طویل و غیر متعلق مضامین کے بھی صرف نمونے درج کرنے پر اکتفا کرنا پڑا جس کا کتاب میں حوالہ دے دیا گیا ہے"

حذف شدہ مضامین کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ غیر متعلق ہیں اگر غیر متعلق ہوتے تو مصنف لکھتا کیوں۔ متعلق ہوں یا غیر متعلق بہرحال ان کا جزو متن ہونا ثابت ہے۔

سید علی طباطبا نے مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر کے سوالات اور درباری علما کے جوابات بھی لکھے ہیں لیکن مہتمم مجلس مخطوطات فارسیہ نے انہیں حذف کر دیا اور عذر یہ پیش کیا کہ

"چونکہ اس کے آگے مصنف نے بادشاہ کے سوالات اور علما کے جوابات درج کئے ہیں جو تاریخ سے تعلق نہ رکھنے کے علاوہ بادشاہ کے توازن دماغی قائم نہ رہنے کا پتہ دیتے ہیں اس لئے اس حصہ کو حذف کر دیا گیا"[۵]

مشہور ہے کہ ان سوالات کا تعلق مذہب سے ہے۔ بہتر صورت تو یہ تھی کہ مضمون بعینہٖ رکھا جاتا اور حاشیہ میں بقدر ضرورت اس کی تردید کیجاتی۔

اسی طرح اس بات کا بھی امکان ہے کہ ملفوظات کے اس نسخہ میں جو چار سو برس پیشتر صاحب سراج الابصار کے پیش نظر تھا مہدی کے ظہور کی روایت موجود ہو اور بعد والوں نے اس کو حذف کر دیا ہو۔

اس جدید دور میں روایتیں حذف کر کے کتابیں طبع کرانے اور شایع کرنے میں تامل نہیں کیا گیا تو بھلا اپنی جگہ مہدی کی روایت حذف کرنے میں کونسی رکاوٹ تھی۔

حاصل یہ کہ میاں عالم باللہ صاحب سراج الابصار نے جو کچھ لکھا ہے وہ مفہوم کے اعتبار سے صحیح ہے اس لئے کہ ان حوالوں کی تائید دوسری کتابوں سے بھی ہوتی ہے، نیز میاں عالم باللہ کا کہنا "تنبیہ التحرز وغیرہ من الکتب" اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ "تنبیہ التحرز" کے سوا اور بھی کتابیں ہیں جن میں اس مفہوم کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ کی تائید میں جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں معراج السالکین کی تصحیح

---

۵. برہان المآثر (طبع دہلی ۱۳۵۵ھ) صفحہ ۵۰۶

نقل نہ ہونے کی صورت میں دوسری کتاب سے ہم معنی روایت پیش کی گئی ہے اس لئے سراج الابصار کے بعض حوالوں کی تصحیح نقل نہ ہونے کی صورت میں اگر ہم معنی روایتیں دوسری کتابوں سے پیش کیجائیں تو مورد اعتراض نہ ہوگا۔

ہم معنی روایتیں

ابن الاھدل کی روایت بعض کتابوں کے دستیاب نہ ہونے اور بعض کتابوں کے نسخوں میں کثیر اختلاف ہونے کی وجہ سے تصحیح نقل نہ ہوسکے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ نفس مضمون ہی غلط ہے۔ سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں اپنے رسالہ تنبیہ کے حوالے سے حدیث ان اللہ یبعث الی آخرہ کے ذیل میں ابن الاھدل کا یہ قول پیش کیا ہے

ویکون المھدی او عیسیٰ بن مریم فی المأۃ العاشرۃ عند تمام الدور والعدد الغرابی انتھی کلام ابن الاھدل[1]	مہدی یا عیسیٰ دسویں صدی میں ہوں گے جب کہ دور اور عدد عربی ختم ہونے کے قریب ہو۔

یکون المھدی او عیسیٰ (مہدی ہوں گے یا عیسیٰ) سے ظاہر ہے کہ امام ابن الاھدل اجتماع مہدی و عیسیٰ کے معتقد نہیں تھے اگر دسویں صدی میں عیسیٰ کا نزول نہ ہو تو ابن الاھدل کے عقیدہ کے مطابق مہدی کا ظہور ضروری ٹھہرا۔

واضح ہو کہ امام ابن الاھدل نے تین باتیں بیان کی ہیں، ایک دسویں صدی میں ہونا، یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اسلئے کہ آپ نے ۹۰۵ھ میں دعویٰ مؤکد فرمایا اور پانچ سال مہدیت کی تبلیغ فرمانے کے بعد ۹۱۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ دسویں صدی کے اطلاق کے لئے ۹۰۰ھ پر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو کافی ہے۔ شیخ احمد سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کو جو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے تو الف ثانی کی ابتدا ملحوظ ہے انتہا نہیں۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ مہدی اس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ دور ختم ہونے

[1] مرقاۃ الصعود ورق ۱۸۹ متن حدیث نمبر ۱۱ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن [2] خزینۃ الاصفیاء (طبع نول کشور) جلد اول ص ۶۱۸

کو ہو۔

یہاں دور سے مراد دور قمر ہے جس کی ابتدا میں آدم علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے اور دور کی کل مدت سات ہزار سال ہے۔ سات ہزار سال کے دور کا ماخذ غالباً یہ حدیث ہے الدنیا سبعة آلاف سنة وانا فی آخرها الفا۔ اس حدیث کے ذیل میں صاحب ہدیہ مہدویہ نے باب سوم ذیل پنجم میں رفیع الدین دہلوی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے

"عمر کسی چیز کی بیان کرتے وقت گذشتہ کا بیان کیا کرتے ہیں، پیدائش سے موت تک کا حساب نہیں کرتے ہیں اور اس جواب میں دو استعمال ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص کو چھٹا سال تمام کرکے ساتویں میں داخل ہوا کبھی اس کو شش ساله بولتے ہیں باعتبار استعمال کے اور کبھی ہفت ساله بولتے ہیں باعتبار دخول کے' پس مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ حضرت آدم سے اس دم تک چھ ہزار پورے ہو کر ساتواں ہزار شروع ہے کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں' پس موافق استعمال دوم کے دنیا ہفت ہزار ساله ہے۔"

صاحب غیاث اللغات نے دور قمر کے ذیل میں لکھا ہے کہ

مولف گوید کہ چون از آئین اکبری دریافت می شود کہ تا امسال کہ سنہ یک ہزار و دو صد و چہل و دو ہجری است آدم علیہ السلام را ہفت ہزار و یک صد و ہفتاد سال شمسی گذشتہ ازین معلوم می شود کہ بالفعل دور قمر نیست بلکہ دور زحل باشد و از آن تا حال یک صد و ہفتاد سال شمسی گذشتہ اند۔

مولف کہتا ہے کہ آئین اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال یعنی ۱۲۴۲ھ تک آدم علیہ السلام کو ۷۱۷۰ سال شمسی گذر چکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب دور قمر نہیں ہے بلکہ دور زحل ہے اور اس کو شروع ہو کر ۱۷۰ سال شمسی گذر چکے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ دور قمر کی ابتدا سے ۱۲۴۲ھ تک ۷۱۷۰ سال شمسی ہوئے اور ان شمسی سالوں کے تقریباً ۷۳۹۰ قمری سال ہوتے ہیں پس ۱۲۴۲ھ سے ۳۹۰ سال پہلے یعنی تقریباً ۸۵۲ھ میں دور قمر ختم ہوا اور امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۴۷ھ میں ہوئی پس دور قمر کے ختم کے قریب حضرت مہدی علیہ السلام

کا وجود ثابت ہے۔

تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ مہدی اس وقت ہوں گے جب کہ عدد عربی قریب ختم ہو۔ واضح ہو کہ عربی زبان میں عدد الف یعنی ہزار پر ختم ہو جاتا ہے اس سے بڑھکر کوئی عدد بیان کرنا ہو تو کوئی خاص لفظ نہیں ہے مایۃ الف وغیرہ دیگر اعداد کی ترکیب سے یہ مفہوم ادا کیا جاتا ہے ملیون کا لفظ جو عربی میں مستعمل ہے انگریزی زبان سے آیا ہے اور ابن الاعدل کے زمانہ میں مروج نہ تھا۔

امام مہدی علیہ السلام ۹۱۰ھ میں واصل بہ حق ہوے اور یہ ختم الف (ہزار) کے قریب ہے

سیوطی کے رسالہ کشف کی حدیث سیوطی نے اپنے رسالہ الکشف میں حدیث ان النبی لایمکث فی قبرہ الف سنۃ (تحقیق کہ نبی علیہ السلام ایک ہزار برس اپنی قبر میں نہیں ٹھیرینگے) ذیل کی عبارت کے ساتھ درج کی ہے

"فقد کثر السوال عن الحدیث المشتھر علی السنۃ الناس ان النبی لا یمکث الی آخرہ وانا اجیب بانہ باطل لا اصل لہ ثم جاءنی رجل فی شھر ربیع من ھذہ السنۃ ثمان وتسعین وثمان مایۃ رمعہ ورقۃ بخطہ وذکر انہ نقلھا من فتیا افتی بھا بعض اکابر العلماء ممن ادرکتہ بالسن فیھا انہ اعتمد مقتضی ھذا الحدیث ..... فاستبعدت صدور ھذا الکلام من ھذا العالم وکرھت اصرح بردہ تادبا معہ"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث النبی لایمکث الی آخرہ کے باب میں جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کثرت سے پوچھا جا رہا ہے اور میں جواب دیتا ہوں کہ یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ماہ ربیع سنہ ۸۹۸ھ میں ایک شخص میرے ہاں اپنی تحریر لے کے آیا اور بیان کیا کہ یہ ایک عالم کے فتوے کی نقل ہے جو اکابر علما سے ہے اور جس نے اس حدیث پر اعتماد کیا ..... سیوطی کہتے ہیں کہ ایسے عالم سے ایسے کلام کا صادر ہونا مستبعد ہے اس کا رد کرنا از روے ادب مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے۔

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں

(۱) یہ حدیث کہ رسول اللہ صلعم ایک ہزار برس سے زیادہ قبر شریف میں نہیں ٹھیرینگے اس زمانہ میں

لہ بالسند سلہ الکشف فی مجاوزۃ ہذہ الامۃ عن الالف (قلمی) حدیث عربی نمبر ۳۲ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

مشہور اور لوگوں کی زبان پر تھی۔

(۲) ایک ایسے عالم نے اس حدیث پر اعتماد کیا تھا جس کا رد کرنا سیوطی خلاف ادب سمجھتے ہیں

(۳) فتوے کا زمانہ ۸۹۸ھ ہے۔

مُلا عبد القادر بدایونی کی روایت سیوطی کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم نے مذکورہ بالا حدیث پر اعتماد کیا لیکن ملا عبد القادر بدایونی کے بیان سے یہ ظاہر ہے کہ حرمین شریفین کے اکثر محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ نجات الرشید میں مہدوی مذہب کے حالات[۱] کے ضمن میں لکھتے ہیں

بعض از مردمان چوں از علمائے حرمین شریفین استفتا درست کردہ اند دریں باب کہ حضرت رسالت فرمودہ کہ من بیشتر از ہزار سال در مرقد منور ومطہر قرار نمی گیرم و پیش از انقراض ہزار سال علامات کبریٰ کہ خروج مہدی موعود از آن جملہ است می باید کہ البتہ ظاہر شود واکثرے از محدثین آن اماکن شریفہ برطبق مستفتی جواب نوشتہ بر صحت آن حدیث امضا فرمودہ وچون بشیخ جلال الدین سیوطی رسیدہ کہ خود را مجدد مایہ عاشرہ می گفت اول از روئے مروت درباب امضائے آن مدافعہ نمودہ وبعد از مبالغہ بسیار برخلاف آن جماعت در تضعیف آن حدیث رسالہ نوشتہ مسمی بہ کشف فی تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف

بعض لوگوں نے حرمین شریفین کے علما سے فتویٰ طلب کیا اس باب میں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "میں ہزار برس سے زیادہ قبر میں نہیں ٹھیرونگا" اور ہزار برس ختم ہونے سے پہلے علامات کبریٰ جن میں امام مہدیؑ کا خروج بھی شامل ہے ضرور ظاہر ہو جانا چاہئے۔ ان اماکن شریفہ کے اکثر محدثین نے مستفتی کے مطابق جواب لکھا اور اس حدیث کی صحت پر دستخط کئے اور جب یہ شیخ جلال الدین سیوطی کے پاس آیا جو خود کو دسویں صدی کا مجدد کہتا تھا تو اس نے پہلے از روے مروت اس پر دستخط کرنے میں تامل کیا اور جب مبالغہ سے کام لیا گیا تو سیوطی نے اس حدیث کے رد میں ایک رسالہ لکھا مسمی بہ کشف فی تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف۔

مذکورہ بیان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حرمین شریفین کے اکثر محدثین اس حدیث کی صحت کے قائل تھے اور اس حدیث کے مقتضیات کے موافق مہدی کے ظہور کو بھی دسویں صدی کے تمام ہونے سے پہلے ضروری سمجھتے تھے، دوسرے یہ کہ ایک جماعت کے فیصلہ کو سیوطی نے تنہا مسترد کر دیا۔

[۱] نجات الرشید (قلمی) صفحہ ۱۹۶ فن تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

اب رہے حدیث کے معنی تو اس کے حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے پہلے رسول اللہ صلعم قبر سے اٹھینگے دوسرے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے قبل کوئی ایسا شخص مبعوث ہو جس کا آنا رسول اللہ صلعم کے آنے کے جیسا ہو۔ حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مہدیؑ کا نام، حلیہ اور اخلاق بیان فرمائے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ ہی تشریف فرما ہونگے تو رسول اللہ نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی۔

حاصل یہ کہ حدیث مذکور سے صرف مہدی کے ظہور کا زمانہ متعین ہوتا ہے۔ سیوطی کے معاصر علماء نے اپنے عقیدہ کے موافق یہ خیال کیا کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا خروج بھی ہونا چاہئے، اس لئے انہوں نے یہ امور بھی فتوے میں شامل کر دئے اور سیوطی حیران تھے کہ ہزار قریب الختم ہیں اس قلیل مدت میں یہ سب باتیں کیسے ظاہر ہو سکتی ہیں، غالباً اس وقت سیوطی کے پیش نظر مشکوۃ کی وہ رزین سے روایت کی ہوئی وہ حدیث نہیں تھی جس میں امت رسول کے وسط میں مہدیؑ، امت کے آخر میں عیسیٰؑ اور ان کے درمیان غیر مستقیم لوگوں کا ہونا مذکور ہے۔ اسی لئے صاحب مشکوۃ نے مہدی کی حدیثیں "علامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال" (قیامت کے قریب کی علامتیں اور ذکر دجال) کے ذیل میں درج نہیں کیں جہاں علامات کبریٰ مثلاً خروج دجال کے ساتھ نزول عیسیٰؑ کا بھی ذکر ہے بلکہ "اشراط الساعہ" کے ذیل میں درج کی ہیں اور علماء نے توضیح کی ہے کہ اشراط الساعہ سے مراد علامات صغریٰ ہیں جو قیامت سے قبل ظاہر ہوں گے مثلاً کثرت جہل و زنا و شرب خمر و قلت رجال و کثرت نساء وغیرہ۔

قطع نظر اس کے صحاح میں جس قدر حدیثیں مہدی کے باب میں وارد ہوئی ہیں کسی ایک میں بھی اس کی تصریح نہیں ہے کہ امام مہدیؑ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہونگے یا امام مہدیؑ کے زمانہ میں دجال خروج کریگا۔

حاصل یہ کہ حدیث مذکور سے صرف مہدی کا ظہور ثابت ہوتا ہے اور علماء نے اپنے عقیدہ کے موافق نزول عیسیٰ و خروج دجال کا بھی ذکر کر دیا۔

بہجت التواریخ کی روایت صاحب کحل الجواہر نے باب سوم ذیل پنجم میں شکر اللہ بن شہاب الدین کی بہجت التواریخ[۱] کے حوالہ سے یہ عبارت درج کی ہے

"در ہزار ہفتم کہ قمر است و زمان قیامت است محمد رسول اللہ را فرستاد و دراین ہزار در ہر صدسال خلیفہ و عالم آشکارا خواہد شد، در صدی اول عمر بن عبد العزیز کہ از جملہ اقطاب است تا آن قول کہ در صدی نہم آل رسول قرۃ عین بتول محمد بن عبد اللہ المہدی بظہور خواہد آمد۔" یعنی ہزار ہفتم میں کہ (زمانہ) قمر ہے اور زمان قیامت ہے محمد رسول اللہ کو بھیجا اور اس ہزار میں ہر صدی میں ایک خلیفہ اور ایک عالم ظاہر ہوگا اول صدی میں حضرت عمر بن عبد العزیز ہیں جو منجملہ اقطاب ہیں یہاں تک کہ نویں صدی میں آل رسول قرۃ عین بتول محمد بن عبد اللہ المہدی کا ظہور ہوگا۔

خطائر القدس کی روایت حضرت سید محمد گیسو دراز کی ایک تصنیف ملفوظات کے نام سے کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں موجود ہے (تصوف فارسی نمبر ۲۰۹) فہرست میں تو ملفوظات کے نام سے ہے لیکن کتاب پر خطائر القدس لکھا ہوا ہے۔ سنہ کتابت ۱۰۶۸ھ ہے اور مہر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اورنگ زیب عالمگیر کے کتب خانہ میں رہ چکی ہے اس کتاب کے آخر میں صفحہ ۳۷۹ - ۳۸۶ تک انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔ یہ بیان کیا ہے کہ نوح ع نے جو نجات پائی وہ محمد کے طفیل سے موسیٰ ع کو جو تجلی ہوئی وہ بھی محمد ع کی وجہ سے عیسیٰ ع نے جو احیا کیا وہ بھی محمد کا فیض ہے چنانچہ عیسیٰ ع کے بیان میں ولی صادق نے لکھا ہے

"محمد را می بینی کہ عیسیٰ ع نام کردہ است کسی را میبرایاند و کسی را می میراند" (صفحہ ۳۸۳) یعنی رسول اللہ صلعم کو دیکھتے ہو کہ اپنا نام عیسیٰ رکھا ہے کسی کو زندہ کرتے ہیں اور کسی کو مارتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم کے بعد دین کی "غریب الوطنی" کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے

ہاں قمر محمد غروب کرد و نور احمدی فرو رفت بر آمدن را جا نماند شنیدہ بدأ الاسلام غریبا ہاں اکنون آں ماہ بر می آید تا ایام دولت او طلوع شد ہر روز ہر روز روشن تر بر آمدہ (ص ۳۸۴)

رسول اللہ کا قمر غروب ہوا اور نور احمدی ڈوبا اس کے طلوع ہونے کی جگہ نہ رہی، تو نے سنا ہے کہ جس طرح اسلام ابتدا میں "غریب" تھا اسی طرح پھر "غریب" ہو جائیگا ہاں اب وہ چاند نکلتا ہے جب سے اس کی دولت کا زمانہ طلوع ہوا ہے ہر روز روشن تر نظر آتا ہے۔

[۱] صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ شکر اللہ بن الشہاب احمد الرومی نے ۸۶۱ھ میں یہ تاریخ لکھی ہے۔ سلطان سلیم خاں کے لئے اس کا ترکی میں بھی ترجمہ کیا گیا۔ (کشف الظنون طبع قسطنطنیہ الجزء الاول ص ۲۰۵)

اکنون آن مہ برمی آید (یعنی اب وہ چاند نکلتا ہے) مہدی کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ اس عبارت کے بعد حضرت نے نزول عیسیٰ و نفخ صور کا علحدہ ذکر کیا ہے۔

مذکورہ عبارت کے بعد کتاب کا سنہ تصنیف بھی درج ہے "امشب دوشنبہ پانزدہم جمادی الآخر سنہ ثلاث و ثمان مایۃ (۸۰۳ھ)۔ ۸۰۳ھ میں حضرت نے فرمایا کہ اب وہ چاند نکلتا ہے یعنی مہدی کا ظہور قریب ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۴۷ھ میں ہوئی۔

قرامانی کی روایت بہجۃ التواریخ جس کا مصنف رومی ہے اس کا حوالہ اس سے قبل دیا گیا ہے اب ہم ایک دوسرے رومی کی روایت درج کرتے ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے یہ لکھا ہے

قال الشیخ اویس (بن علی) القرمانی ان المھدی سیظھر عن قریب او علی راس التسعمایۃ البتۃ[۱]	شیخ اویس بن علی نے کہا کہ مہدی نوسو (۹۰۰) کے قریب یا نوسو کی انتہا پر یقیناً ظاہر ہوں گے۔

قرامان علاقہ روم میں ہے یہاں القرمانی لکھا ہے لیکن شقائق نعمانیہ میں روم کے بعض علماء کے نام کے ساتھ القرامانی آیا ہے۔

ہندوستان کے علما کی روایت اکبری دور کے علما بھی دسویں صدی میں ایک صاحب قران کے ظہور کے منتظر تھے اور وہ مہدی کی ذات ہے۔ اگرچہ ان لوگوں نے اکبر کو صاحب قران قرار دینے کے لئے مہدی کی صراحت نہیں کی۔ محمد حسین آزاد نے جشن نوروزی کے ذیل میں یہ لکھا ہے

"اس بے علم بادشاہ کو علمائے زر پرست نے ذہن نشین کر دیا تھا کہ سنہ ہزار میں ملک و ملت بدل جائیگا اور اس کے صاحب قران آپ ہی ہوں گے"[۲]

امام مہدی کے ظہور کو جن علما نے دسویں صدی سے متعلق کیا ہے یہ ان کی ذاتی تخمین نہیں ہے بلکہ اس کا ماخذ حدیثیں ہیں۔

(۱) عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر کے مبحث شصت و پنجم میں شیخ تقی الدین (المتوفی سنہ...) کے عقیدہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے

۲؎ دربار اکبری (طبع لاہور ۱۸۹۸ء) صفحہ ۱۵ ۱؎ کشف الظنون (طبع یورپ) جلد چہارم صفحہ ۲۰

"ان صلحت امتی فلها یوم وان فسدت فلها نصف یوم"[1] یعنی اگر میری امت صلاح پائے تو اس کے لئے ایک یوم ہے اور اگر فساد ہو تو نصف یوم۔

(ب) ابو داود نے یہ روایت کی ہے

عن سعد ابی وقاص عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال انی لارجو ان لا تعجز امتی عند ربها ان یوخرهم نصف یوم قیل لسعد وکم نصف یوم قال خمسمائة سنة۔

سعد ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق کہ میں ضرور امید رکھتا ہوں کہ عاجز نہ ہوگی میری امت اپنے پروردگار کے پاس اگر انہیں مہلت دی جائے نصف یوم کی۔ سعد سے کہا گیا کہ نصف یوم کتنا ہے تو کہا کہ پانچ سو سال۔

(ج) صاحب کوکب منیر نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں سہیلی کے حوالہ سے یہ روایت درج کی ہے

ان احسنت امتی فبقاءها یوم من ایام الآخرة وذلک الف سنة وان اساءت فنصف یوم۔[3]

اگر میری امت نکوکار رہی پس اس کی بقا ایام آخرۃ کے ایک یوم کے اتنی ہوگی اور وہ ہزار برس ہے اور اگر بدی کی تو اس کی بقا نصف یوم ہے۔

(د) صاحب اشعۃ اللمعات نے حدیث انی لارجو الی آخرہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

معنی حدیث آن است کہ این امت را این مقدار قدرت ومکنت وقرب ومکانت نزد پروردگار تعالیٰ ہست کہ پانصد سال ایشان را نگاہ دارد وہلاک نہ کند۔[2]

حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اس امت کو اس قدر قدرت ومکنت اور قرب ومنزلت خداوند تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہے کہ پانسو سال تک اس کو محفوظ رکھے گا اور ہلاک نہیں کرے گا۔

جہاں امت کی بقا زیادہ سے زیادہ ایک ہزار برس بیان کی گئی ہے اس سے بھی ہلاکت سے محفوظ رہنا مراد ہے۔

(ہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے

کیف تهلک امة انا اولها والمهدی

وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں مہدی اس کے

[1] الیواقیت والجواہر (طبع مصر ۱۳۲۱ھ) الجزء الثانی ص ۱۴۲ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۳۵۶
[3] کوکب منیر شرح جامع صغیر جلد اول صفحہ ۹۸۸ (حدیث عربی نمبر ۲۱۳ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

وسطها والمسیح آخرها ولکن بین ذلک
فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منهم۔[1]

وسط میں اور عیسیٰ اس کے آخر میں، لیکن اس کے درمیان غیر مستقیم
لوگ ہوں گے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔

ظاہر ہے کہ ایک ہزار برس کے اندر امت کو ہلاکت سے بچانے والا مہدیؑ کے سوا کون ہو سکتا ہے

(و) صاحب عقد الدرر نے الباب السابع میں حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے۔

اخرج نعیم بن حماد عن محمد بن الحنفیه
قال کنا عند علی فساله رجل عن المهدی
فقال هیهات ثم عقد بیده تسعا
فقال ذلک یخرج فی آخر الزمان
اذا قیل للرجل الله الله قتل فیجمع الله
له قوما قزعا کقزع السحاب یولف
بین قلوبهم لا یستوحشون علی احد
خرج منهم ولا یفرحون باحد دخل
فیهم علی عدة اصحاب بدر لم یسبقهم
الاولون ولا یدرکهم آخرون وعلی
عدة اصحاب طالوت الذین جاوزوا
معه النهر۔

نعیم بن حماد نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم
حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص نے ان سے مہدیؑ
کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ابھی بہت دور کی بات ہے
پھر اپنے ہاتھ سے نوؔ کی صورت بنائی اور کہا کہ وہ آخر زمانہ میں
ظاہر ہوگا جب کہ آدمی سے کہا جائیگا کہ اللہ سے ڈرو اور
جب وہ ظاہر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک ایسی جماعت
جمع کریگا جو ابر کی طرح آنسو بہایا کریگی اور ان کے دلوں میں
الفت ہوگی اور وہ نہ کسی کے جانے پر وحشت کریں گے اور
نہ کسی کے آنے پر خوش ہوں گے اور ان کی تعداد اصحاب بدر کی
تعداد کے برابر ہوگی۔ نہ پہلے لوگ ان سے سبقت لے گئے ہوں گے
اور نہ آخرین ان کے مرتبہ کو پہنچیں گے اور وہ اصحاب طالوت کے برابر
ہوں گے جو ان کے ہمراہ نہر سے پار اترے تھے۔

واضح ہو کہ حضرت علیؓ کا جواب یخرج فی آخر الزمان (مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سائل نے زمان ظہور سے متعلق سوال کیا تھا۔

حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے نوؔ کی صورت بنائی۔ نوؔ درجہ آحاد و عشرات میں ہو گا یا مئات والوف میں۔ الف سے بڑھ کر عربی میں عدد کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے، لاکھ دو لاکھ کہنا ہو تو دو عدد ملا کر کہتے ہیں مثلاً مایۃ الف یا مائتا الف۔ ملیون کا لفظ جو آجکل مستعمل ہے

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۲

اس زمانہ میں مستعمل نہیں تھا۔

آحاد و عشرات تو مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت علیؑ نے لفظ ہیہات کہکر بعد زمانہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ الوف مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ دین کی قوت پانسو سال اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سال قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا نو سے نو سو مراد ہوں گے۔

اس حدیث کے بقیہ امور بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں

(۱) ایک قوم گریاں کا جمع ہونا

تابعین اصحاب مہدیؑ کی کثرت عبادت اور ان کے رونے سے متعلق خود صاحب سراج الابصار نے صـ۵ پر تفصیل سے لکھا ہے اس سے اصحاب مہدیؑ کی کثرت عبادت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس سے قبل صـ۹۵ پر زاد المتقین کے حوالے سے ہم نے شیخ علی کے مہدوی قربت دار کے متعلق عبدالوہاب متقی کا یہ قول پیش کیا ہے کہ "این گریہ و حالت امرے مرغوب و مطلوب است مگر در آں وقتے می باشد"۔ اور صـ۱۶۵ پر ہم نے صاحب جونپور نامہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے مہدویوں کی ایک جماعت کو دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ پایا۔

(۲) لوگوں کا باہم الفت سے رہنا کسی کے آنے یا جانے کی پرواہ نہ کرنا

اس کی بہترین مثال دائرہ مہدویہ تھی جہاں ہر قوم اور طبقہ کے افراد دولت دنیا چھوڑ کر بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے اس سے قبل صـ۲۵۵ پر بیان کیا گیا ہے کہ زبدۃ الملک حاکم جالور بیان قرآن کے وقت آئے کسی نے ان کی تعظیم نہیں کی حتیٰ کہ ان کے ملازمین نے۔

(۳) اصحاب مہدیؑ کا اصحاب بدر و اصحاب طالوت کے برابر ہونا۔

اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی حدیث میں آیا ہے

اصحاب بدر یوم بدر کعدۃ اصحاب طالوت ثلثمایۃ وثلثۃ عشر[۱] (اصحاب بدر بدر کے دن اصحاب طالوت کے شمار کے مانند تین سو تیرہ تھے) امام علیہ السلام کی رحلت کے وقت جو اصحاب حاضر تھے ان کی تعداد بھی یہی تھی۔ صاحب انتخاب الموالید نے باب ہفتم کے آخر میں یہ

[۱] ترمذی جلد اول صـ۲۰۶ (طبع نول کشور)

روایت کی ہے

اما آنانکہ بوقت وصال حبیب ذوالجلال حاضر بودند همه بخشیده شدند و همه ایشان مهاجران نام شده بروایتے جملۂ ایشان سہ صد و سیزدہ بودند	لیکن وہ لوگ جو حبیب ذوالجلال کے واصل بحق ہونے کے وقت حاضر تھے سب بخش دیے گئے اور سب کا نام مہاجرین قرار پایا ایک روایت میں ان کی جملہ تعداد تین سو تیرہ تھی۔

(۴) اولین و آخرین کا اصحاب مہدی کے درجہ کو نہ پانا۔

اس سے قبل صـ ۱۹۲ پر ہم نے نجات الرشید سے ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان نقل کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں جو مہدوی تھے اگر ان کا تذکرہ لکھا جاتا تو اور ایک تذکرۃ الاولیاء مرتب ہوتا۔ یہ تابعین و تبع تابعین کا حال ہے۔ اس سے اصحاب مہدیؑ کے مرتبہ کا قیاس کر سکتے ہیں۔

صحبت صادقین کے ذیل میں صـ ۱۹۳ پر ابن عبدالبر کا مذہب بیان کر چکے ہیں کہ ممکن ہے اصحاب کرام کے بعد ایسے لوگ آئیں جو فضیلت میں ان کے برابر ہوں گے یا ان سے بھی بڑھ کے۔

دوسری روایتوں سے بھی امام مہدیؑ کا ظہور نویں صدی قرار پاتا ہے اس لحاظ سے حضرت علیؓ کی روایت میں نو سے نو سو مراد لیں تو اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔

سیوطی کی روایت سے ثابت ہے کہ مصر میں حدیث ان النبی لا یمکث الی آخرہ لوگوں کی زبان پر تھی۔

نجات الرشید کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں کہ حرمین شریفین (علاقہ حجاز) کے علما نے بھی مہدی کے ظہور کو دسویں صدی سے متعلق کر دیا تھا۔

خطائر القدس کی روایت سے ظاہر ہے کہ نویں صدی ہجری میں (ہندوستان میں) حضرت سید محمد گیسو دراز نے امام مہدی کے قریب زمانہ میں ظاہر ہونے کی خبر دی ہے۔

امام ابن الاہدل کے بیان سے بھی امام مہدی کا دسویں صدی میں ظاہر ہونا ثابت ہوتا ہے

قرامانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ روم میں بھی لوگ اس امر کے منتظر تھے کہ نوسو کی انتہا پر مہدی کا ظہور ہوگا۔ امام علیہ السلام کا ظہور نویں صدی میں ہوا اور رحلت دسویں صدی میں ہوئی اس لحاظ سے نوی صدی اور دسویں صدی دونوں کی روایتیں آپ کے حسب حال ہیں۔

جس طرح رمضان کا مہینہ قریب الختم ہو تو لوگ ہلال عید کا انتظار کرتے ہیں اسی طرح عالم اسلامی میں دسویں صدی سے قبل۔ دسویں صدی میں امام مہدیؑ کے ظہور کا عام انتظار تھا جیسا کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل نبی آخرالزماں کے ظہور کا عام طور پر انتظار کیا جاتا تھا اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے

(ا) صاحب اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ یمن گئے تھے وہاں ایک شیخ ازدی سے ملاقات کی اس نے نبی آخرالزماں اور آپ کے خلفاء کے متعلق اس طرح خبر دی۔

اجد فی العلم الصحیح الصادق ان نبیا یبعث	میں پاتا ہوں سچے اور درست علم میں کہ حرم میں ایک نبی مبعوث
فی الحرم یعاون علی امرہ فتی وکھل فاما الفتی	ہوں گے مدد دیں گے ان کے معاملہ میں ایک جوان اور ایک میانہ سال
فخواض غمرات ودفاع معضلات واما	جوان تو گہرائیوں میں غوطہ زن اور مشکلات کے دفع کرنے والے
الکھل فابیض نحیف علی بطنہ شامۃ	ہوں گے اور میانہ سال گورے رنگ کے لاغر جسم کے ہوں گے ان کے
وعلی فخذہ الیسری علامۃ[ا]	شکم پر ایک چھین ہوگا اور ان کی بائیں ران پر ایک علامت ہوگی

اس کے بعد شیخ ازدی نے مبعوث ہونے والے نبی کی تعریف میں اشعار کہہ کے دئے حضرت ابوبکرؓ یمن سے واپس آئے تو رسول اللہ صلعم نے اعلان نبوت فرما دیا تھا آپ حضرت خدیجہؓ کے گھر گئے رسول اللہ صلعم سے ملے اور آپ پر ایمان لائے صاحب اسدالغابہ نے یہ روایت کی ہے

قال یا ابابکر انی رسول اللہ الیک والی الناس	رسول اللہ نے فرمایا اے ابوبکر میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری
کلھم فامن باللہ فقلت وما دلیلک	جانب بھی اور تمام انسانوں کی جانب بھی ایمان لاؤ اللہ پر میں نے
علی ذلک قال الشیخ الذی لقیتہ بالیمن	کہا اس پر آپ کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ پیر مرد جس سے تم یمن
قلت وکم من شیخ لقیت بالیمن قال	میں ملے تھے میں نے کہا کتنے پیر مردوں اور ضعیف العمروں سے یمن

[ا] اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ (طبع مصر ۱۲۸۶ھ) الجزالثالث صفحہ ۲۰۷

الشیخ الذی افادک الابیات قلت وامن اخبرک بهذا یا حبیبی قال الملک العظیم الذی یاتی الانبیاء قبلی قلت مد یدک فانا اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله۔ لہ

میں ملا آپ نے فرمایا کہ وہی پیر مرد جنہوں نے تمہیں اپنے اشعار سے فائدہ پہنچایا تھا میں نے کہا میرے دوست آپ کو کس نے اس کی خبر دی فرمایا اس بڑے فرشتہ نے جو مجھ سے پہلے پیغمبروں کے پاس آیا کرتا تھا میں نے عرض کی آپ ہاتھ بڑھائیے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ یمن کے لوگ نبی آخر الزماں کے ظہور کے منتظر تھے۔

(ب) صاحب شواہد النبوت نے حضرت ابوبکرؓ کے حالات میں ابو سعود انصاریؓ سے اس طرح روایت کی ہے

در بعض تجارت بدیرہ بحور اوکہ مسکن بحیرا راهب بود رسیدم وتعبیر خواب خود را از وے پرسیدم گفت تو کیستی گفتم من مردے ام از قریش گفت خدای تعالیٰ در میان شما پیغمبرے برخواہد انگیخت وتو در ایام حیات وے وزیر وے خواہی بود وبعد از وفات وے خلیفہ وی پس چوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث شد مرا باسلام خواند گفتم ہر پیغمبرے را دلیلے بودہ است بر نبوت وی دلیل تو چیست گفت دلیل نبوت من آن خوابے کہ دیدی وآن حبر در جواب تو گفت کہ آن را اعتبارے نیست وبحیرا گفت کہ تعبیر آن چنین است وچنین من گفتم ترا این کہ خبر کرد گفت جبرئیل گفتم من از تو ہیچ دلیل وبرہان نمی طلبم زیادہ ازین اشهد ان لا اله الا الله وحدہ

حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ تجارت کے سلسلہ میں دیر بحورا پہنچا جو بحیرا نامی راہب کا مسکن تھا اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی اس نے کہا تم کون ہو میں نے کہا قبیلہ قریش کا ایک فرد ہوں کہا کہ تم لوگوں میں خدای تعالیٰ ایک پیغمبر مبعوث کریگا اور تم اس کی زندگی میں اس کے وزیر اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے جب رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے تو مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے کہا کہ ہر پیغمبر کی نبوت کی ایک دلیل ہوتی ہے آپ کی دلیل کیا ہے، رسول اللہ نے فرمایا میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا اور اس حبر نے جواب میں کہا کہ اس کا کچھ اعتبار نہیں اور بحیرا نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے میں نے عرض کی آپ کو کس نے اس کی خبر دی فرمایا جبرئیل نے میں نے کہا اس سے زیادہ آپ سے کوئی دلیل اور برہان نہیں مانگتا گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ اس کا

لہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (طبع مصر ۱۲۸۶ھ) الجزء الثالث صفحہ ۲۰۵

لا شریک له و اشهد انک عبده و رسوله[۱]

کوئی شریک اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کے عبد اور رسول ہیں۔

(ج) صاحب مدارج النبوت نے یہ روایت کی ہے

ابو عامر راہب شخصے بود از اوس ہیچ کس از اوس و خزرج وصاف تر از وے مر آنحضرت را نبود و الفت و مصاحبت می نمود با یہود مدینہ وی پرسید ایشان را از وے خبر میداوند ایشان او را از صفات رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و می گفتند کہ این دار ہجرت اوست پس از آن نزد یہود تیما رفت ایشان نیز خبر داوند بمثل آن پس از آن بہ شام رفت و سوال کرد نصاری را ایشان نیز خبر داوند بصفت آنحضرت پس بیرون آمد ابو عامر و ترہب نمود و پلاس پوشید و می گفت من ملت حنیف و دین ابراہیم دارم و منتظر خروج پیغمبر آخر الزمانم[۲]۔

ابو عامر راہب قبیلہ اوس کا ایک شخص تھا قبیلہ اوس و خزرج میں کوئی شخص اس سے زیادہ آنحضرت کا مداح نہ تھا۔ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ رسم و راہ تھی اور ان کے ساتھ بیٹھتا تھا ابو عامر نے ان سے رسول اللہ کے متعلق پوچھا یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کی خبر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ان کا دار الہجرت ہے۔ اس کے بعد تیما کے یہودیوں کے ہاں گیا، انہوں نے بھی اسی طرح خبر دی اس کے بعد شام کو گیا اور نصرانیوں سے پوچھا انہوں نے بھی رسول اللہ صلعم کے اوصاف بیان کئے ابو عامر چلے آیا اور راہب بن گیا اور پلاس کا لباس پہن لیا اور کہتا تھا کہ میں ملت حنیف اور دین ابراہیم پر ہوں اور پیغمبر آخر الزماں کا منتظر۔

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ اہل یمن کی طرح مدینہ تیما اور شام کے لوگ بھی نبی آخر الزماں کے ظہور کے منتظر تھے جیسا کہ امام علیہ السلام کی بعثت سے قبل تمام عالم اسلامی میں ہندوستان سے لے کے حجاز اور مصر تک دسویں صدی میں ظہور مہدی کا عام انتظار تھا۔

یہ امر کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل کاہن اور راہب نبی آخر الزماں کے ظہور کی خبر دیتے تھے قدما بھی مسلم مانتے تھے چنانچہ ابن ہشام (المتوفی سنہ ۲۱۸ھ) نے ابن اسحٰق (المتوفی سنہ ۱۵۱ھ) سے یہ روایت کی ہے

کانت الاحبار من یهود والرهبان من النصاری والکهان من العرب قد تحدثوا بامر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قبل مبعثه لما تقارب

علمائے یہود اور عیسائیوں کے راہب اور عرب کے کاہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تذکرہ کیا کرتے تھے قبل اس کے کہ آپ مبعوث ہوں یہ اس وقت کی بات ہے کہ آپ کا زمانہ بعثت

۱؎ شواہد النبوت (طبع بمبئی مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۶ھ) ص ۱۸۱ ۲؎ مدارج النبوۃ (طبع نول کشور سنہ ۱۹۱۲ء) جلد اول ص ۹۷

من زمانہ[1] | قریب آگیا تھا۔

راہبوں اور علماے یہود و نصاریٰ کی روایت رسول اللہ صلعم کے زمان بعثت سے متعلق قابل قبول ہے تو اولیا اور علماے امت رسول کی روایت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ بعثت سے متعلق کس طرح قابل قبول نہ ہوگی۔

کتب صحاح کی وہ تمام روایتیں جن میں لفظ مہدی مذکور ہے امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں اس لئے ضعیف سے ضعیف روایت بھی جو آپ کے حسب حال ہوگی بمنزلہ قوی محسوب ہوگی۔

حاصل یہ کہ صاحب سراج الابصار کا تنبیہ التحرز وغیرہ کے حوالہ سے یہ بیان کرنا کہ امام مہدی علیہ السلام دسویں صدی میں دین کی تجدید فرمائیں گے صحیح ہے۔

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چنچل گوڑہ ریلوے گیٹ

[1] سیرۃ ابن ہشام (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۶۹

باب پنجم

رسالۃ الرد کی حقیقت

زبان اور عام معلومات

رسالۃ الرد شیخ کی علمی استعداد کا آئینہ دار ہے زبان کی حیثیت سے اور معلومات کے لحاظ سے

ادب (۱) حضرت عالم باللہ نے شیخ علی کی زبان پر جو تبصرہ کیا ہے ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے

(۱) ثم طائفۃ فی بلاد الھند یعتقدون فی شخص مات الی آخرہ (رسالۃ الرد)

لاحاجۃ بفی بل ینبغی ان یقول یعتقدون شخصا مات (سراج الابصار صفحہ ۴)

(۲) ومعلوم عند العلماء ان التاویل لایسوغ الا اذا کان کلام المعصوم لم یمکن حمل العبارۃ علی ظاھرھا للزوم المحال منہ (الرد)

العبارۃ الفصیحۃ المستغنیۃ عن التقدیر والتاویل ان یقال فیھا الا اذا کان کلام المعصوم لم یمکن حمل عبارتہ علی ظاھرھا الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۱۲)

(۳) ثم من قبائحھم تفسیرھم القرآن بالرای فورد من قال فی القرآن بالرای فاصاب فقد اخطاء (الرد)

کلام الشیخ ملحق باصوات البھائم لایشبہ بکلام الاواسط فضلا من کلام الفصحاء والبلغاء انظر الی فاء فورد ای ارتباط لہ بما قبلہ بل المناسب بالمقام ان یقول تفسیرھم القرآن بالرای وذلک غیر جائز لانہ قد ورد الی آخرہ وقد اغمضنا عما سبق من عبارتہ (سراج الابصار صفحہ ۱۲)

(۴) فیخصون قولہ تعالی قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا

ومن اتبعنى بالمهدى واصحابه وفى قوله تعالىٰ فسوف يانى الله بقوم يحبهم ويحبونه هم المهدى واصحابه (الرد)

لا اعلم هذه للعبارة الموحشة بعينها عبارة الشيخ ام تصحيف الكاتب اذ لا يمكن تصحيح العبارة باى وجه تامل والعبارة الصحيحة ان يقال فيها قوله تعالىٰ بالنصب ليكون هذا القول عطفا على القول الاول الذى هو مفعول يخصون اى يخصون ذلک القول وهذا القول او يقال ويقولون فى قوله تعالىٰ فسوف يانى الله هم المهدى واصحابه (سراج الابصار صفحہ ۴۲)

(۵) ومايحتاج المفسر الى علوم هى خمسة عشر علما (الرد)

عبارة الشيخ هذه فى غاية السقوط لا توفى بالمقصود لان الصلة خالى عن الضمير بل العبارة الفصيحة الموفية بالمطلوب ان يقال ومايحتاج اليه المفسر من العلوم خمسة عشر علما (سراج الابصار صفحہ ۱۱۴)

(۶) لان انكار المهدى لم يقل احد بكفره (الرد)

هذه العبارة الاخيرة موحشة لا ادرى اهى من الشيخ ام تصحيف الكاتب بل العبارة الموفية بالغرض ان يقال لان انكار المهدى لم يقل احد بسببه الكفر او يقال لان منكر المهدى لم يقل احد بكفره (سراج الابصار صفحہ ۱۳۴)

(۷) فان قيل حديث من كذب بالمهدى صريح فى ان انكاره كفر فالجواب على التنزل من ان الحديث آحاد ضعيف وعلى تقدير صحته فلا يفيد الا الظن فلا يجزم بكفر جاحده بهذا الحديث ان الحديث انما يدل على وجوب اعتقاد مهدى ما لا المهدى المعين (الرد)

والاولیٰ ان يقول لان الحديث باللام الجارة ليكون علة لقوله فلا يجزم بكفر جاحده او مع ان الحديث (سراج الابصار صفحہ ۱۴۴)

(۸) ومن حماقتهم انهم یذکرون بعض الاحادیث الذی لا اصل له عند مهرة الحدیث ویزعمون به التعارض مع الاحادیث الصحیحة الواردة بطرق عدیدة ولا یخفی ان التعارض انما هو بین الاحادیث المتساویة قوة وضعفا لا بین المشهورات المتواترة المستفیضة الثابتة من طرق عدیدة وبین المطعون فیها الذی لا ثبوت له (الرد)

وجدت فی الاصل فیها ضمیر التانیث العائد الی الالف واللام فی المطعون وذلک لیس بصحیح بل یجب ضمیر المذکر لیعود الیه ولا ادری اهو من سهو الکاتب ام من غلط الشیخ وذلک لیس ببعید وآخر کلامه یدل علی ماذکرت وهو قوله الذی لا ثبوت له (سراج الابصار صفحہ ۱۴۸ و ۱۵۰)

(۹) فعلم ان سید المیت لیس بمهدی لانه لم یوجد فیه ما ورد فی شان المهدی ومنها انه یکون اماما (الرد)

والحق ان یقال ومنه اذ الضمیر یرجع الی ما وهو مذکر (سراج الابصار صفحہ ۲۱۸)

(۱۰) ان کثیرا من الناس ادعوا هذه المهدویة من الامراء والمشائخ منهم شیخ یسمی سید محمد نوربخش ومنهم کان شیخ فی الروم (الرد)

وجدت فی الاصل کان مقدما علی الشیخ ولیس بسدید بل ینبغی ان یقول ومنهم شیخ کان فی الروم (سراج الابصار صفحہ ۲۳۰)

(۱۱) وقال لهم یظهر لی کذا وکذا انتم توجهوا الی الله (الرد)

قلت العبارة الفصیحة ان یقال فتوجهوا الی الله انتم (سراج الابصار صفحہ ۲۳۰)

(ب) مذکورہ بالا تبصروں میں سے اسعد گلی نے اپنی کتاب شہب محرقہ میں ایک سے بھی تعرض نہیں کیا۔ البتہ مولف ہدیہ مہدویہ نے صرف تذکرہ نمبر ۲ کے ایک جزو پر اعتراض کیا ہے اور وہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ ترکیب نحوی کے ذیل میں واضح کیا گیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۳) اگر شیخ کی عبارت میں

مذکورہ صدر خامیاں نہ ہوتیں تو ذیل کی خامیوں کو کاتب کے تسامح سے تعبیر کر سکتے تھے

(۱) ان علم البناء والعمارۃ مثلاً علی نوعین اصول وفروع الاصول مایعرفہ المھندسون (الرد، سراج الابصار صفحہ ۴۸)

مایعرفہ کی جگہ مایعرفھا چاہیے، مایعرفہ سے اگر علم اصول مراد ہو تو کم سے کم عربیت اس کا ساتھ نہیں دیتی۔

(۲) والصحابۃ والتابعون کان عندھم علوم العربیۃ بالطبع لا بالاکتساب والاستفادۃ والعلوم الآخروی عن النبی علیہ السلام (الرد، سراج الابصار صفحہ ۱۲۴)

العلوم الاخروی کی جگہ العلوم الاخرویۃ چاہیے۔ شاید اسی غلطی کو محسوس کر کے ایک کاتب نے العلوم الاخری لکھا ہے اور یہ بھی صحیح نہیں۔

(۳) وھولیس بامام لان الامامۃ وھو الریاسۃ العامۃ تنعقد باحد طرق ثلاثۃ (الرد) سراج الابصار صفحہ ۲۱۸)

ھو الریاسۃ کی جگہ ھی الریاسۃ چاہیے۔

(۴) واصحابہ یسمی مداریون (الرد) (۲۳۶)

یسمی کی جگہ تسمی چاہیے۔

(۵) واصحابہ اکثرھم ملحدون مباحیون (الرد) (سراج الابصار صفحہ ۲۳۶)

حرام کو حلال قرار دینے والوں کو عربی میں "مباحیون" نہیں کہتے "اباحیون" کہتے ہیں۔

(۶) ففی بلاد العجم شخص یسمی سید نعمت اللہ الولی فالرافضیۃ یعتقدونہ (الرد) (سراج الابصار صفحہ ۲۳۶)

فالرافضیۃ غلط ہے فالرافضۃ چاہیے۔

(۷) انھم یذکرون بعض الاحادیث التی لا اصل لہ عند مھرۃ الحدیث (الرد) (سراج الابصار صفحہ ۱۴۵)

لا اصل لہ کی جگہ لا اصل لھا چاہیے مذکورہ عبارت میں التی کی جگہ الذی بھی آیا ہے

لیکن "له" پر سب نسخوں کا اتفاق ہے۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ حضرت عالم باللہ نے ان اسقام سے تعرض نہیں کیا ہے لہذا عبارت کا اس نسخہ میں جو میاں عالم باللہ کے پیش نظر تھا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے میاں عالم باللہ نے زیادہ تر چشم پوشی سے کام لیا ہے جیسا کہ آپکے اس قول سے ثابت ہے

وقد اغمضنا عما سبق من عباراته (سراج الابصار ص۶۴)

اس عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی عبارت میں اور بھی خامیاں ہیں جو واضح نہیں کی گئیں۔

(ج) صاحب ضیاء القلوب نے بھی شیخ کی عبارت پر تبصرہ کیا ہے ذیل میں ایک دو مثالیں دی جاتی ہیں۔

(۱) والاحادیث الصرائح تخالفه (الرد) (سراج الابصار ص۲)

تخالف باہم دیگر خلاف کردن از باب مغالطہ است ازین باب معلوم می شود کہ احادیث صحیح صریح بہ مہدی خلاف می کند و مہدی بہ احادیث حالانکہ مہدی خلاف نمی کند پس عبارت احسن این بود کہ "مخالفة له" می گفت نہ تخالفه (ضیاء القلوب)

(۲) وهو ان علم البناء والعمارة مثلاً علی نوعین اصول وفروع (الرد) (سراج الابصار ص۴۸)

البنا بالکسر آبادانی و آباد کردن و لفظ عمارت در تمثیل زائد واقع شد چنانچہ پیشتر می گوید حسن استقامة البناء واعوجاجها بلفظ التثنیه نیاورده (ضیاء القلوب)

(۳) شیخ علی نے بیان کیا ہے کہ مہدوی ایک شخص کی مہدیت کے معتقد ہو گئے صرف یہ دیکھ کر کہ وہ اولاد فاطمہؓ سے ہیں اور ان کا نام محمد ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص نے مچھر کو ہاتھی کہا تھا صرف اس لئے کہ اس کو بھی خرطوم ہے، خرطوم کے معنی ناک اور سونڈ دونوں ہیں (الرد) (سراج الابصار ص۱۶۶)

صاحب ضیاء القلوب نے اس پر یہ تبصرہ کیا ہے۔

حماقت شیخ در اینجا ظاہر می شود چرا کہ پیشوا را این مہدی کہ ما قبول کردیم تمثیل کرد و فیل بزرگ خلقت	شیخ کی حماقت یہاں ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ جنہیں ہم نے مہدی قبول کیا ہے ان کے لئے اس نے مچھر کی مثال پیش کی

فہمیدہ بہ مہدی موعود کہ از دانش شیخ است مثل نمود و در این ہر دو ضرب المثل شیخ عاصی و خاطی شد چراکہ اولاد رسول و نام محمد را بہ پشّہ تنبیہ کرد و مہدی موعود را کہ از فہم خود بہ فیل تنبیہ نمود و فیل از آن چیزہا است کہ مسخ شدند در تفسیر کشف الاسرار آوردہ سئل النبی عن الممسوخ فقال هم ثلثة عشر الفیل والذب والقردة والجریث والضب والوطواط والعقرب الی آخرہ۔

اور شیخ کے خیال میں جو مہدی موعود ہے اس کے لئے عظیم الجثہ ہاتھی کی مثال پیش کی' ان دونوں ضرب المثل میں شیخ نے خطاء معصیت کی اس لئے کہ رسول اللہ کی اولاد کو جن کا نام محمد ہے مچھر سے تنبیہ دی اور شیخ کے خیال میں جو مہدی ہے اس کو ہاتھی سے تنبیہ دی اور ہاتھی منجملہ ان کے ہے جو مسخ ہو گئے تفسیر کشف الاسرار میں مروی ہے کہ نبی علیہ السلام سے ممسوخ جانوروں کے باب میں پوچھا گیا فرمایا کہ یہ تیرہ ہیں۔ ہاتھی' نیل گاؤ' بندر' بام مچھلی' سوسمار' ابابیل اور بچھو الی آخرہ

قطع نظر مسوخ ہونے کے ہاتھی اہل عرب کے ہاں قابل مدح نہیں سمجھا جاتا۔

سُقم تنبیہ کے علاوہ شیخ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ مہدویوں نے صرف نام اور سیادت کا لحاظ کر کے مہدی موعود مانا ہے اس لئے کہ معاندین مہدویہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام میں علامات موعودہ پائی جاتی ہیں۔ فرشتہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں یہ لکھا ہے" چوں بعض آثار و علامات کہ در مہدی آخر الزماں علیہ السلام قرار دادہ اند در وی بود تصدیق قول او نمودند و آن اظہر من الشمس است[1] "۔ چونکہ بعض علامتیں جو امام مہدی کے باب میں قرار دی گئی ہیں ان میں پائی جاتی تھیں اس لئے لوگوں نے ان کے قول کی تصدیق کی اور وہ اظہر من الشمس ہے۔

تاریخ (الف) شیخ کی تاریخ دانی اس حدیث کے پیش کرنے سے ظاہر ہوتی ہے جس میں سلیمان و ذوالقرنین نمرود اور بخت نصر کا "ملوک الارض" ہونا مذکور ہے (سراج الابصار صـ۲۱) یعنی شیخ کے نزدیک ان چار بادشاہوں کا تمام دنیا پر اور خصوصاً عرب پر مسلط ہونا مسلم ہے حالانکہ تاریخ سے یہ ثابت نہیں کہ ان بادشاہوں نے تمام دنیا اور خصوصاً سرزمین حجاز اور تہامہ پر حکومت کی ہے

(ب) شیخ نے رسالۃ الرد کے آخر میں بیان کیا ہے کہ بایزید کے زمانہ میں روم میں اویس

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نول کشور ۱۸۷۴ء) جلد دوم صفحہ ۱۵۰

نامی ایک شخص تھے جن کے اسی خلفا تھے منہم شیخ کان فی الروم یسمی اویس فی زمن بایزید (الرو) (سراج الابصار صفحہ ۲۳۰)

روم کا لفظ بتلا رہا ہے کہ بایزید سے مراد سلطان بایزید خاں ثانی ہے، اسی سلطان کے متعلق شیخ نے یہ کہا ہے کہ

کان السلطان من اولیاء اللہ (الرو) (سراج الابصار صفحہ ۲۳۰) یعنی وہ سلطان اولیاء اللہ میں تھا

محمد فرید بک نے سلطان بایزید خاں ثانی کے احوال میں لکھا ہے کہ

وکان السلطان بایزید الثانی میالا للسلم اکثر منہ الی الحرب محبا للعلوم الادبیۃ مشتغلا بہا ولذلک سماہ بعض مورخی الترک بایزید الصوفی لکن دعتہ سیاسۃ الدولۃ الی ترک اشغالہ السلمیۃ المحضۃ والاشتغال بالحرب[1]۔

سلطان بایزید خاں ثانی جنگ سے زیادہ صلح کی جانب مائل تھا، علوم ادبیہ سے محبت کرتا اور انہیں میں مشغول رہتا، اسی لئے بعض ترک مورخین نے اس کو بایزید صوفی کہا ہے، لیکن حکومت کی سیاست نے اس کو مجبور کیا کہ اپنے خالص مصالحانہ اشغال کو ترک کر دے اور جنگ میں مشغول ہو جائے۔

بعض ترکی مورخین نے لفظ بایزید کی مناسبت اور سلطان کے ابتدائی امن پسند مشاغل کی وجہ سے اس کو صوفی کہا اور شیخ نے اس کو اولیاء اللہ میں شامل کر دیا۔

(ج) شیخ کی تاریخ دانی اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے رسالۃ الرو کے آخر میں لکھا ہے کہ فرقہ قلندریہ کے بانی شاہ باز قلندر ہیں۔ رسالۃ الرو کی عبارت یہ ہے

ثم شخص یسمی شاہ باز قلندر بلغنا انہ کان رجلا صالحاً والقلندریۃ الذین ہم فی ہذا الزمان ینسبون الیہ وہم بمعزل عنہ (الرو) (سراج الابصار صفحہ ۲۳۶) یعنی ایسے ہی ایک شخص جس کا نام شاہ باز قلندر ہے اس کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ نیک آدمی تھا اور اس زمانہ میں جو ایک فرقہ قلندریہ ہے اسے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ نہیں

[1] تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیۃ (طبع مصر ۱۳۱۲ھ) صفحہ ۶۸

اس سے کوئی نسبت نہیں۔

واضح ہو کہ شاہ باز قلندر کا نام سید عثمان ہے اور جیسا کہ صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے یہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید اور خلیفہ ہیں صاحب خزینۃ الاصفیا کی عبارت یہ ہے "نام نامی و اسم گرامی وے میر سید عثمان مرید و خلیفہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی است"[1]۔ ان کا سنہ وفات ۶۷۳ھ ہے اور مدفن سیوستان علاقہ سندھ جیسا کہ مآثر الکرام میں مذکور ہے[2]۔

(۱) واضح ہو کہ بانی سلسلہ قلندریہ شیخ عبدالعزیز مکی ہیں[3] اور ہندوستان میں جو سلسلہ قلندریہ ہے وہ حضرت خضر رومی سے ملتا ہے۔ خود شیخ کے بالواسطہ شاگرد عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں شاہ خضر رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے

"مشرب قلندریہ داشت اصل او در ولایت روم است و کرامات و خوارق عادات بسیار از وے بہ وجود می آمد ہر چند کہ رسم انابت و بیعت از وے بہ ظہور نیامدہ بود چون بہ ہندوستان تشریف آورد در آن زمان شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بہ صدر حیات بود توجہ انابت بہ خدمت او آورد و خواجہ کلاہ و خرقہ را ہم بہ منزل او فرستاد و رخصت کرد بعد از آن او را بہ جانب جونپور اتفاق سفر افتاد چون در سرائے ہرپور رسید شاہ قطب مرید او شد شاہ خضر بعد از عطائے خلافت بہ شاہ قطب متوجہ روم شد و الآن در ہندوستان سلسلہ او بر پا است"[4]

شاہ خضر کا مشرب قلندریہ تھا، اصل میں یہ روم کے رہنے والے تھے، بہت سے کرامات اور خوارق عادات ان سے ظہور میں آئے، ان سے نیابت اور بیعت کا طریقہ ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا۔ جب یہ ہندوستان آئے تو اس زمانہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی (کاکی) زندہ تھے، جب انہوں نے ان کا خلیفہ ہونا چاہا تو خواجہ نے ایک ٹوپی اور خرقہ ان کے گھر روانہ کیا اور انہیں جانے کی اجازت دی اس کے بعد خضر رومی کو جونپور کی طرف سفر کرنے کا اتفاق ہوا جب یہ ہرپور کی سرائے میں اترے تو شاہ قطب ان کے مرید ہو گئے۔ شاہ خضر نے شاہ قطب کو خلافت عطا کرنے کے بعد روم کا رخ کیا، اب ہندوستان میں ان کا سلسلہ قائم ہے۔

[1] خزینۃ الاصفیا (طبع نولکشور ۱۳۳۱ھ) جلد دوم صفحہ [2] مآثر الکرام (طبع لاہور) دفتر اول صفحہ ۲۸۷ [3] نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ (طبع اصح المطابع لکھنؤ) صفحہ ۲۱ [4] اخبار الاخیار (طبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) صفحہ ۴۹، ۵۰۔

لیکن سلسلہ قلندریہ یہ تسلیم نہیں کرتا کہ تمام تر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہی کا سلسلہ ہے مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ ہندوستان میں جو سلسلہ قلندریہ ہے وہ خضر رومی سے ملتا ہے اور خضر رومی کے خلیفہ شاہ قطب جونپوری تھے۔

(۲) میر غلام علی آزاد نے شاہ باز قلندر کے حالات تذکرہ مشائخ سندھ اور تاریخ فیروز شاہی کے حوالے سے لکھے ہیں۔ لیکن اس میں بھی یہ مذکور نہیں کہ سلسلہ قلندریہ انہیں سے ملتا ہے۔[1]

(۳) شاہ مسعود علی قلندر نے فصول مسعودیہ میں بیان کیا ہے کہ سلسلہ قلندریہ کے بانی شاہ عبدالعزیز مکی ہیں اور ان کے خلیفہ سید خضر رومی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے زمانہ میں ہی آئے۔[2]

(۴) صاحب نفحات العنبریہ کے بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جو سلسلہ قلندریہ قائم ہے وہ خضر رومی سے ملتا ہے۔ نفحات العنبریہ کی عبارت یہ ہے "تیسرے سید المجذوبین حضرت خضر رومی قلندر جن سے ہندوستان میں یہ سلسلہ شائع ہوا۔"[3]

اضطراب استدلال | شیخ کا استدلال اضطراب سے خالی نہیں، ایک جگہ ایک بات سے انکار ہے پھر اسی کے خلاف دوسری جگہ اقرار ہے۔ رسالۃ الرد میں ایک جگہ بیان کیا ہے کہ مہدیؑ کا انکار کفر نہیں ہے شیخ کی عبارت یہ ہے "انکار المھدی لم یقل احد بکفرہ (الرد) (سراج الابصار صفحہ ۳۴) یعنی مہدی علیہ السلام کے انکار کو کفر کسی نے بھی نہیں کہا۔

جب مہدویوں کو کافر کہنا منظور ہو تو شیخ کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ اُس مہدی کا ماننا فرض ہے جس میں یہ تمام علامتیں پائی جائیں گی شیخ کے الفاظ یہ ہیں۔ فعلی ھذا یلزم کفرھم لاعتقادھم مھدیہ ھذا الشخص المستلزم انکار مھدویۃ المھدی الذی سیوجد فیہ ھذہ العلامات (الرد) (سراج الابصار صفحہ ۴۹) یعنی اس بنا پر ان کا کفر لازم ہوتا ہے چونکہ وہ اس شخص کی مہدیت کے معتقد ہیں جو اُس مہدی کی مہدیت کے انکار کو مستلزم ہے جس میں یہ نشانیاں پائی جائینگی۔

[1] مآثر الکرام (طبع آگرہ) صفحہ ۲۸۵ تا صفحہ ۲۸۷ [2] فصول مسعودیہ (طبع آسی پریس لکھنو) صفحہ ۵ و صفحہ ۱۱
[3] نفحات العنبریہ من انفاس قلندریہ (طبع لکھنو) صفحہ ۳۳

شیخ کی اس عبارت سے شیخ کے خیال میں جو مہدی ہوگا اس کا انکار کفر قرار پاتا ہے۔

شیخ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ شیخ کے خیال میں جو مہدی ہے نہ تو وہ پیدا ہوا اور نہ اس نے مہدیت کا اعلان کیا اس موہوم مہدی کے ظہور سے پہلے اس کا انکار کس طرح کفر کو مستلزم ہوگا۔ اب رہا مسئلۂ مہدیت جو ارشادات رسول کی بنا پر جزو دین قرار پاتا ہے تو عالم اسلامی میں مہدویوں سے بڑھ کر اس کا کوئی معتقد نہیں۔

تعجب اس پر ہے کہ شیخ نے جو فتوے علماے مکہ معظمہ سے ۹۵۲ھ میں مہدویوں کے خلاف حاصل کئے تھے اس میں یحییٰ بن محمد حنبلی کا بھی فتویٰ ہے اس فتوے میں یہ عبارت ہے " واما محل من کذب بالمھدی فقد اخبر النبی علیہ السلام بکفرہ " یعنی مہدی علیہ السلام کی تکذیب کرنے والے کا مرتبہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس کے کفر کی اطلاع دی ہے۔ ان فتووں کا حوالہ شیخ کے رسالۂ البرہان کے ذیل میں دے چکے ہیں (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۱۷ و صفحہ ۳۱۸)

اب شیخ یہ کہتا ہے کہ مہدی کے انکار کو کفر کسی نے بھی نہیں کہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شیخ کے استدلال میں اضطراب ہے اس لئے کہ انکار مہدی کو اس نے ایک جگہ کفر تسلیم کیا اور دوسری جگہ اس سے انکار کر دیا۔

عقائد (الف) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقائد کی درسی کتابیں شیخ کے مطالعہ میں نہیں تھیں۔ اسی رسالۃ الرد میں لکھا ہے

ذکر فی الاتقان ناقلا عن العلامۃ التفتازانی فی شرحہ سمیت الملاحدۃ باطنیۃ لادعائھم ان النصوص لیست علی ظواھرھا (الرد) (سراج الابصار صفحہ ۱۲۶)	بیان کیا گیا ہے اتقان میں علامہ تفتازانی سے نقل کرتے ہوئے (جس کا ذکر انہوں نے اپنی شرح میں کیا ہے) کہ ملحدین کا نام باطنیہ اس لئے رکھا گیا کہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ نصوص قرآنیہ اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہیں۔

اس عبارت پر حضرت عالم بالمدؒ نے اس طرح تبصرہ فرمایا ہے

احالۃ الشیخ ھذہ الروایۃ الی الاتقان	شیخ کا اس روایت کے متعلق اتقان کا حوالہ دینا اس امر کی

دلیل علی عدم اطلاعہ علی شرح العقائد لان ھذہ الروایۃ فیہ ظاھرۃ ظھور الشمس فی الظھیرۃ ولو قرأ الشیخ شرح العقائد لم یحلھا الی الاتقان فاحالتہ الی الاتقان دلیل علی عدم اتقانہ الکتب المتداولۃ بین العلماء تداول القرآن بین الصبیان (سراج الابصار ص ۱۲۶)

دلیل ہے کہ وہ شرح عقائد سے مطلع نہیں ہے اس لئے کہ اس روایت کا شرح عقائد میں موجود ہونا اتنا ہی ظاہر ہے جیسا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت سورج کا ظہور اگر شیخ شرح عقائد پڑھتا تو اتقان کا حوالہ نہ دیتا پس شیخ کا اس روایت کے متعلق اتقان کا حوالہ دینا اس امر کی دلیل ہے کہ شیخ کا ان کتابوں کا علم بھی محکم نہیں جو علماء کے مابین اسی طرح متداول ہیں جس طرح بچے قرآن کریم استعمال کرتے ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ کا شرح عقائد کا اس طرح حوالہ دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ صاحب غیاث اللغات نے فرہنگ جہانگیری کے حوالہ سے یہ لکھا ہے، ظاہر ہے کہ فرہنگ جہانگیری قائل کے پیش نظر نہیں تھی۔

(ب) شیخ کا کتب عقائد سے ناواقف ہونا اس کے اس قول سے بھی ظاہر ہوتا ہے

بل لم یذکر فی کتب الاعتقادیات مسئلۃ المھدی مع ذکرھم المسائل التی لم یکفر جاحدھا کاثبات عذاب القبر وکیفیۃ الصراط وغیر ذلک الی آخرہٖ (اردو) سراج الابصار ص ۱۳۶

(بلکہ کتب عقائد میں مہدی موعود کا ذکر نہیں باوجودیکہ ان میں عذاب قبر کیفیت پل صراط جیسے مسائل کا ذکر ہے جن کا منکر کافر نہیں ہوتا)

شیخ علی کا یہ ادعا ہے کہ کتب عقائد میں مہدی موعود کا ذکر نہیں ہے حالانکہ شرح مقاصد میں مہدی موعود کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے "اما خروج المھدی فعن ابن عباس رضی اللہ عنہ[1]"۔

تعجب یہ ہے کہ خود شیخ نے شرح مقاصد کے حوالے سے امامت کے شرائط اس طرح بیان کئے ہیں" والثالث القھر والغلبۃ کذا فی شرح المقاصد" (اردو) سراج الابصار ص ۲۱۸

[1] شرح مقاصد طبع مطبع بوسنوی ۱۳۰۵ھ ، المجلد الثانی ص ۳۰۷

شیخ نے امامتِ عامہ کے جو شرائط بیان کئے ہیں وہ شرح مقاصد میں الفصل الرابع فی الامامۃ[1] میں مذکور ہیں اور اسی فصل کے آخر میں ظہور مہدی کا بیان ہے، خود صاحب شرح مقاصد نے یہ لکھا ہے

ممایلحق بباب الامامۃ بحث خروج المہدی الی آخرہ[2]۔	منجملہ ان مباحث کے جن کا تعلق باب الامامت سے ہے ظہور مہدی کا بحث بھی ہے۔

ہم یہ کیسے باور کریں کہ شیخ نے کتاب شرح مقاصد آخر تک نہیں پڑھی، اس کے سوا اور کیا توجیہ ہو سکتی ہے کہ مسئلہ مہدیت کی اہمیت گھٹانے اور عامۃ الناس کو دھوکے میں رکھنے کے لئے غلط بیانی سے کام لیا گیا۔

(ج) شیخ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک مہدیت بھی منجملہ امامت علم ہے۔ چنانچہ اس نے امامت عامہ کے انعقاد کے تین شرائط شرح مقاصد کے حوالے سے پیش کئے ہیں اور ان کو شرط مہدیت گردانا ہے۔

ارباب حل و عقد کی بیعت۔ قہر و غلبہ۔ جانشین کا مقرر کرنا (اردو) سراج الابصار صفحہ ۲۱۸

ان شرائط کے مطابق ہر مسلمان بادشاہ امام ہو سکتا ہے، یہی نہیں بلکہ ان شرائط کے تحت ایک فاسق اور فاجر بھی امام قرار پا سکتا ہے۔ شیخ کے پیش کردہ شرائط جب شرط نبوت نہیں ہیں تو شرط مہدیت کس طرح ہوں گے؟ ارباب حل و عقد کی شیخ نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ جن کی لوگ اطاعت کریں۔ ہرقل کی حدیث میں جس کو صاحب مشکوۃ نے علامات نبوت کے ذیل میں درج کیا ہے یہ مذکور ہے کہ "ضعفائے قوم" کا تصدیق کرنا رسول اللہ صلعم کے نبی برحق ہونے کی دلیل ہے بلکہ اس میں مذکور ہے کہ یہی لوگ انبیاء علیہم السلام کے پیرو ہوا کرتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

سالتک اشراف الناس اتبعوہ ام ضعفاؤھم اتبعوہ وھم اتباع الرسل (سراج الابصار صفحہ ۱۹)

امام علیہ السلام کی تصدیق کرنے والوں میں سلاطین، وزرا، امرا، علمائے ظاہر، علمائے باطن، سپاہی، سر لشکر، غرض ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگ تھے جن میں ارباب حل و عقد بھی تھے غیر حل و عقد

[1] شرح مقاصد (طبع مطبع بوسنوی) المجلد الثانی صفحہ ۲۷۲
[2] صفحہ ۳۰۷

بھی " اشراف الناس " بھی تھے " ضعفائے قوم " بھی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صـ۱۰۱) اس کے باوجود شیخ کا یہ ادعا کہ ارباب حل و عقد نے امام علیہ السلام کی بیعت نہیں کی صریحاً غلط ہے۔

دوسرے قہر و غلبہ کو شرط گردانا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے مبعوث ہونے کے بعد مکہ معظمہ میں ایک مدت بسر کی لیکن آپ کو قہر و غلبہ حاصل نہیں ہوا اس کے باوجود آپ نبی تھے ہاں غلبہ دلیل و حجت کے لحاظ سے تو مسلم ہے۔ یہی غلبہ امام علیہ السلام کو بھی حاصل تھا۔

اس سے قبل صاحب ظفر الوالہ کا قول نقل کیا جاچکا ہے (دیکھو صـ۱۲۵) کہ سلطان محمود بیکرہ کے امرا نے بارہا اس سے التماس کی کہ وہ حضرت مہدی علیہ السلام سے نہ ملے انہیں اندیشہ تھا کہ آپ سے ملنے کے بعد سلطان محمود آپ ہی کا ہو جائیگا۔ امام علیہ السلام کے سامنے جب سلاطین کا یہ حال تھا تو عوام الناس کا ذکر ہی کیا غلبہ اس کو کہتے ہیں۔

اسی طرح صاحب تحفۃ الکرام کے حوالے سے نقل کیا جاچکا ہے (دیکھو صـ۱۱۱) کہ ملا صدر الدین جنہوں نے ہزار شاگردوں کو مرتبۂ کمال پر پہنچا دیا تھا ٹھٹہ (ٹھٹہ) میں آپ کے آنے پر مخالفت کی لیکن جب آپ کو دیکھا تو مرید راسخ ہو گئے۔

تیسرے یہ کہ اگر رسول اللہ صلعم اپنا جانشین مقرر فرما دیتے تو آپ کی رحلت کے بعد انصار مدینہ یہ تجویز پیش نہ کرتے کہ انصار سے ایک خلیفہ ہو اور مہاجرین سے ایک۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ انصار نے مہاجرین کو یہ کہا تھا " منا امیر و منکم امیر[۱] "۔

ظاہر ہے کہ جانشین کا مقرر کرنا یا نہ کرنا جب شرط نبوت ہی نہیں ہے تو شرط مہدیت کیسے ہوگا؟ پھر بھی شیخ کا یہ ادعا غلط ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا حالانکہ حسب ذیل روایتیں جانشینی کی طرف ہی اشارہ کرتی ہیں۔

حضرت میرانؑ فرمودند از آتش عشق ہمہ صحابہ را آتش رسیدہ است بعضے تمام بعضے ناتمام بہ پیش "بھایا" سید محمود تمام خواہند شد (حاشیہ انصاف نامہ)	حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ عشق کی آگ سے سب کو فیض پہنچا ہے بعض تمام بعض ناتمام۔ بھائی سید محمودؓ کے آگے (ناتمام)[۲] تمام ہوں گے۔

[۱] الفصل فی الملل والاھواء والنحل (طبع مصر) الجزء الرابع صـ۱۵۱ [۲] حضرت مہدی علیہ السلام کی صحبت میں جو (صحابیؓ ان مہدیؑ) تمام ہو چکے ہیں ان کے متعلق کسی کا یہ کہنا کہ وہ بھی بندگی میاں سید محمودؓ کی صحبت میں تمام ہوئے امام علیہ السلام کی اوقات صحبت اور تعلیم کی تنقیص کرنا ہے۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۶ میں یہ روایت کی ہے

نقل است کہ روزے حضرت امام علیہ السلام در فراہ المغرح المقام فرمودند چنانچہ زرگر انگشت را بہ آتش افروزد بعضی تمام افروختہ شود و بعضی ناتمام ہمچناں اصحاب ما از آتش عشق بعضی تمام روشن شدہ و بعضی ناتمام ماندہ اند و آنہا کہ ناتمام ماندہ اند از بھائی سید محمودؓ تمام خواہند شد۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک دن امام علیہ السلام نے فراہ المغرح میں فرمایا کہ جس طرح سنار کوئلوں کو آگ سے سلگاتا ہے بعض پوری طرح بھڑک اٹھتے ہیں اور بعض ناتمام رہتے ہیں اسی طرح ہمارے اصحاب بعض آتش عشق سے پوری طرح روشن ہوگئے ہیں اور بعض ادھورے رہ گئے ہیں، جو ادھورے رہ گئے ہیں بھائی سید محمودؓ سے ان کی تکمیل ہوگی۔

کلام اللہ سے تو صرف اس قدر ثابت ہے کہ امام بامر الٰہی خلق خدا کو ہدایت کرتا ہے

وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا (الانبیاء)

اور بنایا ہم نے ان کو ائمہ ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم سے۔

امام علیہ السلام نے بھی بامر الٰہی خلق خدا کی ۲۳ برس ہدایت کی ہے۔

حدیث رسالہ البرہان کے مقدمہ میں ھ ۹۵۰ میں لکھا گیا شیخ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس نے دس سال علم حدیث کی تحصیل میں گزارے۔ شیخ کنز العمال کی تالیف سے ۹۵۷ھ میں فارغ ہوا اور رسالۃ الرد تقریباً ۹۶۰ھ میں لکھا گیا، بہر حال رسالۃ الرد اس وقت لکھا گیا ہے جب کہ جمع الجوامع کی ساری حدیثیں کنز العمال کی ترتیب کے دوران میں شیخ کی نظر سے گزری تھیں لیکن رسالۃ الرد سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حدیث میں صاحب نظر نہیں ہے۔

امام مہدیؑ اور روئے زمین کی بادشاہی

شیخ کا دعویٰ ہے کہ "ان المهدی الموعود يملاء الارض" میں ارض سے ساری دنیا مراد ہے اور اس کے ذیل میں ایک غلط تاویل مہدویوں سے منسوب کی ہے کہ اگر ایک انسان بھی مدعی مہدیت کی تصدیق کرے تو کافی ہے اس لئے کہ انسان عالم کبیر ہے اور میاں عالم باللہ نے اس کا جواب دے دیا ہے کہ یہ تاویل میں نے کسی سے نہیں سنی اپنے قول کی تائید میں کہ ارض سے مراد ساری دنیا ہے شیخ نے یہ حدیث پیش کی ہے

ملوک الارض اربعة مومنان و

روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہوں گے، دو مومن اور

کافران فالمومنان ذوالقرنین و سلیمان وکافران نمرود و بخت نصر و سیملکها خامس من اهل بیتی (الخ) سراج الابصار صفحہ ۲۶	دو کافر مومنین میں سے ذوالقرنین اور سلیمان ہیں اور کافر دو ہیں نمرود اور بخت نصر اور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص تمام زمین کا مالک بن جائیگا جو ان چار کے بعد پانچواں ہوگا۔

اسعد مکی نے بھی تہذیب محرقہ میں یہی روایت درج کی ہے اس کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں "وللحدیث طرق اخر عند جماعۃ" یعنی ایک جماعت کے ہاں یہ حدیث اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔ مذکورہ عبارت کے بعد اسعد مکی نے پانچ ایسی حدیثیں درج کی ہیں جن میں یملاء الارض کے الفاظ آئے ہیں، ان حدیثوں میں ابو داود کی یہ حدیث بھی درج کی ہے

المهدی منی اجلی الجبهة واقنی الانف یملاء الارض قسطاء عدلا الی آخرہ [۱]

اس کے بعد یہ عبارت لکھی ہے

لو تتبعنا الحدیث لوجدناه عند جماعۃ آخرین من الصحابة وغیرهم [۲]۔	اگر ہم اس حدیث کی تتبع کریں تو اس کو صحابہ وغیرہ کی دوسری جماعت کے ہاں بھی پائیں گے۔

گویا شیخ کی روایت کردہ بے بنیاد حدیث اور ابو داود کی روایت کی ہوئی صحیح حدیث دونوں اسعد مکی کے نزدیک ایک ہیں لیکن طرق جدا ہیں۔ حالانکہ ناقدین حدیث نے اس نام نہاد حدیث کی کسی طریقہ سے بھی روایت نہیں کی اور جو روایت شیخ نے پیش کی ہے اس کا بھی موضوعات میں شمار کرتے ہیں۔

اب شیخ علی اور اس کے پیرو اسعد مکی کی حدیث دانی ملاحظہ ہو۔ امر اول یہ کہ حدیث میں اہل بیت سے ایک شخص کا ہونا مذکور ہے۔ ممکن ہے اہل بیت سے کوئی شخص مالک زمین ہو اور وہ مہدی نہ ہو امر دوم یہ کہ عربوں کے ہاں ملک کا وہ مفہوم نہیں ہے جو عجمیوں کے ہاں شاہ کا ہے امر سوم یہ کہ حدیث میں جن بادشاہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک نے بھی ساری دنیا پر حکومت نہیں کی حجاز اور تہامہ پر ان کی حکومت کا نہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ یہ خبر کبھی مخبر صادق کی نہیں ہو سکتی۔

میاں عالم باللہ نے اس حدیث کی بحث کے ذیل میں یہ کہا ہے "فلا یحتج بمثل

[۱] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۵۵ (کلام فارسی نمبر ۱۲۸ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)
[۲] " " " ورق ۵۸ (") " " "

ھذہ الاحادیث والاقوال الامثل الشیخ العاری عن العلوم والفنون الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۳۰)

یعنی ایسی احادیث واقوال سے بجز اس شیخ کے جو علوم وفنون سے عاری ہے اور کوئی استدلال نہیں کر سکتا

خود شیخ نے کنز العمال میں "خروج المہدی"[1] اور "المہدی علیہ السلام"[2] کے عنوان کے ذیل میں متعدد حدیثیں درج کی ہیں جو مہدی کے باب میں آئی ہیں لیکن اس مضمون کی کوئی روایت نہیں ہے کہ سلیمان اور ذو القرنین کی طرح امام مہدی بھی روے زمین کے پادشاہ ہونگے۔

شیخ نے جب ایسی بے اصل حدیث سے استدلال کیا ہے تو مشکوۃ کی اس حدیث سے کیوں نہ استدلال کیا جاے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے

قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ لو شئت لسارت معی جبال الذھب جاءنی ملک وان حجزتہ لتساوی الکعبۃ فقال ان ربک یقرأ علیک السلام ویقول ان شئت نبیا عبدا وان شئت نبیا ملکا فنظرت الی جبرئیل فاشار الی ان ضع نفسک وفی روایۃ ابن عباس فالتفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جبرئیل کالمشیر لہ فاشار جبرئیل بیدہ ان تواضع فقلت نبیا عبدا الی آخرہ[3]۔

حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے، میرے ہاں ایک فرشتہ آیا جس کا قد بلندی میں کعبہ سے دگنا تھا اس نے کہا کہ آپ کا رب آپ پر سلام بھیجتا ہے آپ پیغمبر اور بندہ ہونا چاہتے ہیں یا پیغمبر اور پادشاہ ہونا، میں نے جبرئیل کی طرف دیکھا، انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ فروتنی کرو اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کی طرف دیکھا گویا کہ ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ جبرئیل نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ فروتنی کرو پس میں نے کہا کہ پیغمبر اور بندہ ہونا چاہتا ہوں۔

صاحب مواہب لدنیہ نے بھی یہی بیان کیا ہے

خیرہ بین ان یکون نبیا ملکا اونبیا عبدا فاختار الثانی[4]

اللہ تعالی نے رسول اللہ صلعم کو اختیار دیا کہ پیغمبر اور پادشاہ ہونا چاہتے ہیں یا پیغمبر اور بندہ ہونا تو آپ نے دوسری شق پسند فرمائی

[1] کنز العمال (مطبع حیدرآباد دکن) جلد ہفتم صفحہ ۱۸۶
[2] صفحہ ۲۵۹
[3] مشکوۃ المصابیح جلد چہارم صفحہ ۲۰۵
[4] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزء اول صفحہ ۲۹۳

امام مہدیؑ جو رسول اللہ صلعم کے ہم خلق ہوں گے اور آپ کے نقش قدم پر چلیں گے کس طرح بادشاہ ہونے کو بندہ ہونے پر ترجیح دیں گے۔

سفیانی کا خروج

شیخ کی حدیث دانی اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے امام مہدی کی صحیح اور معتبر علامت یہ قرار دی ہے کہ سفیانی ان کے زمانہ میں خروج کریگا اور خود امام مہدی قتل دجال کے لئے حضرت عیسیٰ کے ساتھ فلسطین میں ظاہر ہونگے شیخ کی عبارت یہ ہے

فهذا الشخص لم یوجد فیه اکثر العلامات المعتبرة المخصوصة بالمهدی الصحیحة المصرحة بالاحادیث المستفیضة کوجود سفیانی فی زمنه وخروجه مع عیسٰی علیه السلام لقتل الدجال بباب لد بارض فلسطین وغیر ذلک (الخ) (سراج الابصار)	اس شخص میں تو وہ اکثر اور معتبر اور صحیح علامتیں موجود نہیں ہیں جو مہدیؑ کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کی احادیث مشہورہ میں تصریح کی گئی ہے مثلاً سفیانی کا اس کے زمانہ میں پایا جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا قتل دجال کے لئے فلسطین میں باب لُد کے قریب ظاہر ہونا وغیرہ۔

پہلے سفیانی کے خروج سے بحث کی جاتی ہے

ظاہر ہے کہ امام مہدیؑ کی صحیح اور معتبر علامت وہی ہوسکتی ہے جو حدیث کی صحیح اور معتبر کتابوں میں مذکور ہو صحاح ستہ میں سفیانی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ البتہ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہؓ سے جو روایت کی ہے اس میں سفیانی کا ذکر ہے لیکن مہدیؑ کا ذکر نہیں ہے صرف "یخرج رجل من اهل بیتی" (میرے اہل بیت سے ایک شخص ظاہر ہوگا) کے الفاظ آئے ہیں[1]۔

سفیانی کی روایت کا ماخذ موضوعات شیعہ ہے۔ کلینی نے فروع کافی میں عمر بن حنظلہ کی یہ روایت بیان کی ہے

قال سمعت اباعبد الله علیه السلام یقول خمس علامات قبل قیام القائم علیه السلام الصیحة والسفیانی	عمر بن حنظلہ کا بیان ہے کہ اس نے ابو عبداللہ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام قائم الزماں کے ظہور سے پہلے پانچ علامتیں ظاہر ہوں گی یعنی صیحہ، سفیانی، خسف

[1] المستدرک (طبع حیدرآباد دکن) جلد چہارم صفحہ ۵۲۰

والخسفة وقتل النفس الزکیه والیمانی فقلت جعلت فداک ان خرج واحد من اهل بیتک قبل هذه العلامات أنخرج معه قال لا الی آخره[۱]

نفس زکیہ کا قتل ، یمانی ۔ عمر بن حنظلہ نے ابو عبد اللہ سے کہا اگر ان علامات سے پہلے آپ کے اہل بیت سے کوئی شخص خروج کرے تو کیا ہم اس کے ساتھ ہو جائیں ابو عبد اللہ نے کہا کہ نہیں الی آخرہ ۔

مذکورہ روایت کی توضیح ملا باقر مجلسی کی اس روایت سے ہو جاتی ہے

قال اذا ..... خرج السفیانی من الشام والیمانی من الیمن وخسف بالبیداء وقتل غلام من آل محمد بین الرکن و المقام اسمه محمد بن النفس الزکیه وجاءت صیحة من السماء بان الحق فیه و فی شیعته فعند ذلک خروج قائمنا الی آخره[۲]

ابو جعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب شام سے سفیانی خروج کریگا اور یمانی یمن سے اور بیابان میں خسف ہوگا اور آل محمدؐ سے ایک لڑکا جس کا نام محمد بن النفس الزکیہ ہوگا رکن و مقام کے درمیان قتل کیا جائیگا اور آسمان سے ایک سخت آواز آئیگی کہ حق اس کے اور اس کی جماعت کے ساتھ ہے تو اس وقت ہمارے امام قائم کا خروج ہوگا ۔

سفیانی کون ہوگا اس کی توضیح ملا باقر مجلسی کی اس روایت سے ہو جاتی ہے جو اس نے شارح نہج البلاغہ کے حوالے سے درج کی ہے

وانه اسمه کاسم رسول الله وانه یظهر بعد ان یستولی علی کثیر من الاسلام ملک من اعقاب بنی امیه وهو السفیانی الموعود به فی الصحیح من ولد ابی سفیان بن حرب بن امیه وان الامام الفاطمی یقتله واشیاعه من بنی امیه وغیرهم وحینئذ ینزل المسیح من السماء الی آخره[۳]

امام قائم کا نام رسول اللہ کے نام کے جیسا ہوگا اور وہ اس وقت ظاہر ہوں گے جب بنی امیہ کی اولاد میں سے ایک بادشاہ اکثر مسلمانوں پر غالب ہو جائیگا اور سفیانی وہی ہے جس کا حدیث صحیح میں وعدہ کیا گیا ہے اور وہ ابو سفیان بن حرب بن امیہ کی اولاد سے ہوگا اور امام فاطمی اس کو اور اس کے شیعوں کو قتل کریں گے جو بنی امیہ سے ہوں گے اور ان لوگوں کو بھی قتل کرینگے جو بنی امیہ سے نہیں ہونگے پس اس وقت عیسیٰ علیہ السلام

[۱] فروع کافی (طبع نولکشور) جلد سوم کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۵ حصہ ۱۳۶ [۲] بحار الانوار (طبع ایران) جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۲
[۳] ،، ،، (،،) ،، ،، صفحہ ۱۶۳

| آسمان سے نازل ہوں گے الی آخرہ

ان روایتوں سے شیعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام مہدی بھی شیعی مذہب ہوں گے دوسرے یہ کہ حضرت ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک شخص سفیانی خروج کریگا اور امام فاطمی کو قتل کریں گے۔ صرف حضرت ابوسفیانؓ کی اولاد کو حضرت علیؓ کی اولاد سے قتل ہوتے ہوئے پیش کرنا مقصود ہے۔

حاکم کی روایت کا ماخذ موضوعات شیعہ ہے۔ خود حاکم شیعی مشہور تھے۔ ذھبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق یہ لکھا ہے "ثم ھو شیعی مشہور"[1]۔

اس کے بعد یہ روایت درج کی ہے

وقال ابن طاھر سالت ابا اسمٰعیل عبد اللّٰہ الانصاری عن الحاکم ابی عبد اللّٰہ فقال امام فی الحدیث رافضی خبیث قلت اللّٰہ یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی نقط الی آخرہ	ابن طاہر نے کہا کہ اس نے ابو اسمٰعیل عبد اللہ انصاری سے ابو عبد اللہ حاکم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ حدیث میں امام ہے اور خبیث رافضی ہے ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے کہا خداوند تعالیٰ انصاف کو عزیز رکھتا ہے وہ شخص یعنی حاکم رافضی نہیں ہے بلکہ صرف شیعی ہے۔

حاصل یہ کہ حاکم شیعی تھے اور سفیانی کی روایت جو انہوں نے پیش کی ہے وہ شیعوں کی روایت ہے اس لئے کہ مسلمات اہل سنت والجماعت میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ صحاح ستہ میں سفیانی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ بر سبیل تنزل اگر حاکم کی روایت تسلیم بھی کر لی جائے تو اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ سفیانی کے زمانہ میں اہل بیت سے ایک شخص ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ امام مہدی ہوں۔

اب رہی دوسری روایتیں جن میں امام مہدی اور سفیانی کا ذکر کیا گیا ہے تو ائمہ حدیث کو ان روایتوں میں کلام ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ امام مہدی کی معتبر اور صحیح علامت ایک یہ بھی ہے کہ ان کے زمانہ میں سفیانی خروج کریگا صحیح نہیں ہو سکتا۔

[1] میزان الاعتدال (طبع مصر) جلد سوم صـ٨٥

ابن حزم اور خروج سفیانی ابن حزم نے تو سفیانی کے خروج کو منجملہ امور باطلہ قرار دیا ہے

ابن حزم کی عبارت یہ ہے

کانتظار مجوس الفرس بھرام ھماوند راکب البقرۃ وانتظار الروافض للمھدی وانتظار النصاری الذین ینتظرون فی السحاب وانتظار الصابئین ایضاً لقصۃ اخری وانتظار غیرھم للسفیانی[1]

جیسے مجوس فرس کا بہرام ھماوند کے لئے انتظار کرنا جو گاؤ سوار تھا اور رافضیوں کا مھدی کے لئے انتظار کرنا اور نصاریٰ کا انتظار جو ابر کی طرف دیکھتے ہیں اور صابئین کا انتظار کرنا دوسری باتوں کے لئے اور ان کے سوا دوسروں کا سفیانی کے لئے انتظار کرنا۔

خسف لشکر اب رہا خسف لشکر تو یہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ہوا

مسلم نے یہ روایت کی ہے

عن عبد اللہ بن القبطیہ قال دخل الحارث بن ابی ربیعہ وعبد اللہ بن صفوان وانا معھما علی ام سلمہ ام المومنین فسالاھا عن الجیش الذی یخسف بہ وکان ذلک فی ایام ابن الزبیر فقالت قال رسول اللہ یعوذ عائذ بالبیت فیبعث الیہ بعث فاذا کانوا ببیداء من الارض خسف بھم فقلت یارسول اللہ فکیف بمن کان کارھا قال یخسف بہ معھم ولکنہ یبعث یوم القیامۃ علی نیتہ قال ابوجعفر ھی بیداء المدینۃ (کتاب الفتن واشراط الساعۃ[2])

عبداللہ بن قبطیہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان ام سلمہ ام المومنین کے پاس آئے اور میں ان دونوں کے ساتھ تھا ان دونوں نے ام سلمہ سے سوال کیا اس لشکر کے بارے میں جو خسف میں مبتلا کیا جائیگا اور یہ واقعہ ابن زبیر کے زمانہ میں پیش آیا پس ام سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ایک پناہ گزیں بیت اللہ میں پناہ لے گا اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائیگا اور جب وہ زمین کے ایک بیابان میں ہوگا تو خسف میں مبتلا کیا جائیگا میں نے کہا یا رسول اللہ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کراہت سے اس لشکر میں ہوگا فرمایا کہ وہ بھی ان کے ساتھ خسف میں ڈالا جائیگا لیکن قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائیگا ابوجعفر نے کہا کہ اس حدیث میں بیدا سے مراد وہ بیابان ہے جو شہر سے متصل ہو۔

[1] الفصل فی الملل والاہواء والنحل (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۱۳۹ [2] صحیح مسلم جلد ثانی (طبع مطبع کریمی کلکتہ ۱۲۶۵ھ) ص ۶۶۲

اس حدیث سے ثابت ہے کہ خسف لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ہوا تھا۔ خسف کے ایک معنی ہیں دھسنا لیکن یہ لفظی معنی یہاں صحیح نہیں ہو سکتے اس لئے کہ عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں کسی لشکر کا زمین میں دھنس جانا ثابت نہیں ہے۔ خسف کے دوسرے معنی نقصان اور ذلت کے ہیں۔ صاحب نہایہ نے لفظ خسف کے ذیل میں یہ لکھا ہے

(وفی حدیث علی) من ترک الجهاد البسه الله الذلة وسیم الخسف الخسف النقصان والهوان واصله ان تحبس الدابة علی غیر علف ثم استعیر فوضع موضع الهوان وسیم کلف والزم[1]

حضرت علیؓ سے روایت کی ہوئی حدیث میں آیا ہے کہ جس نے جہاد کو چھوڑا اللہ اس کو ذلت کی پوشاک پہنائے گا اور وہ خسف میں ڈالا جائیگا خسف کے معنی نقصان اور ذلت ہے اس کی اصل یہ ہے کہ چارپایہ بغیر گھاس کے مقید رکھا جائے پھر اس کے بعد استعارہ میں ذلت اور توہین کی جگہ استعمال کرنے لگے سیم کے معنی ہیں مکلف بنایا گیا اور لازم قرار دیا گیا

مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج بجائے اس کے کہ اصنام و بیت الاصنام پر حملہ آور ہو کے جہاد فی سبیل اللہ کرتی وہ خود بیت اللہ پر حملہ آور ہوئی ظاہر ہے کہ یہ جہاد نہیں ترک جہاد ہے۔ پھر اس کا نتیجہ زمانہ نے دیکھ لیا کہ خود مسلم اچانک مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد جب یہ فوج ملک شام کو ناکام واپس ہوئی تو وہاں کی خانہ جنگیوں میں تباہ ہو کے رہ گئی اور جو بچے ان کو ذلت کی زندگی بسر کرنی پڑی اس سے بڑھ کر "سیمائے خسف" اور کیا ہو سکتا ہے۔

نزول عیسیٰ و خروج دجال اس سے قبل (صفحہ ۴۶۳ پر) شیخ کی عبارت درج کیجا چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام مہدیؑ کی ایک معتبر اور صحیح علامت یہ بھی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قتل دجال کے لئے فلسطین میں باب لُد کے قریب ظاہر ہوں گے۔ صحیح و معتبر علامت وہی ہو سکتی ہے جو حدیث کی معتبر اور صحیح کتابوں میں مذکور ہو ظاہر ہے کہ صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت نہیں ہے جس میں اس امر کی صراحت ہو کہ امام مہدیؑ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔ البتہ مسلم میں چند روایتیں ایسی ہیں جن میں جیش امیر اور امام کے الفاظ آئے ہیں۔ یہاں بعض لوگوں نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ جیش سے لشکر مہدیؑ اور امیر سے امام مہدیؑ مراد ہے اور یہ شبہ صحیح نہیں اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

[1] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۲۹۰

(۱) مسلم نے ابو ہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لاتقوم الساعۃ حتی تنزل الروم
بالاعماق او بدابق فیخرج الیھم جیش
من المدینۃ من خیار اھل الارض یومئذ
فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا و
بین الذین سبوا منا نقاتلھم فیقول
المسلمون لا واللہ لانخلی بینکم وبین اخواننا
فیقاتلونھم فینھزم ثلث لایتوب اللہ
علیھم ابدا ویقتل ثلثھم افضل[1]
الشھداء عند اللہ ویفتح الثلث لا
یفتنون[4] قسطنطنیہ فبیناھم یقتسمون
الغنائم قد علقوا سیوفھم بالزیتون
اذ صاح فیھم الشیطان ان المسیح قد
خلفکم فی اھلیکم فیخرجون وذلک باطل
فاذا جاؤ الشام خرج فبیناھم یعدون
للقتال یسوون الصفوف اذا قیمت
الصلوۃ فینزل عیسی بن مریم فیومھم
فاذا راہ عدو اللہ ذاب کما یذوب
الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب[2] حتی
یھلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ

ابو ہریرہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی
جبتک رومی موضع اعماق یا موضع دابق میں نہ اتریں گے پس مدینہ سے ان
کی طرف ان لوگوں کا ایک لشکر نکلیگا جو اس دن بہترین اہل زمین ہونگے
پس یہ جب لڑائی کے لیے صف آرا ہونگے تو رومی کہینگے ان لوگوں[3]
کو ہمارے حوالے کر دو جنہوں نے ہماری ایک جماعت قید کرلی ہے تاکہ
ہم ان سے قتال کریں پھر مسلمان کہینگے قسم بخدا ہم تم کو ہمارے مسلمان
بھائیوں کے پاس نہیں جانے دینگے پس وہ رومیوں سے مقابلہ کرینگے اور
مسلمانوں کی جماعت سے ایک ثلث ہزیمت پانے کے بعد راہ فرار
اختیار کریگا (خداوند تعالی ہمیشہ کے لئے انہیں توبہ کی توفیق
عطا نہ کریگا) اور ایک ثلث قتل کیا جائیگا اور یہ لوگ اللہ کے
پاس افضل الشہدا ہونگے اور ایک ثلث فتح پائیگا اور وہ آزمائش و
امتحان میں کبھی مبتلا نہ ہوگا پس وہ قسطنطنیہ فتح کریگا اور غانمین
اپنی تلواریں زیتون کے درخت سے آویزاں کرکے مال غنیمت
تقسیم کرنے میں مصروف ہونگے اور شیطان باواز بلند کہیگا کہ
مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے اہل وعیال میں آگیا ہے۔ پس
یہ لوگ باہر نکلینگے اور وہ آواز باطل (جھوٹ) ہوگی یعنی دجال
موجود نہ ہوگا۔ پس جب یہ لوگ ملک شام میں آئینگے تو دجال ظاہر ہوگا
پس جب یہ لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہونگے اور نماز کے لئے صفیں برابر
کر رہے ہونگے کہ اتنے میں نماز قائم کی جائیگی اور عیسی ابن مریم اتریں گے
اور ان کی امامت کرینگے اور جب خدا کا دشمن یعنی دجال حضرت مسیح کو

[1] ہم افضل الشہدا [2] ذباب [3] ہم کو ان لوگوں کے پاس جانے دو جنھوں نے ہماری ایک جماعت اسیر کرلی ہے۔
[4] ابدا یفتحون

فیریھم دمہ فی حربتہ[1]	دیکھیگا تو اس طرح پگھل جائیگا جس طرح کہ نمک پانی میں پگھل جایا کرتا ہے اگر عیسیٰ اسے چھوڑ بھی دیں تو پگھل پگھل کر ہلاک ہو جائے گا لیکن خداوند تعالیٰ دجال کو حضرت عیسیٰ سے قتل کرائیگا۔ پس عیسیٰؑ اس کا خون لوگوں کو اپنے نیزے پر دکھلائینگے۔

(۲) مسلم نے دوسری حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ فینزل[2] عیسی ابن مریم علیہ السلام فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ[3]	حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ قیامت تک مقاتلہ کرتا رہے گا اور وہ غالب رہے گا۔ پس عیسیٰؑ اتریں گے اس جماعت کا امیر عیسیٰ سے کہے گا کہ آپ تشریف لائیے اور ہم کو نماز پڑھائیے پس عیسیٰ کہیں گے نہیں، بیشک تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اعزاز عطا کیا ہے۔

(۳) مسلم نے تیسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم	حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارے امام ہوں گے تم میں سے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۰۱ [2] قال فینزل
[3] ۳۵۲

منکم[1] وفی روایة فامکم منکم۔	ایک روایت میں (امام منکم کی جگہ) فامکم منکم ہے

[1] اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے

مراد بہ امام عیسٰی است و مراد بہ بودن او از شما حکم کردن اوست باحکام شریعت نہ بہ احکام انجیل و در روایتے دیگر آمدہ است فیؤمکم بکتاب ربکم وسنة نبیکم پس امامت میکند شمارا بہ کتاب پروردگار شما و سنت پیغمبر شما پس معنی چنین باشد کہ امامت میکند شمارا عیسٰی در حال بودن او از دین شما و ملت شما و حاکم بہ کتاب و سنت شما

(اشعة اللمعات طبع نول کشور جلد ۴ صفحہ ۳۵۴)

(یعنی امام سے مراد عیسٰی علیہ السلام ہیں' ان کے تم میں ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ تمہاری شریعت کے مطابق حکم دیں گے انجیل کے مطابق نہیں۔ دوسری روایت میں "فیؤمکم بکتاب ربکم وسنة نبیکم" آیا ہے یعنی وہ امامت کرینگے تمہاری' تمہارے پروردگار کی کتاب (قرآن) اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ عیسٰی تمہاری امامت کریں گے اور وہ اس حال میں ہوں گے کہ وہ تمہارے دین و ملت سے ہونگے اور تمہاری کتاب و سنت سے حکم دیں گے)

امام بخاری نے بھی 'امام منکم' کی روایت صحیح میں درج کی ہے۔ ظاہر ہے کہ امام منکم کے معنی بخاری کے نزدیک بھی عیسٰی علیہ السلام تھے اگر امام منکم سے بخاری مہدی مراد لیتے تو باب المہدی قائم کرکے یہی حدیث اس کے ذیل میں درج کر دیتے اس لئے کہ امام بخاری کا یہ طریقہ ہے کہ جب ایک حدیث میں دو مختلف امور مذکور ہوں تو دو مختلف بابوں میں اس حدیث کو درج کرتے ہیں امام منکم سے امام مہدی مراد نہ ہونے کا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جس روایت غیر صحاح میں اما مکم المہدی منکم آیا ہے علمائے دین نے یہاں لفظ "مہدی" کا موضوع میں شمار کیا ہے۔ صاحب مخزن الدلائل نے امام منکم کی بحث کے ذیل میں علامہ شیخ عبداللہ محمد بن عبدالحق بن عبدالرحمٰن الازدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے "اما ماذکر والفظا موضوعا فی هذا الحدیث وهو قولهم امامکم المهدی منکم لیثبتوا الامامة للمهدی فی صلوة عیسٰی فقد ظهر وضعه ونسب کذبه بمقابلة الصحیحین اعنی البخاری ومسلم فانه لم یذکر فیهما ولا فی منتخباتهما کالمشارق والمصابیح والمشکوة هذا اللفظ" لیکن موضوع لفظ جو اس حدیث میں ذکر کیا ہے وہ ان کا یہ قول ہے "اما مکم المہدی منکم" تاکہ عیسٰی علیہ السلام کی نماز میں امام مہدی کی امامت ثابت کریں' پس ظاہر ہو گیا اس کا موضوع ہونا اور اس کا جھوٹ ہونا شایع ہو گیا' صحیحین یعنی بخاری و مسلم کے مقابلہ میں اس لئے کہ یہ لفظ (یعنی لفظ مہدی) نہیں ذکر کیا گیا ان دونوں کتابوں میں اور نہ ان کے منتخبات مشارق مصابیح اور مشکوٰۃ میں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پہلی حدیث میں لفظ جیش جو استعمال ہوا ہے اس سے امام مہدیؑ کا لشکر مراد ہے دوسری حدیث میں لفظ امیر سے اور تیسری حدیث میں لفظ امام سے امام مہدیؑ مراد ہیں، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو ان کا قول بروجہ احتمال و شبہ ہوگا یا بروجہ تشبیہ چنانچہ مقدسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "فیقول امیرهم صل لنا" کے ذیل میں اس کی اس طرح صراحت کی ہے "امیر هذه الامة یشبه ان یکون المهدی وهو رجل زعم الناس انه یخرج من المغرب" یعنی اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ اس امت کے امیر مہدی ہوں اور یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ مغرب سے نکلیگا۔

پس ایسا کلام ظن اور شکوک پر دلالت کرتا ہے اور بعض جگہ علما نے یہ کہا ہے کہ شاید مہدیؑ دو مرتبہ قسطنطنیہ فتح کریں گے ایک مرتبہ تکبیر سے اور دوسرے مرتبہ قتال و جنگ سے جیسا کہ قرطبی میں مذکور ہے[۱]

---

[۱] قد قال بعض علمائنا ان حدیث ابی هریرةؓ اول الباب یدل علی انها تفتح بالقتال وحدیث ابن ماجه یدل علی خلاف ذلک مع حدیث ابی هریرةؓ والله اعلم قال الشیخ المولف رحمه الله لعل فتح المهدی یکون لها مرتین مرة بالقتال ومرة بالتکبیر (تذکرہ قرطبی قلمی جلد دوم، باب ماجاء فی فتح قسطنطنیہ صفحہ ۱۵۶، حدیث عربی نمبر ۲۲۸، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

یعنی ہمارے بعض علما نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث جو اس باب کے اول میں درج کی گئی ہے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قسطنطنیہ قتال اور جنگ سے فتح ہوگا اور ابن ماجہ کی حدیث اس کے خلاف دلالت کرتی ہے ابوہریرہؓ کی حدیث کے باوجود واللہ اعلم شیخ مولف (یعنی قرطبی) کہتے ہیں کہ شاید مہدی قسطنطنیہ دو مرتبہ فتح کریں گے ایک مرتبہ قتال سے اور ایک مرتبہ تکبیر سے مذکورہ بالا عبارت سے پہلے قرطبی نے ابن ماجہ کی وہ حدیث بھی درج کی ہے جس میں قسطنطنیہ کا تسبیح و تکبیر سے فتح ہونا مذکور ہے حدیث کی عبارت یہ ہے فیفتحون قسطنطنية بالتسبيح والتكبير۔ لیکن اس حدیث میں بھی امام مہدیؑ کا ذکر نہیں ہے۔

یہ بات جاننا چاہیے کہ قرطبی نے جو لفظ لعل (شاید) استعمال کیا ہے یہ اعتقاد صادق میں شک ڈالنے والا ہے پس یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علماے سلف نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ ان کا کلام قطعی اور یقینی نہیں ہے بلکہ محتمل ہے اور ان کا یہ کہنا ان کی انتہائی دیانت کا سبب ہے، خدا ان کے حال پر رحم فرمائے اسی بنا پر محققوں نے یہ جواب دیا ہے کہ دونوں حدیثوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت یا اہل مدینہ کا ایک لشکر حق کی تائید میں جنگ کریگا اور اہل بطلان پر غلبہ پائیگا اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد یوم القیامہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک جماعت فنا ہو جائیگی تو دوسری جماعت قیامت تک اس کی قائم مقام ہوگی بر سبیل تجدد۔ پس ان میں سے ایک جماعت قسطنطینہ فتح کریگی اور وہ شخص جو قسطنطینہ فتح کریگا حضرت عیسیٰ کے ساتھ نماز پڑھیگا اور ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں کہ جیش (لشکر) سے مراد امام مہدیؑ کا لشکر ہے اور امیر و امام سے امام مہدیؑ کی ذات مراد ہے۔ لفظ امیر اور امام جو احادیث مذکورہ میں استعمال ہوا ہے اس کو امام مہدیؑ سے مختص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے اور رسول اللہ کا یہ فرمانا "لایزال طائفة من امتی" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مقاتلہ کرنے والی جماعت رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے قیامت کے دن تک رہیگی بر سبیل تجدد جب ایک جماعت فنا ہوگی تو دوسری جماعت اس کی جگہ لے گی اور امام مہدیؑ کی جماعت اس طرح نہیں ہے بلکہ مہدیؑ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی وقت مبعوث ہوں گے۔ پس وہ لوگ باقی رہینگے جو حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے تک امام مہدی کی پیروی کرتے رہینگے۔ پس یہ معلوم ہوا کہ لفظ جیش والی حدیث میں جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ مطلق مومنون کی ایک جماعت ہے بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ وہ بنی اسحٰق سے ایک جماعت ہوگی جس کی تفصیل آئندہ دیجائیگی۔ اس جماعت کا مہدیؑ کے ذکر سے کوئی تعلق نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنے والا مطلق اس جماعت کا امیر ہوگا۔

مطلق سے یہ مراد ہے کہ وہ شارع کے حکم سے مقرر و مخصوص نہ ہوا ہو جس طرح کہ انبیائے سابقین کا ہونا، امام مہدیؑ کا آنا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال اور دابۃ الارض کا ظہور

بحکم شارع منفرد و مخصوص ہے۔ بعض باتیں تو مخصوص ہوتی ہیں جیسے مہدیؑ عیسیٰ وغیرہ اور بعض مطلق ہوتی ہیں جیسے امام، جیش، امیر اور مہدی کے ساتھ ان کی تقیید جائز نہیں اس لئے کہ مطلق تو اپنے مطلق ہونے پر ہی دلالت کرتا ہے اور اس کی تقیید فسخ ہے اور جس کسی نے اس مطلق سے مہدی کے باب میں استدلال کیا اس کا یہ وہم فاسد ہے اور اس کی یہ بات محتمل ہے اور جو بات محتمل ہوتی ہے وہ خبر غیب میں از روئے یقین و جزم اثر نہیں کرتی اس لئے کہ مہدی کا ذکر بھی ایک خبر غیب ہے جو بطور معجزہ کے رسول اللہ سے وارد ہوئی ہے اس لئے کہ وہ خبر خارق عادت ہے اور احتمال و شک خارق میں قطعیت کا فائدہ نہیں دیتا اور وہ دلیل یقینی نہیں ہو سکتی۔ ہم نے جو بات بیان کی ہے اگر اس کے خلاف کوئی حدیث پیش کیجائے تو وہ ضعیف ہے اور علمائے سلف نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا اور تفتازانی نے شرح مقاصد میں اس کی تصریح کر دی ہے "ثم لم یرد فی حالہ ای عیسیٰ مع امام الزمان حدیث سوی ما روی انہ قال علیہ السلام لا یزال لطائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق الحدیث فما یقال ان عیسیٰ علیہ السلام یقتدی بالمهدی او بالعکس شیء لا مستند لہ فلا ینبغی ان یعول علیہ"[1]

یعنی امام مہدیؑ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے ہونے کے باب میں کوئی حدیث صحیح روایت نہیں کی گئی سوائے اس حدیث کے جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی ہے "لا یزال طائفۃ من امتی الی آخرہ" اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ امام مہدیؑ کی اقتدا کریں گے یا امام مہدیؑ عیسیٰؑ کی اقتدا کریں گے یہ ایک ایسی بے اصل بات ہے جس پر بھروسہ نہیں کیا جانا چاہیئے۔

پس اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ کا نزول امیر لشکر کے ساتھ ہوگا امام مہدیؑ کے ساتھ نہیں اور مہدیؑ امام ہیں امیر نہیں۔ پس یہ ثابت ہوا کہ دونوں ایک زمانہ میں نہ ہوں گے۔

ان باتوں کے جاننے کے بعد جس کسی نے عیسیٰ و مہدی کے ایک زمانہ میں ہونے پر اصرار کیا اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے معارضہ ہے اس پر جس سے عیسیٰؑ و مہدیؑ کے ایک زمانہ میں ہونے پر

[1] شرح مقاصد (طبع مطبعۃ الحسنوی ۱۳۰۵ھ) المجلد الثانی ص ۳۰۸

استدلال کیا جاتا ہے اب رہا معارضہ جو نقل صحیح کے ذریعہ کیا جا تو وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ جاننا چاہیے کہ لوگوں نے ظنی اور گمانی دلائل سے استدلال کیا ہے احادیث صحاح وحسان سے ان کے مذکورہ اقوال پر چند در چند معارضے وارد ہوتے ہیں اور ان معارضوں سے ان کے استدلال کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے

مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هل سمعتم بمدنية جانبها في البر وجانبها في البحر قالوا نعم قال لا تقوم الساعة حتى يغزوها سبعون الفا من بني اسحاق فاذا جاؤها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم قالوا لا اله الا الله والله اكبر فيسقط احد جانبها قال ثور لا اعلمه الا قال الذى فى البحر ثم يقولون الثانية لا اله الا الله والله اكبر فيسقط جانبها الآخر ثم يقولون الثالثة لا اله الا الله والله اكبر فيفرج لهم فيدخلونها فيغنمون فبيناهم يقسمون الغنائم اذ جاءهم الصريخ فقال ان الدجال قد خرج فيتركون كل شئ ويرجعون[۱]

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس شہر کے متعلق سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور دوسری جانب سمندر میں پس صحابہ نے کہا کہ ہاں ہم نے سنا ہے پس رسول اللہ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک بنی اسحاق سے ایک ستر ہزار کا لشکر اس شہر (یعنی اہل شہر) سے جنگ کریگا پس جب بنی اسحق آئینگے اور وہاں اترینگے تو نہ کسی ہتھیار سے لڑینگے اور نہ کوئی تیر چلائینگے پس وہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہینگے تو شہر کی وہ جانب گر جائیگی (ثور کہتے ہیں کہ راوی نے کہا کہ وہی جانب جو سمندر میں ہوگی) کلمہ مذکور دوسری مرتبہ کہیں گے تو شہر کی دوسری جانب گر جائے گی اور تیسرے مرتبہ کہنے پر ان کے لئے راستہ کھل جائیگا پس وہ شہر میں داخل ہوں گے اور مال غنیمت حاصل کریں گے اور جب مال غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف ہوں گے تو ناگاہ ایک آواز سنائی دے گی کہ دجال نکل پڑا پس وہ سب چیزیں چھوڑ دیں گے اور (دجال کی طرف) پلٹ جائیں گے۔

پس یہ جاننا چاہیے کہ حدیث اول یعنی لا تقوم الساعة حتى تنزل الروم بالاعماق الی آخرہ (قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ اہل روم اعماق میں نہ اتریں گے الی آخرہ) اس حدیث کے مفہوم کے

[۱] اشعة اللمعات جلد رابع صـ ۳۰۲

مطابق ہے حاصل مضمون کے اعتبار سے نیز بعض الفاظ کے لحاظ سے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ حدیث اول میں مدینہ سے جیش یعنی لشکر کے نکلنے کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے اور یہاں اس کی بنی اسحٰق سے تفسیر کی گئی ہے نیز اس حدیث میں قسطنطنیہ کے فتح ہونے کا ذکر ہے اور یہاں اس شہر کا فتح ہونا بیان کیا گیا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہوگی اور دوسری جانب سمندر میں۔ بعض محدثین نے اسی کی قسطنطنیہ سے تعبیر کی ہے اور حاشیہ مشارق وغیرہ دوسری کتابوں میں بھی اسی طرح مذکور ہے[1] اور بعض نے انطاکیہ مراد لیا ہے۔ دونوں شہروں کی فتح کا وقت ایک ہی ہے بغیر کسی وقفہ و تاخیر کے پس یہ سب ایک ہی حکم میں ہے۔

حضرت معاذ ابن جبل رضؓ سے مروی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الملحمة العظمیٰ وفتح قسطنطنیہ وخروج الدجال فی سبعة اشهر رواه الترمذی وابوداود[2]۔	معاذ ابن جبل نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واقعہ عظیم، فتح قسطنطنیہ، خروج دجال، یہ سب سات مہینوں میں ہوگا۔ ترمذی اور ابوداود نے یہ حدیث روایت کی ہے

معاذ ابن جبل رضؓ سے یہ بھی مروی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح قسطنطنیہ وفتح قسطنطنیہ خروج الدجال رواه ابوداود وكذا فی المشكوة[3]۔	معاذ ابن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب یعنی مدینہ کی بربادی ہے اور مدینہ کی بربادی ایک واقعہ عظیم کا ظہور ہے اور واقعہ عظیم کا ظہور قسطنطنیہ کا فتح ہونا اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا دجال کا خروج ہے ابوداود نے یہ حدیث روایت کی ہے اور مشکوۃ میں بھی اسی طرح ہے۔

---

[1] شارح مسلم نووی نے "هل سمعتم بمدينة" کی شرح میں یہ لکھا ہے وهذه المدينة هي القسطنطنية (حاشیہ ارشاد الساری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۳۷۶) یعنی یہ شہر جس کی رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے قسطنطنیہ ہے۔

[2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۳۰۲ [3] مشکوۃ کتاب الفتن باب الملاحم

ان دونوں حدیثوں میں خروج دجال اور فتح قسطنطنیہ کا ذکر ہے لیکن امام مہدی علیہ السلام کا ذکر نہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد "کیا تم نے اس شہر کے متعلق سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے الی آخرہ" کے جواب میں صحابہ کا نعم یعنی ہاں کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہر مذکور مذکورہ صفت ہی سے متصف و مشہور تھا۔[1]

پس ان کی کتابوں اور مشاہیر کے اقوال سے یہ ثابت ہوا کہ وہ قسطنطنیہ یا انطاکیہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ قسطنطنیہ ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بنی اسحٰق کا لشکر قسطنطنیہ فتح کریگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنے والا بنی اسحٰق کا امیر ہوگا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے امام مہدی مراد ہیں اس لئے کہ امام مہدی عم فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے بنی اسمٰعیل سے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے "المهدی من عترتی من اولاد فاطمة رواه ام سلمة رضہ" یعنی مہدی میری عترت سے ہونگے اور فاطمہ زہرا کی اولاد سے۔ یہ ام سلمہ رضہ سے مروی ہے۔ پس اگر امام مہدی عم بنی اسحٰق کے امیر ہوتے تو رسول اللہ کی طرف منسوب نہ ہوتے۔

اور اگر مہدی عم جو اہل بیت رسول سے ہیں جیش یعنی لشکر کے سردار ہوتے تو صاحب جیش کے نام کی صراحت کئے بغیر جیش کا ذکر نہیں کیا جاتا جب کہ امام مہدی عم میں دو نمایاں خصوصیتیں ہیں ایک یہ کہ آپ کا نسب مختلف ہے یعنی آپ بنی اسحٰق سے نہیں ہیں بلکہ بنی اسمٰعیل سے ہیں اور دوسرے یہ کہ امام مہدی عم کے شرف کا ظہور رسول اللہ صلعم کے شرف کا ظہور ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام مہدی عم مع ان خصوصیات کے اگر لشکر کے سردار ہوتے تو ان کا نام ہرگز نہ چھپایا جاتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلعم نے امیر جیش (لشکر) کا نام پوشیدہ رکھ کے اپنی نسبت کی جو نفی فرمائی ہے اس کی وجہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جو شخص صاحب اخلاق حمیدہ ہوتا ہے وہ اپنے محاسن چھپاتا ہے اور اپنے رفیق کے محاسن کا اظہار کرتا ہے تو جواب میں یہ کہا جائیگا کہ حدیث جو مہدی عم کے باب میں وارد ہوئی ہے وہ معجزہ ہے (اس لئے کہ وہ خبر غیب ہے)

---

[1] قسطنطنیہ کا جنوبی حصہ بحیرہ مرمر (مارمورا) سے ملا ہوا ہے اور شمالی حصہ خشکی ہے۔ اس لحاظ سے اس کی ایک جانب سمندر کی طرف ہوئی اور دوسری جانب خشکی کی طرف ہے اور یہ مضمون حدیث کے بالکل مطابق ہے۔

اور کتمان سے کام لینے کی وجہ سے معجزہ میں خلاف ظاہر ہوتا ہے اور معجزہ میں خلاف کا ظاہر ہونا امت کی بداعتقادی کا سبب بن جاتا ہے بلکہ یہ بداعتقادی کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے کہ لوگ یہ خیال کریں گے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بنی اسحٰق قسطنطنیہ فتح کریں گے اور بنی اسمٰعیل سے اس کی فتح عمل میں آئی (یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ امام مہدی اس لشکر کے سردار ہوں گے) اور یہ امت کی بداعتقادی کا سبب بن جاتا ہے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ بنی اسحٰق کا لشکر فاتح قسطنطنیہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنے والا بنی اسحٰق کا سردار ہوگا۔ یہاں مہدی کا ذکر نہیں ہے پس مہدیؑ و عیسیٰؑ ایک زمانہ میں نہ ہوں گے۔

شیخ نجیب الدین ابو محمد واعظ دہلوی نے اپنی کتاب مدار الفضلا میں "لایزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق الی آخرہ" کے ذیل میں مقدسی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

امیر ھذہ الامة یشبه ان یکون المھدی (اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ اس جماعت کے امیر مہدی ہوں) اس کے بعد واعظ دہلوی نے یہ لکھا ہے

ھذا قول لا نفاذ له من وجه فما بال المقدسی اشتبه علیه الامر حتی قال یشبه ان یکون المھدی فان فی ھذا المعنی حدیثین صحیحین واقوال العلما المشاھیر بل الثابت انه امیر من بنی اسحاق والمھدی انه من بنی اسمٰعیل فکیف المشابھة حتی یشتبه۔	مقدسی کا یہ قول کسی حیثیت سے صحیح نہیں مقدسی کو کیا ہوگیا کہ یہ امر اس پر مشتبہ ہوگیا یہاں تک کہ بول اٹھا یہ شبہ ہوتا ہے کہ امیر سے مہدی مراد ہوں اس لئے کہ اس معنی کی نفی میں دو صحیح حدیثیں اور مشاہیر علماء کے اقوال ہیں بلکہ یہ ثابت ہے کہ وہ امیر بنی اسحٰق سے ہے اور مہدیؑ بنی اسمٰعیل سے ایسی صورت میں اشتباہ کیسے ہوسکتا ہے۔

مسلم کی روایت کی ہوئی یہ حدیث کہ

"کیا تم نے اس شہر کے متعلق سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور دوسری جانب سمندر میں تو سننے کہا کہ ہاں پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی

جب تک بنی اسحٰق سے ستر ہزار کا لشکر ان اہل شہر سے مقاتلہ نہ کرے گا۔"

تو اس میں نزول عیسیٰ اور قتال دجال کا ذکر ہی نہیں ہے اور صحیح تر روایت کے مطابق یہاں مدینہ سے مراد قسطنطنیہ ہے۔

مسلم کی روایت کی ہوئی دوسری حدیث کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی اعماق یا دابق میں نہ اتریں گے پس رومیوں کی طرف مدینہ سے ان لوگوں کا ایک لشکر نکلے گا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہوں گے الی آخرہ۔

ان دونوں حدیثوں کا مفہوم مطابقی یہ ہے کہ بنی اسحٰق سے ایک جماعت تکبیر کہہ کر اہل قسطنطنیہ سے جنگ کرے گی اور اسے فتح حاصل ہوگی پس جب وہ مال غنیمت تقسیم کرنے لگیں گے تو شیطان یہ آواز بلند کرے گا کہ دجال نکل آیا پس وہ مال غنیمت چھوڑ کر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹینگے اور شیطان کی وہ آواز جھوٹ ہوگی اور وہ اپنی اپنی جگہ پانچ یا چھ سال توقف کریں گے۔ مقدسی نے کہا ہے بین فتح قسطنطنیہ وخروج الدجال سبع سنین (فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال کے درمیان سات سال ہوں گے) شاید مقدسی کے بیان سے فتح اول مراد ہو جو تکبیر کے ذریعہ حاصل ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن بُسرؓ سے مروی ہے

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بین الملحمۃ وفتح المدینۃ ست سنین ویخرج الدجال فی السابعۃ رواہ ابوداود وقال ھذا اصح کذا فی المشکوٰۃ[لہ]

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واقعہ عظیم اور مدینہ مذکور کی فتح کے درمیان چھ سال ہوں گے اور ساتویں سال دجال خروج کرے گا۔ ابوداود نے یہ حدیث روایت کی ہے نیز یہ کہا ہے کہ یہ زیادہ صحیح ہے اور مشکوٰۃ میں بھی اسی طرح ہے۔

پس رومی اس سال جنگ کے لئے تیاریاں کریں گے اور موضع اعماق یا دابق میں اتریں گے جیسا کہ پہلی حدیث میں مذکور ہے پس ان کی طرف اس جماعت کا لشکر نکلیگا جس کے متعلق یہ ثابت

[لہ] مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الملاحم

کیا گیا ہے کہ پہلے مرتبہ تکبیر سے شہر فتح کر کے رومیوں کو قید کر لیگی اور اس کی تائید رومیوں کے اس قول سے بھی ہوتی ہے "ہم کو ان لوگوں کے پاس جانے دو جنھوں نے ہماری ایک جماعت اسیر کر لی ہے" پس جنگ کر کے دوسرے مرتبہ قسطنطنیہ فتح کریں گے پس شیطان یہ آواز بلند کریگا کہ دجال نکل آیا پس وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے اور جب وہ شام کی جانب آئینگے تو دجال نکل آیگا پس وہ لڑائی کی تیاریاں کریں گے اور نماز کے لئے صفیں برابر کریں گے اور جب نماز ہونے لگے گی تو عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کی امامت کریں گے۔

مذکورہ ترتیب پر دلالت کرنے والے یہ امور ہیں

پہلا یہ کہ اس باب میں کوئی شک نہیں کہ تکبیر کے ذریعہ شہر مذکور فتح کرنا بنی اسحٰق سے متعلق ہے اور یہ بالفاظ حدیث ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ پہلی حدیث میں رسول اللہ صلعم کا ارشاد "من خیار اھل الارض یومئذ" (وہ لوگ اس زمانہ کے بہترین اہل زمین سے ہوں گے) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا امیر اور ان کے اکثر لوگ عترت رسول سے نہ ہوں گے اس لئے کہ عترت رسول ہمیشہ کے لئے بہترین اہل زمین سے ہے اور وہ لوگ اس زمانہ کے بہترین باشندگان روے زمین ہوں گے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ عترت رسول سے نہیں ہیں بلکہ بنی اسحٰق سے ہیں، پہلی حدیث کی دلیل پر۔

تیسرے رومیوں کا یہ کہنا کہ ہم کو ان لوگوں کے پاس جانے دو جنھوں نے ہمارے بھائیوں کو قید کر لیا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے پہلے ان کے اور اُن کے درمیان معرکہ آرائی ہو چکی تھی اور اسیری عمل میں آئی تھی اور یہ بنی اسحٰق ہی سے متعلق ہے۔

حدیث میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنا اور عیسٰیؑ کا اس قوم کی امامت کرنا بھی مذکور ہے۔

پس یہ ثابت ہوا کہ نماز میں عیسٰی علیہ السلام کی اقتدا کرنے والا بنی اسحٰق سے ایک امیر ہوگا اور یہ امیر وہی ہوگا جو تکبیر کے ذریعہ رومیوں کی ایک جماعت کو اسیر کریگا۔

(یہ بحث علامہ منتجب الدین کی کتاب مخزن الدلائل (عربی) سے لی گئی ہے جو مہدوی مذہب کے اثبات میں تقریباً چار سو برس پیشتر لکھی گئی ہے۔ مصنفؒ نے حدیث یملا الارض کے ذیل میں اپنے زمانہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے "الی زماننا ھذا قریب الف سنة من الھجرة")

تعجب ہے کہ شیخ نے خروج دجال کو امام مہدیؑ کی صحیح علامت قرار دی ہے حالانکہ مذکورہ صحیح حدیثوں سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ دجال اس وقت ظاہر ہوگا جب کہ بنی اسحٰق قسطنطنیہ فتح کرینگے نیز صحاح ستہ کی کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہونگے ایسی صورت میں شیخ کا یہ کہنا کہ "امام مہدیؑ کی صحیح اور معتبر علامت یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوں گے" پایہ صحت سے گرا ہوا ہے۔

امام احمد ابن حنبل اور کتاب الملاحم

اس سے قطع نظر جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشہورہ کے خاتمہ میں یہ روایت کی ہے۔

قال احمد ثلاث کتب لیس لہا اصول الملاحم والمغازی والتفسیر۔[1]

امام احمد بن حنبل نے کہا ہے تین مضامین ایسے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، ملاحم مغازی اور تفسیر۔

اس لحاظ سے وہ روایتیں جن میں قسطنطنیہ وغیرہ کا فتح ہونا مذکور ہے کیا بے بنیاد ثابت نہ ہوں گی؟ صاحب مشکوٰۃ نے بھی فتح قسطنطنیہ کی روایتیں باب الملاحم کے ذیل میں درج کی ہیں۔

امام مہدیؑ اور وسط امت

اب رہی وہ روایتیں جو دوسری کتابوں میں مذکور ہیں تو ان میں سے کوئی روایت اسناد کے اعتبار سے رزین کی روایت کو نہیں پہنچتی۔ رزین کی روایت یہ ہے

کیف تہلک امة انا اولہا والمہدی وسطہا والمسیح آخرہا ولکن بین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منہم رواہ رزین[2]

وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کی ابتدا میں میں ہوں اور مہدیؑ اس کے وسط میں اور مسیح اس کے آخر میں لیکن اس کے درمیان غیر مستقیم لوگ ہونگے جو نہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔

صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے (عن جعفر) ای الصادق

[1] الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ (برحاشیہ الفتاوی الحدیثیہ تالیف ابن حجر الہیتمی) طبع مصر ۲۳۶ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۵۹۔

(عن ابیہ) ای محمد باقر (عن جدہ) ای زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ویسمی مثل ھذا السند سلسلۃ الذھب ؎ یعنی اس حدیث کی جیسی سند کو سلسلۃ الذھب (سونے کی زنجیر) کہا جاتا ہے۔

تصحیح نقل کے ذیل میں (۲۳۴ پر) ہم نے عقد الدرر کا حوالہ دیا ہے کہ اس نے یہی حدیث سنن نسائی کے حوالہ سے درج کی ہے اس لحاظ سے بھی اس کا احادیث صحیحہ میں شمار ہوگا۔

اس حدیث میں امت کے تین حصے بیان کئے گئے ہیں ایک اول جس میں رسول اللہ صلعم تھے وسط جس میں امام مہدیؑ کا ظہور ہے اور آخر جس میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں " ولکن بین ذلک " کا صرف یہ ترجمہ کیا ہے " ولیکن درمیان آن جماعہ باشند کج " یعنی اس کے درمیان ٹیڑھے لوگ ہوں گے۔

ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی اور مرقاۃ باب اشراط الساعۃ میں مہدوی مذہب کے باب میں معاندانہ طریق بیان اختیار کیا ہے جب دیکھا کہ اس حدیث سے امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ مختلف قرار پا رہا ہے تو اس نے وسط کے معنی ہی میں تصرف کر دیا یعنی یہ لکھ دیا کہ وہ وسط جو آخر سے ملا ہوا ہو' ملا علی قاری کے الفاظ یہ ہیں " وسطھا المتصل بآخرھا " حالانکہ حدیث کے الفاظ میں یہ معنی کرنے کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ولکن بین ذلک جس طرح رسول اللہ صلعم اور امام مہدی علیہ السلام کے درمیانی زمانہ پر دلالت کرتے ہیں بالکل اسی طرح امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ پر بھی دلالت کریں گے' جو زمانہ رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کے درمیان ہوگا اس میں غیر مستقیم لوگ ہوں گے یعنی دین کے راستہ سے ہٹے ہوئے ہوں گے' اسی طرح امام علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو زمانہ ہوگا اس میں بھی غیر مستقیم لوگ ہوں گے انہی کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے۔

دین میں غیر مستقیم ہونے کے لئے مامور من اللہ کے زمانہ سے دور ہونا ضروری ہے جس طرح

رسول اللہ صلعم کی بعثت اور امام مہدیؑ کے ظہور کے درمیان ایک زمانہ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح حضرت مہدیؑ کے ظہور اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے درمیان ایک مدت کا ہونا لازمی ہے تاکہ لوگوں پر دین میں غیر مستقیم ہونے کی وجہ سے "فیج اعوج" کا اطلاق ہو سکے۔ حاصل یہ کہ وسط آخر اور آخر وسط نہیں ہو سکتا یہ فحوائے حدیث امام مہدیؑ وسط امت میں ہوں گے آخر امت میں نہیں صحاح کی کسی روایت میں امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ہم زمانہ ہونا مذکور نہیں ہے اگر کسی روایت غیر صحاح میں عیسیٰؑ و مہدیؑ کا ایک زمانہ میں ہونا مذکور ہو تو وہ قابل قبول نہ ہوگی اور نہ اس کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ و امام مہدیؑ کے اجتماع کا عقیدہ قائم ہو سکے گا۔ اسی لئے علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد[1] میں یہ لکھا ہے

فما یقال ان عیسیٰ یقتدی بالمہدی او بالعکس شیٔ لا مستند لہ فلا ینبغی ان یعول علیہ	یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ امام مہدی کی اقتدا کریں گے یا امام مہدی عیسیٰؑ کی اقتدا کریں گے یہ ایک ایسی بے اصل بات ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جانا چاہیے۔

فلسطین اور ظہور مہدی شیخ علی نے رسالۃ الرد میں اس امر کا ادعا کیا ہے کہ امام مہدیؑ کا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فلسطین میں باب لد کے قریب دجال کو قتل کرنے کے لئے ظاہر ہونا منجملہ ان صحیح اور معتبر علامتوں کے ہے جن کی احادیث مشہورہ میں تصریح کی گئی ہے۔ شیخ کی عبارت خروج سفیانی کے ذیل میں صفحہ ۲۶۳ پر درج کر دی گئی ہے۔

سفیانی کے خروج، امام مہدیؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کے عدم اجتماع پر اس سے قبل بحث ہو چکی۔ واضح ہو کہ کتب صحاح میں امام مہدیؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق اجتماع کی تصریح نہیں ہے چہ جائیکہ فلسطین میں باب لد کے قریب دونوں کے اجتماع کی صراحت ہو۔ شیخ علی نے کنز العمال میں (کتاب القیامۃ من قسم الاقوال) "خروج المہدیؑ"[2] کے ذیل میں اور کتاب القیامۃ من قسم الافعال میں "المہدی علیہ السلام"[3] کے ذیل میں متعدد حدیثیں درج کی ہیں لیکن ایک حدیث

---

[1] شرح مقاصد (طبع مطبعۃ السنوی ۱۳۰۵ھ) الجلد الثانی صفحہ ۳۰۹ [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) الجزء السابع صفحہ ۱۸۶ [3] ایضاً صفحہ ۲۶۰

بھی ایسی نہیں ہے جس میں یہ مذکور ہو کہ امام مہدیؑ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قتلِ دجال کے لئے باب لد کے قریب ظاہر ہوں گے۔ اسی طرح کنز العمال میں (کتاب القیامۃ من قسم الاقوال) "نزول عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام[1]" کے ذیل میں اور کتاب القیامۃ من قسم الافعال میں "نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام[2]" کے ذیل میں کئی حدیثیں نقل کی ہیں لیکن ایک حدیث میں بھی یہ امر مذکور نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ امام مہدیؑ بھی باب لد کے قریب ظاہر ہوں گے۔ البتہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کا دجال کو باب لد کے قریب پانا اور اس کو قتل کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ مسلم نے نواس بن سمعان سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے منارۂ بیضا پر اتریں گے اس کے بعد یہ مذکور ہے

فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ[3]	پس جستجو کرینگے عیسیٰ دجال کی یہاں تک کہ اس کو باب لد کے قریب پائینگے پس اس کو قتل کر دیں گے۔

یہاں عیسیٰ علیہ السلام کا دجال کو قتل کرنا مذکور ہے لیکن یہ مذکور نہیں کہ امام مہدیؑ بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔

شیخ علی نے کتاب کنز العمال ۹۵۷ھ میں مکمل کی اس وقت باب لد کے قریب عیسیٰ کے ساتھ مہدیؑ کے ظاہر ہونے کی روایت نہ صحیح و معتبر تھی اور نہ مشہور۔ لیکن جب رسالۃ الرد فقرہ سنہ ۹۶۰ھ میں لکھا گیا تو وہی روایت صحیح معتبر اور مشہور قرار دی گئی۔ کیا شیخ اصول محدثین سے اتنا بے خبر ہے؟ ایسی بے خبری کے ہوتے ہوئے صرف کنز العمال کی تالیف کی بناء پر کیا وہ محدث کہلانے کا مستحق ہے؟ ان حالات کے تحت کیا یہ نہیں کہا جائیگا کہ مہدوی مذہب کی تبلیغ روکنے کے لئے اس نے ایسی باتیں لکھ دیں تاکہ ناواقف اس مذہب کے قبول کرنے میں تامل کریں ورنہ صحاح کی روایتوں سے امام مہدیؑ کے زمانہ میں نہ تو نزول عیسیٰؑ ثابت ہوتا ہے اور نہ سفیانی و دجال کا خروج۔

مہدیؑ کے باب لد کے قریب ظاہر ہونے کو شیخ نے خبر مشہور قرار دیا ہے حالانکہ خبر مشہور اس صحیح روایت کو کہتے ہیں جس کے راوی دو سے زیادہ ہوں اس روایت کا صحیح ہونا ہی دشوار ہے تو اس خبر کو مشہور کس طرح کہا جائیگا۔

[1] کنز العمال الجزء السابع صفحہ ۳۰۲ [2] کنز العمال الجزء السابع صفحہ ۳۶۷ [3] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۵ھ) جلد رابع صفحہ ۳۲۳

تفسیر شیخ کی حدیث دانی تو معلوم ہو چکی اب اس کی قرآن فہمی ملاحظہ ہو، رسالۂ مذکور میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ کلام اللہ میں مہدی کا ذکر صراحۃً ہے نہ اشارۃً میاں عالم باللہ نے اس کا تفصیلی جواب دیا ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صـ۹۲ تا صـ۱۱۱)

شیخ نے بیان کیا ہے کہ مہدی کے باب میں تین سو سے زیادہ احادیث اور آثار وارد ہیں (سراج الابصار صـ۲) کلام اللہ میں جب قطع ید سے لے کے معراج تک جملہ اعمال و عقائد دین کی اصل موجود ہے تو ہم یہ کیسے باور کر لیں کہ مہدیت جیسے اہم مسئلہ کا ماخذ کلام اللہ نہ ہوگا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ مہدی موعود کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ انہیں کی اتباع میں ابو الاعلیٰ مودودی ترجمان القرآن کے ایڈیٹر نے آیہ افمن کان علی بینۃ من ربہ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مہدیوں کا اس آیت سے وجود مہدی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

قرآن اور وجود مہدی مہدیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ کلام اللہ سے اس امر کا ثبوت بہم پہنچتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک صاحب بینہ ہوگا، اس سلسلہ میں آیہ افمن کان علی بینۃ من ربہ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ مودودی کو بھی اس عقیدہ سے اتفاق ہے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ متعدد صاحبان بینہ کا قائل ہے، دوسرے یہ کہ بینہ کے معنی اس نے اصطلاح قرآن کے خلاف لئے ہیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اولٓئک الذین لیس لہم فی الآخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا وبٰطل ما کانوا یعملون افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ

جو کوئی دنیا کی زندگانی اور اس کی آرائش کا ارادہ کرتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال ان کو دنیا ہی میں بھگتاتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں اور جو انہوں نے اس دنیا میں کیا وہ سب حبط ہو گیا، پس وہ شخص جو بینہ پر ہو اپنے رب کی طرف سے اور پیچھے آئے اس کے گواہ اس کے

ومن قبلہ کتٰب موسیٰ اماما ورحمۃ	رب کی طرف سے اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ جو امام و رحمت ہے وہ
اولئک یومنون بہ ومن یکفر بہ	لوگ ایمان لائینگے اس پر اور جو کوئی اس کا انکار کریگا پس دوزخ
من الاحزاب فالنار موعدہ فلاتک	اس کے وعدے کی جگہ ہے پس مت ہوائے محمد شک میں اس سے
فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک	وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ اس پر
ولکن اکثر الناس لایومنون (ھود رکوع ۲)	ایمان نہیں لائینگے ۔

پہلے مرید حیات دنیا کا حال بیان کیا گیا ہے پھر صاحب بینہ کا ۔ مقصود یہ کہ مرید دنیا اور صاحب بینہ یکساں نہیں ہو سکتے ۔ اس آیت میں فلاتک فی مریۃ (پس مت ہوائے محمد شک میں) کے الفاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے پس ماننا پڑیگا کہ افمن کان سے رسول اللہ صلعم کی ذات مراد نہیں ہو سکتی ۔

مودودی کو بھی بعض مفسرین کی طرح مہدویہ کے اس استدلال سے بھی اتفاق ہے کہ افمن کان سے رسول اللہ صلعم کی ذات مراد نہیں ہے چنانچہ انہوں نے مذکورہ آیت کا اس طرح ترجمہ کیا ہے[1]

"کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی جانب سے ایک بصیرت رکھتے ہوں اور اس کے بعد ان کے سامنے ایک شاہد آئے خدا کی جانب سے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت بن کر آچکی ہے وہی لوگ اس پر ایمان لائینگے الی آخرہ"

مودودی نے "افمن کان" کا ترجمہ "وہ لوگ" کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک افمن کان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں ۔

صاحب بینہ اور قرآن برسوں ترجمان القرآن کی ایڈیٹری کرنے کے بعد بھی یہ بات مودودی کی سمجھ میں نہ آسکی کہ کلام اللہ میں جہاں جہاں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا مذکور ہے وہاں نبی کی ذات مراد ہے اور اس سے عام افراد مراد لینا "قرآنیت" کے خلاف ہے ۔ ذیل میں کلام اللہ سے شواہد پیش کئے جاتے ہیں ۔

(۱) قال یٰقوم ارءیتم ان کنت علیٰ بینۃ	کہا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے

[1] ترجمان القرآن (ماہ ذی القعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ) صہ ۹۳

من ربی وآتنی رحمة من عنده فعمیت علیکم انلزمکموها وانتم لها کرهون (هود رکوع ۳)

بینہ پر ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھ کو رحمت عطا کی ہو پھر وہ تم کو نہ سوجھتی ہو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔

اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کیا ہے اس میں آپ کا اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہونا مذکور ہے۔

(ب) قال یقوم ارءیتم ان کنت علی بینة من ربی واتنی منه رحمة فمن ینصرنی من اللّٰه ان عصیته فما تزیدوننی غیر تخسیر (هود رکوع ۶)

کہا اے میری قوم کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے پروردگار سے بینہ کے اوپر رہوں اور اس نے اپنی طرف سے مجھ کو رحمت دی پس کون مجھ کو خدا (کے عذاب) سے بچائیگا اگر میں نے اس کی نافرمانی کی پس تم سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو۔

اس آیت میں حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہیں یہاں بھی آپ کا اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا مذکور ہے۔

(ج) قال یقوم ارءیتم ان کنت علی بینة من ربی ورزقنی منه رزقا حسنا وما ارید ان اخالفکم الی ما انهکم عنه (هود رکوع ۸)

کہا کہ اے میری قوم کیا تم نے دیکھا اگر ہوں میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر اور مجھ کو اپنی طرف سے نیک رزق دیا ہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جس سے تم کو منع کرتا ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کیا ہے یہاں بھی آپ کا اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ جہاں جہاں "علی بینة من ربی" (اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا) مذکور ہے وہاں انبیا ہی مراد ہیں۔ بینہ وہ روشن دلیل ہے جو پروردگار اپنے نبی کو اتمام حجت کے لئے عطا کرتا ہے مودودی نے بھی مذکورہ بالا تینوں آیتیں درج کی ہیں لیکن بینہ کے معنی بیان کرنے میں بڑی بددیانتی کی ہے پہلی آیت کے ذیل میں بینہ کی اس طرح توضیح کی ہے

"اس آیت میں بینہ سے مراد وہ فطری بصیرت ہے جو نبی میں بعثت سے پہلے موجود ہوتی ہے"
دوسری اور تیسری آیت میں بھی بینہ کی توضیح فطرت اور فطری بصیرت سے کی ہے۔

تعجب یہ ہے کہ یہی بصیرت مودودی کے ہاں کفار میں بھی ایمان لانے سے پہلے پائی جاتی ہے" آیہ افمن کان علی بینۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ "اگر اس محذوف کو ظاہر کر دیا جائے تو پوری عبارت یوں ہوگی" کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی جانب سے بصیرت رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو بصیرت سے محروم ہیں یکساں ہو گئے؟ دونوں اس قرآن کے باب میں یکساں نہیں ہو سکتے" ان پر ایمان صرف پہلا گروہ لائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر اولاً تو خدا کی بخشی ہوئی بصیرت موجود ہے جس سے وہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا کا خالق ایک ہے وہ وحدہ لاشریک ہے الی آخرہ"

اس سے ظاہر ہے کہ مودودی کے نزدیک نبی کی بعثت سے قبل جو بصیرت نبی میں ہوتی ہے وہی بصیرت ایمان لانے والے کافریں بھی ایمان لانے سے پہلے ہوتی ہے گویا نبی اور کافر دونوں اس کے نزدیک اس اعتبار سے ایک ہیں۔

جب بعثت سے قبل نبی کا ماننا ہی ضروری نہیں ہے تو اس فطری بصیرت کا ماننا کیسے لازم ہو جائیگا جو بعثت سے قبل نبی میں موجود ہوتی ہے ایسی صورت میں حضرت نوح علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام ہر ایک کا اپنی قوم سے یہ کہنا کہ میں اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہوں کس طرح حجت قائم کریگا۔

یہ تو انبیاء سابقین تھے اب دیکھئے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا حکم دے رہا ہے

قل انی علی بینۃ من ربی وکذبتم بہ (الانعام رکوع ۷)	آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہوں اور تم نے اس کو جھٹلایا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہونا مذکور ہے اگر بینہ کے وہی معنی لئے جائیں جو مودودی نے بیان کئے ہیں یعنی وہ فطری بصیرت جو نبی میں بعثت سے

ا؎ ترجمان القرآن (بابت ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ) صفحہ ۹۱
۲؎ (") صفحہ ۹۲

پہلے موجود ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بامر اللہ کفار سے یہ کہنا کہ میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں کس طرح حجت قائم کریگا اور بعثت سے قبل کی بصیرت کا جھٹلانا کس طرح موجب کفر ہوگا؟

تمام کلام اللہ اس پر شاہد ہے کہ بینہ وہ روشن دلیل ہے جو پروردگار اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے اور اس بینہ کا انکار کفر ہے' ذیل میں چند شواہد درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) وآتینا عیسی ابن مریم البینات (البقرہ ع) ۔ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے۔

(۲) ولقد جاءکم موسیٰ بالبینات (البقرہ ع)۔ اور موسیٰ تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے۔

(۳) قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینات (آل عمران ع) آپ فرما دیجئے کہ بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے۔

(۴) لقد جاءتھم رسلنا بالبینات (المائدہ ع)۔ اور بنی اسرائیل کے پاس بھی ہمارے بہت سے پیغمبر دلائل واضح لے کر آئے۔

(۵) لقد جاءتھم رسلھم بالبینات (الاعراف ع) ۔ اور تحقیق ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلوں کے ساتھ آئے تھے۔

(۶) لقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات (المومن ع) اور اس سے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف دلائل لے کر آچکے ہیں۔

(۷) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات (الحدید ع)۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو ظاہر دلائل کے ساتھ بھیجا ہے۔

(۸) قد جئتکم ببینۃ من ربکم (الاعراف ع)۔ تحقیق میں آیا ہوں تمہارے پاس بینہ کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے۔

ان مثالوں سے ظاہر ہو گیا کہ بینہ وہ روشن دلیل ہے جو پروردگار اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے عام لوگوں کو نہیں۔

یہ بھی انبیاء سابقین سے متعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بینات عطا کئے ہیں

قل انی نهيت ان اعبد الذين تدعون من دون الله لما جاءنی البینٰت من ربی وامرت ان اسلم لرب العٰلمین (المؤمن ع)	آپ کہہ دیجئے تحقیق کہ میں منع کیا گیا ہوں کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو خدا کے علاوہ تم پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کے بینات آ چکے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں رب العالمین کے سامنے گردن جھکا لوں۔

ان شواہد سے واضح ہو گیا کہ اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہونا یا اللہ کا کسی نبی کو بینات کا عطا کرنا یا نبی و رسول کا بینات کے ساتھ آنا یا خود بینات کا رب کی طرف سے کسی نبی کے پاس آنا یا اللہ تعالیٰ کا بینات کے ساتھ کسی پیغمبر کو بھیجنا سب ایک ہے یہ دلیل واضح انہیں سے مختص ہے جو اللہ کی جانب سے مبعوث ہوئے ہوں۔ اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قالوا يٰهود ما جئتنا ببينة (هود رکوع ۵)	کیا انہوں نے اے ہود نہیں لائے ہمارے پاس کوئی بینہ

اس آیت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ہاں بھی یہ امر مسلم تھا کہ مبعوث من اللہ کے سوا کوئی صاحب بینہ نہیں ہو سکتا اور مودودی کا یہ ادعا ہے کہ کافر بھی صاحب بینہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد آیہ افمن کان علی بینۃ من ربہ پڑھئے کیا مبعوث من اللہ کے سوا کوئی اور بھی اللہ کی طرف سے بینہ پر ہو سکتا ہے؟ یہ تفسیر القرآن بالقرآن ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ مودودی کا افمن کان سے مبعوث من اللہ کے عوض ارباب بصیرت مراد لینا باطل ہے اور قرآنیت کے خلاف ہے مودودی نے افمن کان بصیغہ جمع لیا ہے اس سے تو یہ ثابت ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مبعوثین من اللہ کی ایک جماعت ہو گی۔ مذکورہ بالا بحث سے مودودی کی قرآن فہمی ظاہر ہو گئی۔

آیہ افمن کان میں مَن کی توضیح

اب اس کی نحوی معلومات ملاحظہ ہوں۔ یہ کہتا ہے کہ افمن کان سے کوئی خاص شخص مراد لینا "عربیت" کے خلاف ہے۔ اس کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے

"مَن سے مراد یہاں کوئی خاص شخص نہیں ہے اولاً تو مَن سے کسی خاص شخص کو مراد لینا عربیت کے خلاف ہے۔ اولاً یہ نکرہ کے لئے آتا ہے ثانیاً یہاں اس بات کی تصریح ہوگئی ہے کہ مَن سے مراد یہاں جماعت ہے کیونکہ اولٰئک کا اشارہ مَن کی طرف ہے اور اولٰئک جمع کے لئے ہے نہ کہ واحد کے لئے چنانچہ فعل بھی یومنون جمع استعمال ہوا ہے"[1]

مودودی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ مَن صرف نکرہ کے لئے آتا ہے اور اس سے کوئی خاص مراد نہیں لے سکتے۔ کلام اللہ اس پر شاہد ہے کہ مَن سے خاص بھی مراد لے سکتے ہیں۔

افمن یخلق کمن لا یخلق (النحل رکوع ۲) کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس کے جیسا ہے جو پیدا نہیں کرتا

یہاں من یخلق سے عام نہیں خاص مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کیونکہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی خلق کر سکتا ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ مَن کو اولٰئک کا مشار الیہ قرار دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کے بعد "من ربہ" کے الفاظ آئے ہیں۔ ربہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع مَن ہے اس سے مَن کی تخصیص ہوگئی وہ واحد ہے جمع نہیں ہو سکتا، شاید مودودی کو اس سے قبل کی آیت سے دھوکا ہوا ہے۔ "من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا" کے بعد "الیھم اعمالھم" کے ذریعہ ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ اس لئے من کان سے جماعت مراد ہوگی۔ برخلاف اس کے افمن کان کے بعد ربہ اور یتلوہ میں ضمیر واحد استعمال کی گئی ہے ایسی صورت میں مَن کو اولٰئک کا مشار الیہ قرار دینا صحیح نہیں۔

حاصل یہ کہ مودودی کی طرح افمن کان کو جمع تسلیم کریں تو از روئے قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعدد صاحبان بینہ کا ہونا ثابت ہوگا اور یہ غلط ہے صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا ہے کہ افمن کان میں مَن واحد ہے اس لحاظ سے رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد مہدی خلیفۃ اللہ اور عیسیٰ نبی اللہ امت کو ہلاکت سے بچائینگے۔ اگر یہ اپنے رب کی جانب سے بینہ پر نہ ہوں تو امت ان کے

[1] ترجمان القرآن (بابت ماہ ذی القعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ) صفحہ ۹۵

ذریعہ کس طرح ہلاکت سے بچ سکتی ہے۔ اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ افمن کان علی بینۃ کا اطلاق حضرت مہدی علیہ السلام پر ہوگا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

اس آیت میں رسول اللہ صلعم کے بعد صاحب بینہ کے مبعوث ہونے کی خبر دی گئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول قرآن سے قبل مبعوث ہو چکے ہیں ایسی صورت میں وہ افمن کان کا کس طرح مصداق ہوں گے؟ دوسرے یہ کہ امام علیہ السلام کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہے اس لحاظ سے بھی پہلے آپ اس کا مصداق ہیں۔

صاحب بینہ اور اس کا شاہد اس سے قطع نظر اس آیت میں "یتلوہ شاھد منہ" آیا ہے یعنی اس صاحب بینہ کے پیچھے ایک گواہ آئیگا اس کے رب کی طرف سے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو بعد از نزول حضرت مہدی علیہ السلام کے برحق ہونے کی گواہی دیں گے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو افمن کان کا مصداق قرار دیں تو ان کے بعد ان کی گواہی دینے کے لئے کون آئیگا۔

یتلوہ میں جو ضمیر ہے مودودی نے اس کو بینہ کی طرف پھیرا ہے اور یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہاں صاحب بینہ کا ذکر ہو رہا ہے بینہ کا نہیں۔ جو شاہد ہوگا وہ صاحب بینہ کے برحق ہونے کی گواہی دیگا نہ کہ بینہ کی کیونکہ بینہ خود صاحب بینہ کا ایک شاہد ہے۔

دوسرے یہ کہ یہاں یتلوہ (اس کے پیچھے آئیگا) من قبلہ (اس کے آگے) کے جواب میں آیا ہے اس لئے اس کے معنی پیچھے آنے کے ہوں گے تلاوت کرنے کے نہیں جیسا کہ مودودی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے۔

تیسرے یہ کہ منہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع من نہیں ہے بلکہ رب ہے کیونکہ یہی قریب تر ہے اور جو شخص اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہوگا اس کا گواہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ اس کے رب کی طرف سے ہوگا اور جو گواہ اللہ کی طرف سے ہو اس کے متعلق کون شبہ کر سکتا ہے۔

حاصل یہ کہ "شاھد منہ" سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق

کریں گے۔

صاحب بینہ اور تورات | قبلہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع اسم قریب یعنی شاہد ہے مفہوم یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہاں موسیٰ کی کتاب کا ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی صاحب بینہ یعنی امام مہدی کی گواہی دے گی یعنی تورات میں اس صاحب بینہ کی پیشین گوئی ہوگی چنانچہ کعب الاحبار سے مروی ہے **انی لاجد المھدی مکتوبا فی اسفار الانبیاء** (سراج الابصار صفحہ ۲۱) یعنی میں مہدی موعود کا ذکر انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں پاتا ہوں۔ سالم اشل سے بھی مروی ہے کہ امام مہدی کا ذکر تورات میں ہے (سراج الابصار صفحہ ۱۰۲)۔ یہ روایتیں ضعیف ہی سہی لیکن جس ضعیف کو کلام اللہ قوی کر رہا ہو اس میں ضعف کہاں رہا۔

جہاں فارقلیط کی خبر دی گئی ہے اس سے بھی امام مہدی علیہ السلام مراد ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے

نحن تاتیکم بالتنزیل واما التاویل فسیاتی بہ الفارقلیط فی آخر الزمان (سراج الابصار صفحہ ۱۰۱)

ہم تنزیل لے کر آئے ہیں اور تاویل آخر زمانہ میں فارقلیط لے کر آئے گا۔

نحن ناتیکم بالتنزیل (ہم تنزیل لے کر آئے ہیں) سے وہ تمام انبیاء مراد ہیں جن پر کتابیں اور صحیفے نازل کئے گئے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد **نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث** (ہماری انبیاء کی جماعت نہ خود کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی اور ان کا وارث ہوتا ہے) میں تمام انبیاء مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم صاحب تنزیل (کتاب) ہیں اور فارقلیط جن کے متعلق صاحب تاویل (بیان) ہونا بیان کیا گیا ہے وہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔

اولئک یومنون بہ | اولئک یومنون بہ کے ذیل میں مودودی نے یہ لکھا ہے کہ بہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع قرآن ہے، حالانکہ اس آیت میں صاحب بینہ کا ذکر ہو رہا ہے

قرآن کا نہیں، اس لحاظ سے بینہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع مَن ہوگا جو افمن کان میں ہے اور یہی صاحب بینہ ہے۔ اب رہا اولئک تو یہ اسم اشارہ ہے لیکن اس آیت میں کوئی مشار الیہ بصیغہ جمع مذکور نہیں ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ مشار الیہ معہود ہے اور مشار الیہ کو معہود قرار دینا کلام اللہ کے اسلوب بیان کے عین مطابق ہے، ذیل میں ایک مثال دی جاتی ہے

ام لھم ملک السمٰوات والارض وما بینھما فلیرتقوا فی الاسباب جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب (ص ع ۱)	کیا انکے واسطے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پس چاہئے کہ وہ رسیوں سے (آسمان پر) چڑھ جائیں احزاب میں سے کوئی لشکر اس جگہ منہزم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ "اس جگہ" پر ایک لشکر کو ہزیمت ہوگی لیکن کونسی جگہ ہے اس کی صراحت نہیں۔ ھنالک (اس جگہ) اسم اشارہ ہے لیکن اس کا مشار الیہ آیت میں مذکور نہیں ہے یہ معہود ہے۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس کا مشار الیہ غزوہ بدر کا میدان ہے۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے

ھنالک یعنی ببدر مھزوم[1] ۔ اس جگہ یعنی بدر میں ہزیمت ہوگی۔

(۲) امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے

قال قتادہ ھنالک اشارۃ الی یوم بدر فاخبر اللہ تعالیٰ بمکۃ انہ سیھزم جند المشرکین فجاء تاویلھا یوم بدر وقیل یوم الخندق والاصوب عندی حملہ علی یوم فتح مکہ الی آخرہ[2]	قتادہ نے کہا ہے کہ ھنالک اشارہ ہے غزوہ بدر کی طرف اللہ تعالیٰ نے مکہ میں یہ خبر دی کہ وہ مشرکین کے لشکر کو شکست دیگا پس اس کی تاویل یوم بدر ہوئی اور کہا گیا جنگ یوم خندق ہے اور (فخر رازی کہتے ہیں) کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کو فتح مکہ پر محمول کیا جائے۔

راقم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے بعد مشرکین نے پہلی دفعہ غزوہ بدر میں شکست پائی اس لئے ھنالک کا مشار الیہ بدر کا میدان ہی قرار پائیگا۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ پیشین گوئی کے ظاہر ہو جانے کے بعد غزوہ بدر کو چھوڑ کر غزوہ خندق اور فتح مکہ کی طرف

[1] تفسیر طبری (طبع مصر) الجزء الثالث والعشرون ص۸۷ [2] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطینیہ) الجزء السابع ص۱۴۸

رجوع کریں جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلی فتح کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے " ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ (آل عمران رکوع ۱۳) تحقیق کہ اللہ نے تمہیں بدر میں نصرت دی حالانکہ تم بے سروسامان تھے۔

(۳) صاحب تفسیر حسینی نے ھنالک کے ذیل میں یہ لکھا ہے

آنجا اشارت است بمصارع ایشان دربدر[1]

ھنالک یعنی اس جگہ اشارہ ہے ان کے پچھڑنے کی جگہ کی طرف بدر کے غزوہ میں۔

مذکورہ بالا آیت جس میں لفظ ھنالک آیا ہے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور سورۃ آل عمران جس میں غزوہ بدر کا ذکر ہے مدینہ منورہ میں۔

حاصل یہ کہ اسم اشارہ مکی آیت میں ہے اور اس کا مشارالیہ مدنی آیت میں۔

آیہ افمن کان علی بینۃ من ربہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک صاحب بینہ کا مبعوث ہونا بیان کیا گیا ہے اس لحاظ سے اولٰئک کا مشارالیہ بھی وہی قوم قرار پائیگی جس کی رسول اللہ صلعم کے بعد آنے کی خبر دی گئی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول سے مخاطب ہوکر یہ خبر دی ہے

یاایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ (المائدۃ ع)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پس اللہ تعالیٰ ایسی قوم کے ساتھ آئیگا جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے ان کو محبت ہوگی۔

محمد ابن جریر طبری نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے

وکان ھذا الوعید من اللہ لمن سبق فی علمہ انہ سیرتد بعد وفاۃ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم[2]

یہ وعید ہے اللہ کی جانب سے ان لوگوں کے لئے جن کی نسبت پہلے سے اللہ کے علم میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ لوگ مرتد ہو جائنگے۔

اس سے ظاہر ہے کہ لوگوں کا مرتد ہو جانا نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ہے

[1] تفسیر حسینی (طبع نول کشور) جلد ثانی صفحہ ۶ [2] تفسیر ابن جریر طبری (طبع مصر) الجزء السادس صہ ۱۶۳

صاحب سراج الابصار نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے

قال الحسن البصری علم اللہ ان قوما یرجعون عن الاسلام بعد موت النبی علیہ السلام فاخبر انہ سیاتی بقوم یحبہم ویحبونہ کذا فی معالم التنزیل تحت ھذہ الآیۃ (سراج الابصار صہ۸۴ و صہ۸۵)

حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام سے پلٹ جائیں گے۔ پھر اس امر کی خبر دی کہ وہ ایسی قوم کے ساتھ آئیگا جو اسے محبوب ہوگی اور وہ اسے محبوب رکھیگی۔ معالم التنزیل میں اس آیت کے ذیل میں اسی طرح ہے۔

امام فخرالدین رازی نے بھی اس آیت کے ذیل میں یہی روایت اس طرح درج کی ہے

قال الحسن رحمہ اللہ علم اللہ ان قوما یرجعون عن الاسلام بعد موت نبیھم فاخبرھم انہ سیاتی بقوم یحبہم ویحبونہ[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قوم کے آنے کا انتظار کیا گیا ہے۔ پس اس سے انصار یا حضرت ابوبکرؓ اور ان کی قوم یا حضرت سلمان فارسیؓ اور ان کی قوم مراد نہیں ہوسکتی جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اس لئے کہ یہ لوگ نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اس سے قطع نظر سوف مستقبل بعید کے لئے آتا ہے۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بحر مواج میں اس آیت کے ذیل میں یہی لکھا ہے

لیکن آیہ مذکور متضمن وعدہ آوردن قوم مسطور در زمان مستقبل است روایت ورود او در شان ابوبکر و انصار و سلمان رضی اللہ عنہم کہ در وقت ورود آیت حاضر بودند مشکل است مگر آنکہ مراد از فسوف یاتی اللہ بقوم آوردن در استقبال بود[2]

لیکن مذکورہ آیت قوم مسطور کے زمانہ مستقبل میں لانے کے وعدہ کو متضمن ہے ابوبکرؓ و انصار اور سلمانؓ کی شان میں اس آیت کے وارد ہونے کی روایت درآنحالیکہ وہ نزول آیت کے وقت موجود تھے مشکل ہے۔ مگر یہ کہ فسوف یاتی اللہ بقوم سے قوم کا زمانہ مستقبل میں لانا مراد ہو۔

صاحب غرائب القرآن (المعروف بہ تفسیر نیشاپوری) نے اس آیت کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ

بقوم سے قوم مہدی مراد ہے۔

[1] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثالث صہ۶۱۳ [2] تفسیر بحر مواج (تفسیر فارسی قلمی) نمبرہ ۱۳ کتب خانہ آصفیہ) جزو اول ورق ۲۴۷

لعل المراد بخروج المهدی هو ذلک[۱] - امید کہ اس سے مہدی کا ظہور مراد ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا آنا بطور پیشین گوئی مذکور ہے وہاں مبعوث من اللہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ سفر التثنیہ سے ثابت ہوتا ہے۔

جاء الرب من سینا واشرق لهم من سعیر وتلألأ من جبل فاران (استثناء ۳۳ - آیت ۲)	پروردگار سینا سے آیا اور ان کے لئے سعیر سے روشن ہوا اور کوہ فاران سے چمکا۔

کوہ سینا سے پروردگار کے آنے سے حضرت موسیٰ کا مبعوث ہونا اور کوہ سعیر سے اللہ کے روشن ہونے سے حضرت عیسیٰ کا ظہور اور کوہ فاران پر اللہ کے چمکنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا مراد ہے۔

اسی طرح آیہ فسوف یاتی اللہ بقوم میں قوم کے ساتھ اللہ کے آنے سے مبعوث من اللہ کا ظہور مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول قرآن سے قبل مبعوث ہو چکے ہیں اس لئے رسول اللہ صلعم کے بعد جس کے منجانب اللہ مبعوث ہونے کی خبر دی گئی ہے امام مہدی کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟

بقوم میں جس قوم کی خبر دی گئی ہے وہ امام مہدیؑ کی قوم ہے، یہ وہی قوم ہے جس کی طرف آیت زیر بحث میں اولٓئک کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے جس طرح کہ ھنالک کے ذریعہ میدان بدر کی طرف اشارہ کیا گیا۔

کلام اللہ سے ظاہر ہے کہ نہ صرف مشار الیہ معہود ہوتا ہے بلکہ ضمیر کا مرجع بھی معہود ہوتا ہے آیۂ انا انزلناہ اس پر شاہد ہے انزلناہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع یعنی قرآن اس آیت میں مذکور نہیں معہود ہے۔

بر سبیل تنزل اگر معترض کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے کہ بہٖ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع قرآن ہے تو جب بھی رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ کا ہونا ثابت ہے اس لئے کہ اولٓئک کا مشار الیہ صاحب بینہ اور ان کے مصدقین ہوں گے۔ ہماری یہ توضیح کلام اللہ کے اسلوب بیان کے بالکل مطابق ہے ذیل میں ایک مثال دیجاتی ہے۔

[۱] غرائب القرآن ورغائب الفرقان (برحاشیہ تفسیر ابن جریر طبع مصر المطبوعہ السادس صفحہ ۱۳۳) و غرائب القرآن (طبع ایران) جلد ثانی صفحہ ۲۸

قل فاتوا بعشر سور مثله مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقین فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللّٰہ وان لا الٰہ الا ھو فھل انتم مسلمون (ھود رکوع ۲)	کہہ کر پس لے آؤ اس کی مانند دس سورتیں بنائی ہوئی اور پکار لو جس کو تم پکار سکو سوائے اللہ کے اگر تم سچے ہو پس اگر یہ کفار تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں پس تم جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے پس آیا ہو تم فرمانبردار۔

یہاں لفظ قل (کہہ) کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے اس کے بعد لکم میں ضمیر جمع مخاطب لائی گئی ہے چونکہ قل میں رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے اس قرینہ کی بنا پر مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ لکم میں جو ضمیر ہے اس کے مخاطب رسول اللہ صلعم بھی ہیں اور آپ کے اصحاب بھی۔

صاحب کشاف نے فان لم یستجیبوا کے ذیل میں یہ لکھا ہے

معناہ فان لم یستجیبوا لک وللمومنین لان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والمومنین کانوا یتحدونھم[1]	اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر آپ کا اور مومنین کا کہنا نہ کر سکیں اس لئے کہ رسول اللہ صلعم اور مومنین کفار پر تحدی کرتے تھے۔

امام فخر رازی نے فان لم یستجیبوا کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے

ھذا خطاب للرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وللمومنین والمراد ان الکفار ان لم یستجیبوا لکم فی الاتیان بالمعارضۃ فاعلموا انما انزل بعلم اللّٰہ[2]	یہ رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے اور مومنین سے بھی اور اس سے یہ مراد ہے کہ کفار اگر تمہارا کہنا نہ کر سکیں قرآن کا معارضہ لانے میں پس جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔

اسی طرح آیہ افمن کان علی بینۃ میں صاحب بینہ کا ذکر بصیغہ واحد غائب کیا گیا ہے اس کے بعد اولئک اسم اشارہ آیا ہے چونکہ اس آیت میں پہلے صاحب بینہ کا ذکر کیا گیا ہے اس قرینہ کی بنا پر اولئک کا مشار الیہ صاحب بینہ اور ان کے مصدقین ہوں گے جس طرح کہ لکم کے

[1] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۶۰۶ [2] تفسیر کبیر (طبع قسطنطنیہ) الجز الخامس صفحہ ۶۲

مخاطب رسول اللہ صلعم اور آپکے اصحاب قرار پائے ہیں اس بنا پر کہ اس سے قبل رسول اللہ صلعم سے خطاب کیا گیا ہے۔ اولئک میں صاحب بینہ اور ان کی جماعت سب شامل ہے تو معنی یہ ہونگے کہ صاحب بینہ قرآن پر ایمان لائیں گے یعنی اس کی تصدیق کریں گے جیسا کہ انبیاے سابقین نے لتومنن بہ ولتنصرنہ[1] (ضرور ان پر ایمان لانا یعنی اس کی تصدیق کرنا اور ان کی مدد کرنا) کی بنا پر رسول اللہ صلعم کی تصدیق کی اور آپ کے اوصاف بیان کر کے اپنی اپنی امت کو تاکید کی کہ نبی آخر الزماں پر ایمان لاکر ان کو نصرت دیں۔ اسی طرح صاحب بینہ یعنی قرآن کی تصدیق کریں گے اور آپ کی جماعت اس پر ایمان لاے گی۔

اگر یہ کہا جاے کہ مہدیؑ تو امت رسول کے لئے مبعوث ہوے ہیں اور امت رسول قرآن پر ایمان رکھتی ہے تو اولئک یومنون بہ میں قوم مہدیؑ کی تخصیص کیسے یعنی وہ پہلے سے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں تو دوبارہ ایمان لانے کے کیا معنی؟ ہم اس عجمیت کا کوئی جواب نہیں دینا چاہتے البتہ اہل نظر کو کلام اللہ کی جانب دعوت دیتے ہیں یہی مہدویت کا طرہ امتیاز بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یاایھا الذین آمنوآ آمنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ (النساء ع)

اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے

کلام اللہ میں جہاں کہیں یاایھا الذین آمنوا سے خطاب کیا گیا ہے اس سے مسلمان ہی مراد ہیں۔ مشرکین، اہل کتاب اور منافقین نہیں۔ منافقین کے لئے "منافقین" اور "منافقات" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مشرکین اور اہل کتاب کو "مشرکین" اور "اہل الکتاب" کے الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ یاایھا الذین آمنوا میں مسلمان مخاطب ہیں اور آمنوا باللہ میں ایمان کے استحکام اور تکمیل کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اولئک یومنون بہ میں صاحب بینہ کی قوم کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ بدرجہ اتم قرآن پر ایمان لائیگی۔ اس اتمام ایمان کا ایک جلوہ مہدویت

[1] آل عمران رکوع ۹

ہیں ہمیشہ روشن نظر آیا کیونکہ تمام مواعظ تفسیر کلام اللہ ہی کے دائرہ میں رہتے تھے اور اسی لئے تقریر تفسیر کو "بیان" کہتے تھے یعنی بیان القرآن۔

خلاصہ یہ کہ "بہ" میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع صاحب بینہ ہے، بزعم مدعی اگر اس ضمیر کا مرجع قرآن قرار دیا جائے تو جب بھی رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے وہ امام مہدی علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

محبوب پریس واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چیچی گوڑہ ریلوے گیٹ

محبوب پریس واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ چیچی گوڑہ ریلوے گیٹ

باب ششم

سراج الابصار کی زبان، ماخذ قبول عام متن اور اس کی تصحیح

سراج الابصار کے مباحث کی تائید اور توضیح ایک حد تک گزشتہ ابواب میں ہو گئی اب اس کی زبان کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

سراج الابصار کی زبان شیخ علی کا رسالہ تقریباً گیارہ صفحوں پر مشتمل ہے اس میں تقریباً تین صفحے دوسری کتابوں کی عبارت ہے اس لحاظ سے شیخ کی عبارت کے صرف آٹھ صفحے رہ جاتے ہیں، میاں عالم باللہ نے اس میں زبان کی گیارہ خامیاں بتائی ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی اصلاح بھی کر دی ہے۔ حضرت عالم باللہ کے قول "قد اغمضنا عما سبق من عبارته" (سراج الابصار ص۲۴) سے ظاہر ہے کہ شیخ کے رسالہ میں زبان کی خامیاں اور بھی تھیں لیکن آپ نے چشم پوشی سے کام لیا۔

اسعد کی نے اپنے رسالہ شہب محرقہ میں مہدویوں کو بہت سخت سست کہا ہے، مہدویٔ مذہب سے اس قدر عناد رکھنے اور خود صاحب زبان ہونے کے باوجود مذکورہ گیارہ تبصروں میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا، البتہ میاں عالم باللہ کی وہ عبارت درج کرنے کے بعد جو "لقد رایت" سے شروع ہو کر" علام ترجیح بعضها علی بعض" پر ختم ہو جاتی ہے (سراج الابصار ص۶) یہ لکھا ہے "لا یخفی علی اللبیب مرضه من جهة العربیة"[۱] یعنی دانشمند پر ان کی عربی کی کمزوری نہیں چھپ سکتی۔ واضح ہو کہ عربی زبان میں لسانی ضعف ظاہر کرنے کے لئے "سقیم" استعمال کرتے ہیں "مرض" نہیں۔ صاحب اقرب الموارد نے یہ لکھا ہے (کلام سقیم) خلاف صحیح وکذا فهم سقیم[۲]۔ حاصل یہ کہ اسعد کی کا قول دعوائے بے دلیل ہے، اسی لئے صاحب کنز الدلائل

---

[۱] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۹۵ (کلام فارسی نمبر ۱۷۸، کتب خانہ آصفیہ) [۲] اقرب الموارد (طبع بیروت) جلد اول ص۵۲۶

نے لکھا ہے کہ اسعد کی کا یہ کہنا محض اس کے عناد کی وجہ سے ہے، عبارت میں کوئی خامی تھی تو اس کی تصریح کیوں نہیں کی کنز الدلائل کی عبارت یہ ہے

وآنکہ گفتہ "لایخفی مرضہ من جہتہ العربیۃ" و این از غایت عناد جو دلدین است کہ در کلام فصیحان اہل بلاغت بلاجہت بجہالت جبلت ایما بہ نقص عبارت نماید تا عوام را در دام ریب اندازد اگر فی الواقع قصور در عبارت بر خلاف قاعدۂ عربیت می بود پس چرا بیان نکرد۔[۱]

اور یہ جو کہا کہ ان کی عربی کی کمزوری نہیں چھپتی یہ جو والدین کے انتہائی عناد کی وجہ سے ہے کہ فصحا اور اہل بلاغت کے کلام میں اپنی جبلی جہالت سے بغیر کسی وجہ کے نقص کی طرف ایما کرتا ہے تاکہ عوام کو شک کے دام میں ڈالدے فی الواقع عبارت میں عربی کے قواعد کے لحاظ سے کوئی کوتاہی تھی تو کیوں بیان نہیں کی۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی سراج الابصار کی زبان سے تعرض نہیں کیا اگرچہ علما کی ایک جماعت اس کی تالیف میں شریک تھی جیسا کہ مشہور ہے میاں عالم باللہ کے گیارہ تبصروں میں سے صرف ایک تبصرے کے ایک جزو کا جواب دیا ہے اور وہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا (صفحہ ۳۸۴) سراج الابصار کے مرتبہ نسخہ میں کوئی لسانی سقم نظر آئے تو ممکن ہے راقم الحروف سے تساہل ہوا ہو۔ جیسا کہ صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب ہفتم میں بیان کیا ہے میاں عالم باللہ سجاوندی تھے لیکن ان کا دل ان کا دماغ اور ان کی زبان عربی تھی، میاں شیخ مبارک ناگوری نے فارسی میں استفسار کیا تو منہاج التقویم میں آپ نے عربی میں جواب دیا ہے۔

ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا عرب بول رہا ہے

(۱) شیخ نے رسالۃ الرد میں یہ بیان کیا ہے کہ لوگ مہدویوں کے اعمال از قبیل صوم و صلوٰۃ دیکھکر ان کے معتقد ہو جاتے ہیں، اس کے جواب میں میاں عالم باللہ نے عرب کا یہ محاورہ استعمال کیا ہے "ان الکذوب قد یصدق (سراج الابصار صفحہ ۴۳) یعنی جھوٹا کبھی سچ بول لیتا ہے

(۲) شیخ نے ایک جگہ یہ بے ربط عبارت لکھی ہے "ثم من فسائمهم تفسیرهم القرآن بالرائے فورد من قال فی القرآن فاصاب فقد اخطا" اس پر یوں تبصرہ فرمایا ہے،

[۱] کنز الدلائل ورق ۹۶

کہ "کلام الشیخ ملحق باصوات البھائم" (سراج الابصار صـ۶۲) یعنی شیخ کا کلام اصوات بہائم سے ملتا جلتا ہے اس کے بعد بیان کیا ہے کہ نورد کی فا کو اس کے ماقبل سے کوئی ربط نہیں ہے۔ ایک بےربط بات کو عرب اپنے اردگرد کے جانوروں کی صوت کے سوا اور کس سے تشبیہ دے سکتا ہے؟

(۳) حضرت عالم باللہ نے اصحاب مہدیؑ کے خشیۃ اللہ سے لرزنے کو اس طرح بیان کیا ہے کم ممن ترتعد فرائصہ (سراج الابصار صـ۴۷) فریصہ شانہ کے گوشت کو کہتے ہیں۔ عرب اگر یہ بیان کرنا چاہے کہ فلاں شخص کانپ رہا ہے تو کانپنے کو شانہ کے گوشت سے منسوب کرتا ہے اور مراد شخص ہوتا ہے۔

(۴) روایت کے مشہور ہونے کو اس طرح ادا کیا ہے کہ ھذہ الروایۃ فیہ ظاھرۃ ظھور الشمس فی الظھیرۃ (سراج الابصار صـ۱۲۶) یعنی اس روایت کا اس میں موجود ہونا اتنا ہی ظاہر ہے جتنا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت سورج کا ظہور۔ دوپہر کے وقت سورج کے ظہور کا اندازہ وہی شخص زیادہ کرسکتا ہے جو عرب جیسے گرم ملک میں دوپہر کی گرمی محسوس کرے۔

(۵) شیخ نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ مہدیؑ کا انکار کفر نہیں ہے پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ مہدویوں کا کافر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ ان کا اس مہدی کو ماننا اُس مہدی کے انکار کو مستلزم ہے جس میں یہ علامتیں پائی جائینگی۔

شیخ کے اس تناقض قول کو بیان کرنے کے لئے عرب اس سے بہتر کیا مثال پیش کرسکتا ہے ینقض کلامہ الاول بکلامہ الآخر من غیر فصل بعید کریطۃ الحمقا نقضت غزلھا الی آخرہ (سراج الابصار صـ۱۳۶) یعنی شیخ کی پہلی بات دوسری بات سے ٹوٹ رہی ہے اس ریطہ نامی بیوقوف عرب عورت کے سوت کی طرح جسے وہ مضبوط کات کر پھر ٹکڑے ٹکڑے کردیا کرتی تھی۔ واضح ہو کہ عرب میں ریطہ نامی ایک بیوقوف عورت تھی صبح سے لے کر دوپہر تک خود بھی کاتتی تھی اور اپنی کنیزوں کو کاتنے کا حکم دیتی تھی اور دوپہر کے بعد پھر حکم دیتی تھی کہ کاتے ہوئے کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ ایک روایت میں اس کے نام کا رایطہ ہونا مذکور ہے[۱]

۱؎ اخبار الحمقیٰ والمغفلین (طبع دمشق ۱۳۴۵ھ) صـ ۴۰

قطع نظر اس کے اس عبارت میں کلام اللہ کی طرف تلمیح ہے ۔

(۶) شیخ کو محدث ہونے کا دعویٰ ہے لیکن باتیں ایسی کرتا ہے جو فن حدیث سے بیگانہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں (دیکھو سراج الابصار صفحہ ۱۵)

میاں عالم باللہ نے اس کے قول کو ہبنق کے کلام سے تشبیہ دی ہے کیونکہ عربوں میں اس کا حمق مشہور ہے ۔ میاں عالم باللہ کے الفاظ یہ ہیں " وعد نفسه من المهرة مع تكلمه بكلام مشابه بكلام هبنق (سراج الابصار صفحہ ۱۵۲) اور اپنے آپ کو ماہرین میں شمار کرتا ہے حالانکہ خود ایسی گفتگو کرتا ہے جو ہبنق کے کلام کے مشابہ ہوتی ہے ۔

عبدالرحمن ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ ہبنق نے سنکھ ' ہڈیوں اور خزف کا ایک ہار اپنے گلے میں ڈال رکھا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے اپنے آپ کو گم کر دینے کا اندیشہ ہے اس لئے خود کو پہچانے کے لئے میں نے یہ ہار پہنا ہے ۔ ایک رات کو اس نے یہ ہار اپنے بھائی کے گلے میں ڈال دیا اور صبح ہوئی تو اس سے مخاطب ہو کر یہ کہا یا اخی انا انت فمن انا[۱] یعنی اے میرے بھائی میں تو ہوں اب بتا کہ میں کون ہوں ۔

(۷) میاں عالم باللہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس کا اعتقادی دار و مدار شیخ جیسے لوگوں پر ہو ۔ اس کے لئے آپ نے خالص عربوں کا محاورہ استعمال کیا ہے فكيف يفلح قوم تدور رحاهم على مثل هذا الشيخ (سراج الابصار صفحہ ۱۶) یعنی وہ قوم کس طرح فلاح پا سکتی ہے جس کی چکی شیخ جیسوں پر گردش کرتی ہو ۔

(۸) کہنا یہ چاہتے ہیں کہ شیخ کی فکر بھٹکتی رہتی ہے یہ مفہوم ادا کرنے کے لئے ایک عرب اپنے ارد گرد ہی کی چیز پیش کریگا يخبط فكره في الامور خبط عشواء (سراج الابصار صفحہ ۱۶۶) یعنی اس کی فکر تمام امور میں اس طرح بھٹکتی پھرتی ہے جس طرح کم نظر اونٹنی ۔

(۹) عرب " سب " کا مفہوم ادا کرنا چاہتا ہے اس کے پیش نظر چھوٹے سنگریزے بھی ہوتے ہیں بڑے بھی لہذا اپنا مفہوم انہیں کے ذریعہ ادا کرتا ہے لشخص متصف بما فضها و قضقها (سراج الابصار صفحہ ۱۶۷)

[۱] اخبار الحمقیٰ و المغفلین (طبع دمشق ۱۳۴۵ھ) صفحہ ۲۲

یعنی ایسے شخص کے لئے جو تمام صفات سے متصف ہے۔ قض چھوٹے سنگریزے کو کہتے ہیں اور قضیض بڑے سنگریزے کو[1] مقصود یہ کہ سب کے سب۔

(۱۰) کہنا یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے قلوب عدل سے بھرجاتے ہیں حقیقت میں وہی اہل الارض ہیں بقیہ جانور ہیں ایک عرب کے پیش نظر اونٹ رہتے ہیں اس لئے میاں عالم باللہؒ نے یہ کہا کہ فھولاء اھل الارض وغیرھم کبعیرھم (سراج الابصار ص۱۷) یعنی اہل ارض تو حقیقت میں یہی لوگ ہیں ان کے سوا جو لوگ ہیں وہ ان کے اونٹوں کی طرح ہیں۔

(۱۱) مطابقت کا مفہوم میاں عالم باللہؒ نے اس طرح ادا کیا ہے مطابقۃ النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ (سراج الابصار ص۱۹۲) جیسے نعل (جوتی) نعل کے اور تیر کا پر تیر کے پر کے مطابق ہوتا ہے یہ دونوں چیزیں عربوں کی زندگی سے مختص ہیں۔ جوتی کی تشبیہ ان کی سادہ زندگی بتاتی ہے اور تیر کا پر ان کی سپہ گری اور مردانہ زندگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حاصل یہ کہ حضرت عالم باللہؒ کے خیالات اور ان کی زبان خالص عربوں کی ہے

صلوٰۃ وسلام کا استعمال اسی طرح حضرت عالم باللہؒ نے ایک جگہ امام مہدی علیہ السلام کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس لئے کہ سیاق کا مقتضیٰ یہی تھا اور "رضی اللہ عنہ" کے لئے محاورۂ عرب میں کوئی تخصیص نہ تھی میاں عالم باللہؒ کی عبارت یہ ہے۔

فان لم یحصل لک الیقین ایھا المنصف بھذہ الاخلاق فی تصدیق المھدی علیہ السلام فکیف حصل بھا فی النبی علیہ السلام لبصراء زمانہ لازال حالہ رضی اللہ عنہ فی الدعوۃ الی اللہ بلسان ذلق الیہ میل کل نفس بنعت الشوق والجذبات وماکان حالہ الاسکران التجلیات والمشاھدات (سراج الابصار ص۸۶)

واضح ہو کہ مذکورہ عبارت میں امام مہدی علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد نبیؐ کا لفظ آیا ہے زمانہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع لفظ نبی ہے لفظ "زمانہ" کے بعد بلا فصل "لازال حالہ" آیا ہے "لازال حالہ" کے بعد بھی علیہ السلام لاتے تو حالہ میں جو ضمیر ہے اس کے مرجع میں نبی کا اشتباہ ہوتا

[1] منتہی اللارب

اس لئے بلاغت کا اقتضا یہی تھا کہ رسول اللہ صلعم کے ذکر کے بعد کوئی ایسا لفظ آ جائے جو سامع کے ذہن کو اس امر کی طرف منتقل کر دے کہ رسول اللہ کا ذکر ختم ہو چکا ہے اس لئے میاں عالم باللہ نے "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور جہاں ضرورت نہ تھی ضمیر کے ساتھ "علیہ السلام" کے الفاظ لائے ہیں۔ منہاج التقویم میں میاں شیخ مبارک ناگوری کے چوتھے سوال کے جواب میں یہ بیان کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی قمیص اہل المہدی کے ہاں آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، منہاج التقویم کی عبارت یہ ہے

وقمیص المهدی علیه السلام (فی) زماننا هذا موجود عند اهله علیه السلام وقد رای المولف بعینه

مذکورہ بلاغت بیان کی ایک اور مثال دی جاتی ہے۔ فوائد الاخبار کے حوالہ سے میاں عالم باللہ نے یہ حدیث درج کی ہے من انکر خروج المهدی فقد کفر بما انزل علی محمد (سراج الابصار ص۱۳۸) اس کے ذیل میں عالم باللہ نے یہ لکھا ہے

فاعلم ایها المنصف ان المفهوم بمنطوق الحدیث ان خروجه فیما انزل الیه علیه السلام

حدیث مذکور میں انزل کے ساتھ علی کا صلہ آیا ہے لیکن میاں عالم باللہ نے اس حدیث کی شرح میں "انزل الیه" لکھا ہے یہ اس لئے کہ انہیں 'علیه السلام' لانا تھا اگر وہ "انزل علیه علیه السلام" لکھتے تو خلاف فصاحت و بلاغت تھا۔ اسی طرح مذکورہ صدر عبارت میں "لازال حاله" کے بعد 'علیه السلام' کے الفاظ لائے جاتے تو حالہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع لفظ نبی قرار پاتا اور یہ مخل بلاغت تھا۔

دوسری جگہ میاں عالم باللہ نے امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں کے لئے علیہ السلام کے الفاظ استعمال کئے ہیں اذ بعض احکام الشرایعة الاجتهادیة یرفعه المهدی و عیسی علیهما السلام۔ اس کی شرح میں میاں سید حسین عالم نے لکھا ہے کہ بردارد آں را مہدی و عیسیٰ

علیہما الصلوٰۃ والسلام[1]۔

کتاب سراج الابصار کی ابتدا میں تو حضرت عالم باللہ نے رسول اللہ صلعم آپ کی آل آپ کے ازواج آپ کے اصحاب اور خاص طور پر امام مہدیؑ پر صلوٰۃ بھیجی ہے عالم باللہ کی عبارت یہ ہے

اصلی علی نبیہ محمد ...... خصوصاً علی الامام الکامل الی آخرہ۔

یہ استعمال بھی محاورہ عرب کے موافق ہے اس کی توضیح بعد کو آئے گی۔

قطع نظر اس کے عالم باللہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے کہ اللہ کی خلافت آپ کے لئے منصوص ہے

المہدی محفوظ عن الخطا قطعا منصوص بالخلافۃ عن اللہ (سراج الابصار)	مہدی قطعی طور پر خطا سے محفوظ ہیں اور اللہ کی خلافت ان کے واسطے منصوص ہے۔

ایسی صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ میاں عالم باللہ کا لفظ مہدی کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا من حیث اللسان تھا من حیث الاصطلاح نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ "صلی اللہ علیہ وسلم" رسول اللہ کے لئے "علیہ السلام" دوسرے انبیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح "رضی اللہ عنہ" صحابہ کے لئے اور "رحمہ اللہ" دیگر بزرگان دین کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو جواب میں کہا جائیگا کہ یہ سب عجمیوں کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں اس لئے کہ قرون اولی میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی (احزاب ع ۷)	تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے

ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ (احزاب ع ۶)	وہی تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔

پہلی آیت میں اللہ اور اس کے فرشتوں کا نبی علیہ السلام پر صلوٰۃ بھیجنا مذکور ہے۔ دوسری آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے مومنین پر بھی صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اس لحاظ سے صلوٰۃ کو

[1] یہ عبارت نسخہ "ش" کے صفحہ ۱۸۵ سے لی گئی ہے اور "ض" کے تاریخی نسخہ کا متن بھی اس کے موافق ہے۔

نبی یا خلیفۃ اللہ سے مختص کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا وصل علیھم (التوبۃ ع ۱۳)

ان کے اموال سے صدقہ لو انہیں پاک کرو اور انہیں پاکیزہ کرو اس سے اور ان پر صلوٰۃ بھیجو۔

اس آیت میں "صدقہ" دینے والوں پر صلوٰۃ بھیجنے کے لئے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا گیا ہے اس سے بھی صلوٰۃ کی تخصیص ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح "سلام" بھی انبیا اور اللہ کے خلفا سے مختص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

والسلام علی من اتبع الھدیٰ (طٰہٰ ع ۲)

اور سلام ہے اس پر جو پیروی کرے ہدایت کی۔

احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص جو رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ بھیجے خداوند تعالیٰ بھی اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صل علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا رواہ مسلم[1]

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجے تو خداوند تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجے گا۔ مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر مرد مسلمان جو رسول اللہ پر صلوٰۃ بھیجے "وہ صلی اللہ علیہ" کا مصداق ہے۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے

فقال ان جبرئیل علیہ السلام قال الا ابشرک ان اللہ عز وجل یقول لک من صلی علیک صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ رواہ احمد[2]

پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کو بشارت دوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کہتا ہے کہ جو آپ پر صلوٰۃ بھیجے اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام بھیجے اس پر سلام بھیجتا ہوں۔

امام بخاری نے ایک باب ہی قائم کر دیا ہے" باب ھل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(باب اس بارے میں کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں پر بھی صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے)

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور) جلد اول صفحہ ۴۰۶ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۱۲

اس باب میں یہ حدیث درج کی ہے

حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبہ عن عمرو بن مرۃ عن ابن ابی اوفی کان اذا اتی رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصدقتہ قال اللھم صل علیہ واتاہ ابی بصدقتہ فقال اللھم صل علی آل ابی اوفی[1]

روایت کی ہم سے سلیمان بن حرب نے انہوں نے کہا کہ روایت کی ہم سے عمرو بن مرہ نے ابن ابی اوفی سے کہ جب کبھی کوئی شخص صدقہ لے کر رسول اللہ صلعم کی جناب میں آتا تو آپ فرماتے یا اللہ اس پر صلوۃ بھیج اور حاضر ہوتے آپ کی جناب میں میرے باپ صدقہ لے کے پس آپ نے فرمایا یا اللہ ابی اوفی کی آل پر صلوۃ بھیج۔

اسی طرح عمرو بن عاص پر بھی رسول اللہ صلعم نے صلوۃ بھیجی ہے اللھم صل علی عمرو بن عاص[2]

سنن ابوداود (کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی غیر النبی صلعم) میں یہ روایت آئی ہے

ان امراۃ قالت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم صل علی وعلی زوجی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیک وعلی زوجک[3]

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلوۃ بھیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تجھ پر اور تیرے شوہر پر صلوۃ بھیجے۔

مذکورۂ بالا آیتوں اور حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر صلوۃ وسلام بھیج سکتے ہیں۔ اب رہی یہ بحث کہ قرون اولی میں رسول اللہ صلعم دیگر انبیا اور ان کے نام کے ساتھ کیا لکھا جاتا تھا اور کیا بولا جاتا تھا۔

عربی کی قدیم کتابوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ رسول اللہ سے مختص نہیں تھے ابن سعد نے طبقات میں دوسرے پیغمبروں کے نام کے ساتھ بھی صلعم کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (۱) ذکر ادریس النبی صلعم (۲) ذکر نوح النبی صلعم (۳) ذکر ابراہیم خلیل الرحمن صلعم[4]

امام مالک کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اصحاب رسول پر بھی صلوۃ بھیجتے تھے

[1] صحیح بخاری (اصح المطابع مطبع مصطفائی ۱۳۰۵ھ) جلد دوم صفحہ ۹۴۱ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۲۳۱ [3] سنن ابوداود (اصح المطابع مجتبائی دہلی) الجلد الاول صفحہ ۲۲۱ [4] طبقات ابن سعد (مطبوعہ لیدن) الجزء الاول من القسم الاول صفحہ ۱۶، ۳۱

عبدالحق محدث دہلوی نے یہ بیان کیا ہے۔

درحدیث ابن عمر آمدہ است کہ وی صلوۃ میفرستاد برنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و برابی بکر و عمر ذکر کردہ است این را مالک در موطا (مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۳۱)	ابن عمر کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر صلوۃ بھیجتے تھے ذکر کیا ہے اس کا امام مالک نے موطا میں۔

"صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ رسول اللہ سے مختص نہیں تھے "علیہ السلام" بھی استعمال ہوتا تھا۔ ابن سعد نے طبقات کے جزو اول (من القسم الاول) میں یہ لکھا ہے

(۱) ذکر القرون والسنن التی بین آدم و محمد علیہما السلام (صفحہ ۲۶)

(۲) ذکر امہات رسول اللہ علیہ السلام (صفحہ ۳۰)

(۳) ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہ علیہ السلام قبل ان یوحی الیہ (صفحہ ۹۶)

(۴) ذکر اول ما انزل علیہ من القرآن وما قیل لہ علیہ السلام (صفحہ ۱۳۰)

(۵) ذکر سبب رجوع اصحاب النبی علیہ السلام من ارض الحبشۃ (صفحہ ۱۳۷)[1]

مذکورہ حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" بھی استعمال ہوتا تھا۔ تعجب ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے علیہ السلام کے استعمال کو عجمیوں سے منسوب کیا ہے "در کلام اکثر اعاجم نسبت بہ آنحضرت علیہ السلام بسیار واقع است"[2] یعنی عجمیوں کے کلام میں آنحضرت کی نسبت "علیہ السلام" بہت استعمال ہوا ہے۔

حالانکہ ابن سعد کے ہاں یہ الفاظ موجود ہیں اور ابن سعد جملہ مولفین صحاح سے متقدم ہے۔ ہاں عجمیوں کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ سے مختص کر دیا۔ جس طرح علیہ السلام کے الفاظ آنحضرت صلعم اور دیگر انبیا کے لئے استعمال ہوتے تھے اسی طرح اصحاب رسول کے لئے بھی استعمال ہوتے تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے

(۱) ذکر لباس علی علیہ السلام[3] (۲) ابوبکر الصدیق علیہ السلام[4]

[1] طبقات ابن سعد الجزء الاول من القسم الاول [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۳۱ [3] طبقات ابن سعد الجزء الثالث من القسم الاول صفحہ ۱۷ [4] طبقات ابن سعد الجزء الثالث من القسم الاول صفحہ ۱۱۹

ابن سعد نے حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ "صلوات اللہ علیہ" بھی استعمال کیا ہے

فقال علی صلوات اللہ علیہ وبرکاتہ [1]

عبد الحق محدث دہلوی نے بیان کیا ہے کہ قدیم کتابوں میں اہل بیت کے ساتھ جن میں ازواج مطہرہ بھی شامل ہیں "علیہ السلام" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ محدث دہلوی کی عبارت یہ ہے "در کتب قدیم نسبت بہ اہل بیت بعضی کہ شامل ازواج مطہرہ نیز باشد علیہ السلام دیدہ می شود واللہ اعلم" [2]

متاخرین عجم کا یہ کہنا کہ "رحمۃ اللہ" عام بزرگان دین کے لئے استعمال ہونا چاہیے صحیح نہیں۔ یہ الفاظ اصحاب رسول کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں۔

طبقات ابن سعد (الجزء الاول) میں مذکور ہے

(۱) عثمان رحمہ اللہ (صفحہ ۳۶) [3] (۲) ذکر اسلام ابی بکر رحمہ اللہ (صفحہ ۱۲۱) (۳) اسلام عمر رحمہ اللہ (صفحہ ۱۹۱)

رضی اللہ عنہ کا استعمال

خود شیخ عبد الحق نے بھی تسلیم کیا ہے کہ دیار عرب میں "رضی اللہ عنہ" اور "رحمۃ اللہ علیہ" سب مشائخ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ محدث دہلوی کی عبارت یہ ہے

در مردم متاخرین بعضے اصطلاحات دیگر پیدا شد اما در دیار عرب رضی اللہ عنہ و رحمۃ اللہ علیہ میگویند جملہ مشائخ را و صاحب ہدایہ برائے خود می گوید قال رضی اللہ عنہ [4]	متاخرین میں بعض اصطلاحیں پیدا ہو گئی ہیں لیکن دیار عرب میں "رضی اللہ عنہ" اور "رحمۃ اللہ علیہ" عام مشائخ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور صاحب ہدایہ اپنے لئے کہتے ہیں قال رضی اللہ عنہ۔

اس عبارت میں متاخرین سے متاخرین عجم مراد ہے اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں محدث دہلوی نے دیار عرب کا ذکر کیا ہے جس طرح صاحب ہدایہ اپنے لئے "رضی اللہ عنہ" استعمال کرتے ہیں اسی طرح ابو محمد علی ابن احمد بن حزم قرطبی اپنے لئے "رضی اللہ عنہ" استعمال کرتے ہیں مثلاً

(۱) قال ابو محمد رضی اللہ عنہ فجمعنا کتابنا ھذا الی آخرہ۔

---

[1] طبقات ابن سعد الجزء الثانی من القسم الاول صفحہ ۸۱ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۳۲
[3] طبقات ابن سعد الجزء الاول من القسم الاول [4] ایضاً

(۲) قال ابو محمد رضی اللہ عنہ ھذا باب قد احکمناہ فی کتابنا الی آخرہ[1]

واضح ہو کہ صاحب ہدایہ کا زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے اور وطن ترکستان' اور ابن حزم کا وطن قرطبہ اور اس کا زمانہ پانچویں صدی ہجری ہے۔ امام فخر الدین رازی نے سورہ کہف کی تفسیر کے آخر میں یہ لکھا ہے "قال المصنف رضی اللہ عنہ تم التفسیر ھذہ السورۃ یوم الثلاثا السابع عشر من شہر صفر سنۃ اثنتین وستمایۃ۔[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بلاد اسلامی میں "رضی اللہ عنہ" اصحاب رسول کے لئے مختص نہیں تھا۔

شیخ عبد الوہاب شعرانی (المتوفی ۹۷۳ھ) نے کتاب طبقات کبریٰ میں اپنے معاصرین کا بھی ذکر کیا ہے اور ہر ایک کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔[3]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے الفاظ" اما در دیار عرب رضی اللہ عنہ و رحمۃ اللہ علیہ میگویند جملہ مشائخ را" (لیکن دیار عرب میں سب مشائخ کے لئے رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں) سے ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں بھی (یعنی گیارہویں صدی ہجری میں) یہی طریقہ تھا۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ "صلی اللہ علیہ وسلم" رسول اللہ سے مختص نہیں ہے۔ اس تخصیص کے لئے نہ تو کوئی صحیح حدیث ہے اور نہ امت کا اس پر اجماع تھا۔

دوسرے یہ کہ "علیہ السلام" انبیا کے لئے مختص نہیں ہے' اصحاب اور اہل بیت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور کلام اللہ میں ہر اس شخص پر سلام بھیجا گیا ہے جو ہدایت پر ہو۔ تیسرے یہ کہ "رضی اللہ عنہ" کا استعمال عام تھا آج کل کی طرح اصحاب رسول سے مختص نہیں تھا۔

رضی اللہ عنہ کے الفاظ تو اصحاب رسول کے زمانہ میں خود آنحضرت صلعم کے لئے استعمال ہوئے ہیں صفیہ بنت عبد المطلب نے آنحضرت کی وفات پر مرثیہ کہے ہیں' ایک مرثیہ کے دو شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

فلقد کان بالعباد رؤوفا — ولھم رحمۃ وخیر رشید

بے شبہ حقیقت میں آپ مہربان تھے — اور ان سب کے لئے رحمت اور بہترین رہنما تھے

رضی اللہ عنہ حیا ومیتا — وجزاہ الجنان یوم الخلود[4]

راضی رہے اللہ آپ سے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی — اور آپ کو ہمیشگی کے دن باغ جنت جزا میں عنایت فرمائے

[1] الفصل فی الملل والاھواء والنحل مطبوعہ مصر الجزء الاول صفحہ ۱ [2] تفسیر کبیر (طبع قسطنطنیہ) الجزء الخامس صفحہ ۷۶۳
[3] طبقات کبریٰ (طبع مصر) الجزء الثانی صفحہ ۱۸۶ [4] طبقات ابن سعد الجزء الاول من القسم الثانی صفحہ ۹۶

جس طرح دوسرے شعر میں "رضی اللہ عنہ" رسول اللہ صلعم کے لئے استعمال کیا گیا ہے اسی طرح میاں عالم باللہ نے بھی امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ محاورہ عرب ہے متاخرین عجم کا استعمال نہیں ہے۔

قطع نظر اس کے سراج الابصار کے بعض نسخوں میں مثلاً "ف" اور "ض" میں رضی اللہ عنہ کی جگہ علیہ السلام کے الفاظ موجود ہیں اور بعض نسخوں میں کچھ بھی نہیں مثلاً نسخہ "ک" میں۔

علامہ منتجب الدین نے مخزن الدلائل میں "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو کے لئے استعمال کئے ہیں۔ مخزن الدلائل کے آخر میں اصحاب مہدیؑ اور اولاد مہدیؑ کی روحانی زندگی بیان کرنے کے بعد یہ کہتے ہیں

ذلک من فیض المهدی المتبوع لهم رضی الله عنه کما رضی الله عن نبینا علیه السلام۔	وہ حضرت مہدی علیہ السلام کا فیض ہے جن کے یہ تبع ہیں راضی ہوا ان سے اللہ تعالیٰ جیسا کہ راضی ہوا ہمارے نبی سے سلام ہو ان پر۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ من رضی عن الله رضی الله عنه[1] یعنی جو شخص اللہ سے راضی ہوتا ہے اللہ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

اس سے بھی رضی اللہ عنہ کا کسی سے مختص ہونا ثابت نہیں ہے۔

سراج الابصار کے ماخذ ذیل میں ان کتابوں کی فہرست دی جاتی ہے جن کا اقتباس سراج الابصار میں پیش کیا گیا ہے، ترتیب وہی ہے جو سراج الابصار میں ہے۔

(۱) **حاشیۃ الحسامی** (اصول فقہ) یہ حاشیہ حسامی ہے، متن کا نام المنتخب الحسامی ہے اس کے مصنف شیخ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر اخسیکتی ہیں۔ سال وفات ۶۴۴ھ۔ یہ کتاب طبع ہو گئی ہے عبد العزیز بن احمد بخاری کا حاشیہ مشہور ہے، صاحب فوائد البہیہ نے ان کے متعلق یہ لکھا ہے صاحب الحواشی علی اصول البزدوی والمنتخب الحسامی (فوائد البہیہ طبع مطبع مصطفائی صد ۴۰)

(۲) **شرح مقاصد** (کلام) سعد الدین عمر تفتازانی (المتوفی ۷۹۲ھ) کی شرح ہے

---

(۱) کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد دوم صد ۲۴۳

کئی بار چھپ چکی ہے۔

(۳) **شعب الایمان** (حدیث) اس کے مصنف حافظ احمد بن حسین البیہقی ہیں (وفات ۴۵۸ھ) اس کتاب کا کامل نسخہ کمیاب ہے۔

(۴) **رسالہ طویلہ** مولفہ شیخ علی یعنی رسالۂ البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں (حدیث) اس رسالہ کی تفصیل اس سے قبل صـ۳۱۷ پر دی جاچکی ہے۔

(۵) **شرح غایۃ الاحکام** (فقہ) غایۃ الاحکام کا پورا نام یہ ہے 'غایۃ الاحکام فی صناعۃ الاحکام' مصنف اس کے نجم الدین محمد بن (عبدان الحکیم ابن) اللبودی ہیں سال وفات ۶۶۱ھ (کشف الظنون طبع یورپ جلد چہارم صفحہ ۲۹۶)۔ شرح غایۃ الاحکام کا حوالہ میاں عالم باللہ نے اپنی دوسری تصنیف منہاج التقویم میں بھی دیا ہے۔

(۶) **مدار الفضلاء** (حدیث) یہ مسلم کی شرح ہے۔ مصنف اس کے شیخ نجیب الدین ابو محمد واعظ دہلوی ہیں۔ یہ کتاب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بھی پیش نظر نہیں تھی' قرینہ اس کا یہ ہے کہ "تذکرہ مصنفینؔ" (دہلی) جو ان کی تالیف ہے اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے (اسامی کتب فارسی نمبر ۱۰۶) اس میں شیخ نجیب الدین واعظ دہلوی کا ذکر نہیں ہے۔ شیخ عبد الحق کا یہ رسالہ حیدر آباد دکن سے شایع ہوگیا ہے۔

(۷) **شرح تجرید** (کلام) کتاب تجرید محقق نصیر الدین طوسی نے لکھی ہے' ان کا سالِ وفات ۶۷۲ھ ہے اس کی دو شرحیں بہت مشہور ہیں ایک وہ شرح جو شمس الدین محمود بن عبد الرحمٰن بن احمد الاصفہانی (المتوفی ۷۴۶ھ) نے لکھی ہے یہ شرح قدیم کے نام سے موسوم ہے' دوسری شرح علاء الدین علی بن محمد القوشجی (وفات ۸۷۹ھ) کی ہے یہ شرح جدید کے نام سے موسوم ہے اور یہی زیادہ متداول ہے یہ شرح طبع ہوگئی ہے۔

(۸) **مسند احمد بن حنبل** (حدیث) اس کے جامع امام احمد ابن حنبل الشیبانی ہیں۔ سال وفات ۲۴۱ھ۔ یہ کتاب مصر سے چھ جلدوں میں شایع ہوگئی ہے۔

(۹) **مسلم** (حدیث) اس کے جامع امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری الشافعی ہیں، وفات ۲۶۱ھ۔ متعدد دفعہ طبع ہوئی ہے۔

(۱۰) **تفسیر امام زاھد**۔ اس کے مصنف ابو نصر احمد بن الحسن سلیمانی الزاہد چکی ہیں (فہرست کتب خانہ بانکی پور جلد چہارم ص۲) کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کے دو نسخے ہیں۔ نسخہ نمبر ۱۲۳ (فن تفسیر فارسی) کے پہلے صفحہ پر مرقوم ہے کہ یہ تفسیر ۵۱۹ھ میں بخارا میں لکھی گئی۔

(۱۱) **مدارک** (تفسیر) اس کا پورا نام "مدارک التنزیل وحقائق التاویل فی التفسیر" ہے مصنف اس کے حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی ہیں ان کا سال وفات ۷۰۱ھ اور بروایتے ۷۱۰ھ ہے۔ یہ کتاب بارہا چھپی ہے۔

(۱۲) **شرح عقائد** (کلام) عقائد نسفی شیخ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی نے لکھی ہے (وفات ۵۳۷ھ) اس کی مشہور شرح وہ ہے جو علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی نے لکھی ہے۔ یہ بارہا چھپ چکی ہے۔

(۱۳) **جمع الجوامع** (حدیث) شیخ جلال الدین سیوطی نے حدیث کی متعدد کتابوں سے اس کتاب میں حروف تہجی کے اعتبار سے حدیثیں درج کی ہیں اور شیخ علی مولف الرد نے ان حدیثوں کو ابواب فقہی کے ذیل میں جمع کیا ہے اور اس کا نام کنز العمال رکھا ہے۔

(۱۴) **کرمانی** (حدیث) الکواکب الدراری شرح البخاری معروف بہ شرح کرمانی ہے کے مصنف علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی۔ یہ کتاب ۷۷۵ھ میں مکہ معظمہ میں تمام ہوئی اور مصنف کا سال وفات ۷۸۶ھ ہے اس کتاب کے تین نسخے کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہیں (نمبر ۲۸، ۲۹-۳۰، ۳۱- ۵۵۸، ۵۵۹ حدیث عربی) عینی نے بھی شرح بخاری میں کرمانی کا جابجا حوالہ دیا ہے۔

(۱۵) **حسامی** (اصول فقہ) اس کا ذکر حاشیۃ الحسامی کے ذیل میں کیا گیا ہے یہ کتاب متعدد دفعہ چھپ گئی ہے۔

(۱۶) شرح الشفا (سیرت) الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ۔ اس کے مصنف حافظ ابو الفضل قاضی عیاض ہیں (المتوفی ۵۴۴ھ) اس کے متعدد شروح لکھے گئے ہیں لیکن ابو عبد اللہ محمد بن ابی شریف الحسنی التلمسانی کی شرح مسمی بہ المنہل الاصفا اچھی سمجھی گئی ہے اس کا سال تالیف ۱۱۷۱ھ ہے نواب صدیق حسن خاں نے اس شرح کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "گویند این اجود شروح دست" (اتحاف النبلاء طبع کانپور صفحہ ۹۸)

(۱۷) راغب۔ امام ابو القاسم الحسین بن محمد بن المفضل المعروف بالراغب کچھ اوپر سنہ پانسو ہجری میں وفات پائی ہے ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

(الف) اخلاق راغب (کشف الظنون طبع یورپ جلد اول صفحہ ۲۰۳)

(ب) تفسیر راغب۔ یہ تفسیر بیضاوی کی انوار التنزیل کا ماخذ ہے (کشف الظنون جلد دوم صفحہ ۳۶۱، ۳۶۲)

(ج) المفردات فی غرائب القرآن (لغت قرآن) یہ کتاب طبع ہوگئی ہے۔

(۱۸) شرح السنۃ (حدیث) اس کے جامع الامام حسین بن مسعود البغوی ہیں وفات سنہ ۵۱۶ھ

(۱۹) التحقیق شرح الحسامی (اصول فقہ) غایۃ التحقیق شرح حسامی۔ اس کے مصنف عبد العزیز بن احمد بخاری ہیں ان کا سال وفات ۷۳۰ھ ہے۔ یہ کتاب چھپ گئی ہے۔

(۲۰) الفتوحات المکیہ (تصوف) یہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے وفات ۶۳۸ھ۔ مصر میں چار جلدوں میں چھپ گئی ہے۔

(۲۱) تاویلات القرآن (تفسیر) یہ تاویلات کاشانی کے نام سے بھی مشہور ہے اس کے مصنف شیخ کمال الدین ابی الغنائم عبد الرزاق بن جمال کاشی سمرقندی ہیں وفات سنہ ۸۸۷ھ

(۲۲) عقد الدرر (حدیث) عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر اس کے مولف یوسف بن محمد ہیں۔ اس کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہیں (الف) حدیث عربی (قلمی) نمبر ۲۲۷ (ب) کلام عربی نمبر ۱۸۱ (کتب خانہ کی فہرست میں حدیث عربی کی جگہ نسخہ سہواً کلام عربی میں درج کیا گیا ہے)

(۲۳) **مظہر شرح المصابیح** (حدیث) مصابیح کے متعدد شروح لکھے گئے ہیں ایک وہ شرح ہے جو مظہر الدین الحسین بن محمود الحسن الزیدانی نے لکھی ہے اور یہ مفاتیح کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے (حدیث عربی نمبر ۲۲۸)

(۲۴) **بخاری** (حدیث) جامع الصحیح معروف بہ صحیح البخاری۔ اس کے جامع امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم المتوفی سنہ ۲۵۶ھ۔ ہندوستان اور مصر میں کئی مرتبہ چھپی ہے۔

(۲۵) **عوارف** (تصوف) عوارف المعارف فی التصوف۔ یہ شیخ شہاب الدین ابی حفص عمر (بن محمد) بن عبداللہ السہروردی کی تصنیف ہے (وفات سنہ ۶۳۲ھ) مصر میں احیا العلوم کے حاشیہ پر چھپ گئی ہے۔

(۲۶) **منار** (اصول فقہ) اس کے مولف عبداللہ بن احمد حافظ الدین نسفی ہیں۔ سال وفات ۷۱۰ھ۔ منار کی شرح نور الانوار بہت مشہور ہے۔ منار بارہا چھپی ہے۔

(۲۷) **تمہید** (کلام) التمہید فی اثبات التوحید۔ یہ ابو شکور سالمی کی تصنیف ہے۔

(۲۸) **بزدوی** (اصول فقہ) کنز الوصول الی معرفۃ الاصول المعروف بہ اصول بزدوی تالیف فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی المتوفی سنہ ۴۸۶ھ۔ بخارا میں شہر نسف سے دس میل کے فاصلہ پر ایک قلعہ ہے موسوم بہ بزدہ بزدوی اسی سے منسوب ہے (المنہاج انگریزی صفحہ ۲۲) یہ کتاب بارہا چھپی ہے

(۲۹) **وافیہ** (نحو) رکن الدین حسن بن محمد الاسترآبادی نے کافیہ کے تین شروح لکھے کبیر، متوسط، صغیر، متوسط کا نام وافیہ ہے اور یہی مشہور ہے مصنف کا سال وفات ۷۱۷ھ ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کے دو نسخے موجود ہیں (نمبر ۱۲، ۷۴، فن نحو عربی)

(۳۰) **معالم التنزیل** (تفسیر) ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی کی تفسیر ہے مطبع فتح الکریم (واقع بمبئی) میں طبع ہوئی ہے۔ ان کا سنہ وفات ۵۱۶ھ ہے۔

(۳۱) **بحر مواج** (تفسیر) قاضی شہاب الدین دولت آبادی (المتوفی سنہ ۸۴۹ھ) کی تفسیر ہے فارسی زبان میں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے۔ بڑی تقطیع کی چار جلدوں

پر مشتمل ہے (نمبر ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، فن تفسیر فارسی)

(۳۲) **تفسیر نیشاپوری** (تفسیر) "غرائب القرآن و رغائب الفرقان" معروف بہ تفسیر نیشاپوری، اس کے مصنف علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی النیشاپوری معروف بہ 'نظام الاعرج' ہیں، تین جلدوں میں ایران میں شایع ہوگئی ہے 'تفسیر ابن جریر کے حاشیہ پر مصر میں بھی طبع ہوئی ہے۔

(۳۳) **تذکرۃ القرطبی** (عقائد و حدیث) اس کا پورا نام یہ ہے "التذکرہ باحوال الموتی و امور الآخرۃ"۔ اس کے مصنف شمس الدین محمد ابن احمد بن فرح الانصاری القرطبی الاندلسی ہیں سال وفات ۶۷۱ھ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (نمبر ۲۴۷، ۳۴۸ فن حدیث عربی)

(۳۴) **سرزین** (حدیث) اس کے جامع ابوالحسین رزین بن معویۃ العبدری ہیں کتاب التجرید فی الجمع بین الصحاح ہیں، رزین نے ۵۲۰ھ کے بعد وفات پائی۔

(۳۵) **شرح نووی** (حدیث) یہ مسلم کی شرح ہے جو ابوزکریا یحییٰ بن اشرف النووی الشافعی نے لکھی ہے موسوم بہ منہاج مصر میں ارشاد الساری کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے مصنف کا سال وفات ۶۷۶ھ ہے۔ نووی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔

(۳۶) **طوالع** (کلام) طوالع الانوار۔ یہ قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی (المتوفی ۶۸۵ھ) کی تالیف ہے اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (نمبر ۳۸، فن کلام عربی)

(۳۷) **کتاب ابوالقاسم طبرانی** (حدیث) حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (المتوفی ۳۶۰ھ) کے تین معجم ہیں۔ کبیر، صغیر اور اوسط۔ المعجم الصغیر چھپ گئی ہے۔

(۳۸) **کتاب ابو نعیم اصفہانی** (المتوفی ۴۳۰ھ) کی دو کتابیں مشہور ہیں ایک کتاب الفتن اور دوسری حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء دوسری کتاب مصر میں چھپ گئی ہے۔

(۳۹) **کتاب عبدالرحمن ابن حاتم** (حدیث)

(۴۰) **کتاب نعیم بن حماد** (حدیث) نعیم بن حماد کی کتاب الفتن والملاحم مشہور ہے

کتاب الفتن کا ایک ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (حدیث عربی (قلمی) نمبر ۱۲۷۴)

(۴۱) **سنن ابو عمرو المقری** (حدیث) اتحاف النبلاء المتقین (طبع کانپور صفحہ ۱۵۵) میں معجم ابی بکر المقری لکھا ہے۔

(۴۲) **المزوارف** (تصوف) یہ عوارف کی شرح ہے۔ شارح شیخ علی پیرو گجراتی صاحب تفسیر رحمانی ہیں (اخبار الاخیار طبع دہلی ۱۳۰۹ھ صفحہ ۱۷۴) کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے (فن تصوف عربی نمبر ۱۴۷۸)

(۴۳) **تعلیق** (حدیث) تعلیق المصابیح علی ابواب الجامع الصحیح مولف اس کے ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن عمر القرشی الاسکندری ملقب بہ بدر الدین اور معروف بہ دمامینی ہیں۔ یہ اسکندریہ سے یمن اور یمن سے احمد آباد و علاقہ گجرات آئے اور وہیں ۸۲۸ھ میں وفات پائی (بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۱۳۱)

نواب صدیق حسن خاں نے اتحاف النبلاء میں یہ لکھا ہے کہ "در شہر احمد آباد گجرات کہ در آن زمان باحسن آباد معروف بود اورا اقبال رو داد (صفحہ ۳۶۵) یعنی شہر احمد آباد گجرات میں جو اس زمانہ میں احسن آباد کے نام سے مشہور تھا اس کو اقبال نصیب ہوا۔

احسن آباد کسی زمانہ میں احمد آباد کا نام نہیں تھا۔ یہ گلبرگہ (دکن) کا نام ہے۔ صحیح وہی ہے جو سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ یہ گلبرگہ دکن آئے اور ایک مدت تک مقیم رہے اور نشر علم فرماتے رہے اور یہیں ۸۳۷ھ یا ۸۳۸ھ میں وفات پائی (بغیۃ الوعاۃ (طبع مصر) صفحہ ۲۷)

(۴۴) **احیاء علوم الدین** (تصوف) اس کے مصنف امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی نے ۵۰۵ھ میں وفات پائی ہے۔ مصر سے چار جلدوں میں شایع ہو گئی ہے۔

(۴۵) **بیضاوی** (تفسیر) انوار التنزیل و اسرار التاویل معروف بہ تفسیر بیضاوی مولفۂ قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ متعدد دفعہ ہند و مصر و ایران میں چھپ گئی ہے۔

(۴۶) **بستان ابو اللیث السمرقندی** (حدیث) بستان العارفین ابو لیث
نصر بن محمد السمرقندی الحنفی کی تالیف ہے سال وفات ۳۷۵ھ ۔ ۱۲۸۹ھ میں مصر سے شایع ہوگئی ہے

(۴۷) **تفسیر العرائس** (تفسیر) عرائس البیان فی حقائق القرآن تالیف شیخ ابو محمد روز بہان
بن ابی نصر البقلی الشیرازی الصوفی المتوفی ۶۰۶ھ ۔ یہ کتاب بمبئی میں طبع ہوگئی ہے۔

(۴۸) **فوائد الاخبار** (حدیث) اخبار لفوائد الاخبار تالیف شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم
بن یعقوب۔ اس میں ایک سو تیس حدیثوں کی شرح کی گئی ہے (اتحاف النبلا صفحہ ۶) فوائد البہیہ فی تراجم
الحنفیہ میں (طبع مطبع مصطفائی ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۶۵ پر مذکور ہے کہ محمد بن احمد ابوبکر الاسکاف بلخی نے ۳۳۳ھ
میں وفات پائی۔

(۴۹) **شرح السیر** (سیرت) یہ سیرت ابن ہشام کی شرح ہے موسوم بہ روض الانف
شارح عبد الرحمن السہیلی نے ۵۸۱ھ میں وفات پائی۔ یہ شرح مصر سے شائع ہوگئی ہے۔

(۵۰) **فصل الخطاب** (تصوف) فصل الخطاب فی المحاضرات تالیف الحافظ الزاہد محمد
بن محمد الحافظی من اولاد عبید اللہ النقشبندی معروف بہ خواجہ پارسا النقشبندی سال وفات ۸۲۲ھ
اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (تصوف فارسی نمبر ۷۹)

(۵۱) **نوادر** (فقہ) النوادر الفقہیہ تالیف امام ابولیث السمرقندی المتوفی ۳۷۶ھ ہے
کشف الظنون (طبع یورپ جلد ششم صفحہ ۳۸۰) میں بھی اس کا ذکر ہے۔

(۵۲) **الفقاعی شرح المصابیح** (حدیث) شرح مصابیح السنۃ از شیخ عبد اللہ اسمٰعیل
بن محمد بن اسمٰعیل بن عبد الملک بن عمر المدعو بالاشرف الفقاعی۔ اتحاف النبلا (طبع کانپور صفحہ ۱۵۱)
میں بھی اس کا ذکر ہے۔

(۵۳) **تفسیر رحمانی** (تفسیر) یہ شیخ علی بن احمد المہائمی کی تفسیر ہے ان کا سال وفات
۸۳۵ھ ہے۔ مہائم گجرات کے علاقہ کا ایک بندرگاہ ہے۔ ان کی دوسری مشہور تصنیف زوارف
شرح عوارف ہے۔ یہ تفسیر تبصیر الرحمن کے نام سے مصر میں طبع ہوئی ہے۔

(۵۴) **کاشف المعانی** (تفسیر) یہ امام ابو محمد النصر آبادی کی تفسیر ہے۔

(۵۵) **مختصر الاحیاء غزالی** (تصوف) احیاء علوم الدین کا اختصار کئی علماء نے کیا ہے یہ مختصر امام غزالی کے بھائی الشیخ احمد بن محمد الغزالی (المتوفی سنہ ۵۲۰ھ) نے لکھا ہے (کشف الظنون طبع یورپ جلد اول صفحہ ۱۸۳ - ۱۸۴) براکلمن نے یہ لکھا ہے کہ بعض نے اس کو خود امام غزالی سے منسوب کیا ہے۔ قاہرہ میں طبع ہو گئی ہے

(۵۶) **غایۃ العلوم امام غزالی** (تصوف) امام غزالی کا ذکر "احیاء علوم الدین" کے ذیل میں ہو چکا۔

(۵۷) **روضۃ العلماء** تالیف شیخ ابو علی حسین بن یحیٰ البخاری الزندویستی المبتغی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (نمبر ۱۱۳۲ - فن حدیث عربی)

(۵۸) **کواشی** (تفسیر) کشف الحقایق فی التفسیر شیخ موفق الدین احمد بن یوسف الکواشی کی تفسیر ہے ان کا سال وفات ۶۸۰ھ کشف الظنون (طبع یورپ جلد پنجم صفحہ ۲۰۵) میں بھی اس کا حوالہ ہے

(۵۹) **سنن ابوداود** (حدیث) یہ سلیمان بن الاشعث بن اسحٰق السجستانی کی تالیف ہے۔ وفات سنہ ۲۷۵ھ مصر و ہند میں چھپ گئی ہے۔

(۶۰) **جامع الترمذی** (حدیث) تالیف ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی وفات سنہ ۲۷۹ھ ہند و مصر میں چھپ گئی ہے۔

(۶۱) **سنن ابوعبدالرحمٰن النیشاپوری** (حدیث) یہ شیخ عبدالرحمٰن سلمی کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ان کی دوسری مشہور تصنیف تفسیر حقایق ہے۔ یہ محدث بھی تھے اور بڑے صوفی بھی ان کا سنہ وفات ۴۱۲ھ ہے۔

(۶۲) **کتاب المصابیح** (حدیث) مصابیح السنۃ تالیف امام حسین بن مسعود الفراء البغوی (الشافعی) المتوفی سنہ ۵۱۶ھ مصر میں چھپ گئی ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کا ماخذ یہی کتاب ہے۔

(۶۳) **تاریخ طبری** (تاریخ) اس کے مولف ابوجعفر محمد بن جریر الطبری ہیں۔ سال تالیف

کتاب ۲۔۳۰۲ وفات مولف ۳۱۰ھ ۔ یہ کتاب لیدن سے ۱۳ جلدوں میں شایع کی گئی ہے۔

(۶۴) **تنبیہ التحرز** (حدیث)

(۶۵) **کتاب نووی** (حدیث) نووی کا ذکر شرح مسلم کے ذیل میں ہو چکا۔

(۶۶) **ملفوظات خواجہ گیسو دراز** (تصوف) جوامع الکلم (فارسی) ملفوظات حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز، وفات ۸۲۵ھ ۔ یہ کتاب چھپ گئی ہے۔

(۶۷) **حمیدی شرح ھدایہ** (فقہ) ہدایہ کے مصنف برہان الدین علی بن ابوبکر المرغینانی الحنفی ہیں (وفات ۵۹۳ھ)۔ حمیدی سمرقندی ہے اس نے ہدایہ کی شرح موسوم بہ "نکات الحقر الوریٰ" سلطان محمد خاں فاتح کے لیے لکھی ہے کشف الظنون (طبع یورپ جلد ششم ص۱۹۳) میں بھی اس کا ذکر ہے۔

(۶۸) **کشاف** (تفسیر) تفسیر الکشاف عن حقائق التاویل تالیف علامہ ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ یہ سب سے پہلے ہندوستان میں اور بعد کو متعدد دفعہ مصر میں طبع ہوئی۔

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ چار سو سال قبل کون کونسی کتابیں ہندوستان میں متداول تھیں۔

سراج الابصار کی اہمیت اور اس کا قبول عام	یہ پہلی کتاب ہے جو کسی مخالف کے جواب میں لکھی گئی ہے اس دور میں اور دو کتابیں عربی زبان میں لکھی گئی ہیں اور اثبات مہدیت

میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے ایک مخزن الدلائل ہے جو قاضی القضاۃ علامہ منتجب الدین کی تصنیف ہے اور دوسری کشف الاسرار جو شیخ زین الدین ملکت مدار نظام شاہ نے لکھی ہے لیکن ان میں کسی خاص شخص سے تخاطب نہیں ہے۔

رسالہ میاں جنید بھی عربی زبان میں لکھا گیا ہے جس کا ستطابہ اس کے متعدد اقتباسات درج کئے ہیں۔ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے متقدمین کی انہی کتابوں کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے

ببایدو دانست کہ مہدویت امام آخرالزماں بدلائل ظاہرہ و براہین باہرہ ثبوت یافتہ و در این باب	جاننا چاہیے کہ امام آخرالزماں کی مہدیت دلائل ظاہرہ اور براہین باہرہ سے ثابت ہو چکی اس باب میں کتب مطولہ

کتب مطولہ تصنیف شدہ اند ہر کہ در علم اصول و فروع دخلے تمام داشتہ باشد مطالعہ آن تواند کرد۔[۱]

لکھے گئے ہیں، جسے علم اصول و فروع میں مہارت ہو وہ ان کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی (المتوفی ۹۸۳ھ) کے مکاتیب کا ایک قدیم قلمی نسخہ[۲] راقم کے پیش نظر ہے، یہ ۵۶ مکاتیب پر مشتمل ہے، ہر مکتوب کے ساتھ مکتوب الیہ کا نام بھی دیا گیا ہے، مکاتیب کے مطبوعہ نسخہ میں اس کا التزام نہیں ہے۔ مکتوب شانزدہم (مطبوعہ نسخہ میں یہ مکتوب پانزدہم ہے) بندگی میاں عبدالملکؒ سجاوندی کے نام ہے، اس میں یہ قطعہ درج ہے

شوق دلم آن است کہ بینم یک بار	آن تازہ کتابے کہ کنوں ساختہ اید
(میرا دلی شوق یہ ہے کہ ایک بار دیکھ لوں	وہ نئی کتاب جو آپ نے مرتب کی ہے)
از بہر خدا زود فرستید بمن	آن تحفۂ نادر کہ بہ پرداختہ اید
(خدا کے لئے میرے ہاں جلد بھیجئے	وہ نادر تحفہ جو آپ نے تیار کیا ہے)

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ میاں عبدالملکؒ کے تصانیف کی اہمیت ان کے معاصرین کی نظروں میں کیا تھی اور کس طرح ان کی تصنیف مشہور ہو جاتی تھی۔ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے جس تحفۂ نادر کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے سراج الابصار مراد ہے۔

واضح ہو کہ علامات مہدیت کا انحصار احادیث پر ہے اور سراج الابصار ایک محدث کے اعتراضات کا جواب ہے، یہی اس کی اہمیت کے لئے کافی ہے اس سے قطع نظر اس کتاب کے متعدد شروح و ترجمے کئے گئے کیونکہ یہی کتاب زیادہ تر علماء کے پیش نظر رہی ہے اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قبول عام سے متعلق کچھ عرض کیا جائے۔

(۱) بندگی میاں سید قاسمؒ (المتوفی ۱۰۰۳ھ) نے رسالہ اسامی مصدقین میں یہ لکھا ہے

میاں عبدالملک عالم علم مجازی و حقیقی بودند سوالہائے شیخ علی مشہور بہ متقی را جواب باصواب نوشتند و اشکال ہائے شیخ مبارک کہ تمام حل شدند وغیرہ

میاں عبدالملک عالم علم مجازی و حقیقی تھے شیخ علی مشہور بہ متقی کے سوالات کا آپ نے جواب باصواب دیا ہے اور شیخ مبارک نے جو اشکال پیش کئے تھے انہیں حل کیا۔

۱؎ مکاتیب میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی (مطبوعہ) مکتوب سی و ششم ص ۱۳۱ ۲؎ اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "فقیر حقیر اضعف عباد اللہ مراد ابن شیخ زاہد مہدوی"۔

ازین ہا نیز رسالہ ہا ساختند کہ ہر یک را موجب تصدیق باشد۔	اس کے سوا بھی آپ نے جو رسالے لکھے ہیں ہر ایک کے لئے موجب تصدیق (مہدیؑ) ہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں عبد الملکؒ سجاوندی کی تمام تصنیفیں بندگی میاں سید قاسمؒ کے پیش نظر تھیں۔ آپ نے جابجا بندگی میاں عبد الملکؒ کے اقوال سے استدلال کیا ہے مثلاً

(ا) حجتِ مہدویت کہ بندگی میاں عبد الملک بہ منکرے دادہ اند بہ شما نوشتہ ام (اجوبۃ الاسولہ) یعنی بندگی میاں عبد الملک نے مہدیتؑ کی دلیل جو ایک منکر (مہدیؑ) کے لئے پیش کی ہے میں نے تمہیں لکھ بھیجی ہے۔

(ب) و بندگی میاں عبد الملک تائید نمودہ اند "المہدی یہدم البدع وما اخطا المجتہدون الی آخرہ" (مائدۃ التقلید) یعنی بندگی میاں عبد الملک نے اس طرح تائید فرمائی ہے کہ مہدی بدعتوں اور مجتہدین کی خطاؤں کو منہدم کر دیں گے الی آخرہ۔

آپ نے اپنی مندرجۂ ذیل تصنیفوں میں بھی سراج الابصار کی عبارت بہ طور دلیل درج فرمائی ہے۔ ام الدلائل، تصدیق الآیات، دلیل المتین، لطمۃ المصدقین، تقلید اقوال مہدی وغیرہ۔

(۲) میاں عبد الغفور بن میاں عبد المومنؒ سجاوندی نے اپنی تصنیف ایجاز الدلائل (سالِ تصنیف ۱۱۰۵ھ) میں میاں عالم باللہ کے اقوال سے جابجا استدلال کیا ہے ایک جگہ یہ کہتے ہیں وھو ھذا المعنی ماقال مبشر مہدی مراد اللہ "بندگی" میاں عبد الملک یعنی یہ وہی معنی ہیں جو امام مہدی مراد اللہؑ کے مبشر بندگی میاں عبد الملک سجاوندی نے بیان کئے ہیں۔

(۳) میاں سید حسینؒ (المتوفی ۱۱۰۴ھ) شارح سراج الابصار نے تذکرۃ الصالحین کے باب ہفتم میں یہ لکھا ہے

بندگی میاں عبد الملک بہ قوتِ علم ظاہری و باطنی چند رسالہ ہا در ثبوتِ مہدیت بر قاعدہ عربی بر اسالیب و تراکیب آن مانند سراج الابصار	بندگی میاں عبد الملک نے علم ظاہری اور علم باطنی کی قوت سے عربی زبان کے قاعدے، اسلوب اور ترکیب کے مطابق چند رسالے جیسے سراج الابصار و سراج الملۃ وغیرہ بے بدل

و سراج الملۃ وغیر آں بے بدل ساختہ و پرداختہ اند بخواندن آنہا تمام حجت ثبوت مہدی موعود حاصل شود و اعتقاد ہم درست گردد بر طالب خواندن آن رسالہ ہا لازم انتہی۔

لکھے ہیں ان کے پڑھنے سے مہدی موعودؑ کے ثبوت کے تمام دلائل حاصل ہوتے ہیں اور اعتقاد بھی درست ہوتا ہے طالب پر ان رسالوں کا پڑھنا لازم ہے۔

(۴) میاں سید شہاب الدینؒ (سال شہادت ۱۱۵۸ھ) نے کنز الدلائل اور کتاب مستطاب میں سراج الابصار کی عبارت جابجا بہ طور دلیل کے پیش کی ہے۔ کتاب مستطاب میں سراج الابصار کے متعلق یہ بیان کیا ہے

اکثر و اغلب فاضلان متدین فقط از مطالعہ آن تصدیق حضرت امام علیہ السلام نمودہ اند یکی از آن جملہ حافظ ابو القاسم کہ ہم درس ملا جیون بود کہ محض از رسالۂ مذکور تصدیق امام مہدی موعود کردہ شرح آن رسالہ بہ بسیارے از دلائل جلائل مدلل بروجہ مطول تصنیف نمودہ نام آن شرح ضیاء القلوب نہادہ است (ذکر در بیان بحث حجت مہدویت)[۵]

اکثر و بیشتر متدین فضلا نے فقط سراج الابصار پڑھ کر امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے منجملہ ان کے حافظ ابو القاسم نے جو ملا جیون (مصنف نور الانوار) کے ہمدرس تھے محض سراج الابصار پڑھ کر امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے اور اس کی ایک طویل شرح لکھی جس میں جلیل الشان دلائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اس کا نام ضیاء القلوب رکھا ہے۔

(۵) میاں ملک سلیمانؒ (المتوفی سنہ ۱۲۳۲ھ) خاتم سلیمانی میں سراج الابصار اور اس کے ساتھ کی دوسری تصنیفوں کے متعلق یہ کہتے ہیں

ہر یک برہان آن رسالہ ہا بہ گم گشتگان وادی حیرت و شک سراج ہدایت است و در گروہ مہدی مصدقان را در ابحاث و الزام منکران تمسکے بہتر ازین نیست (گلشن نہم چمن سوم)

ان رسالوں کی ہر ایک دلیل حیرت اور شک کی وادی میں بھٹکتے ہوؤں کے لئے چراغ ہدایت ہے اور گروہ مہدی علیہ السلام میں مصدقین کے لئے منکرین سے بحث کرنے اور ان کو ملزم گرداننے کے لئے اس سے بہتر تمسک نہیں ہے

(۶) حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں نے سمباح الانوار خلاصہ مطالب سراج الابصار

[۵] حالات سید محمد جونپوری علیہ السلام (کتاب مستطاب) صفحہ ۲۰۰ (سوانح عمری فارسی نمبر ۲۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

کی ابتدا یہ بیان کیا ہے۔

"اس علم شریف میں بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف و تالیف ہوئے ہیں ولیکن سراج الابصار عربی زبان سے بہت کچھ فصیح و بلیغ پُر اعجاز تصنیفات سے فصیح اللسان معجز بیان معدن فنون کسبی مخزن علوم وہبی افضل علمائے تابعین حجۃ اللہ تعالیٰ علی العالمین مبشر خلیفۃ المہدی علماے باللہ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شیخ علی متقی کے رسالہ رد کے جواب میں ہے الی آخرہ" (مصباح الانوار طبع مدراس ص۳)

اس کے ص۵ پر یہ لکھا ہے

"مطالب و عبارت اس کتاب کے باقی سب تصنیفوں پر اس مصنف کے فائق و غالب ہیں"

(۷) مولف ہدیہ مہدویہ کے پیش نظر بھی اس کتاب کی اہمیت اور افضلیت تھی چنانچہ یہ کتاب تقریباً چار سال اس کے مطالعہ میں رہی حضرت فقیر سید شاہ محمد صاحب نے یہ بیان کیا ہے

"الغرض مسود نے جہاں کہیں کہ سراج الابصار میں بعد ریاضت بسیار برس چار ایک تک مطالعہ کرکے اپنی جاے پر بہت ثابت اور استوار اعتراضات اوپر لکھا ہے سو اس کے دولت جو گزرے اس سے مسود کا کذب اور تعصب اور جہل خوب معلوم ہو چکا اور کچھ اعتراضات ہوتے کیوں چھوڑتا یہ فقط منہ زوری ہے" (ختم الہدی سبل السوی طبع مطبع فردوسی بنگلور سنہ ۱۲۹۱ھ ص۲۲۵)

صاحب کحل الجواہر کے بیان سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے

"کتاب سراج الابصار تابمدت دراز مطالعہ قائل میں موجود تھی الی آخرہ" (کحل الجواہر باب سوم دلیل اگر بعد مقدم)

(۸) صاحب ختم الہدی سبل السوی سراج الابصار سے متعلق یہ کہتے ہیں

"جب سراج الابصار کو کوئی قابل منصف دیکھے گا تو سمجھے گا کہ گویا یہ کتاب سراسر دلیل اعجاز ہے گو کہ منکرین متعصبین کا کام ہے کہ قرآن پر اعتراض کرتے ہیں اور مخسور ہوتے ہیں" (سبل السوی ص۲۲۵)

(۹) حضرت فقیر سید نصرت صاحب (المتوفی سنہ ۱۳۲۹ھ) نے سراج الابصار کا شرف یوں تسلیم کیا ہے

"تمام رسالہ ہدیہ میں سراج الابصار پر تین اعتراضات کیے ہیں وہ بھی اس قدر سست و

ضعیف ہیں کہ جس طرح اسولئ نصاری قرآن مجید پر" (کحل الجواہر باب سوم دلیل ہفدہم)

(۱۰) اس کتاب کا قبول عام اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ یہ علماء کی زبان پر تھی۔ صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم تفصیل نہم میں راقم الحروف کے جد امجد بندگی میاں سید عبد اللطیف بن بندگی میاں سید جلال شہید برہان پور کے تذکرہ میں یہ بیان کیا ہے

میاں سید عبد اللطیف بن بندگی میاں سید جلال تربیت از پدر عالی قدر اند..... آنحضرت را طبع وفہم عالی آن چنانکہ رسالہ بندگی میاں ام العقائد و سراج الابصار وغیرہ حفظ اللسان بود و ہیچ کس از علما در ابحاث تاب مقاومت نمی آورد	میاں سید عبد اللطیف بن بندگی میاں سید جلال پدر عالی قدر کے تربیت (یافتہ) ہیں۔ آنحضرت کی طبع اور فہم اس قدر عالی تھی کہ رسالہ ام العقائد سراج الابصار وغیرہ از بر تھے اور کوئی عالم مباحثہ میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

سراج الابصار کی شرح سے بھی علمائے مہدویہ نے استدلال کیا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کافی ہوئی جہاں جہاں مہدوی آباد تھے اس کے نسخے لکھے گئے اور جہاں مہدوی آباد ہیں اس کے نسخے پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب کا کیچ ومکران اور مکہ معظمہ بھیجا جانا مہدوی مذہب کی تبلیغ کے ذیل میں صت ۲۳۶ اور صت ۲۵۶ پر بیان کیا جا چکا۔

۱۰۹۹ھ میں نظام آباد دکن میں اس کی شرح لکھی گئی اور ۱۱۵۰ھ میں علاقہ جے پور میں اس کی نقل کی گئی اسی طرح اس کی دوسری شرح ضیاء القلوب ۱۰۹۲ھ اور ۱۱۰۲ھ کے درمیان جے پور میں لکھی گئی اور ۱۱۶۳ھ سے قبل اس کے نسخے سدھوٹ علاقہ مدراس تک پہنچ گئے تھے۔

حاصل یہ کہ میاں عالم باللہ کی تصانیف خصوصاً سراج الابصار ہر دور میں مسلمہ علمائے قوم رہی ہے، ظاہر ہے کہ علم ظاہر میں آپ اپنی نظیر ہیں اور علم باطن کی یہ کیفیت تھی کہ آپ نے بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ صحابی امام علیہ السلام سے فیض حاصل کیا تھا لہذا تمام اعتقادی اور عملی مسائل جو آپ کی تصانیف سے ثابت ہوں ملت مہدویہ کے مسلمات سے ہوں گے۔

سراج الابصار کا متن اور اس کی تصحیح	سراج الابصار کا سب سے قدیم نسخہ جو دستیاب ہوا اس کا

ؔ کحل الجواہر صفحہ ۱۶، (حضرت فقیر اشرف میاں صاحب اہل دائرہ نو کے ہاں کا نسخہ پیش نظر ہے)

سنہ کتابت ۱۱۱۲ھ ہے۔ اس کے بعد اور چودہ ۱۴ نسخے حاصل کئے گئے جس میں مرادآباد، جے پور، اجمیر، حیدرآباد دکن اور کرنول میں نقل کئے ہوئے نسخے بھی شامل ہیں۔ اس بات کی سعی کی گئی ہے کہ صحیح نسخہ متن میں رہے بقیہ نسخے حاشیہ میں دے گئے ہیں۔ نسخوں کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کس قدر متداول تھی۔

حاصل یہ کہ یہ نسخہ پندرہ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلہ کے بعد مرتب ہوا ہے۔ تصحیح متن کے وقت جو نسخے پیش نظر تھے ان کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

نمبر	[illegible]	نام کاتب	سنہ کتابت	مقام کتابت	کیفیت
۱	س	کاتب الفقیر الحقیر سید یوسف ابن سید الیاس بندہ بارگاہ سید قاسم بن سید ابراہیم قدس سرہ۔	سنہ ۱۱۱۲ھ ۱۵ر جمادی الثانی	.	تقطیع چھوٹی کاغذ گہرا میلے رنگ کا اس کے ساتھ تحفۃ الملال بھی ہے۔ سراج الایصال کی عبارت متن میں ہے اور اس کی شرح حاشیہ پر ہے۔ خط بہت باریک ہے یہ نسخہ حضرت فقیر مرشد میاں صاحب ساکن پنڈیال کے کتب خانہ کا ہے۔ مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم سابق محاسب دفتر رزیڈنسی حیدرآباد دکن کے ذریعہ حاصل کیا گیا تھا۔
۲	د	کاتب الحروف لطف اللہ	روز یکشنبہ ماہ رجب سنہ ۳ (غالباً یہ سنہ جلوس ہے) سنہ ۱۱۱۸ھ	.	یہ نسخہ "خان والاشان عنایت خان جیو" کے لئے لکھا گیا ہے۔ صحت متن کے اعتبار سے اس کا اچھے نسخوں میں شمار ہے۔ تقطیع بڑی اور خط اچھا ہے نسخہ نمبر ۵ میں جلوس کا ۴ سنہ مطابق ہے سنہ ۱۱۱۹ھ کے اس لحاظ سے جلوس کا ۳ سنہ مطابق ہوگا سنہ ۱۱۱۸ھ کے رسالہ ذیل کے سوا اور دو رسالے اس کے ساتھ ہیں ایک ایجاز الدلائل تالیف میاں عبدالغفور سجاوندی

نمبر	نشان نسخہ	نام کاتب	سنہ کتابت	مقام کتابت	کیفیت
					دوسرا "گفتگوے سید احمد و سید محمد و سید زین العابدین با امیر لشکر"۔ یہ نسخہ حضرت فقیر اشرف میاں صاحب اہل دائرہ نو کے کتب خانہ کا ہے
۳	ت	کاتب الحروف فضل اللہ	فی التاریخ ثمان من شہر شوال یوم الخمیس وقت العصر سنة الف ومایة وثمان عشر (۸ر شوال ۱۱۱۸ھ)	بلیکھن (علاقہ بیجاپور)	ابتدا میں شیخ علی کے سوالات فارسی زبان میں مختصراً کے ساتھ دے گئے ہیں۔ خط جلی اور صاف ہے۔ اکثر مقامات پر مشکل الفاظ اور مشکل فقروں کے معنی دیے گئے ہیں۔ صحت کے اعتبار سے ہمارے ہاں کے جمع شدہ ممتاز نسخوں میں اس کا شمار ہے۔ اس کے آخر میں رسالۂ ذیل اور مجلس میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی بھی ہے۔ یہ نسخہ بھی مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم کے ذریعہ حضرت فقیر مرشد میاں صاحب ساکن پنڈیال (علاقہ مدراس) کے کتب خانہ سے حاصل کیا گیا تھا۔
۴	ب	کاتب فقیر حقیر سید خضر ولد سید رستم ابن سید میانجی مہدوی بخاری سکنہ مرادآباد	سنہ ۱۱۱۹ھ بہادرشاہی سنہ ۲ روز چہارشنبہ ۱۵ رجب المرجب	مرادآباد	یہ بھی میاں سید حسین کی شرح ہے۔ تقطیع بڑی، خط بہت صاف ہے۔ اس کے ساتھ مخزن الدلائل بھی ہے۔ ثبوت مہدی میں ایک اور مختصر رسالہ ہے لیکن رسالہ ذیل اس کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ نسخہ بھی مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم کے ذریعہ حضرت فقیر سید محمود صاحب ساکن سکندرآباد کے ہاں سے حاصل کیا گیا تھا۔
۵	ص	کاتب الحروف لطف اللہ	سنہ ۔۔ بہادرشاہی	دائرہ اعظم نگر	یہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) کا نسخہ ہے (نمبر ۲۶)

نمبر	نشان	نام کاتب	سنہ کتابت	مقام کتابت	کیفیت
		بن فیض اللہ ولد سید مدا مہدوی ساکن سالکانیر مین مضاف پرگنہ آنبیر صوبہ دار الخیر حضرت اجمیر	چہار شنبہ شہر ربیع الاول (۱۱۱۹ھ) .	متصل قصبہ چانسو (علاقہ اجمیر)	کلام عربی) ابتدا میں ایک رسالہ فارسی زبان میں ہے، قرآن وحدیث سے وجود مہدی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ تقطیع چھوٹی، کاغذ زرد رنگ لیکن چکنا، خط اور صحت کتابت کے لحاظ سے نسخہ نمبر (۲) سے ملتا جلتا ہے۔ اس کے آخر میں رسالہ ذیل بھی ہے۔ شیخ کے رسالہ آرد کا خلاصہ اور سراج الابصار کے مشکل لغات کا حل فارسی میں دیا گیا ہے۔ یہ کتاب میاں سید اللہ بخش کے لئے لکھی گئی تھی۔ کاتب کے الفاظ یہ ہیں "بموجب فرمایش محبت و مودت پناہ یگانگت و بعجت دستگاہ میاں سید اللہ بخش ولد سید یوسف عرف خواجہ زادہ صاحب چوں در دائرہ اعظم نگر متصل قصبہ چانسو است نوشتہ شدہ ملک اوست۔"
۶	ف	عزیز محمد عرف باوا صاحب	سنہ ۱۱۳۶ھ التاسع عشرون فی یوم الثانی المحرم الحرام	.	کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ ہے (نمبر ۱۸۰ کلام عربی)۔ یہ سراج الابصار کی شرح ہے جو میاں سید حسین نے لکھی ہے، تقطیع متوسط، کاغذ حنائی، کتابت اور صحت متن کے لحاظ سے اس کا درجہ متوسط ہے، اس کی ابتدا میں رسالہ سبب الاسلام من الصحابۃ الکرام ہے۔
۷	ش	فقیر حقیر سید اسمٰعیل بن سید نور محمد مہدوی	سنہ ۱۱۵۰ھ ۱۴ر جمادی الثانی بروز چہار شنبہ	"در دائرہ مرشدم میاں سید عبد اللہ عرف سید میاں	یہ بھی میاں سید حسین کی شرح ہے۔ تقطیع متوسط، کاغذ حنائی رنگ۔ خط اچھا نہیں لیکن جو لکھا گیا ہے صاف پڑھا جاتا ہے۔ اس کتاب کے حاشیہ پر اختلافی نسخے بھی دے گئے

نمبر	نشان	نام کاتب	سنہ کتابت	مقام کتابت	کیفیت
				تمامیت یافت (جے پور)	ہیں۔ اختلافی نسخے اصل کاتب کے قلم سے نہیں ہیں بعد کو کسی نے اضافہ کیا ہے۔ یہ نسخہ حضرت فقیر موسیٰ میاں صاحب اہل ہتیڑہ کے کتب خانہ سے حاصل کیا گیا
۸	ط	موسیٰ مہدوی	یوم الاحد وقت الضحیٰ تاریخ اربعۃ عشر یوما شہر ربیع الثانی سنہ ۱۱۸۲ھ		تقطیع بہت چھوٹی اور خط باریک ہے رسالہ ذیل بھی اس کے آخر میں ہے۔ یہ نسخہ حضرت فقیر سید قطب الدین صاحب مرحوم پالن پوری کے ذریعہ حضرت فقیر سید نجی میاں صاحب کے کتب خانہ سے حاصل کیا گیا تھا۔
۹	ن	از فقیر احمد بخش مہدوی	ہشتم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۸ھ	ہتیڑہ (علاقہ جے پور)	یہ بھی میاں سید حسین کی شرح ہے متن اور شرح کی عبارت صاف خط میں لکھی ہوئی ہے۔ متن کے اختلافی نسخے جا بجا حاشیہ پر دے گئے ہیں۔ ہمارے پیش نظر شرح کے اور بھی نسخے ہیں لیکن بہ اعتبار صحت کے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے، اس کے آخر میں رسالۂ ذیل ہے۔ اس کے بعد ایک اور رسالہ ہے موسوم بہ تنذیل سراج الابصار۔ یہ تقریباً ایک جزو پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ بھی حضرت فقیر سید قطب الدین صاحب پالن پوری کے ذریعہ پالن پور علاقہ گجرات سے سید عالم میاں ولد سید میراں کے ہاں سے حاصل کیا گیا تھا۔
(۱۰)	ک	.	۲۷ ماہ جمادی الاول سنہ ۱۲۶۵ھ	قمر نگر کرنول	یہ ضیاء القلوب کا نسخہ ہے۔ تقطیع بڑی کاغذ کھرا، خط برا نہیں لیکن متن اور شرح کی کتابت میں بہت غلطیاں ہیں۔ اس پر میاں عبد الفضل اللہ کا

نمبر	نشان نسخہ	نام کاتب	سنہ کتابت	مقام کتابت	کیفیت
					حاشیہ بہت کم ہے یعنی صرف چار مقامات پر لکھا ہوا ہے اور نسخہ نمبر (۱۱) میں ۸۸ مقامات پر ہے۔ یہ نسخہ حضرت فقیر سید ابراہیم صاحب کے ہاں سے حاصل کیا گیا
۱۱	ض	سید خوندمیر ولد میاں سید حیدر ابن میاں سید احمد	۳ شوال المکرم ۱۳۰۳ھ روز دوشنبہ	کاچھی گوڑہ بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن	یہ بھی ضیاء القلوب کا نسخہ ہے کاتب نے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ حافظ ابو القاسم کے اصل نسخہ سے مولوی نجم الدین میاں صاحب فرزند عالم اچھا میاں صاحب نے نقل کی تھی اور مولوی نجم الدین میاں صاحب کے نسخہ سے کاتب سید خوندمیر نے نقل کی۔ یہ کتاب ۱۲ سطری ۱۳۴ صفحوں پر مشتمل ہے اور میاں سید فضل اللہ کا حاشیہ ۸۸ مقامات پر درج ہے یہ نسخہ خوشخط اور صحیح ہے۔ یہ حضرت فقیر صاحب میاں صاحب ساکن شاہی پیٹھ کڑپہ (علاقہ مدراس) کے ہاں کا نسخہ ہے صاحب موصوف کو کتاب بھیجنے میں تامل تھا اس لئے یہاں سے عزیزی مرشدی حضرت فقیر سید نصیر الدین صاحب تشریف الٰہی نے جاکر کتاب حاصل کی اور ڈاک کے ذریعہ واپس کردی گئی۔
۱۲	ک	الکاتب سید سعد اللہ المعروف بہ سید نجی من احفاد مخصوص الزماں	فی التاریخ سبع عشر من رجب المرجب فی سنہ خمس ثلثمایۃ	ایلچی	یہ نسخہ نمبر ۹ کی نقل معلوم ہوتی ہے۔ بندگی میاں سید قاسم کے رسائل بھی اس کے ساتھ ہیں یہ نسخہ حضرت فقیر سید قطب الدین صاحب پالن پوری کے ذریعہ حضرت فقیر

نمبر	نشانِ نسخہ	نام کاتب	سنہ کتابت	مقام کتابت	کیفیت
			بعد الالف ۱۷ رجب سنہ ۱۳۰۵ھ		سید نجی میاں صاحب کے کتب خانہ سے حاصل کیا گیا تھا
۱۳	ج	سید جلال	سنہ ۱۳۱۸ھ	شہر حیدرآباد دکن	نقطیع بڑی خوشخط، حاشیہ پر بعض جگہ اختلافی نسخے بھی دے گئے ہیں ابتدائی دو صفحوں کا اردو ترجمہ حاشیہ پر دیا گیا ہے، کاتب مولوی سید جلال صاحب مرحوم عربی کے فاضل تھے۔ صحت کے اعتبار سے ہمارے ہاں کے ممتاز نسخوں میں اس کا شمار ہے یہ نسخہ مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم کے ہاں کا ہے۔
۱۴	غ	.	عشرون من شہر ذیقعدہ	.	یہ نسخہ خوشخط ہے صحت کے اعتبار سے ہمارے ہاں کے ممتاز نسخوں میں اس کا شمار ہے۔ حاشیہ پر بعض الفاظ کے معنی عربی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب صاحب استعداد تھے۔ یہ نسخہ حضرت فقیر غازی میاں صاحب اہل سیط پورہ کے کتب خانہ کا ہے۔ مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم کے ذریعہ حضرت فقیر شاہ صاحب میاں ساکن سیط پورہ کے ہاں سے حاصل کیا گیا تھا۔
۱۵	ع	مطبوعہ	.	مقام طباعت مدراس	یہ نسخہ بھی مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم کے ذریعہ چین پٹن قصبہ علاقہ میسور سے منگوایا گیا تھا۔ کوشش تو کسی قلمی نسخہ کے لیے کی گئی لیکن مطبوعہ نسخہ بھیج دیا گیا۔ یہ نسخہ نصف سراج الوہاج پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کی تفصیل شروح و تراجم کے ذیل میں دی جا چکی۔

تتمۂ مقدمہ سراج الابصار

(۱) بسلسلۂ صہ ۱۳۲ حصۂ اول باب چہارم

ہندوستان کے مورخین میں سب سے زیادہ شاہ نواز خاں صاحب مآثر الامرا نے مہدویہ سے متعلق غلط بیانی سے کام لیا ہے (دیکھو مآثر الامرا طبع کلکتہ ۱۸۸۸ء جلد اول صہ ۱۲۴ و صہ ۱۲۵) جن امور کا انہیں ادعا ہے اس کا مفصل جواب مقدمہ کے مختلف ابواب میں دیا گیا ہے، یہاں اجمالاً بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) صاحب مآثر الامرا نے یہ بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے سنہ ۹۶۰ھ میں مہدیت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ آپ کی رحلت اس سے نصف صدی قبل سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی ہے۔

(۲) یہ بھی لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے ہندوستان سے ایران کا سفر کیا تاکہ اس راستہ سے حجاز جائیں حالانکہ امام علیہ السلام ہندوستان سے حجاز گئے ہیں، حجاز سے ہندوستان واپس ہوکر براہ سندھ قندھار خراسان تشریف لے گئے۔

(۳) یہ بھی ادعا کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے مہدی موعود ہونے کا نہیں، یہ بھی صریحاً غلط ہے۔ امام علیہ السلام کے دعوے سے متعلق قدیم ترین ماخذ بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ (سال شہادت ۹۳۰ھ) کا عقیدہ شریفہ ہے، اس میں مذکور ہے کہ جب مخالفوں کی جانب سے حدیث یملاء الارض پیش کی گئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہمہ مومنان ایمان آوردند و اطاعت کردند" یعنی سب مومن ایمان لائے اور اطاعت کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مخالفین مہدویہ بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ آپ مہدی موعود ہونے کے مدعی ہیں۔

(۴) صاحب مآثر الامرا کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عقائد مہدویہ مذاہب اربعہ کے اصول و فروع کے مخالف ہیں جبکہ مہدویوں کا کوئی عقیدہ قرآن و حدیث سے ہٹ کر نہیں ہے اب رہے فرائض ولایت تو یہ کلام اللہ کی صریح آیتوں پر مبنی ہیں جیسا کہ حصہ اول باب ششم میں ثابت کیا گیا۔

(۵) اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ صرف جہلا نے آپ کو مہدی موعود مانا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے۔ صاحب تحفۃ الکرام کے بیان سے ظاہر ہے کہ ہزاروں شاگردوں کو مرتبۂ کمال پر پہنچانے والے

علمانے بھی (مثلاً علامہ صدر الدین نے) آپ کو مہدی موعود تسلیم کیا ہے جیسا کہ صدا۱۱ پر درج کیا جا چکا۔

حال ہی میں عمر بن محمد داود پوتہ (ایم۔ اے ' پی ایچ ڈی) نے سید محمد معصوم بکری کی تاریخ سندھ موسوم بہ تاریخ معصومی بمبئی سے شایع کی ہے اس کے صفحہ ۲۰۰ اور ۲۰۱ پر قاضی قاضن کا حال مذکور ہے جن کے علم و فضل کے مقابلہ میں اگر خود شاہ نواز خان آنا چاہیں تو وہ اپنے آپ کو ایک نہایت خیرہ سر جاہل پائیں گے

(۲) شاہ نواز خان نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے مہدویوں کے ایک مقتدا سے بھی ملاقات کی تھی ایں کے باوجود امام علیہ السلام کا سنہ ۹۶۰ھ میں دعوی مہدیت کرنا بیان کیا ہے' یہ غلط بیانی کس درجہ خیانت' بددیانتی جہل اور کذب صریح کی حامل ہے خود ناظرین اندازہ فرما سکتے ہیں۔ نزدیکی زمانہ کے معاندین نے بھی مخالفت کی ہے لیکن حق پر بالکل پردہ نہ ڈال سکتے تھے' جیسا جیسا زمانہ گزرتا گیا بازار سودا زدگی گرم سے گرم تر ہوتا گیا

(ب) بسلسلہ' صد۴۳۲ حصہ اول باب سوم

مولف ہدیہ مہدویہ نے (باب سوم ذیل ششم میں) یصلحہ اللہ فی لیلۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ مہدیؑ مہدیت پر فائز ہونے سے پہلے صفات حسنہ سے موصوف ہوں گے یہ قول باطل ہے۔ امام مہدیؑ کے متعلق رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اخلاق میں آپ کے مشابہ ہوں گے (دیکھو صد۹۱) جس طرح رسول اللہ صلعم بعثت سے قبل اخلاق حسنہ سے موصوف تھے اسی طرح امام مہدیؑ کا بھی مہدیت پر فائز ہونے سے پہلے اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا ضروری ہے' ورنہ وہ "یشبہہ فی الخلق" کا مصداق نہ ہوں گے۔

ناسخ و منسوخ (ج) بسلسلہ صد۴۱۱ سطر(۱۰)

صاحب ہدیہ مہدویہ نے ادعا کیا ہے کہ کلام اللہ میں کسی آیت کو منسوخ نہ ماننا بھی بدخلقی ہے بعض آیات کلام اللہ کے منسوخ ہونے کو اس نے اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیر (البقرۃ ع۱۳)	جو منسوخ کرتے ہیں ہم نشانیوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم ان کو لاتے ہیں ہم بہتر ان سے یا مانند ان کے کیا نہ جانا تو نے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اوپر قادر ہے۔

یہاں آیت (نشانی) مطلق ہے' اگر کوئی کہے کہ یہاں آیت سے اللہ کی نشانی مراد ہے کلام اللہ کی

آیتوں سے یہاں گفتگو نہیں ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟ کوئی شخص اپنی رائے سے ناسخ و منسوخ کا سلسلہ قائم کرے تو کیا کسی دور میں ایسا تسلسل مقبول ہو سکتا ہے؟

صاحب ہدیہ مہدویہ نے لکھا ہے کہ متقدمین پانچ سو آیتوں کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی نے بمتابعت قاضی ابوبکر بن العربی صرف بیس ٢٠ آیتوں کو منسوخ ٹھیرایا ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان میں سے صرف پانچ آیتوں کو منسوخ مانا ہے۔ ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے

"چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی نے بمطابعت قاضی ابوبکر بن العربی کے منسوخات سلف میں سے منقح کر کے بیس آیات منسوخ ٹھیرائی ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس میں سے بھی تنقیح و تفتیش کر کے کل پانچ آیات منسوخ ٹھیرائی ہیں کہ ان میں بے نسخ کے قائل ہوئے نہیں بنتا ہے وہ آیات خمسہ یہ ہیں۔ اول کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الآیہ منسوخ ہے ناسخ اس کی یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ اور حدیث لا وصیۃ لوارث اور اجماع امت دوم ان یکن منکم عشرون صابرون الآیہ منسوخ ہے اور اس کے بعد کی آیت ناسخ ہے۔ سوم لا یحل لک النساء من بعد الآیہ منسوخ ہے اور ناسخ اس کی یہ آیت ہے کہ انا احللنا لک ازواجک الآیہ چہارم اذا ناجیتم الرسول فقدموا الآیہ منسوخ ہے اس کے بعد کی آیت اس کی ناسخ ہے پنجم قم اللیل الا قلیلاً الآیہ منسوخ ہے اور آخر سورت اس کی ناسخ ہے (ہدیہ مہدویہ طبع کانپور ۱۲۹۳ھ صفحہ ۱۴۳)

ذیل میں منسوخ آیت اور اس کے مقابل ناسخ آیت درج کر کے حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے

(منسوخ)

ترکہ

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین (البقرۃ رکوع ۲۲)

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین

(ناسخ)

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک الی آخرھا (النساء رکوع ۲)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں

اور اقارب کے لئے کچھ تبلایا جاوے جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری ہے۔

گو دو سے زیادہ تو ان لڑکیوں کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا۔

پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ اگر ترکہ ہو تو ترکہ کا والدین اور اقارب میں تقسیم کیا جانا واجب ہے دوسری آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ترکہ کا تقسیم کیا جانا واجب ہے لیکن اس آیت میں تقسیم کی توضیح کی گئی ہے کہ کس کس کو کتنا دیا جائے۔ ایسی صورت میں دوسری آیت کو پہلی آیت کا ناسخ کہنا صحیح نہیں، ہاں پہلی آیت میں تقسیم ترکہ کی ممانعت ہوتی اور دوسری آیت میں اس کو واجب قرار دیا جاتا تو آیۂ اذا حضر احدکم الموت منسوخ قرار پاتی اور آیۂ یوصیکم اللہ ناسخ، یا دوسری آیت میں تقسیم ترکہ کی ممانعت ہوتی تو وہ آیت ناسخ ہوتی اور یہ منسوخ، پہلی آیت میں اقربا کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور بعد کو یوصیکم اللہ کے ذریعہ اس کی توضیح کی گئی ہے لیکن اس سے پہلی آیت منسوخ نہیں ہوسکتی کیونکہ مفہوم کے اعتبار سے بعد کی آیت بھی اس کی موید ہے یعنی دونوں آیتوں کا قدر مشترک تقسیم ترکہ کو واجب قرار دیتا ہے۔

جہاد یاایھا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون (الانفال رکوع ۹)

الئن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصٰبرین (الانفال رکوع ۹)

اے نبی ترغیب دلاؤ مومنوں کو لڑائی کی اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں غالب آئیں گے دو سو پر اور اگر تم میں سے سو ہوں غالب آئیں گے ہزار کافروں پر اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔

یہاں بھی پہلی آیت کو منسوخ اور دوسری آیت کو ناسخ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ دونوں آیتوں کا قدرِ مشترک یہ ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار کے ساتھ قتال کریں اور ان پر غلبہ پانے کی سعی کریں۔ ہاں تعداد کے لحاظ سے پہلی آیت میں دس کے مقابل دو سو ۲۰۰ سو کے مقابل ہزار کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی بہ طور خبر کے ہے' دوسری آیت میں سو کے مقابل دو سو ۲۰۰ اور ہزار کے مقابل دو ہزار کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس سے پہلی آیت میں قتال کا وجوب ساقط نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر دوسری آیت میں یہ حکم دیا جاتا کہ مسلمان نہ کفار سے جہاد کریں اور نہ ان پر غلبہ حاصل کرنے کی سعی کریں تو البتہ پہلی آیت باعتبار مفہوم کے منسوخ قرار دی جا سکتی تھی۔

نکاح

لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک وکان اللہ علی کل شیء رقیبا (الاحزاب رکوع)

ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کریں اگرچہ آپ کو ان کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگہبان ہے۔

یاایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی آتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک وبنت عمک وبنت عمتک وبنت خالک وبنت خلتک التی ھاجرن معک وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المومنین (الاحزاب رکوع)

اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوا دی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو اور اس مومن عورت کو بھی جو بلا عوض

اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں
یہ سب آپ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے سوائے مومنین کے ۔

جس آیت کو ناسخ قرار دیا گیا ہے مقدم ہے اور جس کو منسوخ قرار دیا گیا ہے وہ موخر ہے اس سے قطع نظر لا یحل لک النساء سے نو بی بیوں اور مملوکہ کا رسول اللہ صلعم کے لئے حلال ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی مفہوم اس آیت سے بھی ثابت ہے جس کو ناسخ قرار دیا جا رہا ہے ۔ جو لوگ آیہ احللنا لک کو ناسخ قرار دیتے ہیں ان سے پوچھا جاتا ہے کیا اس آیت کی بنا پر اس آیت کے مفہوم کی تنسیخ ہو رہی ہے جس میں نو بی بیوں اور مملوکہ کا رسول اللہ صلعم کے لئے حلال ہونا بیان کیا گیا ہے ۔

نجوی

یاآیھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ ذلک خیر لکم واطھر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم (المجادلہ رکوع ۲)

اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیدیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے ۔

ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ واطیعوا اللہ ورسولہ (المجادلہ رکوع ۲)

کیا تم اپنی سرگوشی سے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو جب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی ۔

منسوخ آیت میں نجوی کے لئے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا ہے اور ناسخ آیت میں زکوٰۃ کا حکم ہے، کیا زکوٰۃ کا حکم اس امر کو مستلزم ہے کہ صدقہ دینا منسوخ ہے، زکوٰۃ بھی تو ایک قسم کا صدقہ ہی ہے ۔ دوسری آیت میں اگر یہ حکم دیا جاتا کہ صدقہ نہ دیا جائے تو پہلی آیت کا حکم منسوخ ہو سکتا تھا ۔ دونوں آیتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ مسلمانوں پر انفاق مال واجب ہے ۔

تہجد

یاآیھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ

فاقرء وا ما تیسر من القرآن (المزمل رکوع ۲)

پس پڑھو جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے ۔

> ورتل القرآن ترتیلا (المزمل رکوع ۱)
>
> اے کپڑا اوڑھنے والے رات کو عبادت کر مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔

جس آیت کو منسوخ قرار دیا جا رہا ہے اس میں قیام لیل کا حکم ہے اور جس آیت کو ناسخ قرار دیا جا رہا ہے اس میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے نماز پڑھنے کا نہیں، ایسی صورت میں قرآن پڑھنے کو نماز پڑھنے کا ناسخ کس طرح کہا جائیگا۔

حاصل یہ کہ جن آیتوں میں بقول صاحب ہدیہ مہدویہ و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ناسخ و منسوخ ہونا ناگزیر تھا بحمد اللہ رفع ہو گیا۔

محبوبیہ واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
محلہ جنجال کوڑہ ریلوے گیٹ

فہرست مباحث سراج الابصار

شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
ا	حمد و نعت	۳	ب	امت رسول میں قیامت تک تفاظم رہیگا	۱۷
۲	سبب تصنیف سراج الابصار	۵	ج	امت کا ایک گروہ قیامت تک تفاظم کریگا	۱۹
۳	احادیث صریحہ اور وجود مہدی علیہ السلام۔	〃	د	مہدیؑ کے زمانہ میں دجال ساری دنیا کا مالک نہ ہوگا	〃
ا	غیر مجتہد کے لئے تمسک بالحدیث جائز نہیں	۷	ہ	آیہ والقینا بینہم العداوۃ کی تفسیر	۲۱
ب	تفتازانی اور عدم اجتماع عیسیٰ و مہدی	〃	و	اللہ چاہتا تو ساری دنیا ایک امت ہوجاتی	〃
ج	شعب الایمان کی روایت	۹	ز	جعل القمر فیھن کی تفسیر	۲۳
د	امام مہدیؑ کا مسجد اقصیٰ سے نکلنا بے اصل ہے	〃	ح	رسول اللہ صلعم کی رحلت کے وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان تھے	۲۵
ہ	امام مہدیؑ کا عیسیٰؑ کے ساتھ نکلنا شیعوں کا مذہب ہے۔	〃	ط	حدیث یمحو اللہ بی الکفر کی توضیح	〃
و	مہدیؑ کے باب میں مجتہدین نے تصریح نہیں کی	۱۱	۶	حدیث ملوک الارض اور ائمہ حدیث	۲۷
۴	مہدوی قرآن و حدیث میں تاویل نہیں کرتے	〃	ا	احادیث کے مدارج صحت کے اعتبار سے	۲۹
ا	علمائے اہل سنت اور الخلافۃ بعدی کی تاویل	۱۳	ب	حدیث لم یملک الارض کلہا قابل استدلال نہیں۔	۳۱
ب	حضرت معاویہؓ کی تاویل	۱۵	ج	مہدویوں کا اعتقاد اور مراتب حدیث	〃
۵	مہدوی حدیث یملاء الارض میں تاویل نہیں کرتے	۱۷	د	امام مہدیؑ اور احادیث متواتر	۳۳
ا	مہدیؑ کے زمانہ میں ساری دنیا عدل سے پُر نہیں ہوسکتی	〃	۷	بدعت کے معنی	۳۷
			ا	بدعتی کس کو کہتے ہیں	〃

شمارہ	مضمون	صفحہ
ب	احادیث مہدی کا قدر مشترک	۳۹
ج	اجتہادی خطا کرنے والے کا قتل	۴۱
۸	مہدویوں کے اوصاف جمیلہ	״
ا	مکارم اخلاق اور رسول اللہ صلعم	۴۳
ب	انبیاء کی نشانیاں	۴۵
ج	مختلف فیہ امر میں بدعت ثابت نہیں	۴۷
۹	مہدویوں کے علوم ظاہر اور علوم باطن	۵۱
ا	انبیاء کے متبعین ضعفاء قوم ہی ہوتے ہیں	״
ب	فقہا امام مہدیؑ کے دشمن ہوں گے	۵۳
ج	انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخلوق کی دشمنی	۵۷
۱۰	مہدویوں کے ہاں تحصیل علم ممنوع نہیں ہے	״
ا	چالیس دن تک خلوص سے عبادت کرنے کا اثر	۶۱
ب	فضل العالم علی العابد کی توضیح	۶۳
۱۱	مہدویوں کے قتل کو حلال قرار دینے والے کا قتل	״
۱۲	مہدوی اور تفسیر قرآن	۶۵
ا	آیات متشابہ اور مہدوی مذہب	۶۹
ب	قوم مہدیؑ اور آیات کلام اللہ	۷۳
ج	اصحاب مہدیؑ کی عبادت	״
د	تاویل مباح و تفسیر حرام کا فرق	۷۷
ھ	امام مہدیؑ اور اللہ کی خلافت	۸۱

شمارہ	مضمون	صفحہ
و	مہدیؑ کا قول و فعل ضروری حجت ہے	۸۳
ز	تفسیر آیہ انا و من اتبعنی	״
ح	تفسیر آیہ فسوف یاتی اللہ بقوم	۹۳
۱۳	قرآن اور وجود مہدی	۱۰۱
ا	بعض آیات قرآن اور استنباط احکام	״
ب	قرآن وجود مہدی اور امام مہدیؑ کا بیان	״
ج	مہدی کا ذکر کتب انبیاء میں ہے	۱۰۳
د	توراۃ میں امام مہدی کا ذکر	״
ھ	ہر آیت کا ایک قوم سے تعلق ہے	״
و	امام مہدیؑ کا بیان قرآن	۱۰۵
ز	فارقلیط سے مراد امام مہدیؑ ہیں رسول اللہ صلعم نہیں	״
ح	استنباط مسائل	۱۰۷
ط	حضرت علی اور تفسیر سورہ فاتحہ	۱۱۱
ی	ہر آیت قرآنیہ کے ساٹھ سے زیادہ مفہوم ہیں	״
۱۴	صوفیہ کی تفسیر قرآن	۱۱۳
ا	بیضاوی اور مدارک میں بھی صوفیہ کی طرح تفسیر کی گئی ہے	۱۱۵
۱۵	تفسیر کے لئے چودہ علوم کی ضرورت نہیں ہے	״

شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
ا	تفسیر قرآن کے لئے لغات اور شان نزول		د	خبر واحد جو محفوظ بالقرائن ہو	۱۴۳
	کا جاننا کافی ہے	۱۱۷	۱۷	حدیث سفیانی کا معتبر کتابوں میں	
ب	مہدوی اپنی رائے سے تفسیر نہیں کرتے	۱۱۹		ذکر نہیں	۱۴۵
ج	تبلیغ قولی و تبلیغ فعلی کی توضیح	〃	ا	قرطبی کی روایت انتہا درجہ ضعیف ہے	۱۴۷
د	تفسیر آیہ تلک الدار الآخرۃ	〃	ب	مہدیؑ کے باب میں وارد شدہ احادیث	۱۵۱
ہ	تفسیر آیہ نبلوکم بالشر والخیر	۱۲۱	ج	گجراتی اور دکنی کی حکایت	〃
و	اہل موہبت تفسیر بالرائے سے تعرض		د	نبی اور ساحر کا فرق	۱۵۴
	نہیں کرتے	۱۲۳	۱۸	امام مہدیؑ معصوم ہیں	۱۵۵
ز	یقین کامل رکھنے والا اور فرض کفایہ	〃	ا	مجتہدین کا اختلاف	۱۵۷
ح	علم فقہ اور دائمی مشغولیت	۱۲۵	ب	مجتہدین اور اوصاف مہدی کا تعین	۱۵۹
ط	ہمت سموات ہی پر ختم نہیں ہونی چاہئے	۱۲۹	۱۹	عیسیٰ و مہدی مجتہدین کی پیروی	
ی	صوفیہ اور کلام اللہ کے معانی	〃		نہ کریں گے	۱۶۱
ک	شیخ کا اصحاب مہدیؑ کی صحبت میں رہنا	۱۳۱	ا	امام مہدیؑ اور حقیقی شریعت	۱۶۳
۱۶	منکر مہدی اور مفتیان مکہ معظمہ		۲۰	شرط مہدیت	۱۶۶
	کا فتویٰ	۱۳۵	۲۱	اخلاق کی اہمیت	۱۶۹
ا	منکر مہدی کے بارے میں شیخ کا متضاد بیان	〃	ا	اثبات نبوت و مہدیت اور اخلاق	〃
ب	امام مہدیؑ کا ذکر کتب عقائد میں ہے	۱۳۷	ب	شرح عقائد اور اخلاق نبی	〃
ج	حدیث من کذب بالمہدی	۱۳۹	ج	اخلاق ہی معیار نبوت و مہدیت ہیں	۱۷۱
د	دائمی شریعت کا انکار کفر ہے	〃	د	امام علیہ السلام کے اخلاق حمیدہ	〃
ہ	حدیث آحاد سے ثابت شدہ امر	۱۴۱	ہ	رسول اللہ صلعم کے اخلاق حمیدہ	۱۷۳

شمارہ	مضمون	صفحہ
و	راغب اور انبیاء کی نشانیاں	۱۷۳
ز	معجزہ طلب کرنے والے	〃
ح	تابعین مہدیؑ کی عبادت	۱۷۵
ط	حامل اخلاق انبیا کی تکذیب کفر ہے	۱۷۹
ی	امام غزالی اور رسول اللہ صلعم کی صداقت	۱۸۳
ک	امام علیہ السلام کے تبع تابعین اور تاثیر صحبت	۱۸۷
ل	ہرقل اور ابوسفیان کی گفتگو	۱۹۱
م	اکثر صحابہ رسول اللہ کے اخلاق دیکھ کر ایمان لائے	۱۹۳
ن	ایمان اللہ کی بخشش اور عطیہ ہے	۱۹۵
س	فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے	〃
ع	عبداللہ ابن سلام کا ایمان لانا	۱۹۷
ف	انبیاء اور ان کی قوم کی باطنی نسبت	۱۹۹
ص	عبداللہ ابن ابی اور اس کے تابعین کا ایمان لانا	۲۰۱
ق	یہودی لڑکے کا ایمان لانا	〃
ر	آیہ ام لم یعرفوا کی تفسیر	۲۰۳
ش	"عباد الرحمٰن"..... اور اصحاب مہدیؑ کے اوصاف	۲۰۵
۲۲	مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کے	

شمارہ	مضمون	صفحہ
	حسب حال روایتیں	۲۰۷
ا	مہدیؑ خُلق میں رسول اللہ کے مشابہ ہوں گے	〃
ب	مہدیؑ پر اللہ تعالیٰ دین کو ختم فرمائیگا	〃
ج	مہدیؑ اللہ کے لئے خشوع کریں گے	〃
د	مہدیؑ قائم بالدین ہوں گے	۲۰۹
ہ	مہدیؑ برابر سرابر کی تقسیم کریں گے	〃
و	مہدیؑ کا ذکر اسفار انبیاء میں ہے	〃
ز	مہدیؑ کے سر کے بال کاندھوں تک لٹکے ہوئے ہوں گے	۲۱۱
ح	مہدی میں سکینہ و وقار ہوگا	〃
ط	امام مہدی گمراہی کے قلعے فتح کریں گے	۲۱۳
ی	مہدی ایک رات میں مہدیت کے لائق ہو جائیں گے	۲۱۵
ک	مہدیؑ کا سلوک عالموں اور مسکینوں کے ساتھ	〃
ل	مہدیؑ از سر نو اسلام قائم کریں گے	〃
م	مہدیؑ بدعت کو مٹا کر سنت کو قائم کریں گے	۲۱۷
ن	طبری کی روایت مہدیؑ کے ظہور کے باب میں	〃
س	دسویں صدی میں مہدیؑ کا ظہور	〃
۲۳	امامت کے شرائط	۲۱۹
ا	آنحضرتؐ ابتدا میں مطاع نہیں تھے	۲۲۱

شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
ب	تمام مسلمانوں نے حضرت علیؓ کی اطاعت		ب	اللہ کی رحمت سے آپس میں محبت کرینگے	۲۲۷
	نہیں کی	۲۲۱	ج	اصحاب مہدیؑ کے اوصاف حمیدہ	۲۲۹
ج	لوگوں کی سرکشی اور امام کی امامت	〃	د	ولی مرتے دم تک غلطی پر نہیں رہتا	۲۳۱
د	امامت کے لئے تجرد علیہ شرط نہیں	۲۲۳	ھ	بلاد مغرب کے کیمیاگر کا مارا جانا	۲۳۳
ھ	حمیدی اور شرائط امامت	〃	۲۵	شیخ علی کی عداوت مہدویوں کے ساتھ	۲۳۵
۲۴	مہدیؑ سے بیعت کرنے والوں کے مراتب	۲۲۵	ز	شیخ علی اور امام علیہ السلام کے	
ز	انبیاء اور شہداء ان پر رشک کرینگے	〃		اخلاق حسنہ	۲۳۹